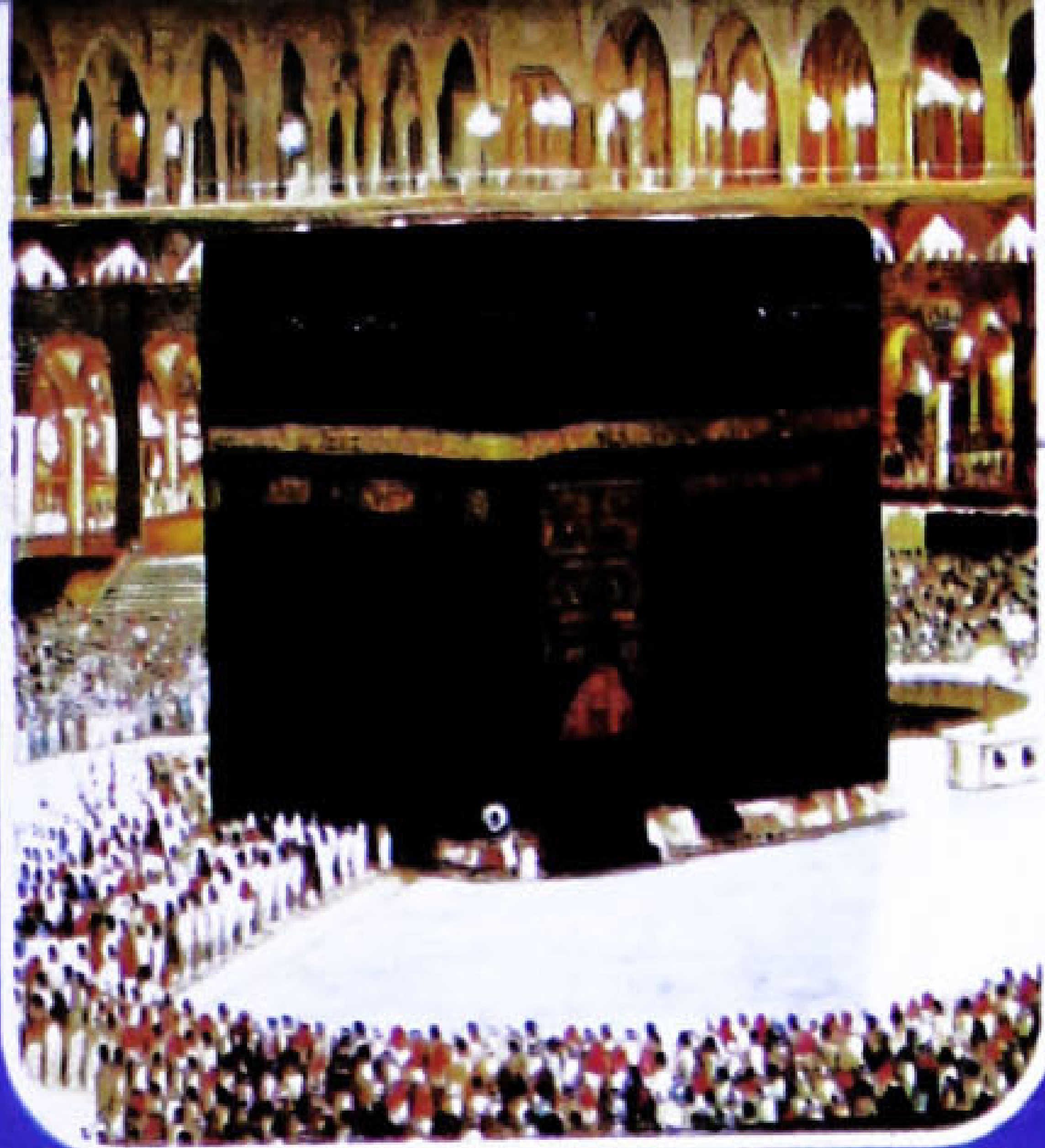

تاریخ مکۃ المکرمہ
و مدینۃ المنورہ
مع
طریقۂ حج پر مدلل تحریر

مدینے کے مسافر

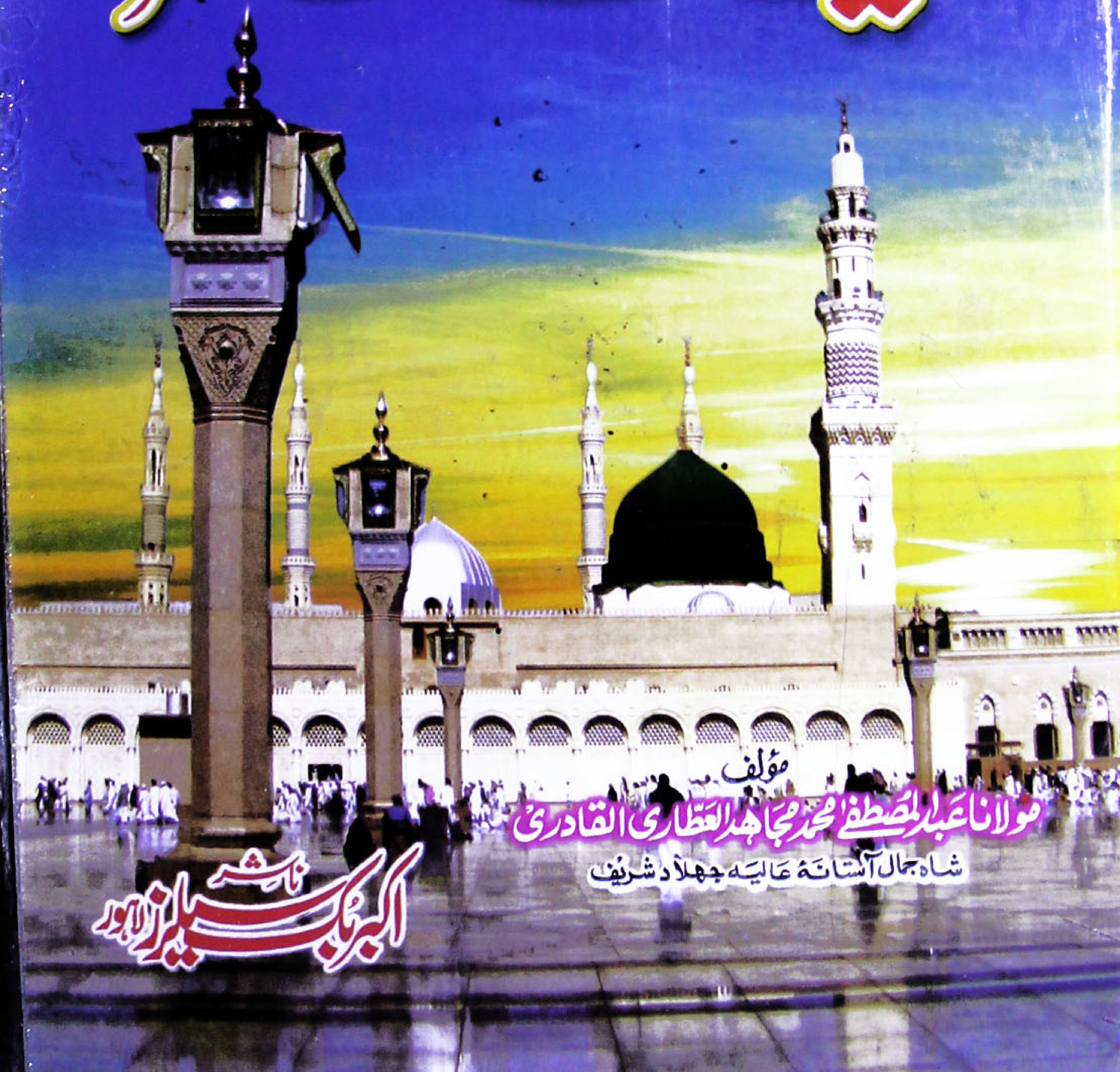

مؤلف
مولانا عبدالمصطفٰے محمد مجاہد العطاری القادری
شاہ جمال آستانہ عالیہ جھلاد شریف

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

Marfat.com

کتب خانہ جمیل احمد ترابی

تاریخ مکۃ المکرمہ
و مدینۃ المنورہ
بمع
طریقۂ حج پر مدلل تحریر

مدینے کے مسافر

مؤلف
مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاھد العطاری القادری
شاہ جمال آستانۂ عالیہ جھلاد شریف

ناشر
اکبر بُک سیلرز
زبیدہ سینٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

Marfat.com

111649

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ھیں﴾

نام کتاب	....	مدینے کے مسافر
موضوع	....	تاریخ مکۃ المکرمہ ومدینۃ المنورہ بمعہ طریقہ حج
مؤلف	....	مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد عطاری قادری
صفحات	....	608
تعداد	....	600
کمپوزنگ	....	کاشف عباس
اشاعت	....	مارچ 2012ء
ناشر	....	اکبر بک سیلرز، لاہور
قیمت	....	350 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

Marfat.com

میاں جمیل احمد شرقپوری
لاہور پاکستان

شرفِ انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ کاوش کو بڑے بھائی غلام مصطفیٰ صاحب کی طرف منسوب کرتا ہوں جنہوں نے باپ کی حیثیت سے میری پرورش کی اور مجھے علم دین حاصل کرنے کے لئے وقف کیا اور ہر آنے والی پریشانیوں پر میری حمایت کی۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ میرے بڑے بھائی اور تمام مسلمانوں کو بار بار حج بیت اللہ و مدینۃ المنورہ کی زیارت عظمیٰ نصیب فرمائے اور تمام گناہوں کو بوسیلہ رسولِ اعظم نبی محتشم حبیب عالم صلی اللہ علیہ وسلم معاف فرمائے اور تمام نیک جائز دلی خواہشات پوری فرمائے اور ہر آنے والی پریشانیوں سے محفوظ فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دعا گو

مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
شرف انتساب	۳	مکہ معظمہ کے محلے	۳۵
سبب تالیف	۱۶	جرول	۳۵
میری یہ کتاب	۱۷	مسفلہ	۳۵
حمد باری تعالیٰ	۱۸	جیاد	۳۵
نعت شریف	۱۹	قشاشیہ	۳۶
مدینے کے مسافر	۲۰	الغزۃ	۳۶
درود شریف کی فضیلت	۲۱	شعب بنی عامر	۳۶
وجہ تسمیہ	۲۲	الشامیہ	۳۶
اسماء مقدسہ	۲۳	السلیمانیہ	۳۷
مکۃ	۲۳	مکہ مشرفہ سے مدینہ منورہ کا راستہ	۳۹
البیت العتیق	۲۵	(ا) الطریق السلطانی	۳۹
المسجد الحرام	۲۵	وادی فاطمہ	۴۰
الباسۃ	۲۷	عسفان	۴۰
ام القریٰ	۲۷	خلیص	۴۰
کوثی	۲۷	القدیمۃ	۴۰
قریۃ النمل	۲۷	رابغ	۴۰
الحاطمۃ	۲۷	مستورہ	۴۰
المعاد	۲۸	بیئر الشیخ	۴۱
الراس	۲۸	دیار نبی حصانی	۴۱
ارض مکہ کی پیدائش	۳۰	الحمراء	۴۱
محل وقوع	۳۲	الجدیدہ	۴۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
بیرِ عباس	۴۱	والسلام کی مکہ میں آمد	۴۸
بیرِ درویش	۴۱	قبیلہ بنو جرہم کی آمد	۵۵
بیرِ علی	۴۱	سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا حطیم والی جگہ پر	
الطریق الفرعی	۴۲	بکریوں کا ریوڑ بنانا	۵۷
بیرِ رضوان	۴۲	کعبہ معظمہ کے تعمیری مراحل	۵۸
ابوضباع	۴۲	پہلا مرحلہ	۵۸
الریاض یا وادی الریان	۴۲	سب سے پہلے فرشتوں کا طواف	۵۸
الغدیر	۴۲	دوسرا مرحلہ	۵۸
وادی المعظم	۴۲	تیسرا مرحلہ	۵۸
بیرِ الماشی	۴۲	چوتھا مرحلہ	۵۸
(۳) طریق الغایر	۴۳	پانچواں مرحلہ	۵۹
(۴) الطریق الشرقی	۴۳	چھٹا مرحلہ	۵۹
(۱) وادی اللیمون	۴۳	ساتواں مرحلہ	۵۹
الحفایر	۴۳	آٹھواں مرحلہ	۵۹
برکة سموة	۴۳	نواں مرحلہ	۵۵۹
برکة المسلح	۴۳	دسواں مرحلہ	۵۹
الحبیط	۴۳	گیارہواں مرحلہ	۶۰
السویرجیة	۴۳	بارہواں مرحلہ	۶۰
الحجریة	۴۴	تیرھواں مرحلہ	۶۰
غراب	۴۴	چودھواں مرحلہ	۶۰
الغدیر	۴۴	پندرہواں مرحلہ	۶۰
طریق الھجرة	۴۴	سولہواں مرحلہ	۶۰
فضل مکہ	۴۴	سترہواں مرحلہ	۶۱
مقدس مقام کی آبادکاری	۴۶	اٹھارواں مرحلہ	۶۱
حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ		انیسواں مرحلہ	۶۱

Marfat.com

عنوان	صفحہ
بیسواں مرحلہ	٦١
تیئسواں مرحلہ	٦١
چوبیسواں مرحلہ	٦١
پچیسواں مرحلہ	٦١
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں مکہ معظمہ	٦٢
حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا عہد مبارک	٦٣
بنو جرہم کے زمانہ مین مکہ معظمہ	٦٤
بنو جرہم کی ہلاکت	٦٨
خزاعہ کے زمانہ میں مکہ معظمہ	٦٩
بت کا مکہ معظمہ کے اندر نصب کرنا	٦٩
انتڑیوں میں آگ	٧٠
سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کا بڑھنا	٧٠
شاہ تبع کی مکہ میں آمد	٧٠
تعمیر بیت اللہ	٧٢
خانہ کعبہ کی تعمیر کے مختلف ادوار	٧٣
ملائکہ عظام کی تعمیر	٧٣
کعبہ معظمہ زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا گیا	٧٤
حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی تعمیر	٧٥
حضرت سیدنا شیث علیہ السلام کی تعمیر	٧٩
طوفان نوح اور بیت اللہ	٧٩
سفینہ نوح کا طواف کعبہ	٨٠
حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کا زمانہ	٨٠
سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر	٨١
سرخ ٹیلہ	٨٦
حج کا اعلان	٨٧
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حج	٨٩
جرہم اور عمالقہ کی تعمیر	٩٠
قصی بن کلاب کی تعمیر	٩١
قریش کی تعمیر	٩٢
باقوم کون تھا؟	٩٤
تعمیر قریش کی خاص باتیں	٩٩
قریش کی تعمیر کعبہ پر حضور ﷺ کا اظہار ناپسندیدگی	١٠١
قریش کا بیت اللہ کو قواعد ابراہیمی سے گھٹانا	١٠٢
سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر	١٠٣
تعمیر بیت اللہ کی وجوہات	١٠٤
تعمیر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی خصوصیات	١٠٦
حجاج بن یوسف کی تعمیر	١٠٧
سلطان مراد خان عثمانی کی تعمیر	١٢٠
باب کعبہ	١٢٦
باب کعبہ کھلنے کا روح پرور منظر	١٢٩
ملتزم	١٣٠
غلاف کعبہ	١٣١
شاہ تبع نے غلاف کس وجہ سے چڑھایا	١٣٢
زمانہ جاہلیت میں کعبہ شریف پر غلاف	

Marfat.com

عنوان	صفحہ
چڑھانا	۱۴۳
ظہور اسلام کے بعد غلاف	۱۴۶
خلافت ابن امیہ میں غلاف کعبہ	۱۴۸
(1) بنو امیہ کے پہلے خلیفہ	۱۴۸
خلفاء بنو عباس کے عہد میں غلاف کعبہ	۱۴۹
خلافت ترکیہ عثمانیہ میں غلاف کعبہ	۱۴۴
شاہان آل سعود کے غلاف	۱۴۸
مکہ مکرمہ میں غلاف کی تیاری	۱۴۹
غلاف کعبہ کے اجزاء	۱۵۱
حزام یعنی پٹی	۱۵۲
مختلف ادوار میں غلاف چڑھانے کی تاریخ	۱۵۶
کعبہ شریف کا اندرونی غلاف	۱۵۷
ستارۂ کعبہ	۱۵۸
میزاب رحمت	۱۶۱
حجر اسود	۱۶۴
حجر اسود اور حوادثات	۱۶۵
خلیفہ عبید اللہ المہدی کا خط	۱۶۹
حطیم	۱۷۳
قاموس میں حطیم کے معنی	۱۷۳
حطیم کی پیمائش	۱۷۶
حطیم کی تعمیر	۱۷۷
رکن یمانی	۱۸۳
محمل	۱۸۵
ستارۂ کعبہ	۱۸۷
الواح	۱۹۱
کعبہ کے قیمتی تحائف	۱۹۳
معالیق کعبہ	۱۹۸
الشاذ روان	۲۰۱
نادرۂ روزگار پتھر	۲۰۴
مصلی جبرائیل علیہ السلام	۲۰۵
معجن کا بند کرنا	۲۰۸
معجن کی پیمائش	۲۱۰
کعبہ شریف میں مصلی نبوی ﷺ	۲۱۱
مسجد حرام	۲۱۲
حرم کی توسیع	۲۱۳
خلیفہ ابو جعفر کی توسیع	۲۱۶
خلیفہ مہدی عباسی کی توسیع	۲۱۸
مہدی عباسی کی توسیع ثانی	۲۲۰
المقتدر کی توسیع	۲۲۵
سلطان سلیم خان کی تعمیر	۲۲۶
سعودی حکومت کی توسیع	۲۲۹
خادم الحرمین شاہ فہد کی توسیع	۲۳۰
مسجد حرام کے دروازے	۲۳۲
باب بنی شیبہ	۲۳۳
2 باب القواریر	۲۳۴
3 باب النبی ﷺ	۲۳۴
4 باب العباس رضی اللہ عنہ	۲۳۴
5 باب بنی ہاشم	۲۳۵
6 باب بنی عائد	۲۳۵
7 باب بنی سفیان بن عبد الاسد	۲۳۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ
8باب الصفا	۲۳۵
10،9باب بنی مخزوم	۲۳۶
12باب ام ھانی	۲۳۶
13باب الاحیاء	۲۳۶
14باب بنی جمح	۲۳۶
15باب الخیاطین	۲۳۷
16، 17باب البختری بن ہاشم	۲۳۷
18باب بنی سہم	۲۳۷
19باب عمرو بن عاص	۲۳۷
20باب العجلہ	۲۳۷
21باب قعیقعان	۲۳۸
22باب الندوہ	۲۳۸
23باب شیبہ بن عثمان	۲۳۸
(1)باب السلام	۲۳۸
(2)باب الجنائز	۲۳۹
(3)باب العباس	۲۳۹
(4)باب علی	۲۳۹
(5)باب باذان	۲۳۹
(6)باب العجلہ	۲۴۰
(7)باب الصفا	۲۴۰
(8)باب اجیاد صغیر	۲۴۰
(9)باب الرحمہ	۲۴۰
(10)باب مدرسہ شریف عجلان	۲۴۰
(11)باب ام ھانی	۲۴۰
(12)باب الحزورہ	۲۴۱

عنوان	صفحہ
(13)باب الابراہیم	۲۴۱
(14)باب لعمرہ	۲۴۱
(15)باب السدہ	۲۴۱
(16)باب الدریبہ	۲۴۱
(17)باب السویقہ	۲۴۲
(18)باب الزیادہ	۲۴۲
(19)باب الباسطیہ	۲۴۲
مطاف کا فرش	۲۴۲
آب زمزم	۲۴۳
وجہ تسمیہ	۲۴۳
زمزم کی دیگر اسماء	۲۴۳
چاہ زمزم	۲۵۱
سقایۃ العباس	۲۵۹
مقام ابراہیم (علیہ السلام)	۲۶۰
مقام ابراہیم علیہ السلام کیا ہے؟	۲۶۱
پہلا قول	۲۶۲
دوسرا قول	۲۶۲
تیسرا قول	۲۶۲
چوتھا قول	۲۶۳
پانچواں قول	۲۶۷
توصیف قبہ و مقام	۲۶۸
قبہ کی اصلاح و مرمت	۲۷۲
منبر مبارک	۲۷۵
سلطان سلیمان خان کا منبر	۲۷۷
منیٰ	۲۷۸

Marfat.com

عنوان	صفحہ
مزدلفہ	۲۷۹
مسعی کی تعمیر نو	۲۸۰
عرفات	۲۸۱
کعبہ شریف کے چاروں طرف صفیں	۲۸۶
مدینۃ المنورہ کی تاریخ اور واقعات	۲۸۷
مدینۃ المنورہ میں آباد کاری	۲۹۱
قوم عمالقہ کا سلسلہ نسب	۲۹۴
قوم عمالقہ کی رہائش	۲۹۴
مدینہ منورہ میں قوم عمالقہ کی آمد	۲۹۷
مدینہ منورہ میں بنی اسرائیل کی آمد	۲۹۸
اوس وخزرج کی مدینہ منورہ میں آمد	۳۰۲
سیرت ابن ہشام عنوان یثرت میں اسلام کا آغاز	۳۰۸
اوس وخزرج کے قبائل	۳۰۹
اوس کے قبائل	۳۰۹
خزرج کے قبائل	۳۱۰
مہاجرین کے قبائل	۳۱۰
دور حاضر کے قبائل	۳۱۱
مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء	۳۱۲
مدینۃ المنورہ میں جمعہ کا قیام	۳۱۷
ہجرت مدینۃ المنورہ	۳۲۱
عاشقان رسول کا انتظار واضطرار	۳۲۲
قباء میں آمد	۳۲۳
قدیم قبائل کے محلات	۳۲۶
(۱) دار عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۳۲۷
(۲) دار جعفر رضی اللہ عنہ	۳۲۷
(۳) دار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	۳۲۷
(۴) دار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۳۲۸
مدینہ منورہ کے قلعے	۳۲۸
امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مقدس مکانات	۳۲۹
تعمیر مسجد نبوی ﷺ	۳۳۵
مسجد نبوی کی دوسری مرتبہ تعمیر	۳۴۸
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقدس دور میں تعمیر	۳۵۱
علامہ سمہودی کے نزدیک تعمیر کی نوعیت	۳۵۶
بطیحا	۳۵۷
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعمیری خصوصیات	۳۶۰
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مقدس دور میں تعمیر وتوسیع	۳۶۱
سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں اضافہ تعمیر	۳۶۵
امام کیلئے مقصورہ	۳۷۰
حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعمیری خصوصیات	۳۷۱
ولید بن عبدالملک کی تعمیر وتجدید	۳۷۱
ولید بن عبدالملک کی تعمیری خصوصیات	۳۷۹
خلیفہ المہدی عباسی کی توسیع	۳۷۹
مسجد نبوی میں آتش زدگی	۳۸۲
ملوک مصر کی تعمیری خدمات	۳۸۴
دوسری مرتبہ آتش زدگی کا سانحہ	۳۸۴

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
تعمیر قایتبائی کی خصوصیات	٣٨٧	اصحاب صفہ کی تعداد	٤٢٥
آل عثمانی کی تعمیر کردہ خدمات	٣٨٨	ریاض الجنۃ	٤٢٨
سعود کے خاندان کی تعمیری خدمات	٣٩٠	ستون ہائے رحمت	٤٣٢
سعودی تعمیر و توسیع کی تفصیلات	٣٩٣	اسطوانہ ابی لبابہ رضی اللہ عنہ	٤٣٢
مصارف کی تفصیلات	٣٩٤	اسطوانہ حنانہ	٤٣٥
املاک کے مجموعی مصارف	٣٩٥	اسطوانہ سریر	٤٣٥
شاہ فہد کی عظیم الشان تعمیر و توسیع	٣٩٦	اسطوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا	٤٣٦
عظیم الشان توسیع کے بعد کل رقبہ	٣٩٧	اسطوانہ جبرائیل علیہ السلام	٤٣٦
نمازیوں کے لئے گنجائش	٣٩٨	اسطوانہ وفود	٤٣٧
ایئر کنڈیشنڈ سسٹم	٣٩٩	اسطوانہ تہجد	٤٣٧
مسجد نبوی کی تعمیرات تاریخ کے آئینہ میں	٣٩٩	اسطوانہ محرس	٤٣٨
توسیعی مراحل اور پیمائش	٤٠١	حضور دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پر انوار	٤٣٨
محراب نبوی شریف	٤٠٢	مزارات مقدسات کی ترتیب	٤٣٩
محرب حنفی	٤٠٥	روضہ انور کی جالی مبارک	٤٤٦
منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	٤٠٦	مقدس گنبد کی تعمیر	٤٤٨
خشک تنے کی گریہ وزاری	٤١١	مواجہہ شریف	٤٥٠
مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے	٤١٥	مدینۃ المنورہ کی مشہور مقدس مساجد	٤٥٢
باب الرحمۃ	٤١٦	مسجد قبا	٤٥٧
باب السلام	٤١٧	مسجد قبا کا سنگ بنیاد	٤٦٠
باب عثمان رضی اللہ عنہ	٤١٧	محراب مسجد قباء	٤٦٣
باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم	٤١٨	منبر مسجد قبا	٤٦٤
باب علی رضی اللہ عنہ	٤١٨	مسجد قبا کے ستون	٤٦٤
باب ریطہ	٤١٨	مینار مسجد قبا	٤٦٥
مینار پُر انوار	٤١٩	مسجد نبوی سے قبا کا فاصلہ	٤٦٦
صفہ اور اصحاب صفہ	٤٢١	مسجد جمعہ	٤٦٦

Marfat.com

عنوان	صفحہ
مسجد غمامہ	۴۶۸
منبر مسجد غمامہ	۴۷۰
مسجد نبوی حرام	۴۷۱
وفاء الوفا	۴۷۲
مسجد الفضیح	۴۷۳
مسجد اجابہ	۴۷۴
مسجد ذباب یا مسجد رایہ	۴۷۵
مسجد البحیر یا مسجد سجدہ	۴۷۵
مسجد بنی ظفر	۴۷۷
مسجد قبلتین	۴۷۸
مسجد فتح	۴۷۹
مسجد ذی الحلیفہ	۴۸۱
مسجد علی رضی اللہ عنہ	۴۸۲
مسجد مشربہ ام ابراہیم	۴۸۳
مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۴۸۳
مسجد بنو قریظہ	۴۸۴
مسجد السقیا	۴۸۵
مقدس کنویں	۴۸۶
بیر حاء	۴۸۶
بیر بصہ	۴۸۸
بیر رومہ	۴۸۸
بیر اریس	۴۸۹
حج کی فرضیت	۴۹۳
حج کرنے کا ثواب	۴۹۵
حج مبرور کا ثواب جنت	۴۹۵

عنوان	صفحہ
حج افضل عمل	۴۹۵
حج کمزوروں کے لئے جہاد	۴۹۶
حج کرنے والا گناہوں سے پاک	۴۹۶
حج پچھلے گناہوں کو دفع کرتا ہے	۴۹۶
حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو دور کرتا ہے	۴۹۶
تم پر حج فرض کیا گیا	۴۹۷
حج کرنیوالا گناہوں سے ایسے پاک جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا	۴۹۷
ہر قدم پر سات سو نیکیاں	۴۹۷
دنیا میں عافیت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر مغفرت	۴۹۸
اونٹ کے قدم اٹھانے کے بدلے نیکیاں	۴۹۸
قیامت تک حج کا ثواب	۴۹۸
حج کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ضمان میں	۴۹۹
حج کرنے والے کیلئے جنت واجب	۴۹۹
سمندر کے جھاگ برابر گناہ معاف	۴۹۹
حج سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے	۵۰۱
حجاج کرام رخ سے پہلے سامان کو تیار رکھیں	۵۰۲
حج کی اقسام	۵۰۳
تمتع	۵۰۳
قران	۵۰۴
افراد	۵۰۴
حج پہ جانے سے پہلے کیا کرے	۵۰۴
احرام باندھنے سے پہلے کیا کرے	۵۰۵
حج کی نیت	۵۰۸

Marfat.com

عنوان	صفحہ
حج قران کی نیت	۵۰۸
لبیک کہنا	۵۰۸
خبردار	۵۱۱
وہ افعال جو احرام میں بھی حرام ہیں	۵۱۱
احرام میں چند چیزیں مکروہ ہیں	۵۱۴
احرام میں جو باتیں جائز ہیں	۵۱۵
مرد اور عورت کے احرام میں چند چیزوں کا فرق	۵۱۸
خبردار	۵۱۹
حرم پاک میں داخلی	۵۱۹
کعبہ معظمہ کی شکایت	۵۲۰
روز قیامت تک حرم	۵۲۰
حضور ﷺ کا مکہ مکرمہ میں تشریف لاتے وقت غسل فرمانا	۵۲۱
حرم شریف کی حرمت کرنے والے خیر پر	
جب مکہ مکرمہ کی حاضری قریب ہو تو کیا کریں	۵۲۱
جب کعبہ معظمہ پر پہلی نظر پڑے	۵۲۲
جب مکہ معظمہ پہنچ جائے تو کیا کرے	۵۲۲
حضور ﷺ کا داخل ہوتے ہی پہلے طواف کرنا	۵۲۳
حضور ﷺ کا حجرہ اسود کو بوسہ دینا	۵۲۳
ہر قدم اٹھانے کے بدلے دس نیکیاں	۵۲۳
ہر قدم کے بدلے ستر ہزار نیکیاں	۵۲۴
طواف کرنے والا کوئی لغویات نہ کرے تو ایسے جیسے گردن آزاد کی	۵۲۴
اللہ تعالیٰ ہر روز ایک سو بیس رحمت نازل فرماتا ہے	۵۲۴
طواف کرنیوالا گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے آج اپنی ماں سے پیدا ہوا	۵۲۵
رحمت میں اپنے پاؤں سے چلنے والا	۵۲۵
عمرہ کا طریقہ اور طواف شروع کرنے سے پہلے کیا کرے	۵۲۶
ضروری گزارش	۵۲۶
پہلے چکر کی دعا	۵۲۸
دوسرے چکر کی دعا	۵۲۹
تیسرے چکر کی دعا	۵۳۰
چوتھے چکر کی دعا	۵۳۱
پانچویں چکر کی دعا	۵۳۲
چھٹے چکر کی دعا	۵۳۲
ساتویں چکر کی دعا	۵۳۳
☆ نوٹ:	۵۳۴
مقام ابراہیم کی دعا	۵۳۵
ملتزم سے لپٹنا	۵۳۵
ضروری مسئلہ	۵۳۶
آب زم زم پر حاضر ہونا	۵۳۶
صفا و مروہ کی سعی	۵۳۷
کوہ صفا کی دعا	۵۳۸
سعی کی نیت	۵۳۹
صفا مروہ سے اترنے کی دعا	۵۳۹

Marfat.com

عنوان	صفحہ
سبز میلوں کے درمیان پڑھنے کی دعا	۵۴۰
سر مونڈوانا یا بال کتروانا	۵۴۱
تقصیر	۵۴۲
عورتوں کی تقصیر	۵۴۲
طواف قدوم والوں کیلئے ایک اہم مسئلہ	۵۴۲
متمتع کے لئے اہم مسئلہ	۵۴۳
تمام حجاج کرام کے لئے ہدایت	۵۴۳
جب مکہ معظمہ میں رہیں تو ان باتوں کا خیال رکھیں	۵۴۳
جب بھی کعبہ پر نظر پڑے تو کیا کریں	۵۴۴
عورتوں کے لئے خاص توجہ طلب بات	۵۴۴
طواف میں چند باتیں حرام ہیں	۵۴۴
طواف میں جو باتیں مکروہ ہیں	۵۴۵
یہ باتیں طواف وسعی دونوں میں جائز ہیں	۵۴۶
سعی میں یہ باتیں مکروہ ہیں	۵۴۷
طواف وسعی کے مسائل میں مرد و عورت کے فرق	۵۴۷
خاص بات ملحوظ رکھیں	۵۴۸
اگر کسی نے حج کا احرام نہیں باندھا تو اب باندھ لیں	۵۴۸
حضور دو عالم ﷺ کا وقوف	۵۴۸
عرفہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں	۵۴۹
عرفہ کے دن کان، آنکھ، اور زبان کو قابو رکھنے والے کی مغفرت	۵۵۰
اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو مغفرت پر گواہ بنانا	۵۵۰
حج کی نیت	۵۵۱
آپ کے لئے آسانی کی بات	۵۵۲
منیٰ کو روانگی	۵۵۲
عرفہ کی رات میں یہ دعا پڑھیں	۵۵۳
عرفات کے راستے کی دعا	۵۵۳
چند باتوں کا خیال رکھیں	۵۵۴
خبردار	۵۵۵
عرفات شریف کی دعائیں	۵۵۵
میدان عرفات میں دعا مانگنے کا طریقہ	۵۵۶
گناہوں سے پاک وصاف	۵۵۶
وقوف کے مکروہات	۵۵۷
وقوف کے اہم مسائل	۵۵۷
مزدلفہ کو روانگی	۵۵۹
مزدلفہ کو روانگی کے وقت کیا کرے	۵۵۹
مزدلفہ کے اہم مسائل	۵۶۰
مغرب وعشاء ملا کر پڑھنے کا طریقہ	۵۶۱
کنکریاں چن لیں	۵۶۱
سوتے وقت کیا کریں	۵۶۱
مزدلفہ کا وقوف	۵۶۲
چند احتیاطیں	۵۶۳
احادیث مبارکہ کی روشنی میں رمی کا ثبوت	۵۶۳
مزدلفہ شریف سے منیٰ شریف پہنچنے سے پہلے کیا کرے	۵۶۵
منیٰ شریف (دسویں ذوالحجہ کو) پہنچ کر پہلا کام رمی کرنا	۵۶۵

Marfat.com

عنوان	صفحہ
ضروری تنبیہ	۵۶۵
رمی کے چند اہم مسائل	۵۶۶
مریضوں کی رمی	۵۶۷
عورتوں کی رمی	۵۶۷
حج کی قربانی	۵۶۷
قربانی ادارے کے ذریعے کرنے میں ضروری احتیاط	۵۶۸
حلق و تقصیر	۵۶۸
حلق و تقصیر کے اہم مسائل	۵۶۹
طواف فرض	۵۷۰
طواف فرض کے اہم مسائل	۵۷۰
گیارہ اور بارہ کی رمی	۵۷۲
رمی کے اہم مسائل	۵۷۳
رمی میں بارہ چیزیں مکروہ ہیں	۵۷۴
طواف رخصت	۵۷۵
طواف رخصت کے مسائل	۵۷۵
طواف رخصت کے بعد کیا کرے	۵۷۶
حج بدل	۵۷۷
احادیث مبارکہ سے حج بدل کا ثبوت	۵۷۷
والدین کی طرف سے حج ادا کرنے والا بروز قیامت ابرار کے ساتھ اٹھایا جائیگا	۵۷۸
والدین کی روحیں خوش	۵۷۸
بوڑھے باپ کی طرف سے حج کرنا	۵۷۸
حج بدل کے شرائط	۵۷۹
حج بدل کے اہم مسائل	۵۸۰
حاضری سرکار اعظم مدینۃ المنورہ حضور حبیب اکرم ﷺ	۵۸۱
میری شفاعت واجب	۵۸۲
حضور ﷺ کا قیامت کے دن شفیع بننا	۵۸۲
حضور ﷺ کی زیارت حج کرنے کے بعد	۵۸۲
حضور ﷺ کا قیامت کے دن شہید ہونا	۵۸۲
حضور ﷺ سے جفا کرنے والا	۵۸۳
حجاج کرام مدینۃ المنورہ پہنچ کر کیا کریں	۵۸۴
سنہری جالیوں کے روبرو	۵۸۴
اصل مواجہہ شریف کس طرف ہے	۵۸۴
خبردار	۵۸۵
رسول اعظم نور مجسم ﷺ کی بارگاہ میں سلام عرض کریں	۵۸۵
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں	۵۸۵
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام	۵۸۶
دوبارہ حضرت سیدنا صدیق اکبر و عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کریں	۵۸۷
مقامات قبولیت	۵۸۸
جالی مبارک کے قریب پڑھیں	۵۸۸
دعا کے لئے جالی مبارک کو پیٹھ نہ کریں	۵۸۸
پچاس ہزار اعتکاف کا ثواب	۵۸۹
ہر نیکی پچاس ہزار کے برابر لکھی جاتی ہے	۵۸۹
روزانہ پانچ مرتبہ سلام عرض کریں	۵۸۹

Marfat.com

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں پوری کرنے والے کے لئے بشارت	۵۸۹	بوس و کنار میں جہاں پر دم ہے یا نہیں	۵۹۶
جب بھی سبز گنبد نظر آئے تو سلام پیش کریں	۵۹۰	جماع میں جہاں پر دم ہے یا نہیں	۵۹۷
مدینہ منورہ کے روزے کی فضیلت	۵۹۰	ناخن کترنے میں جہاں دم ہے یا نہیں؟	۵۹۷
مکہ اور مدینہ کے روزے میں فرق	۵۹۰	بال دور کرنے میں جہاں دم ہے یا نہیں	۵۹۸
جنت البقیع کی زیارت	۵۹۰	خوشبو اور تیل لگانے میں جہاں کفارہ ہے یا نہیں	۵۹۹
اہل بقیع کو سلام اس طرح عرض کریں	۵۹۰	سلے ہوئے کپڑے پہننے میں جہاں دم ہے یا نہیں	۶۰۰
الوداعی حاضری	۵۹۱	طواف میں غلطیوں پر جہاں دم ہے یا نہیں	۶۰۱
مدینہ منورہ کی زیارتیں	۵۹۱	سعی میں غلطیوں پر جہاں دم ہے یا نہیں	۶۰۳
مزار سیدنا ہارون علیہ السلام	۵۹۲	وقوف عرفہ میں غلطی پر دم	۶۰۳
مزار سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ	۵۹۲	وقوف مزدلفہ میں غلطی پر دم	۶۰۳
میدان بدر	۵۹۲	رمی کی غلطیوں پر دم	۶۰۳
مکہ مکرمہ کی زیارتیں	۵۹۳	قربانی اور حلق پر غلطیوں پر دم جہاں ہے یا نہیں	۶۰۴
حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مکان مبارک	۵۹۳	جوں مارنے کے کفارے	۶۰۴
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مکان مبارک	۵۹۳	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام	۶۰۵
غار جبل ثور	۵۹۳	اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں التجاء	۶۰۵
دار ارقم	۵۹۳	کتاب کا اختتام	۶۰۶
محلہ مسفلہ	۵۹۳		
غار حرا	۵۹۴		
جنت المعلیٰ	۵۹۴		
مزار میمونہ رضی اللہ عنہا	۵۹۴		
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مسجد الحرام میں نماز ادا فرمائی	۵۹۴		
جرم اور ان کے کفارے	۵۹۵		
دم کا کہاں حکم ہے	۵۹۵		

Marfat.com

سبب تالیف

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے پھر جب پیدا کر دیا تو اس کا رزق اپنے ذمہ کرم پر لیا اور اس کو بے بہا مال عطا کیا تا کہ بندہ میری حمد اور شکر ادا کرے مگر افسوس اس بندے پر کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اتنا مال عطا کیا ہے کہ وہ اگر اس مال سے حج کرنا چاہے تو کر سکتا ہے لیکن اس فریضے کو سرانجام دینے کے لئے اپنا مال چھپاتا ہے کہ کہیں یہ مال خرچ نہ ہو جائے۔ حج صاحب استطاعت پر فرض ہے مگر اس فریضے کو ادا کرنے کے لئے مسلمانوں کے پاس وقت نہیں ہے۔ گھر والوں کے لئے وقت ہے، دوستوں کے لئے وقت ہے، ناجائز رسومات پر جانے کے لئے وقت ہے، گانے باجے فلمیں ڈرامے دیکھنے کے لئے وقت ہے۔ دوستوں سے فضول گفتگو کرنے کے لئے وقت ہے۔ غرض دنیا کے ہر کام کرنے کے لئے اس کے پاس وقت ہے مگر افسوس وقت نہیں تو اللہ تعالیٰ کے اس فریضے کو سرانجام دینے کے لئے نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر کر کے مسلمان ذلیل وخوار ہیں۔ میرا اس کتاب کو تالیف کرنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ جن مسلمانوں پر حج فرض ہے۔ ان کو چاہئے جلدی سے اس فریضے کو ادا کریں ورنہ قیامت کے دن جب ایک ایک نیکی کی ضرورت ہوگی جہاں افراتفری لگی ہوگی کوئی شخص بھی ایک نیکی دینے کے لئے تیار نہ ہوگا وہاں پکڑے گئے تو انجام برا ہوگا۔ یہ نہ ہو کہ اس نافرمانی کے سبب قیامت میں ہولناکی کا انجام دیکھنا پڑے اور ساری زندگی کے نیک اعمال دھرے کے دھرے رہ جائیں لہٰذا جلدی سے اس فریضے کو ادا کیا جائے کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں کسی وقت بھی ہمارا رشتہ حیات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے

Marfat.com

منقطع ہوسکتا ہے اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ مکہ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کی صحیح حوالہ جات کے ساتھ دلائل ذکر کئے ہیں تا کہ عشاق کو ان مقدس مقامات کی تاریخ کا علم ہو اور ان مقدس مقامات کو دیکھنے کا جذبہ پیدا ہو۔ حج کو صحیح معنوں کے ساتھ ادا کرنے کا طریقہ عرض کیا ہے تا کہ حجاج کرام حج کو صحیح معنوں میں ادا کرسکیں۔

میری یہ کتاب

(۱) ان دلوں کے نام جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر وقت غوطہ زن رہتے ہیں۔

(۲) ان پیاسی ترستی آنکھوں کے نام جو گنبد خضریٰ کے دیدار کے لئے سمندر کی طرح رواں دواں رہتی ہیں۔

(۳) ان عاشقوں کے نام جو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر دیوانہ وار قربان ہونے والے ہیں۔

(۴) ان تڑپتے بلکتے دلوں کے نام جو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین پر بغیر سوچے سمجھے دیوانہ وار عمل کرنے والے ہیں۔

Marfat.com

حمد باری تعالیٰ

تو ہی مالک تو ہی رازق یا اللہ یا اللہ
تو ہی سب کا پالن والا یا اللہ یا اللہ

ساری دنیا تو نے بنائی ساری دنیا تو نے سجائی
اک محبوب ﷺ پر نظر جمائی یا اللہ یا اللہ

کرتی حمد ہر اک چیز جہاں میں تیری
ہر اک خوبی تو نے عطا کی یا اللہ یا اللہ

گرجتا بادل رم جھم بارش پانی
محو ثناء ہے ہر وقت تیری یا اللہ یا اللہ

ہر سال حج کی سعادت ہو ہماری
دیکھوں صفا مروہ اور مدینے کی گلیاں یا اللہ یا اللہ

مجاہد بھکاری کو عطا کر اپنی رضا جوئی
واسطہ تجھ کو پیارے نبی ﷺ کا یا اللہ یا اللہ

Marfat.com

نعت شریف

اک روز میں بھی جاؤں گا سرکار ﷺ کی گلی میں
جا کر وہاں ٹھہروں گا سرکار ﷺ کی گلی میں

دل میں ہے یہ افسانہ اور روح کی تڑپ روزانہ
جا کر وہیں ہے مرنا سرکار ﷺ کی گلی میں

آنکھیں تو رو رو کر اور ترس گئی ہیں
جا کر مزا ہے رونے کا سرکار ﷺ کی گلی میں

کچھ پاس نہیں اگرچہ میرے پلے
اک روز ہو گا جانا سرکار ﷺ کی گلی میں

دیکھوں گا سبز گنبد کے پرنور نظارے
تکتا رہوں گا جلوے سرکار ﷺ کی گلی میں

منہ ڈھانپ لے گا مجاہد وہیں جا کر ادب سے
ہے عصیوں کا پاپی آیا سرکار ﷺ کی گلی میں

Marfat.com

مدینے کے مسافر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْفُصَحَاءِ وَالْبُلَغَاءِ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ ﷺ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ ﷺ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ ﷺ

Marfat.com

درود شریف کی فضیلت

سرکار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
جس آدمی نے ایک دن میں مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا وہ
مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لے گا۔

(سعادۃ الدارین ج 1 ص 241)

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسانِ عظیم ہے کہ مجھے ایمان جیسی لازوال دولت نصیب فرمائی پھر اس کے بعد علم کی لازوال دولت عطا فرمائی اور احسانات میں سے یہ بھی احسان ہے کہ مجھے اس کتاب کو لکھنے کی توفیق عطا فرمائی جو حج کی فرضیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کی زیارت سے مشرف ہونے پر مشتمل ہے۔

سب سے پہلے مکہ المکرمہ و مدینۃ المنورہ کی تاریخ پر بحث کروں گا تاکہ عشاق کے اندر مقدس مقامات کو دیکھنے کا جذبہ پیدا ہوا پھر حج کی فرضیت اور حج ادا کرنے کے طریقے و مسائل عرض کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ○

(آل عمران 96)

بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا راہنما۔

Marfat.com

وجہ تسمیہ

قرآن مجید میں اس پاک سرزمین کو بکۃ اور مکۃ جیسے ذی شان ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ بکۃ اور مکۃ حقیقت میں ایک ہی لفظ ہے لیکن بکۃ کی با میم سے بدل کر مکہ بن گیا۔ جس طرح لفظ لازم، اصل میں لازب تھا مگر با میم سے تبدیلی ہوگئی اور لازم استعمال ہونے لگا۔ (تفسیر کبیر: ج:3، ص:8)

مفسرین کرام نے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ اور تاریخ کی کتابوں سے اس مشہور کے مقدس اسماء کو بڑی تفصیل سے قلم بند کیا ہے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے نام جتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کسی بھی دوسرے شہر کے نہیں ہیں مگر اس شہر معظم کے نام مدینہ طیبہ کے اسماء سے بھی بہت زیادہ ہیں جو اس کی عزت وعظمت اور شرف کی بہت بڑی دلیل ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

واعلم بان کثرۃ اسامی
دلالۃ انّ المسمیٰ سامی

سب سے زیادہ مشہور نام بکۃ اور مکۃ ہے۔ اس شہر دلربا کو بکۃ کیوں کہا جاتا ہے؟ مفسرین اس کی عقدہ کشائی اس طرح فرماتے ہیں کہ اس جگہ بڑے بڑے جابر اور ظالم لوگوں کی گردنیں جھک جاتی ہیں اور ہر تکبر اور بڑائی کرنے والا یہاں آکر پست ہو جاتا ہے اس وجہ سے اسے بکۃ کہا جاتا ہے۔ اور اسی بناء پر بھی کہ زائرین اور طواف کرنے والوں کا یہاں ہر گھڑی جم غفیر رہتا ہے۔ ہر وقت بھرا رہتا ہے اور اس کے گلی کوچے بھی لوگوں کے جم غفیر سے معمور رہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر: ج:3، ص:8)

111669

Marfat.com

اسماءِ مقدسہ

اسم مقدس جگہ کے نام کثیر ہیں جو کہ میں وضاحت کرتا ہوں۔

مکۃ

یہ لفظ مک سے مشتق ہے اور مک دھکیلنے اور جذب کرنے کو کہا جاتا ہے چونکہ یہ شہر بہت زیادہ آباد ہے چلنے اور طواف کرنے میں لوگ ایک دوسرے کو دھکیلتے ہیں اور اس کی یہ صفت بھی ہے کہ گناہ گار انسانوں کے گناہوں کو جذب کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں مکہ ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں پانی کی قلت ہو۔ نیز ظالم اور جابر کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اسے مکہ کہا جاتا ہے۔ (تاج العروس: ج: 7، لفظ مک لسان العرب لفظ ملک)

مکہ ایسی جگہ کو بھی کہا جاتا ہے جو اپنی مقناطیسی قوت سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لے اور اسے مکہ کہنے کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ شہر کرۂ ارض کے وسط میں واقع ہے اور دنیا بھر کے دریاؤں اور چشموں کے پانی کا منبع بھی ہے۔ اس طرح تمام روئے زمین مکہ مشرفہ کے پانی سے سیراب اور فیض بار ہو رہی ہے۔ (تفسیر کبیر: ج: 3، ص: 9)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی حدود و قیود کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

فج سے تنعیم تک کا علاقہ مکہ اور بیت اللہ سے بطحا تک بکۃ ہے۔

امام ابراہیم امام زہری اور عکرمہ علیہم الرحمہ کا فرمان ہے کہ

بیت اللہ شریف اور اس کے ارد گرد کا علاقہ تو بکۃ ہے اور باقی تمام شہر مکہ ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول منقول ہے کہ

بکۃ صرف بیت اللہ شریف ہے اور اس کے ماسوا پورا شہر مکہ ہے اور بکۃ ہی وہ مخصوص مقام ہے جہاں طواف کیا جا سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ طواف صرف حرم ہی کے اندر جائز ہے باہر نہیں کیونکہ باہر کا حصہ مکہ

Marfat.com

میں شمار ہوتا ہے اور یہی قول امام مالک، امام ابراہیم نخعی امام عطیہ عوفی اور امام مقاتل بن حسان رحمۃ اللہ علیہم کا ہے اور یہ روایت بھی ہے کہ بکۃ تو صرف بیت اللہ ہے اور جہاں تک حدود حرم ہیں وہ سارا مکہ ہے۔ (ابن کثیر: ج:1، ص:383)

علامہ طاہر کردی فرماتے ہیں۔

بکۃ جبل ابن قبیس اور جبل قعیقعان کے درمیان کا حصہ ہے جبکہ یہ دونوں پہاڑ قریب قریب ہیں اور کعبہ شریف ان دونوں کے درمیان پایا جاتا ہے اور مکہ اس پاکیزہ شہر کو کہا جاتا ہے اور حرم کا اطلاق نہ تو بکۃ پر ہوتا ہے اور نہ ہی مکہ پر بلکہ حرم شریف نے تو مکہ مکرمہ کو ہر سمت سے گھیرا ہوا ہے۔ (تاریخ القویم جلد:2، ص:7)

اس کے علاوہ اس مقدس مقام کے کئی نام ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) البیت العتیق

(۲) البیعت الحرام

(۳) البلد الامین

(۴) الماموں

(۵) ام رحم

(۶) ام القریٰ

(۷) الصلاح

(۸) القرش

(۹) بروزن برد

(۱۰) معجم البلدان: یہ لفظ عرش بھی مذکور ہے

(۱۱) القادس

(۱۲) الناسۃ

(۱۳) الباسۃ

Marfat.com

(۱۴)المعاد

(۱۵)الماذرأ

(۱۶)المعطشۃ

(۱۷)العروض

(۱۸)القریہ

(۱۹)الکوثی

(۲۰)القریۃ النمل

(۲۱)اطاطمۃ

(۲۲)البرۃ

(۲۳)الطیبۃ الراس

(ابن کثیر، ج 1، ص 383)

البیت العتیق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ○ (پ 17، رکوع 11)

''پھر قربانیوں کے حلال ہونے کی جگہ بیت العتیق ہے۔''

چونکہ قربانی کا محل بیت اللہ شریف نہیں بلکہ منیٰ ہے اور جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ

مکہ مکرمہ اور منیٰ کی تمام گھاٹیاں اور پہاڑیاں قربانی کی جگہ ہیں تو اس سے یہ واضح ہے کہ اس آیت قدسیہ میں بیت العتیق مکہ مشرفہ کو کہا گیا ہے نہ کہ بیت اللہ شریف کو۔

(تفسیر ... ج 6، ص 159)

المسجد الحرام

اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو المسجد الحرام کے خطاب سے بھی نوازا ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ فرمان ذی شان ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

(سورہ توبہ رکوع:4،آیت:28)

مشرکین نجس ہیں پس یہ مسجد حرام کے قریب نہیں آسکتے۔"

امام عبدالرزاق نے عطا سے روایت نقل کی ہے کہ

یہاں مسجد حرام سے مراد پورا حرم محترم یعنی مکہ معظمہ ہے۔

(روح المعانی: ج:6،ص:77)

مشرکین کا داخلہ صرف بیت اللہ میں نہیں بلکہ حدود حرم میں بھی ممنوع ہے۔ اب تو حدود حرم پر تختیاں آویزاں ہیں جن پر لکھا ہوا ہے اس جگہ سے آگے مشرکین نہیں جاسکتے۔

اس طرح حدیبیہ کے مقام پر جب مشرکین مکہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین معاہدہ طے پایا تو اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ج (پ:10،سورہ التوبہ)

مگر جن لوگوں سے تم نے عہد کیا تھا مسجد حرام کے پاس۔

ایک اور جگہ فرمان باری تعالیٰ عزوجل ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِىْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِالْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ط

(پ:17،رکوع:1،آیت:25)

جو لوگ کافر ہوئے اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مسجد حرام سے جسے ہم نے سب لوگوں کے واسطے بنایا ہے اس میں برابر ہیں وہاں کے رہنے والے اور باہر سے آنے والے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

Marfat.com

یہاں بھی مسجد حرام سے پورا حرم شریف یعنی مکہ مکرمہ مراد ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ العاکف سے مراد قیام کرنا ہے اور یہ بات عیاں ہے کہ لوگوں کا قیام بیت اللہ ہی بلکہ شہر کے مکانات میں ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں مسجد حرام سے مراد مکہ مشرفہ ہے۔

(تفسیر کبیر: ج:6،ص:154)

الباسۃ

اس شہر کا خاصہ ہے کہ یہ ملحدین کو ختم کر دیتا ہے یا باہر نکال دیتا ہے۔

ام القریٰ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (سورت شوریٰ رکوع:1، آیت:7)

تا کہ آپ مکہ اور اس کے گرد پیش والوں کو ڈرائیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی وجہ تسمیہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ یہ شہر عزت و تکریم میں دنیا کے شہروں سے بزرگ و برتر ہے اور چونکہ اسی کو پھیلا کر کرۂ ارض وجود میں آیا ہے اس لئے اسے ام القریٰ کہا جاتا ہے۔

کوثی

جبل قعیقعان کے دامن میں بنی عبدالدار کی قیام گاہ تھی۔

اس نسبت سے کوثی اس شہر معظم کا نام رکھا گیا۔

قریۃ النمل

اس مقام پر چیونٹیوں کی کثرت پائی جاتی تھی۔

الحاطمۃ

ظالم و جابر لوگوں کو تباہ برباد کرنے یا اس جگہ سے باہر نکال دینے والا شہر۔

Marfat.com

المعاد

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ

(القصص رکوع:9)

جس نے آپ پر قرآن کا حکم بھیجا ہے وہ پھر آپ کو پہلی جگہ لانے والا ہے۔
اس آیت میں اس شہر کو معاد فرمایا گیا ہے۔

الراس

اس نام کی وجہ امام یاقوت الحمولی یہ بیان فرماتے ہیں کہ
چونکہ اس شہر کی شکل انسان کے سر کی مانند ہے اس لئے اسے الرأس کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

قارئین کرام!

یہ تو قدیم مؤرخین و مفسرین کی بیان کردہ تفصیلات تھیں لیکن قاضی ابوالبقاء ابن الضیاء الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے تیس اسماء مبارکہ بیان فرمائے ہیں۔ جو چند ابیات میں منظوم ہیں۔

لمكة اسماء ثلاثون عددت
ومن بعد ذاك اثنان منها اسم بكة
صلاح و كوثى و الحرام و قادس
و حاطمة البلد العريش بقرية
ومعطشة ام القرىٰ رحم ناسة
و نابية راس بفتح لهمزة
مقدسة والقادسة ونسامة
ورأس و تاج ام كوثى كبرة

Marfat.com

سوحة عرش ام رحمان عرشنا
کذا حرم البلد الامین کبلدة
کذالك اسمها البلد الحرام لامنها
وبا المسجد الاسنی الحرام تسمت
وما کثرة الاسماء الالفضلها
حباها به الرحمن من اجل کعبة

(تاریخ القویم ج 1 ص 28)

علامہ جمال الدین محمد جابر اللہ علیہ الرحمہ نے زیادہ اسماء نقل کئے ہیں۔

(1) بکة (2) مکہ
(3) البلدة (4) البلد
(5) القریة (6) ام القریٰ
(7) معاد (8) الوادی
(9) ناسة (10) نساسة
(11) الحاطمة (12) صلاح
(13) العرش (14) العریش
(15) القادس (16) المقلسة
(17) القادسہ (18) کوثیٰ
(19) الحرم (20) برة
(21) المسجد الحرام (22) المعطشة
(23) الرتاج (24) ام الرحم
(25) ام زحم (26) ام صبح
(27) ام روح (28) بساق

Marfat.com

(29) البیت العتیق
(30) الراس
(31) المکتان
(32) النابیۃ
(33) ام الرحمۃ
(34) ام کوثی
(35) الباسۃ
(36) نساسۃ
(37) الناشۃ
(38) البساسۃ
(39) طیبۃ
(40) سبرحۃ
(41) السلام
(42) العذراء
(43) نادرۃ
(44) العرش
(45) العرویش
(46) الحرمۃ
(47) الحرمۃ
(48) العروض
(49) السیل
(50) مخرج صدق
(51) قریۃ الحمس
(52) ام راحم
(53) قریۃ النمل
(54) نقرۃ الغراب
(55) البینۃ
(56) خادان

(جامع اللطیف: ص:98 تا ص:102)

ارض مکہ کی پیدائش

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ روایت کرتے ہیں کہ

مکہ مکرمہ کی سرزمین خالق کائنات نے زمین کے دوسرے اجزاء کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمائی اور اس کے چار رکن یعنی بنیادیں ساتویں زمین تک گہری تھیں۔ (تفسیر قرطبی: ج:4، ص:137)

پانی کی سطح پر ابھرنے والا وہ مقدس خطہ (بیت اللہ شریف) جسے زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے وجود بخشا۔ وہ مکہ مشرفہ ہی کی سرزمین تھی جو پانی کے

Marfat.com

اوپر سفید جھاگ کی مانند تھی۔ پھر اسی کے نیچے سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے زمین بچھادی۔ یعنی اسے پھیلا کر اطراف واکناف عالم تک پہنچادیا گیا۔

(تفسیر کبیر: ج:3، ص:6)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے بیت اللہ شریف کو پانی کے چار ستونوں پر کھڑا کیا گیا جن کی بنیادیں ساتویں زمین تک گہری تھیں پھر زمین اس کے نیچے سے پھیلا دی گئی۔ (تفسیر طبری: ج:1، ص:547)

(كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ) کے ضمن میں مصنف عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت مذکور ہے کہ ہر ایک چیز کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی پیدا فرمایا اور پانی کو ہوا پر ٹھہرایا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

پانی سے بخارات اڑتے رہتے تھے جس طرح دریاؤں سے اڑتے ہیں۔

اور عطا سے روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی، جس سے پانی میں ہل چل پیدا ہوگئی اور اس حرکت سے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ بیت اللہ والی جگہ قبہ نما ایک ٹیلہ پیدا فرما دیا۔ اس جگہ دو ہزار سال بعد بیت اللہ شریف بنایا گیا۔ اسی وجہ سے اس کو ام القریٰ کہا جاتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج 5 ص 90)

ایک روایت میں ہے کہ

مکہ مکرمہ روئے زمین کے وسط میں واقع ہے اور یہ زمین کی ناف ہے۔ اس لئے اسے ام القریٰ کہا جاتا ہے اور یہ بیت المعمور کا سایہ ہے۔ (تفسیر کبیر ج 3 ص 9)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق:

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے سب سے پہلا گھر کعبہ مشرفہ ہی

Marfat.com

بنایا گیا تھا۔ اگرچہ لوگوں کی بودوباش کے لئے بے شمار مکانات موجود تھے۔
آپ فرماتے ہیں روئے زمین پر سب سے پہلا گھر برکت کے اعتبار سے
بیت اللہ شریف بنا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب سے پہلا گھر بیت اللہ ہے جو
کہ مکہ میں واقع ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ دریافت کیا گیا۔ اگر اس سے پہلے
مکانات نہیں تھے تو پھر قوم نوح اور قوم ھود کہاں رہتی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ
نے ارشاد فرمایا: کہ برکت اور ہدایت کے لئے سب سے پہلا گھر بیت اللہ
بنا ہے۔ (ابن جریر: ج،4،ص:6)

محل وقوع

مکہ مکرمہ کا محل وقوع دنیا میں سب سے پہلا بطلیموس التوفی 283 ق م نے حسب
ذیل بیان کیا تھا۔ طول بلند 78 درجہ اور عرض بلد 3 درجہ۔ (جغرافیہ بطلموس)

لیکن عرب جغرافیہ دانوں کی تحقیقات میں یہ غلط ثابت ہوا۔ انہوں نے اس کی
اصلاح کر کے اسے درست کیا۔

چنانچہ علامہ فرید وجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں جو کہ جغرافیہ دان تھے۔

طول بلد: 40 درجہ 9 دقیقہ

عرض بلد: 21 درجہ 28 دقیقہ

اور سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً 330 میٹر ہے۔

(دائرہ المعارف ج:9،ص:326)

الشیخ السباعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق

طول بلد: 40 درجہ

عرض بلد: 21 درجہ 38 دقیقہ

Marfat.com

اورسطح سمندر سے ارتفاع 280 میٹر نقل کیا ہے۔

(تاریخ القویم: ج:2،ص:38)

اس مقدس مقام کے بعض دوسرے مقامات کا ارتفاع بھی یوں بیان کیا۔

(۱) محلہ معابدہ: سطح سمندر سے 311 میٹر بلند ہے۔

(۲) محلہ جرول: سطح سمندر سے 278 میٹر بلند ہے۔

(۳) جبل ابی قبیس: سطح سمندر سے 420 میٹر بلند ہے۔

(۴) جبل قعیقعان (جبل ھندی) سطح سمندر سے 430 میٹر بلند ہے۔

(۵) جبل حراء بالائی حصہ میں سطح سمندر سے 634 میٹر بلند ہے۔

(۶) جبل ثور نشیبی علاقہ میں سطح سمندر سے 759 میٹر بلند ہے۔

(۷) جبل رخم بالائی حصہ میں سطح سمندر سے 883 میٹر بلند ہے۔

(۸) جبل روحت سطح سمندر سے 340 میٹر بلند ہے۔

(۹) جبل سعد جو عرفات کے مشرق میں ہے۔ سطح سمندر سے 736 میٹر بلند ہے۔

(۱۰) صفا و مروہ سطح سمندر سے 375 میٹر بلند ہے۔

(تاریخ القویم: ج:1،ص:29)

قاضی سلیمان منصور پوری تحریر فرماتے ہیں:

کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھیں کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ 40 درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ 80 درجہ تک آباد ہے۔ دونوں کا مجموعہ 120 درجہ کا نصف 60 درجہ ہوتا ہے۔ جب 60 کو 80 درجہ شمال میں تفریق کریں تو 20 رہ جاتے ہیں۔ اور اسی طرح 60 درجہ سے 40 درجہ جنوبی کو تفریق کریں تو بھی 20 درجہ شمال ہے اور مکہ معظمہ 2½ 2 درجہ پر آباد ہے۔ اس لئے کل کرۂ ارض میں یہی وسط ہونے کا درجہ رکھتا ہے۔ لغات کی

Marfat.com

کتابوں میں اسے ناف زمین کہا گیا ہے اور ناف بھی انسان کے جسم کے عین وسط میں نہیں ہوتی بلکہ تقریباً وسط میں ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ بھی وسط حقیقی کے قریب تر واقع ہے۔ (رحمۃ للعالمین: ج: 1، ص: 30)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

پرانی دنیا۔ کر... پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیا، یورپ، افریقہ اور اوقیانوس۔ [illegible] میں جزیرہ عرب کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے اور یہ مرکزی ایشیا میں ہوتے ہوئے بھی افریقہ اور یورپ سے بہت قریب ہے۔ خاص کر ان دونوں براعظموں کے اس زمانہ کے متمدن ترین علاقے مصر اور روما سے بھی مرکزیت تھی۔ جو عرب کے مکہ مکرمہ کو ناف زمین کا لقب دینے کا موجب بنا۔ کسی مرکز سے ہر انتہائی حصہ قریب ترین ہوتا ہے۔ اور کسی بھی جگہ پہنچنا مرکز ہی سے سہل تر ہوتا ہے۔ آب و ہوا کا اثر طبائع اور اخلاق پر جو کچھ پڑتا ہے وہ ایک مسلم حقیقت ہے۔ سرد ممالک کے باشندوں کی ذکاوت، پہاڑی اور صحرائی لوگوں کی جفاکشی اور زرخیز ممالک کے رہنے والوں کی تمدنی، معاشرتی اور اقتصادی ترقی قدرت کے بنائے ہوئے مسلمہ قوانین کے تابع ہوتی ہے جن کی جھلک باہمہ وجود اس شہر خوباں میں موجود ہے۔ جب یہ مقدس شہر ناف زمین پر آباد اور تینوں براعظموں کے وسط میں واقع ہے تو کسی عالمگیر تحریک و تبلیغ کے لئے اس سے بہتر اور موزوں مرکز کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و ترویج دین کی مرکزیت کا سہرا اس شہر کے سر ہے۔ یہاں کے باشندے زمانہ قدیم سے تجارت پیشہ ہیں۔ تاریخ ان کی صنعت و حرفت اور دستکاری کے تذکرہ سے خاموش ہے۔ البتہ تجارت میں کپڑا، غلہ، چمڑا، خشک میوے، اسلحہ اور عطریات وغیرہ اہم اشیاء تھیں۔

Marfat.com

(رحمۃ للعالمین: ج:1،ص:30)

یہ محل وقوع مکۃ المکرمہ کا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مکہ مکرمہ ناف زمین ہے۔اس لئے تمام دنیا کے لوگ اسی کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

مکہ معظّمہ کے محلے

خلافت عثمانیہ میں محلوں کی تعداد اور تفصیلات الشیخ رفعت پاشا و اسرائے مصر نے حسب ذیل بیان کی ہیں۔

جرول

اس کے قریب جبل جحیشہ ہے۔ یہاں بڑے بڑے گڑھے ہیں۔شریف عون رفیق کا باغ بھی اسی محلّہ میں ہے۔ بیر ذی طوی جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ شریف میں داخل ہوتے وقت غسل فرمایا تھا اسی میں واقع ہے۔ یہاں محمل مصری رکھنے کا مکان بھی بنا ہوا ہے اور سلطان عبدالحمید خان نے جگہ حجاج کے لئے مسافر خانہ بھی بنوایا ہے۔

مسفلہ

حرم شریف کے جنوب میں واقع ہے اس میں شریف عبداللہ کا باغ اور سیدنا حمزہ اورابوبکر رضی اللہ عنہما کی ولادت کے مکانات ہیں۔

جیاد

حرم شریف سے جنوب مشرق میں ہے یہ محلّہ پورے شہر میں زیادہ خوبصورت ہے کیونکہ اس کی سڑکیں کشادہ اور مکانات ترکی طرز کے عالی شان بنے ہوئے ہیں۔اس میں ترکی حکومت کا دیوان بھی ہے۔بعض لوگ جھونپڑوں میں بھی گزر بسر کرتے ہیں۔ یہاں فوج کے قیام اور ضرورت کے لئے ایک میدان ہے۔اسی محلّہ میں امیریہ پریس،

Marfat.com

ڈاک خانہ، ٹیلی گراف آفس، ہسپتال اور کئی دیگر سرکاری دفاتر ہیں۔ یہاں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔

قشاشیہ

حرم شریف سے مشرق کو ہے۔ اس کے مشرقی حصہ میں شعب علی جسے شعب بنی ہاشم بھی کہا جاتا ہے واقع ہے۔ اسی میں دارالخیز ران دارارقم بن ابی ارقم، دارابی سفیان اور بنی شیبہ کے مکانات تھے۔ علاوہ ازیں بیت خدیجہ اور مولد فاطمہ بھی تھے اور اسی محلہ میں ابوجہل کا مکان بھی تھا جس کی جگہ اب بیت الخلاء بنے ہوئے ہیں۔ یہ جگہ باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے واقع تھی (اس جگہ زیر زمین تقریباً 350 بیت الخلاء بنے ہوئے ہیں)

الغزۃ

حرم سے شمال مشرقی جانب ہے۔ اس میں بیت الامارت تھا جس میں محمد علی پاشا رہتے تھے۔ مگر اس وقت عون رفیق پاشا قیام پذیر ہیں۔

شعب بنی عامر

یہ غزہ کے شمال میں ہے۔ اس میں مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مولد علی رضی اللہ عنہ اور بنی ہاشم کے مکانات تھے۔ اس کے مشرقی حصہ میں زمانہ جاہلیت میں بنی عبدالمطلب آباد تھے لیکن آج کل یہاں اشراف مکہ مقیم ہیں۔ قریش کے مکانات زیادہ تر حرم شریف کے شمال کی طرف ہے۔

الشامیہ

حرم کے شمال مغربی سمت ہے۔ اس میں امیر مکہ شریف عبدالمطلب کا محل ہے۔ یہاں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔

Marfat.com

السلیمانیہ

یہ النقا، المخنی، معابدہ، البیاضیہ اور المعلاء پر مشتمل ہے۔ یہاں شریف غالب امیر مکہ کا مکان ہے اور مسجد اجابہ بھی واقع ہے۔ اس میں اکثر ہندی لوگ آباد ہیں۔ یہاں سبزی منڈی کے علاوہ بھیڑ، بکریاں اور اونٹوں کی منڈی بھی لگتی ہے۔ سید محمد صالح الشیبی کا باغ بھی اسی محلہ میں واقع ہے۔ (مراۃ الحرمین ج۔1 ص: 179 تا 182)

ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ

دوسرے ممالک سے مسلمانوں کو بڑی تعداد مکہ معظمہ میں آباد ہوتی رہی جس کے باعث آبادی میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ 1385ھ میں محلوں کی تعداد 26 تک پہنچ گئی۔

(۱) سوق اللیل
(۲) شعب علی
(۳) شعب عامر
(۴) السلیمانیہ
(۵) المعابدہ
(۶) جرول
(۷) النقا
(۸) الخلق
(۹) قرارہ
(۱۰) الشامیہ
(۱۱) اجیاد
(۱۲) القشاشیہ
(۱۳) شبیکہ۔ اسی میں ہجلہ بھی شامل ہے۔

Marfat.com

(۱۴)حارۃ الباب

(۱۵)مسفلہ

لیکن سعودی دور میں جب آبادی کی تعداد زیادہ بڑھ گئی تو مکہ مکرمہ کی حدود دور دور تک وسیع ہوگئیں جس کے سبب 1360ھ میں مندرجہ ذیل محلے اور بھی آباد ہوگئے۔

(۱)العتیبیہ

(۲)الھنداویۃ

(۳)البقر: جسے آج کل العزیزیہ کہا جاتا ہے۔

(۴)حی الششۃ

(۵)حی الروضۃ

(۶)حی انمانسۃ

(۷)حی الزاہر

(۸)حارۃ الطنبداوی جس میں شارع منصور ہے

(۹)محلۃ الرصفۃ

(۱۰)محلہ المسعلیۃ

(۱۱)محلۃ النزہۃ

ان محلوں کے آباد کرنے والے یا رئیس حسب ذیل حضرات گزار ہیں۔

(۱)اجیاد

(۲)سعد طفران

(۳)شامیہ

(۴)عبداللہ بعنوی

(۵)الشیخ عبدالقادر جانشاہ

(۶)شعب عامر

Marfat.com

(۷)الشیخ حامد عدس

(۸)نبیہ بن سعد

(۹)الشیخ سراج ابوزیزہ

(۱۰)الشیخ حمزہ عالم

(۱۱)احمد محمد نصار

(۱۲)علی محمد سابق

(۱۳)حامد ہرسانی

(۱۴)الشیخ یحییٰ حابس

(۱۵)محمد علی عیاد

(۱۶)جمیل محمد باوزیر

(۱۷)سعد بن ربیقان

(۱۸)خلیل اللہ جمعہ

مکہ مشرفہ سے مدینہ منورہ کا راستہ

قدیم زمانہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جانے کے لئے چار مختلف قسم کے راستے تھے۔جن سے حجاج کرام زیارت مدینہ سے شرف بار ہوتے تھے۔

(۱)السلطانی

(۲)الفرعی

(۳)الغایر

(۴)الشرقی

(۱)الطریق السلطانی

اس راستے سے جانے والے قافلے حرم شریف کے باب العمرہ سے رخصت ہوتے تھے۔اسی راستے میں پانی کی فراوانی،شادابی اور آسانی تھی۔

Marfat.com

اس میں حسب ذیل مقامات پائے جاتے تھے۔

وادی فاطمہ

یہ سرسبز شاداب جگہ ہے۔ یہاں باغات اور کھیتی باڑی کثرت سے ہوتی ہے۔ پانی میٹھا اور عمدہ ہے۔ طائف کے پہاڑوں سے یہاں اکثر سیلاب آتے ہیں۔ عرب کے اشراف اس جگہ آباد ہیں۔ وادی فاطمہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان بنولحیان آباد تھے۔ اس جگہ ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی قبر اطہر بھی ہے۔

عسفان

یہاں پانی کی قلت تھی، راستہ بھی تنگ اور دشوار گزار تھا۔

خلیص

اس جگہ پانی عمدہ اور زیادہ تھا۔ یہاں قبائل زبید مقیم تھے۔ کھجوروں کے باغات بھی تھے۔

القدیمۃ

القدیمۃ یا القضیمہ، ساحل کے قریب چھوٹا سا قریہ تھا۔ لوگ جھونپڑیوں میں رہتے تھے۔ پانی کی شدید قلت تھی۔ بارش کا پانی گڑھوں میں جمع کر لیا جاتا۔ وہی پیتے اور دوسری ضروریات میں استعمال کرتے تھے۔ ان کی گزر اوقات سمندر کے شکار پر تھی۔

رابغ

بحر احمر کے کنارے واقعہ ہے۔ یہاں ترکوں کا ایک فوجی قلعہ بنا ہوا ہے۔ کنوؤں اور گڑھوں کا پانی استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ بندرگاہ بھی تھی جہاں چھوٹے جہاز ٹھہرتے تھے جس میں زیادہ تر اسلحہ وغیرہ ہوتا تھا۔

مستورہ

یہاں سے ایک راستہ بدر کو اور ایک راستہ الصفراء کو جاتا ہے۔ یہاں پانی اچھا نہیں تھا۔ اس مقام پر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ام النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک بھی ہے۔

Marfat.com

بیئرالشیخ

یہاں قبائل صبح آباد تھے اور پانی کھارا تھا۔

دیار بنی حصانی

قبائل صبح اور حوازم آباد تھے۔ پانی اچھا نہیں تھا۔

الحمراء

یہاں میٹھے پانی کی نہریں جاری تھیں۔ مختلف پھلوں سبزیوں اور کھجوروں کے باغات پائے جاتے تھے۔ سیب، لیموں، کیلا اور مہندی کی پیداوار بکثرت تھی۔ یہاں قبائل حوازم آباد تھے۔

الجدیدہ

یہاں پانی عمدہ اور میٹھا ہے۔ قبائل حوازم اور احامدہ آباد ہیں۔ یہاں سید عبدالرحیم البرعی المصری کی قبر ہے۔

بیئر عباس

حوازم، صبح اور احامدہ کے لوگ آباد ہیں۔ پانی کی قلت ہے۔ اس کے مشرق کی طرف سے راستہ گزرتا ہے۔

بیئر درویش

یہاں احامدہ اور حلہ قبائل آباد ہیں۔

بیئر علی

یہ جگہ مدینہ منورہ سے پانچ کلو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں قبائل عوف اور بنی عمرو آباد ہیں۔ نیز یہ مدینہ منورہ کے میقات بھی ہے۔

یہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تھا۔

(سعودی دور حکومت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے درمیان جو پختہ سڑک بنائی

Marfat.com

گئی ہے وہ تقریباً انہی مقامات سے گزرتی ہے)

مکہ معظمہ سے جموم (وادی فاطمہ) عسفان، خلیص، دف، صعر، رابغ، مستورہ، نصایف، بدر، واسطہ، مسیجید برالراحۃ، فریش، ابیارعلی اور مدینہ منورہ۔ اس راستے سے مدینہ طیبہ 5 سو کلومیٹر ہے۔ (رابغ، مستورہ اور بدر بڑی منزلیں ہیں۔ یہاں حجاج آرام کرنے، کھانا کھانے اور نماز پڑھتے ہیں۔ کھانے پینے کا اچھا انتظام ہے)

الطریق الفرعی

مکہ مکرمہ سے رابغ پہنچ کر شمال مشرقی جانب راستہ نکل جاتا ہے اسی راستہ میں وادی حرشان اور نقر الغار آتا ہے جہاں بنو سالم آباد تھے۔ راستہ بہت تنگ تھا، ایک اونٹ گزر سکتا تھا۔

بیئر رضوان

یہاں پانی عمدہ اور میٹھا تھا۔

ابوضباع

یہاں بھی پانی عمدہ اور میٹھا تھا بنوعوف کی آبادی تھی۔

الریاض یا وادی الریان

یہ جگہ سرسبز وشاداب، پانی کی فراوانی اور درخت کثرت سے پائے جاتے تھے۔

الغدیر

یہاں ایک برساتی نالہ ہے۔

وادی المعظم

اس جگہ پانی بہت عمدہ ہے۔

بیئر الماشی

پانی بہت عمدہ ہے اور بنوعوف آباد ہیں۔

Marfat.com

(۳) طریق الغایر

یہ راستہ رابغ یا مستورہ سے نکلتا ہے۔ جبل الغایر کے شمال سے گزرتا ہے۔ سخت تنگ اور دشوار گزار راستہ ہے۔ نشیب و فراز اور ناہموار ہونے کی وجہ سے پر خطر اور صبر آزما ہے۔ ایک ایک اونٹ بھی سخت مشکل سے چل سکتا تھا۔ اگرچہ قریب ترین تھا مگر سخت دشوار، مصری قافلے اسی راستے سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جاتے تھے۔

(۴) الطریق الشرقی

مکہ مشرفہ سے باب المعلیٰ سے نکل کر منیٰ اور پھر مشرقی جانب سے ہوتا ہوا بیئر البارود کو جاتا تھا۔ اس راستے میں حسب ذیل مقام تھے۔

(۱) وادی اللیمون

یہاں لیموں اور نارنگی کثرت سے ہوتی تھی۔ دیگر پھل اور سبزیاں بھی پائی جاتی تھیں۔ جبال الہدیٰ سے چشمے جاری تھے۔

الحفایر

یہاں پانی عمدہ اور زمین میں بہت قریب تھا۔

برکۃ سموۃ

گرمیوں کے پورے عرصہ میں پانی کی سخت قلت رہتی تھی۔

برکۃ المسلح

یہاں باغات کی کثرت اور پانی بھی بہت عمدہ تھا۔

الحبیط

اس کے بعد سفینہ یہاں کھجور کے باغات پائے جاتے تھے۔

السویرجیۃ

اسی جگہ آل حسین رضی اللہ عنہ آباد تھے۔ پانی کی فراوانی اور کھیتی باڑی بہت ہوتی تھی۔

Marfat.com

الجریۃ

اس مقام سے پانی کافی فاصلہ پر ملتا تھا۔

غراب

اس جگہ زمین میں پانی اس قدر قریب تھا کہ نصف گز یا زیادہ سے زیادہ ایک گز کے فاصلے پر پانی آجاتا تھا۔

الغدیر

بعض مؤرخین نے اس جگہ کا نام الحق لکھا ہے۔ یہاں بارش کا پانی گڑھوں میں جمع کرلیا جاتا تھا اور وہی استعمال ہوتا تھا۔

(تاریخ القویم: ج:2،ص:241 تا 243)

طریق الھجرۃ

سعودی حکومت نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لئے ایک عظیم الشان سڑک تعمیر کی ہے جس کا نام طریق الھجرہ ہے۔

ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر یہ سڑک تعمیر کی گئی ہے۔ اس کی لمبائی مکہ سے مدینہ تک 420 کلومیٹر ہے۔ یہ دورویہ وسیع وعریض سڑک تین سال میں مکمل ہوئی تھی۔ اس پر مجموعی اخراجات 2,543,000,000 ریال یعنی دو ارب چون کروڑ تیس لاکھ آئے ہیں۔ (تاریخ کعبہ:466)

فضل مکہ

(1) ارض بها البيت المحرم قبلة
للعالمين له المساجد تعدل

(2) حرم حرام ارضها وصيودها
والصيد فی کل البلاد محلل

Marfat.com

(3) وبها المشاعر والمناسك كلها
والى فضيلتها البرية ترحل

(4) وبها المقام و حوض زمزم ترعا
والحجر والركن الذى لا يرحل

(5) والمسجد العالى المحرم واصفا
والمشعران لمن يطوف ويرمل

(6) وبمكة الحسنات ضوعف اجرها
وبها المسمى عن الخطايا يغسل

(اعلام الاعلام ص:19)

(۱) مکہ ایسی سرزمین ہے جس میں بیت محرم ہے جو سارے جہان کا قبلہ اور تمام مساجد کا مرجع ہے۔

(2) وہ ایسا حرم پاک ہے جس کی سرزمین میں شکار کرنا حرام ہے۔ حالانکہ شکار کرنا ساری دنیا میں حلال ہے۔

(3) اور اس ارض پاک میں اللہ تعالیٰ کے تمام شعائر اور مناسک موجود ہیں جن کی بزرگی کے باعث دنیا ان کی طرف سفر کرتی ہے۔

(4) اور اس زمین قدس میں مقام ابراہیم ہے۔ سیراب کرنے والا زمزم، حطیم اور حجر اسود ہے جو اپنی جگہ پر قائم ہے۔

(5) اور عالی شان مسجد حرام ہے، صفا مروہ اور دو بڑی علامتیں ہیں، طواف اور رمل کرنے والوں کے لئے۔

(6) مکہ وہ مقدس مقام ہے جس میں نیکیوں کا اجر و ثواب دوگنا چوگنا کر دیا جاتا ہے اور گناہ گاروں کو گناہوں سے پاک کر دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

مقدس مقام کی آبادکاری

اللہ تعالیٰ نے جب اس لق ودق صحرا کو گل وگلزار اور چمن زار بنانے کا عزم مصمم فرمایا اور اس بے آب وگیاہ ریگستان کو درخشندگی وتابندگی سے معمور کرنا چاہا اور ان سنگلاخ و ناہموار ٹیلوں کو عنبر فشاں اور گوہر بار بنانے کا ذوق فرمایا تو نظم کائنات نے اس جگہ کو چنا، خرچ نیل گوں کی گردش میں انقلاب بپا ہوا اور نظام ہست وبود کی نیرنگیوں میں زبردست تلاطم موجزن ہو گیا۔ پھر کیا تھا، ایک پاک نہاد نیک سرشت قافلہ ملک شام سے رواں دواں کشاں کشاں عازم سوئے کوئے جاناں ہوا۔ اس قدسی صفات کارِواں کے قدوم میمنت لزوم نے اس وحشت ناک بیاباں کا مقدر جاگ اٹھا۔ وہ ہولناک و وحشت انگیز بیاباں جس کی تپتی ریت سے آتش بگولے اٹھتے۔ سموم ہواؤں کے جھکڑ چلتے اور جہاں ہرسو موت وہلاکت کے آثار ہویدا تھے۔ اس نوری نہاد کارواں کے دم قدم سے بقعہ نور اور تجلیات ربانی کا عظیم مرکز بن گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے جنگل میں منگل ہو گیا۔ جہالت و ضلالت کا عفریت دم بخود ہو کر رہ گیا۔ کفر وشرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے چھپٹ گئے اور رشد وہدایت کے لامتناہی چشمے پھوٹ نکلے اور توحید کی ایسی عدیم النظیر شمعیں روشن ہوئیں جن کی ضیاء پاشی سے ہفت افلاک بھی جگمگا اٹھے۔ برکات وفیوضات کا ایک سیل بیکراں جاری ہو گیا اور باران رحمت ایزدی نے اس ارض پاک کو منور، مجلی اور مزکی بنا دیا۔ گل چین ازل نے یہ نوری نہاد گلدستہ حسن وتجمل کے پیکر، نکہت گل کی رعنائیوں کے خوگر کچھ ایسے گل خنداں سے چنا کہ جس کی مہک نے عالم کون ومکان کو مشک بار اور جس کی روح پرور وحیات انگیز خوشبو نے کرۂ ارض کو معطر اور جس کی گل ریزی نے عالم ہست وبود کو گلستان اور چمن زار بنا دیا۔ کفر والحاد کی تاریکی نے خاکدان عالم کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ ایران، ہند، مصر، یورپ اور براعظم افریقہ اس عالمگیر اندھیرے کی زد میں تھے۔ اعلائے کلمتہ اللہ اور دعوت توحید کے لئے چپہ بھر زمین ڈھونڈے بھی نہیں ملتی تھی۔ .. کوئی ... حق آگاہ توحید خداوندی کی ایسی شمع فروزاں کر سکے۔ جس کی ضیاء گستریوں

Marfat.com

سے کفر و الحاد کی ظلمات، رشد و ہدایت کا مینار بن کر ساری کائنات کو رخشندہ و تابندہ کر دے۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جو حق گوئی و حق پرستی میں کوہ استقامت تھے۔ کفر و شرک کی طاقتوں سے ٹکرانے کے لئے آگے بڑھے۔ شدائد و مصائب کے طوفان ان کے پائے استقامت میں سر مولغزش پیدا نہ کر سکے اور یہ صبر و ہزیمت کا کوہ وقار اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ لیکن ان کی راہ میں کچھ کوہ گراں بھی حائل تھے۔ جب ''کلد ان'' میں کلمۃ اللہ کی صدا بلند کی تو نمرودی پنجہ کے فلک بوس شعلوں سے دوچار ہونا پڑا اور جب مصر کی سرزمین کو توحید کی تخم ریزی کے لئے زرخیز سمجھ کر قدم رنجہ فرما ہوتے ہیں تو عفت مآب رفیقہ حیات سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کے ناموس کو خطرے کا سامنا کرنا پڑا۔ فلسطین کو دعوت وارشاد کا مرکز بنانے کا عزم فرمایا تو وہاں آپ کی دل نشین آواز پر کسی نے کان نہ دھرا۔ اگرچہ آپ بعونہ تعالیٰ توحید خداوندی کا اعلان انتہائی مستعدی، بے باکی اور جرأت مندی سے فرماتے تھے مگر شرک و بت پرستی کے عالمگیر غلغہ میں بظاہر یہ آواز حق دب کر رہ جاتی تھی۔ معمورۂ عالم کے صفحات نقشہائے باطل سے پوری طرح ڈھک چکے تھے۔ ایسے وقت میں ایک بے حد سادہ بے رنگ و نمود اور نقش و نگار سے معرا اوراق درکار تھا تاکہ اس کی پیشانی پر طغرائے حق لکھا جائے جس سے اس کا سینہ نور معرفت کا گنجینہ اور اس کی سرزمین رشد و ہدایت کا لامتناہی سرچشمہ بن جائے۔ آخر ان کے متلاشی نگاہوں نے دنیا کے نقشے پر پھرتے پھرتے حجاز کے ویران بیابان صحراء کو پسند فرمالیا۔ یہ خطہ ابھی تک تمدن و عمران کے داغ سے پاک تھا۔ اس کے ذروں میں آفتاب کی سی تمازت پنہاں تھی اور اس کے آتش فشاں پہاڑ ہدایت فشانی کے لئے مستعد تھے، اور جو زمین کے تقریباً وسط میں ہونے کے باعث اپنی نورانی شعاعوں سے چار دانگ عالم کو یکساں طور پر منور کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ یہ مقدس سفر اس قدر عظیم المرتبت اور عدیم النظیر تھا کہ رب کائنات نے اپنی منزہ و معزی مقدس آسمانی کتابوں میں اس کا ذکر فرمایا اور اس کی روئیداد تزک واحتشام اور ہر زبان کے ادیبوں اور قلم کاروں کی نگارش کا مرکز اور جولانگاہ

Marfat.com

قرار پائی اور غیب نے قرطاس ہستی پر اس ذی وجاہت سفر کی تاریخ ۲۲۰۰۰ قبل مسیح ارقام فرمائی۔

وہ مہ و پروین، خورشید و انجم مہ جبین وطلعت زیبا، برگزیدہ و پاک باز، نیک سرشت و پاک نہاد، پیکر صدق و صفا اور لعل بدخشاں ان اسمائے مبارکہ سے موصوف تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک برگزیدہ نبی سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ایک نبی زادہ اور مستقبل کا نبی شگفتہ دھن گوہر بداماں اسماعیل علیہ السلام اور ایک نبی کی عصمت مآب رفیقہ حیات اور ایک نبی کی شفیق وانیس اور غم گسار والدہ مکرمہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا ان کے روح پرور تذکرہ کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکہ میں آمد

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ملک شام فلسطین میں اقامت گزیں تھے۔ جہاں برسوں کی آہ وزاری کے بعد فرزند ارجمند پیدا ہوئے۔ ابھی آپ ایام شیر خوارگی ہی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے خلیل ہم کعبۃ اللہ کی تطہیر و تنظیف اور تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور اس عظیم الشان خدمت پر آپ کو مامور کیا جاتا ہے۔ ہم اس کی نشاندہی کر دیں گے۔ آپ اسے پاک صاف کر کے طواف اور نماز سے آباد کریں سردست اپنے چہیتے لخت جگر اور رفیقہ حیات کو اس سنسان بیابان میں چھوڑ آئیں۔ ادھر جبرائیل علیہ السلام براق لے کر حاضر خدمت ہو گئے تاکہ تعمیل ارشاد ربانی میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنی مونس وغمگسار زوجہ مکرمہ، حیا جن کا نقاب اور وفا اوڑھنی تھی اور معصوم وشیر خوار بچہ جو پیہم دعاؤں اور برسوں کی التجاؤں کے بعد نصیب ہوا تھا کے جلو میں براق پر سوار ہو کر اس تاریخی سفر کا آغاز فرماتے ہیں۔ دوران سفر جب کسی بستی سے گزر ہوتا تو جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرماتے کیا یہی ہمارا مقصود سفر اور منتہائے منزل ہے؟ جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں ابھی آپ کا سفر جاری ہے۔ چلتے چلتے آپ

Marfat.com

ایک اایسے خطہ زمین پر پہنچ گئے جس کی زینت خاردار جھاڑیاں اور ببول کے درخت تھے۔ ہر سو خشک اور بے آب گیاہ گھاٹیاں جلوہ نما تھیں۔ یہی ان کا گوہر مقصود اور مطلوب و محبوب جگہ المکۃ المکرمۃ تھی۔

بیت اللہ شریف کی جگہ اس وقت ایک ناہموار سرخ ٹیلہ کی شکل میں تھی۔ اسے دیکھ کر سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کیا یہی جگہ بیت اللہ کی ہے جس کی تعمیر کا ہمیں حکم ملا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ اس سرخ ٹیلہ کی جگہ آپ نے بیت اللہ شریف تعمیر کرنا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اپنی رفیقہ حیات اور فرزند ارجمند کو زمزم والی جگہ پر ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا اور استراحت کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے واپس چل پڑے۔ اس وقت تک وہاں نہ تو کوئی انسانی آبادی تھی نہ ہی پانی کا کہیں نام ونشان پایا جاتا تھا اور نہ ہی زندگی کی بقا کا کوئی ظاہری وسیلہ نظر آتا تھا۔

"ولیس لمکة یومئذ احددیس بهاماء"

اس وقت مکہ میں نہ کوئی انسان تھا اور نہ ہی پانی۔

البتہ اطراف واکناف میں قبیلہ جرہم آباد تھا جو بعد میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ازواجی سلسلہ سے منسلک ہوگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام معدودے چند کھجوریں اور پانی کے چند گھونٹ پی کر شرم وحیا، بیوی اور لخت جگر کے سپرد کر کے الوداعی سلام کرتے ہوئے وطن کو مراجعت کرنے لگے۔ کیونکہ اس وقت بارگاہ خداوندی سے وہاں قیام کی اجازت مرحمت نہیں ہوئی تھی۔ جب آپ کے چلنے کی تیاری دل و جان سے نثار رفیقہ غمگسار نے دیکھی تو دامن تھام کر عرض پرداز ہوئی اس لق ودق صحراء اور چٹیل میدان میں ہمیں یکہ وتنہا چھوڑ کر آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ یہاں نہ کوئی مونس و مددگار ہے اور نہ ہی حیات ناپائیدار کو سہارا دینے کے لئے کوئی چیز موجود ہے لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام انہیں اکیلا چھوڑ کر تشریف واپس لائے۔ رخ انور ان کی طرف پھیر کر

Marfat.com

ہی نہیں دیکھا۔ سیدہ حاجرہ محبت بھرے لہجہ اور الفت وشفقت سے پھر پکارتی ہیں کہ ان خشک پہاڑوں اور گرم ریگ زاروں میں کس کے سپرد کیئے جا رہے ہیں؟ مگر بار بار التجاء کرنے کے باوجود بھی جب آپ نے التفات نہ فرمایا تو سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا ورطہ حیرت میں پڑ گئیں۔ بارخدایا! میرے رحم دل وشفیق شوہر، ہنس مکھ اور شگفتہ دھن خاوند آج اس قدر بے التفاتی اور بے رخی کا مظاہرہ کیوں فرما رہے ہیں؟ پھر خیال آیا شاید یہی مشیت ایزدی ہو۔ چنانچہ استفسار کرتی ہیں۔ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہمیں چھوڑ جانے کا حکم فرمایا ہے؟ تب سیدنا ابراہیم علیہ السلام شگفتہ دھن ہوتے ہیں۔ ہاں یہی مشیت ایزدی ہے۔ یہ سنتے ہی سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا طمانت وسکون کے ساتھ عرض کرتی ہیں پھر آپ بڑے شوق سے تشریف لے جائیں۔

"اذن لایفیعنا"

اب وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

ہمیں اسی کا بھروسہ اور سہارا ہے وہی محافظ ونگہبان ہے۔ سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا واپس لوٹ آئیں اور اپنے نور نظر لخت جگر کو گود میں لے کر اس سنسان سنگستان میں بے یارومددگار بیٹھ گئیں۔ (بخاری شریف: کتاب الانبیاء: زادالمسیر: ج:4،ص:367)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے دھیان میں چلتے چلتے جب ثنیہ نامی ٹیلہ کے قریب پہنچے (یہ جگہ محلہ شبیکہ کی جانب واقع ہے) جہاں انہیں اس بات کا وثوق ہو گیا کہ حاجرہ رضی اللہ عنہا نہ تو اب میرا پیچھا کر رہی ہیں اور نہ ہی یہاں تک ان کی نظریں کام کر سکتی ہیں۔ اب وہ مکمل طور پر نظروں سے اوجھل ہو گئی ہیں تو کعبۃ اللہ کی جانب چہرۂ انور کر کے نہایت انکساری اور تذلل کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی عزوجل میں اس طرح دعا فرماتے ہیں۔

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِیۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ

Marfat.com

اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ○

(سورہ ابراہیم: پ:13)

اے ہمارے رب! میں اپنی اولاد کو تیرے محترم گھر کے قریب ایک چٹیل میدان میں جو نا قابل زراعت ہے آباد کرتا ہوں تا کہ وہ نماز کا اہتمام کریں۔تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرما دے اور انہیں پھلوں سے رزق مرحمت فرمادے تا کہ تیرا شکرادا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا کو اس طرح شرف قبولیت سے نوازا کہ ہزار سال گزر جانے کے باوجود اس کے اثرات آج بھی پوری طرح موجود ہیں بلکہ روز افزوں ترقی پذیر ہیں۔وہ شہر جہاں چارسو پہاڑ ہی پہاڑ تھے۔دعائے ابراہیمی کی برکات سے دنیا جہاں کے پھل مل رہے ہیں۔طائف کی وادی جو مکہ مکرمہ کے قریب ہی واقع ہے آب وہوا اور زراعت کے لحاظ سے بالکل مختلف ہے۔گویا کہ اللہ تعالیٰ نے شام کی زمین کا کچھ حصہ کاٹ کر طائف کی جگہ آباد کر دیا جو بے حد زرخیز اور سرسبز وشاداب ہے۔طائف کی زمین حجاز کی زمین ہے۔وہاں پانی کی فراوانی،انوع واقسام کے پھل اور دل موہ لینے والے باغات ہر سو رونق افروز ہیں۔(تاریخ القویم: ج:2،ص:13)

تعمیل ارشاد خداوندی کا ایسا عدیم النظیر اور قابل رشک مظاہرہ کیا جسے دیکھ کر چشم فلک بھی خیرہ ہوگئی اور اقوام عالم نادر الوجود مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔واپسی کے حکم کو عملی جامہ پہنانے میں اتنی دیر بھی گوارہ نہیں فرمائی کہ اپنی اہلیہ محترمہ کو تسلی اور تشفی دیتے کہ کبیدہ خاطر اور مضمحل نہ ہونا۔مجھے تو بارگاہ رب الجلال سے فی الفور واپسی کا حکم ملا ہے۔وہی تمہارا حافظ ونگہبان ہے بلکہ بلا چون وچرا اور بغیر کسی ادنیٰ سے تامل کے فوراً واپس روانہ ہوگئے اور اپنی عفت مآب بیوی سے کوئی راز ونیاز کی بات تک نہیں کی۔

(البدایۃ والنہایۃ ج:1،ص:155)

علامہ فرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

Marfat.com

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واپس تشریف لے جانے کے بعد سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا نے حطیم والی جگہ ایک جھونپڑی بنالی تھی جس میں رہائش پذیر ہوگئیں۔

(کتاب اخبار الاول: ص: 32)

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اپنے مشن کی تکمیل پر مسرور اور ارشاد الٰہی کی تعمیل پر شاداں و فرماں اپنے وطن شام کو رخصت ہو گئے اور سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا حیا کی چادر اوڑھے صبر و استقلال کا پیراہن زیب تن کئے عفت و عصمت کا نقاب چہرۂ پرضیا پر ڈالے رضا بالقضاء کے بستر پر بیٹھ جاتی تھیں۔ ماں کی مامتا اپنے ظل عاطفت میں کم سن شیر خوار بچہ کو لئے جلوہ نما ہے۔ وہی نور نظر آنکھوں کا سارا، مضموم و محزون دل کا سہارا اور وہی ہمدم اور شریک غم تھا۔ فرزند ارجمند کے چاند جیسے مکھڑے کو دیکھتیں تو حزن و ملال اور کرب و اضطراب کافور ہو جاتا۔ کھجور اور پانی کی بھاری بھر کم مقدار جو توشہ زندگانی تھا وہ تو جلد ہی جواب دے گیا اور حالت یہاں تک پہنچی کہ اناج کا ایک دانہ پاس نہیں اور نہ ہی پانی کا گھونٹ تک باقی رہا۔ خود بھی بھوک و پیاس کی شدت سے بلبلانے اور تلملانے لگا۔ اگر چہ زبان قوت گویائی سے عاری تھی مگر اضطراب و اضطرار گریہ و بکا سے ہویدا و آشکار تھا۔ افسردگی اور اداسی لحہ بہ لحہ فزوں تر ہونے لگی۔ اضطراب سیمابی میں تڑپتے بلکتے آنسو بھی خشک ہو گئے۔ مامتا بھری ماں کبھی تو اپنی تنہائی و بے کسی کا خیال کرتی اور کبھی اس کی مشفقانہ نگاہیں اپنے ننھے منے اکلوتے بیٹے کی حالت زار کا نظارہ کرتیں۔ اس بھیانک جنگل میں نہ تو کسی انسان کے گزر کا تصور نہ ہی کوسوں دور تک آبادی کا کہیں نام و نشان تھا۔ اس بے آب و گیاہ وادی میں کھانا تو کجا پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہ تھا۔ ننھی سی جان کی یہ حالت زار ماں کی مربیانہ نگاہیں آخر کب تک دیکھ سکتی تھیں۔ اپنے نونہال کی زندگی کا اجڑتا ہوا باغ چشم خود سے دیکھنا جب نا قابل برداشت ہو گیا تو دل برداشتہ ہو کر اٹھیں اور قریب ہی واقع صفا پہاڑی پر چڑھ کر مضطربانہ و مجسسانہ نگاہیں دوڑائیں کہ شاید کوئی بھولا بھٹکا آدمی آتا نظر آجائے یا کہیں پانی کی نشان دہی ہو جائے۔ مگر نگاہیں مایوسی اور

Marfat.com

محرومی کے ساتھ ہر طرف سے واپس لوٹ آئیں۔ وہاں سے اتر کر وادی کو تیزی کے ساتھ عبور کر کے مروہ پر چڑھ گئیں۔ پوری یکجہتی اور توجہ کے ساتھ گردوپیش کے میدانوں کا جائزہ لیا لیکن جب وہاں بھی محرومی ہی سے پالا پڑا تو پھر مروہ سے اتر کر صفا ہی کا رخ کر لیا۔ درمیانی تھوڑا سا نشیبی حصہ تیز رفتاری سے طے کر کے صفا پر چڑھ گئیں۔ اسی طرح اس عمل کو سات بار دہرایا۔ اس دوران وہ اپنے قرۃ العین بچے کو بھی آ کر دیکھ جاتیں۔ بچہ کی بگڑتی ہوئی حالت کو دیکھ کر آپ کے غم واندوہ اور کرب وملال میں اضافہ ہوتا رہا۔ ساتویں مرتبہ جب حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا مروہ پر آئیں تو انہیں کوئی دل آویز آواز سنائی دی۔ آپ خاموش اور ہمہ تن گوش ہو کر آواز کی طرف متوجہ ہوئیں۔ بارِ خدایا! یہ کیسی آواز ہے۔ آپ کے کان پھر اس روح پرور آواز سے لطف اندوز ہوئے اور اب کے بار آواز غل وغش سے بالکل صاف تھی۔ آپ پروانہ وار آواز کی طرف لپکتی ہیں اور یہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتی ہیں کہ ان کے لختِ جگر کے قریب ایک بزرگ ترین ہستی سراپا نور بن کر کھڑی ہے۔ یہاں انسان کہاں سے آ گیا؟ لمحہ بھر کے لئے آپ سوچ کی موج میں گم ہو جاتی ہیں لیکن جلد ہی یہ حقیقت بے نقاب ہوگئی کہ یہ فرشتہ رحمت سیدنا جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

جبرائیل علیہ السلام (سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر) آپ کون ہیں؟

میں ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کے فرزند جگر ارجمند کی والدہ ہوں۔ سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہ شگفتہ دھن ہوئیں۔

جبریل علیہ السلام: خلیل اللہ تمہیں اس سنسان بیابان میں کس کے سپرد کر گئے ہیں؟

"اللہ کے حوالے" سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا نے بڑی متانت سے جواب دیا۔

جبرائیل علیہ السلام! پھر تو وہ کافی شافی ہے۔

سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں کیا میری دادرسی بھی ہوگی۔

جبرائیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر رگڑی (بعض روایات کے مطابق انگلی

Marfat.com

کا اشارہ کیا یا پیر مارا) (بخاری: ج:1،ص:475)

تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چشمہ ابلنے لگا۔ سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنا مشکیزہ بھرنا شروع کر دیا۔ جب وہ بھر گیا تو خیال ہوا کہیں یہ پانی ادھر ادھر بہہ کر ضائع ہی نہ ہو جائے۔ اس لئے اس کے ارد گرد مٹی کی باڑھ باندھنی شروع کر دی اور زبان سے ''زم زم'' کی نغمہ سرائی کرتی رہیں یعنی ''رک رک جا'' اس سنگلاخ زمین سے زمزم جیسا شیریں اور لطیف ونظیف پانی کا نکلنا عجائبات قدرت کا ایک عظیم نمونہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ام اسماعیل پر رحم فرمائے، اگر وہ پانی کو اس طرح نہ روکتیں تو آج زم زم کنویں کے بجائے ایک جاری نہر کی شکل میں ہوتا۔

سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا نے زم زم شکم سیر ہو کر نوش فرمایا اور اپنے گوشہ جگر کو دودھ پلایا۔ فرشتہ یہ کہہ کر رخصت ہو گیا کہ تم اطمینان اور سکون سے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ تمہاری اس نشست گاہ پر تمہارے نونہال اسماعیل علیہ السلام اور اس کے والد بزرگوار کے ہاتھوں خدا کا گھر تعمیر ہو گا۔ سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا اب یہیں اقامت گزیں ہو گئیں۔ آب زم زم نوش جاں فرماتیں اور نور نظر سے دل بہلاتیں، بارش کے موسم میں پانی کے خوفناک سیلاب ہر جانب سے آئے لیکن یہ جگہ بلند ہونے کی وجہ سے پانی کے ریلے سے محفوظ رہتی۔ اس طرح یہاں ماں اور بیٹا امن وامان سے گزر بسر کرتے رہے۔ (بخاری: کتاب الانبیاء، البدایہ والنہایہ: ج:1،ص:155)

سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا کی مضطربانہ دعا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی معصومانہ ٹھوکر نے اس پانی کو ایسی عظمت فضیلت اور ہمیشگی بخشی جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ پھر چونکہ چشمہ کے دیدار کے وقت بے تابی میں حضرت حاجرہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے بے ساختہ نکلا ''زم زم'' یعنی ٹھہر جا ٹھہر جا وہی اس کا مسمّٰی بن گیا۔ زم زم کے لفظ پر غور فرمائیں یہ ایک عجیب پیارا سا لفظ ہے۔ غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہے۔ سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا کے

Marfat.com

وہم وگمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ جہاں آج وہ غریب الوطن اور مسافر ہیں۔ مہاجر اور جلاوطن ہیں اور جہاں ان کی آواز کے سوا کسی دوسرے انسان کی آواز تک نہیں ہے اور جہاں ان کا کوئی غم گسار اور ہم جلیس نہیں۔ وہاں کبھی ایسا مقدس اور متبرک شہر بھی آباد ہوگا جو ''ام القریٰ'' کی صنف سے متصف ہوگا جس کی فضیلت کرۂ ارض کے تمام شہروں سے فزوں تر ہوگی اور جسے کروڑوں انسانوں کا قبلہ ہونے کا شرف نصیب ہوگا اور جہاں ہر سال لاکھوں انسانوں کا طلاطم خیز سمندر موجزن ہوگا اور جس طرح آج وہ صفا اور مروہ کے درمیان بے تابی اور بے چینی کے ساتھ دوڑ رہی ہیں اسی طرح قیامت تک آنے والے کعبۃ اللہ کے پروانے یہاں اسی انداز میں دوڑ لگایا کریں گے اور اس عمل کا سال میں نہ صرف ایک دو بار اعادہ ہوگا بلکہ اسے روزمرہ کا معمول بنایا جائے گا۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ تاریخ افکار سے پیدا ہوتی ہے۔ کردار سے پروان پاتی اور پھر شاہراہوں میں اپنے نقش پا چھوڑ کر انسانوں کے حافظہ سرگزشت بن جاتی ہے۔

عجیب ہی لطف ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت میں کہ کہاں سے کہاں لایا اور ان کے وسیلے سے سب عبادت الٰہی میں مصروف ہیں۔ سبحان اللہ

قبیلہ بنو جرہم کی آمد

سیدہ حاجرہ رضی اللہ عنہا اپنے فرزند ارجمند کی معیت میں زندگی کے شب و روز گزار رہی تھیں کہ حسن اتفاق سے بنو جرہم کا ایک قبیلہ راستہ بھول کر اس طرف آنکلا۔ جو شام جانے کا عزم رکھتا تھا۔ مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ میں خیمہ زن ہوگیا۔ ایک دن انہوں نے ایک آبی پرندہ فضا میں اڑتا دیکھا جوان کی توجہ کا مرکز اور موضوع سخن بن گیا۔ وہ باہم حیرت انگیز لہجہ میں گفتگو کرنے لگے اور یہ پرندہ تو پانی کا ہے اور اس کی پرواز پانی ہی پر ہوا کرتی ہے مگر یہاں تو متعدد بار ہمارا گزر ہوا پانی کا نشان تک نہیں ہے۔ اس خشک جنگل اور چٹیل میدان میں کہاں؟ لیکن یہ پرندہ اپنے فن میں اس قدر مہارت رکھتا ہے کہ اس

Marfat.com

سے ایسی لغزش کا احتمال بھی نہیں ہوسکتا اور ساتھ ہی انہیں اپنے کہنہ تجربات پر بھی یقین تھا اور اپنے تجربات پر خطا کا گمان ان کی توہین کے مترادف تھا۔ بالآخر تفتیش و تحقیق حال کی غرض سے اپنے معتمدین کا وفد بھیجا تاکہ حقیقت انکشاف ہو سکے۔ آخر وفد اس مقام پر پہنچا جہاں چشم فلک نے بھی کبھی پانی کا ایک قطرہ تک نہیں دیکھا تھا۔ آب شیریں کا چشمہ جاری دیکھ کر تھوڑی سی دیر کے لئے وہ خیالات کی دنیا میں گم سم ہو گئے۔ حیرت واستعجاب نے امکانی حدود کو توڑ کر انہیں اقرار اور انکار کے سنگھم پر لا کھڑا کر دیا لیکن حقائق نے کبھی پردہ نشینی اختیار نہیں کی۔ آخر انہیں عین الیقین ہو گیا کہ اس سنگلاخ مقام پر نہایت صاف شفاف لطیف و شیریں پانی فراوانی کے ساتھ موجزن ہے۔ چنانچہ وفد نے صورت حال سے اپنے قبیلہ کو آگاہ کیا تو ان میں خوشی کی ایک ایسی لہر دوڑ گئی جس کی کیفیت کا احاطہ کرنے قلم قاصر ہے۔ پورے قبیلہ نے اس طرف کوچ کر دیا۔

یہ لوگ وہاں پہنچ کر غریب الدیار اجنبی ماں بیٹے کو پانی کے کنارے جلوہ افروز پاتے ہیں۔ انہوں نے متفقہ طور پر سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض داشت پیش کی کہ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم بھی یہاں فروکش ہو جائیں۔ آپ کا قلب حزیں پہلے سے ہی اپنے ہم جنس کا متلاشی تھا۔ چنانچہ آپ نے خنداں و فرحاں ان کی درخواست کو پذیرائی بخشتے ہوئے وہاں اقامت پذیر ہونے کی اجازت سے نوازا لیکن اس پیشگی شرط کے ساتھ کہ پانی کے مالکانہ حقوق ان کے نام محفوظ رہیں گے اور قافلے والوں کو اس پر قابض ہونے کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ نو وارد قبیلہ نے خندہ پیشانی سے اس شرط کو مان لیا اور باہم شیر و شکر ہو کر رہنے لگے۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام بھی ان میں گھل مل کر پروان چڑھے۔ ان کی معصومانہ ادائیں ان کے دلوں پر ایسے گہرے نقوش مرتسم کر گئیں کہ وہ ان پر دل و جان سے فدا ہونے لگے۔ بنو جرہم ان پر ایسے شیفتہ و فریفتہ ہوئے کہ جب آپ جوانی کو پہنچے تو اپنی ایک دوشیزہ سے عقد کر دیا جس سے ایک دائمی اور پکا رشتہ قائم ہو گیا۔ باہم اختلاط اور میل

Marfat.com

جول سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے ان سے عربی بھی سیکھ لی جب کہ آپ علیہ السلام کی مادری زبانِ عبرانی تھی۔ آپ علیہ السلام کا لب ولہجہ بالکل وہی تھا جو اس واقعہ کے اڑھائی سال بعد قرآن پاک کا لہجہ قرار پایا۔ سلسلۃ الذہب کی یہ تمام کڑیاں مل کر ایک ایسا نادر الوجود گلدستہ بن گیا جس کی نظیر اقوام عالم کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(بخاری شریف جلد اول: کتاب الانبیاء)

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا حطیم والی جگہ پر بکریوں کا ریوڑ بنانا

سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اپنی بودوباش کے لئے عین کعبۃ اللہ کے مقام پر ایک بے حد سادہ سی جھونپڑی بنالی اور اس کے متصل حطیم والی جگہ پر بھیڑ بکریوں کا باڑہ بھی بنایا۔ (سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہر سال اپنی بیوی اور بچے کی خبر گیری کے لئے براق پر سوار ہو کر تشریف لاتے رہتے تھے) (ابن کثیر ج:1 ص:178)

وہ کون سے اسباب اور وجوہات تھے کہ معصوم بچے اور اس کی ماں کو لق ودق صحرا میں چھوڑ دیا۔ کیا معاذ اللہ یہ دونوں نافرمان تھے؟ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان سے نفرت تھی؟ یا پھر حضرت سارا رضی اللہ عنہا کی بات کا آپ کو اس قدر پاس لحاظ تھا کہ اس کی خاطر محبت کے فطری جذبہ کو بھی تج دیا۔ بغرض بیوی مجرم تھی تو بچے کا کیا قصور تھا؟ ظاہر بیں تو وحشت زدہ ہے کہ ایک برگزیدہ نبی علیہ السلام نے ایسا اقدام کیوں کیا؟ لیکن کارپردازانِ مشیت کا اعلان ہے کہ بچے کی جان کو کوئی خطرہ نہیں بلکہ ایک ایسی امت اور مست کا تخم تہ نشین کیا جارہا ہے جس کا ثمر خوشگوار وہ طبقہ وہو گا جو اعلیٰ اخلاق مکمل انسانیت، پیکر شرافت اور لامتناہی برکات کا نمونہ ہوگا۔ یہ سب کچھ مقبولیت دعا کی تمہید اور عالم انسانیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم الشان منصوبہ کا اظہار تھا۔ زن وفرزند کی یہ قربانی اس کی خشت اوّل اور ذبح اسماعیل علیہ السلام خشت دوم تھی۔

Marfat.com

کعبہ معظمہ کے تعمیری مراحل

کعبہ معظمہ کے مراحل کثیر ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

پہلا مرحلہ

سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے فرشتوں نے تعمیر کیا۔

سب سے پہلے فرشتوں کا طواف

صاحب اخبار مکہ علامہ ازرقی فرماتے ہیں۔

سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا طواف بیت اللہ شریف کا آغاز کیسے ہوا تو آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم علیہ السلام کا ارادہ فرمایا اور فرشتوں سے اس کا ذکر کیا تو فرشتوں نے کہا یا اللہ ہم زیادہ حق دار ہیں۔ بارگاہ قدس سے جواب ملا ''اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ'' میں وہ کچھ جانتا ہوں جس کا تمہیں علم نہیں ملائکہ نے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا ہے تین ساعات تک عرش کا طواف کیا اور عجز و انکساری میں مصروف رہے پھر ان پر نظر رحمت فرمائی اور انہیں بیت المعمور کے طواف کا حکم دیا پھر فرشتوں سے فرمایا گھر بناؤ جس طرح فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اسی طرح زمین پر میرے بندے بھی اس گھر کا طواف کریں گے۔ (تاریخ مکہ ص:28)

دوسرا مرحلہ

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے تعمیر فرمائی۔ (شفاء، ص:91، ج:1)

تیسرا مرحلہ

سیدنا شیث علیہ السلام نے تعمیر فرمائی۔ (شفاء)

چوتھا مرحلہ

سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر فرمائی۔ (شفاء)

Marfat.com

پانچواں مرحلہ

قوم عمالقہ نے تعمیر فرمائی

چھٹا مرحلہ

قبیلہ جرہم نے حصہ لیا

ساتواں مرحلہ

قصی بن کلاب نے تعمیر کیا۔

آٹھواں مرحلہ

قریش مکہ نے مشترکہ طور پر تعمیر کی۔ ولید بن مغیرہ کو ناظم تعمیرات کے لئے مقرر کیا۔ حلال مال خرچ کرنے کا اہتمام کیا گیا۔

نواں مرحلہ

سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے تعمیر کی یہ 64ھ کا واقعہ ہے جب یزیدی فوج نے کعبہ شریف پر حملہ کیا آگ برسائی جس سے کعبۃ اللہ کا غلاف جل گیا۔ دیواروں کو نقصان پہنچا۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ شریف کو شہید کر کے از سر نو تعمیر کیا۔ حطیم کا حصہ بیت اللہ شریف میں شامل کیا۔ دوسرا دروازہ پہلے کے مقابلہ میں سیدھا بنایا تاکہ لوگوں کی آمد و رفت میں سہولت رہے۔ یہ تعمیر جمادی الثانی 64ھ میں شروع ہوئی۔ رجب 64ھ یا 65ھ میں مکمل ہوئی۔ اس تکمیل کی خوشی میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بڑے پیمانے پر ضیافت کی اور ایک سو اونٹ ذبح کیا گیا۔

دسواں مرحلہ

حجاج بن یوسف کے ہاتھوں تعمیر ہوئی۔

Marfat.com

گیارہواں مرحلہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کے حکم سے حجاج نے پھر کعبہ شریف کو پہلی حالت میں کر دیا۔ سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہارون الرشید نے چاہا کہ بیت اللہ شریف کو پھر ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما والی طرز پر تعمیر کر دیا جائے مگر امام مالک نے شدت سے منع کیا کہ آنے والے حکمران اپنی شہرت کے لئے توڑ پھوڑ کرتے رہیں گے جو عظمت کعبہ کے منافی ہے۔

بارہواں مرحلہ

814ھ میں بعض مقامات سے چھت خراب ہوگئی۔ پانی ٹپکنے لگا لکڑیاں بوسیدہ ہو گئیں تو اس صورت حال کی اصلاح کی گئی۔

تیرھواں مرحلہ

838ھ میں امیر سوودن المحمد نے چھت کو بدلا اور چاروں طرف چونے کی تہہ جما دی۔

چودھواں مرحلہ

843ھ میں جب ملک اشرف برسپائی کے حکم سے اسی امیر المحمدی نے چھت کو چونہ گچ کیا۔ چھت کے سنگ مرمر کی مرمت کی چاروں روشن دان نکال دیئے۔

پندرہواں مرحلہ

848ھ میں کعبہ منورہ کی غربی دیوار میں مرمت لگائی۔

سولہواں مرحلہ

931ھ میں والی مصر ابراہیم پاشا کے حکم امیر جدہ کی نگرانی میں چھت بدلی گئی یا لکڑی کے بھٹوں کو لوہے کی پتریوں سے مضبوط کیا گیا۔

Marfat.com

سترہواں مرحلہ

959ھ میں پھر ایک مرتبہ مرمت کی ضرورت محسوس ہوئی تو سلطان سلیمان نے یہ کام سرانجام دیا۔

اٹھارواں مرحلہ

1020ھ میں سلطان احمد خان نے کعبہ شریف کے چاروں طرف طوق بنوایا کہ دیواریں مضبوط رہیں۔

انیسواں مرحلہ

1045ھ میں امیر مکہ کے مطالبہ پر خلیفہ کی طرف سے ایک معمار مرمت کے لئے بھیجا گیا اور چھت پر سنگ مرمر لگایا۔

بیسواں مرحلہ

1106ھ سے 1109ھ تک چھت کی لکڑیاں بدل دی گئیں سیڑھی بنائی گئی یہ سیڑھی ساگوان کی لکڑی اور سنگ مرمر کی نسلوں سے تیار ہوئی۔

تیئسواں مرحلہ

1195ھ میں چھت پر نیا سنگ مرمر لگوایا گیا۔ بعض دروازوں کی مرمت بھی کی گئی۔

چوبیسواں مرحلہ

1316ھ میں بعض مقامات سے چھت خراب ہو جانے پر مرمت کی گئی۔ چونا سیمنٹ اور انڈوں کی سفیدی سے پلستر تیار کر کے مرمت لگا دی گئی۔

پچیسواں مرحلہ

1377ھ میں سعودی حکمران سعود بن عبدالعزیز نے چھتیں تبدیل کروائیں۔

Marfat.com

نورکنی کمیٹی کی نگرانی میں یہ کام مکمل ہوا۔ تکمیل کے بعد شاہ فیصل نے معائنہ کیا سرخ اینٹوں کا فرش لگوایا۔ (کتاب الاعلام: 49 تا 56)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں مکہ معظمہ

آج کرۂ ارض پر جس حسین وجمیل اور عظیم وجلیل شہر کو ''عروس البلدان'' کہا جاتا ہے۔ کسی وقت وہاں سنگلاخ اور وحشت ناک بیابان تھا لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دم قدم سے اسے ایسا عظیم الشان رتبہ نصیب ہوا جس پر ہفت افلاک بھی رشک کرتے ہیں۔

علامہ کردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آج سے چار ہزار سال قبل یہ سرزمین کیکر اور دوسرے خاردار درختوں سے بھری پڑی تھی۔ یہاں نہ پانی تھا نہ سبزہ نہ گھاس پھوس اور نہ جانور، نہ تو انسانوں کے قدم اس زمین سے آشنا تھے اور نہ جن یہاں آباد تھے۔ بلند وبالا پہاڑ ہر جانب استادہ تھے۔ آج کے دور کے بالکل برعکس مکہ مکرمہ کی زمین بہت بلند تھی کیونکہ بارش کے سیلاب پہاڑوں سے مٹی، ریت، پتھر اور چٹانیں بہا کرتے اور نشیبی زمین اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں مسلسل جمع کرتے رہے۔ علاوہ ازیں جب شہر آباد ہو گیا تو لوگوں نے بھی یہ عمل جاری رکھا۔ پہاڑوں سے پتھر اور مٹی لا کر گڑھے اور نشیبی جگہوں کو پر کرتے رہے جس کے باعث بتدریج پہاڑوں کی بلندی کم ہوتی گئی۔ چنانچہ اس وقت کعبہ شریف جو ایک ٹیلے پر تعمیر کیا گیا تھا وہ جگہ بہت ہی پست ہو گئی ہے اور جو جگہ پست تھی وہ اتنی بلند ہو گئی کہ صرف محلہ شامیہ کی طرف جو راستہ ہے وہ کعبہ شریف سے بیس میٹر سے بھی زیادہ بلند ہو چکا ہے۔ اس دور میں تمام راستے چٹانوں، پتھروں، ریت اور خاردار جھاڑیوں سے پر تھے۔ اگرچہ یہ زمین بالکل بیابان تھی مگر گندگی اور نجاست کی آلودگی سے قطعاً پاک صاف تھی۔ کیونکہ یہاں نہ تو انسان آباد تھے اور نہ ہی جانوروں کا کہیں نام ونشان تھا اور نہ ہی وہاں کسی دوسری مخلوق کا وجود تھا۔ راستے بڑے ہی ہمت شکن اور دشوار گزار تھے۔ نشیب وفراز اور پتھریلی چٹانوں کو عبور کرنے سے آدمی تھک کر

Marfat.com

چور چور ہو جاتا تھا۔

- عمرانی اور رفاہی ترقی کا سنگ بنیاد سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے رکھا۔ بعد میں قبیلہ بنو جرہم بھی ان کے دست و بازو بن گئے۔ اسی اثناء میں پروردگار عالم کے حکم سے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ شریف تعمیر فرمایا اور قبیلہ بنو جرہم میں تبلیغ دین کا فریضہ بھی انجام دیا۔ جس سے دعوت وارشاد کا سلسلہ چل پڑا۔ ادھر آبادی میں اضافہ ہونے لگا۔ اس طرح یمن اور شام کے قافلوں کی آمدورفت بھی شروع ہوگئی۔ انسانی آبادی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ رہائش گاہوں اور خیموں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ جوں جوں لوگوں کی آمدورفت زیادہ ہونے لگی تو راستوں اور سڑکوں کو پتھروں چٹانوں، جھاڑیوں اور دوسرے خاردار درختوں سے صاف کرنے کا کام بھی روز افزوں تیز ہوتا گیا۔ چنانچہ مکہ معظمہ نے اس قدر ترقی کی کہ آج دنیا بھر کے خوبصورت اور متمدن شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ عروس البلدان کا تاج ور بن گیا ہے۔

(تاریخ القویم ج 2،ص 37)

حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا عہد مبارک

سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے بعد پہلے پہل قبیلہ بنو جرہم وہاں آباد ہوا۔

علامہ قرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے۔

سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا زمزم کے پانی پر پانچ دن برابر گزارہ کرتی رہیں۔ یہی ان کی غذا کا کام بھی دیتا تھا۔ چھٹے دن عمالقہ کے دونو جوان اپنے ایک گم شدہ اونٹ کی تلاش میں جبل ابی قبیس کی طرف آئے۔ یہ لوگ عرفات میں خیمہ زن تھے۔ ان کی نگاہ پانی پر پڑی جسے دیکھ کر انہیں بے حد تعجب ہوا۔ واپس جا کر یہ خوش آئند خبر اپنے قبیلہ کو سنائی۔ چنانچہ معززین قبیلہ تحقیق حال کے لئے آئے تو سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور ان کے فرزند

Marfat.com

ارجمند کو وہاں جلوہ افروز پایا۔ ان سے دریافت کیا کہ تم دونوں یہاں کیسے اور کہاں سے آئے ہو؟ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے پوری سرگزشت کہہ سنائی۔ قبیلہ کے شرفاء نے عرض کی کہ اگر ہمیں ہفتہ بھر کے لئے اپنے پاس قیام کی اجازت مرحمت فرمائیں تو بے حد بندہ نوازی ہوگی کیونکہ ہمارے پاس پانی بالکل ختم ہو چکا ہے۔ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے ان کی درخواست کو قبول فرمالیا۔ اس طرح وہ لوگ وہاں قیام پذیر ہو گئے۔

(کتاب اخبار الدول: ص: 32)

عبدالملک بن حسین المتوفی 1111ھ سمط النجوم میں لکھتے ہیں۔

جرہم جب سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر قیام پذیر ہوئے تو انہوں نے دس بکریاں انہیں تحفۃً پیش کیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی تمام بکریاں انہی کی نسل سے تھیں۔ (سمط النجوم العوالی ص: 145)

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ روایت بیان کرتے ہیں۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جرہم اور عمالقہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔ ان کی دعوت کو قبول کر کے بعض ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے اور بعض کفر پر اڑے رہے اور دعوت حق کو ٹھکرا دیا۔ (روض الانف ج: 1، ص: 14)

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے وصال کے بعد خلافت اور جانشینی ان کے فرزند اکبر ''نابت'' کے سپرد ہوئی۔ یہ بڑے جلیل القدر انسان تھے چونکہ ان کے اجداد (سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام) بابل کے شہر ''اُر'' کے باشندے اور ننھیال سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا مصری تھے۔ اس سبب سے ان دونوں عظیم مملکتوں کے تجارتی قافلے مکہ میں قیام کر کے گزرتے تھے جس کے باعث یہ شہر عالمی شہرت کا حامل بن گیا۔

بنو جرہم کے زمانہ میں مکہ معظّمہ

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی اولاد کو مختلف مقامات پر کچھ اس احسن انداز سے آباد کیا کہ وہ سلسلۃ الذہب میں جڑے رہیں۔ آپ نے اپنے فرزند ارجمند

Marfat.com

سیدنا اسحاق علیہ السلام کو بابل کے مغرب میں ملک شام میں آباد کیا تاکہ انہیں اپنے ننھیال سے قرب میسر رہے۔عرب کا ملک سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے حوالہ کیا۔ان کا ننھالی ملک مصر اس کے مغرب میں واقع تھا تاکہ بوقت ضرورت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کر سکیں۔سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی شادی بنو جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے ہوئی جو عرب کا قدیم حکمران قبیلہ تھا۔اور مضاض حجاز کا واحد فرماں روا تھا جبکہ اسحاق علیہ السلام کا نکاح شام میں اپنے ننھیال کے ہاں ہوا۔بنو جرہم کو حجاز میں آباد ہوئے تو زمانہ گزر گیا تھا مگر مکہ مکرمہ میں ان کی آمد سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد ہوئی۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد نے جزیرۃ العرب آپس میں تقسیم کر لیا تھا اور جلد ہی اس قدر پھیل گئے کہ مغرب میں مصر تک جا پہنچے جو ان کا ننھیال تھا۔جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے جہاں باپ نے ان کے بھائی بنو قطورا کو آباد کیا تھا اور شمال میں ان کی بستیاں شام کی سرحد سے جا ملیں۔جہاں ان کے بھائی بنو اسحاق آباد تھے۔اس طرح ایک ہی باپ کے فرزند بابل اور مصر کے قدیم علم و تہذیب کے مالک بن گئے۔بحر ہند اور بحیرہ احمر جیسی بندرگاہیں ان کے قبضہ میں آ گئیں جن کے ذریعہ تمام متمدن دنیا کی تجارت پر وہ قبضہ کر سکتے تھے اور عرب کا اندرونی حصہ بھی انہی کے پاس تھا جو دفاعی لحاظ سے ہمیشہ ناقابل تسخیر حصار ثابت ہوا۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ان کا دوسرا فرزند قیدار نہایت مدبر اور نامور شخص تھا۔قیدار کی اولاد مکہ مکرمہ میں آباد ہوئی۔ان لوگوں نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر اس مقدس گھر کے حقوق کی ہمیشہ پاسبانی کی۔یہ گھر دنیا میں توحید کی پہلی درس گاہ تھی۔سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے وصال کے بعد ان کے بڑے بیٹے نابت کعبہ شریف کے متولی ہوئے۔جب ان کا بھی وصال ہو گیا تو ان کے نانا مضاض بن عمرو جرہمی کو بیت اللہ کا متولی بنایا گیا اور مکہ مکرمہ کی سلطنت بھی ان کے سپرد ہوئی۔جرہم اور قطورا دونوں چچا زاد بھائی تھے۔ان کی زبان عربی تھی۔جب یعرب بن قحطان کا دور حکومت آیا تو اس نے

Marfat.com

جرہم کو بلاد حجاز کا والی مقرر کیا۔ عاد بن قحطان شحر وغیرہ پر متصرف ہوئے اور عمان کی ولایت یقطن بن قحطان کے سپرد کی۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پہلے جرہم اور بعد میں قطورا بن کرکر بن عملاق کی اولاد قحط سے تنگ آ کر یمن سے کوچ کر کے مکہ میں آباد ہوئی۔

جرہم کا سردار مضاض اور قطورا کا سمیدع تھا۔ یہ لوگ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ایک سرسبز شاداب جگہ دیکھ کر رہیں ٹھہر گئے۔ جرہم اور اس کے لشکر نے بالائی جانب قعیقعان کے مقام پر قیام کیا اور سمیدع اور اس کی فوج مقام قطوراء مسفلہ کی طرف خیمہ زن ہوئی۔ دونوں نے مکہ مکرمہ میں نئے آنے والے حضرات پر ٹیکس لگا رکھا تھا۔ یہ ٹیکس بالائی سمت سے آنے والوں سے مضاض اور نشیبی علاقہ سے آنے والوں سے سمیدع وصول کرتا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے اور بالآخر یہ دشمنی ایک خوفناک جنگ پر منتج ہوئی۔ بنو اسماعیل نے جنگ میں مضاض کا ساتھ دیا کیونکہ یہ ان کا نانا تھا۔ ناضح کے مقام پر زبردست مقابلہ ہوا۔ سمیدع مارا گیا اور مفاض کو فتح حاصل ہوئی۔ بعد میں دونوں قبائل میں صلح ہوئی اور سب نے متفقہ طور پر مضامین کو فرماں اور تسلیم کیا۔ انہوں نے شعب عبداللہ بن عامر بن کریز کے مقام پر جو مکہ شریف کے بالائی حصہ میں واقع تھا قیام کیا۔ جسے مطابع بھی کہا جاتا ہے چونکہ مضاض نے فتح کی خوشی میں وہاں ایک پرتکلف دعوت کی تھی جس میں بڑی بڑی دیگیں پکائی گئی تھیں۔ اس نسبت سے اس جگہ کا نام ''مطابع'' ہوا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب شاہ تبع کا ورود مکہ میں ہوا تو اس نے اس مقام پہ شاندار دعوت کی تھی۔ اس بناء پر اس کا نام مطابع مشہور ہوا۔ (اخبار مکہ ص:45)

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ

بنو اسماعیل اور ان کے جرہمی بھائیوں کی اولاد جب بہت زیادہ ہوگئی تو مکہ کی سرزمین اپنی وسعت کے باوجود ان کے لئے تنگ ہونے لگی۔ تب انہیں مجبوراً مختلف ممالک کی طرف منتشر ہونا پڑا۔ اس وقت مکہ معظمہ کی ولایت بنو جرہم کے ہاتھ میں تھی۔

Marfat.com

ادھر بنو عمالقہ کا بادشاہ سمیدع بن ہود حدز بن ماذن بھی مکہ معظمہ کے نشیبی علاقہ میں براجمان اور شہر پر قبضہ کرنے کے لئے بے تاب تھا۔ فریقین کے مابین سخت جنگ و جدال ہوا۔ سمیدع مارا گیا اور جرہم کو فتح نصیب ہوئی جس کی سلطنت تین سو سال تک مکہ معظمہ میں قائم رہی۔ بنو جرہم ایک زبردست باوقار سلطنت کے والی تھے۔ مگر جب انہوں نے حدود خداوندی کو توڑا، خلق خدا کو ظلم کا نشانہ بنایا۔ حرم محترم کی عزت و تکریم کو تخت و تاراج کیا۔ باہر سے آنے والے زائرین اور مسافروں کی عزت و آبرو اور مال و متاع لوٹنا ان کا معمول بن گیا۔ بیت اللہ شریف پر چڑھائی جانے والی نذر و نیاز کو نوالۂ تر بنا لیا۔ خزانہ کعبہ پر دست تصرف دراز کیا اور حد یہ کہ کعبہ شریف کے اندر قبیلہ جرہم کے دو یمنی مرد اور عورت اساف اور نائلہ نے بدکاری جیسے قبیح جرم کا ارتکاب کیا تو پھر ان کے مقدر کا ستارہ گردش میں آ گیا۔ ان کا جاہ و جلال اور کروز ذلت و خواری اور تباہی و بربادی کا شکار ہو گیا۔ جب یہ اندھیر نگری مضاض بن عمرو بن حارث بن مضاض بن عمرو الجرہمی نے دیکھی تو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور بیت اللہ کی بے حرمتی سے باز آ جاؤ۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ جس قوم نے بھی اس مقدس گھر کی عزت و تکریم کو پامال کیا وہ تباہ و برباد ہوئی اور عمالقہ کی ذلت و رسوائی کی المناک داستان تمہارے سامنے ہے۔ ایسا نہ ہو کہ افعال بد کی پاداش میں اللہ تعالیٰ تم پر کوئی دوسری قوم مسلط کر دے اور تم ذلیل و خوار ہو جاؤ مگر قوم مضاض کی ناصحانہ باتوں کی پروانہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ہم بے حد عزت والے عرب ہیں ہماری افراد کی قوت زبردست ہے۔ ہمارے پاس سامان حرب و ضرب بے انداز ہے۔ ہمیں کون شکست دے سکتا ہے۔ مضاض نے کہا جب اللہ تعالیٰ کی گرفت آ جاتی ہے تو تمام تدابیر دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور نافرمان قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہیں لیکن قوم بدکاری کی ایسی دلدادہ اور خوگر بن چکی تھی کہ مضاض کی نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب مضاض قوم کی اصلاح سے ناامید ہو گیا تو اس نے کعبہ شریف کی قیمتی اشیاء کو چاہ زمزم میں ڈال کر راتوں رات اسے

Marfat.com

مٹی سے بھر دیا اس نے سونے کے دو ہرن جو کعبہ شریف میں رکھے ہوئے تھے خزانہ کعبہ غلاف کعبہ اور قلعی دار تلواریں دفن کر دیں۔ بالآخر خزاعہ نے زبردست حملہ کر کے نہایت ذلت و رسوائی سے بنو جرہم کو مکہ سے بے دخل کر دیا اور وہ مکہ کے فراق کا حزن و ملال دل میں لئے یمن کی طرف کوچ کر گئے۔ (اخبار مکہ: ص:53)

بنو جرہم کی ہلاکت

بنو جرہم مکہ مکرمہ کے شمال میں مقیم تھے۔ یہ قبیلہ دو سو خیموں پر مشتمل تھا۔ ان کا سردار مضاض بن عمرو جرہمی، بے حد طاقتور اور جرأت مند شخص تھا۔ قبیلہ میں اس کی بہت زیادہ عزت کی جاتی تھی۔

سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد بیت اللہ کے باہر رہائش پذیر تھی۔ صبر و استقامت کے وصف سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ وہ رزق حلال کی تلاش کے لئے دور دراز ممالک کا تجارت کی غرض سے سفر بھی کرتے تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ جس طرح نیک اعمال عبادت ہیں اسی طرح کسب حلال بھی عبادت ہے۔ پطرس بستانی علامہ قرمانی کے حوالہ سے لکھتا ہے۔

جرہم اولی عاد و ثمود کے ہم عصر تھے۔ اور جرہم ثانیہ قحطان کی اولاد سے تھے اور یہی لوگ سیدنا اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مقیم ہوئے تھے۔ جرہم کا پہلا بادشاہ عبد یالیل تھا۔ پھر اس کا بیٹا جرشم اس کے بعد جرشم کا بیٹا عبدالمدان پھر نفیلہ بن عبدالمدان پھر عبدالمسیح بن نفیلہ پھر مضاض بن عبدالمسیح بعد میں عمرو بن مضاض یکے بعد دیگرے بادشاہ بنے۔ اس کے بعد عمرو کے بھائی حارث بن مضاض نے 100 سال تک حکومت کی۔ اس کے مر جانے کے بعد اس کے بیٹے عمرو نے 120 سال حکمرانی کی پھر عمرو کے بھائی بشر بن الحارث اور پھر مضاض الاصغر کو حکومت ملی۔

لیکن اپنی بداعمالیوں کے باعث آخر یہ لوگ ہلاک ہو گئے۔

(قاموس بستانی ج:6، جرہم:440)

Marfat.com

علامہ مسعودی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

جرہم کی حکمرانی صدیوں تک مکہ مشرفہ پر رہی۔ چنانچہ مضاض بن عمر نے سو سال حکمرانی کی پھر اس کے بیٹے عمرو بن مضاض نے 120 سال پھر اس کے بیٹے حارث بن عمرو نے دو سو سال یا اس سے کچھ زیادہ۔ پھر اس کے بیٹے حارث 200 سال، بعد ازاں مضاض بن عمرو بن الاصغر بن الحارث نے چالیس سال حکومت کی۔ (مروج الذھب)

خزاعہ کے زمانہ میں مکہ معظّمہ

یہ قبیلہ سباء میں آباد تھا مگر ایک کاہن نے پیش گوئی کی کہ سباء کا بند ٹوٹ جائے گا اور سیلاب ہر جانب تباہی مچادے گا۔ ڈر کے مارے اکثر قبائل وہاں سے وطن چھوڑ کر مختلف مقامات پر آباد ہو گئے۔ اسی طرح یہ قبیلہ بھی ترک وطن کر کے متفرق شہروں سے گزرتا ہوا مکہ مکرمہ جا پہنچا اور وہاں اقامت کا ارادہ کیا۔ ان کے سردار عمرو بن لحی نے حارث بن ثعلبہ عمرو بن عامر کو سرداران مکہ کے پاس بھیجا کہ انہیں یہاں کچھ عرصہ کے لئے قیام کی اجازت دی جائے۔ مگر وہ اس پر سخت غضب ناک ہوئے اور شدت سے انکار کیا۔ حارثہ نے بھی قسم کھالی کہ اگر انہیں بخوشی رہنے نہ دیا گیا تو وہ بزور شمشیر یہاں رہیں گے۔ بالآخر فریقین کے مابین تین دن تک کارِزار گرم رہا۔ جرہم کو شکست فاش ہوئی اور خزاعہ کا مکہ مکرمہ پر قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد بنو اسماعیل جو جرہم کی لڑائی سے کنارہ کش تھے خزاعہ کے پاس آئے اور مکہ میں رہائش کا استبذان مانگا۔ جسے خزاعہ نے قبول کرلیا۔ پھر عمرو بن لحی کی اولاد نے پانچ سو سال مکہ معظمہ میں حکمرانی کی اور ان کا آخری حکمران خلیل بن حبشہ بن سلول بن کعب ہوا اور اسی کی لڑکی سے قصی بن کلاب نے نکاح کیا تھا۔

(روض الانف ج: 1، ص: 80)

بت کا مکہ معظّمہ کے اندر نصب کرنا

عمرو بن لحی وہ بدبخت انسان تھا جس نے عرب میں بت پرستی کی بنیاد ڈالی۔ اس

Marfat.com

سے پہلے اہل عرب بت پرستی کی لعنت سے قطعاً نا آشنا تھے۔ یہ ملک شام میں کسی ضرورت کو گیا اور وہاں بلقاء کے شہر مآرب میں قوم عمالیق کو بت پرستی کرتے دیکھا اور ان سے ایک بت ہبل نامی خرید لیا جسے کعبہ شریف کے اندر کنویں پر نصب کر کے اس کی عبادت شروع کر دی۔ (روض الانف: ج:1)

انتڑیوں میں آگ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

میں نے اسے جہنم کی آگ میں دیکھا کہ اس کی انتڑیاں آگ میں گھسیٹی جا رہی تھیں۔ (بخاری شریف ج:1، ص:499)

سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کا بڑھنا

ابن کلبی کی روایت میں ہے کہ

جب حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کی تعداد زیادہ ہوگئی تو نہ صرف ان کے لئے مکہ مکرمہ میں قیام کی گنجائش رہی بلکہ ان کی معاشی حالت بھی بہت خراب ہوگئی جس کے باعث خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ ان وجوہات کی بناء پر لوگ شہر چھوڑ کر دوسرے مقامات پر جا کر آباد ہونے لگے۔ وہ لوگ بیت اللہ شریف سے جدا ہوتے وقت قرب و جوار سے کوئی پتھر بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔ جہاں قیام کرنا ہوتا وہاں پتھر نصب کر کے کعبہ شریف کی طرح اس کا طواف اور تعظیم کرتے۔ اسی طرح رفتہ رفتہ بت پرستی بڑھ گئی جس کے نتیجہ میں بیت اللہ شریف کے علاوہ منیٰ مزدلفہ اور عرفات میں بھی جا بجا بت نظر آنے لگے۔ (کتاب الاصنام: ص:4)

شاہ تبع کی مکہ میں آمد

ظہور اسلام سے کوئی سات سو سال قبل یمن کا بادشاہ تبع فوج کشی کے ارادہ سے عازم مکہ ہوا۔ شاہ اور اس کی قوم بت پرست تھی جنہیں کعبۃ اللہ کی عزت و حرمت ملحوظ نہیں

Marfat.com

تھی۔ ابھی یہ مکہ مکرمہ پہنچنے نہیں پایا تھا کہ ہذیل بن مدرکہ کے چند آدمیوں نے بادشاہ کو کہا ہم ایک ایسے مخفی خزانے سے آپ کو آگاہ کرتے ہیں جس کا علم کسی بادشاہ کو نہیں ہے۔ اس میں جواہرات زبرجد، یاقوت، سونا، چاندی اور دیگر بیش بہا قیمتی اشیاء موجود ہیں۔ یہ خزانہ مکہ معظمہ میں واقع ایک گھر کے اندر مخفی ہے۔ اہل مکہ اس گھر کی عبادت کرتے اور اس میں نماز پڑھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اگر بادشاہ نے مکہ مکرمہ پر حملہ کیا تو یہ اس کے لئے ہلاکت خیز ہوگا لہٰذا یہ اس ارادہ سے باز آجائے۔ شاہ تبع نے اس بات کی تصدیق مدینہ طیبہ سے ساتھ آئے ہوئے یہودی علماء سے کرنا چاہی۔ علماء نے مشورہ دیا کہ جس طرح اہل مکہ اس گھر کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ آپ کو بھی اس کی تعظیم بجالانی چاہئے۔ خشوع، خضوع، فروتنی، انکساری اور ادب واحترام سے وہاں داخل ہوکر اس گھر کا طواف کریں۔ بعدازاں سر کے بال منڈوائیں شاہ نے علماء سے دریافت کیا کہ تم اس گھر کی تعظیم وترقی کیوں نہیں کرتے؟

علماء نے جواب میں کہا اس میں شک نہیں کہ وہ مقدس گھر ہمارے جد امجد سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعجب فرمایا تھا مگر اس وقت اس پر بت پرستوں کا قبضہ ہے۔ اس کے اندر اور باہر بت بہت رکھے ہوئے ہیں جن کی شب وروز پوجا کرتے ہیں۔ ان بتوں کے نام نذر و نیاز چڑھاتے ہیں اور ان کے نام کی قربانیاں دیتے ہیں۔ ایسے مشرکانہ ماحول میں ہم عبادت میں ان کے شریک نہیں ہوسکتے۔ شاہ نے علماء کا مخلصانہ اور ہمدردانہ مشورہ قبول کرلیا اور قبیلہ ہذیل کے جن لوگوں نے دھوکا دہی کا ارتکاب کرکے بادشاہ کو کعبہ شریف کی بے حرمتی پر آمادہ کیا تھا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اس کے بعد بادشاہ انتہائی عجز وانکساری اور ادب واحترام اور عشق ومحبت کے جذبہ سے سرشار ہوکر مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ سر کے بال منڈوائے اور قربانی ادا کی۔ شاہ نے شہر کے بالائی حصہ جبل قیقیعان پر چھ دن قیام کیا۔ قیام کے دوران مکہ شریف کے باشندوں اور دوسرے غرباء کی بڑی پرتکلف دعوتیں ہوتی

Marfat.com

رہیں۔ لوگوں کو شہد کا شربت پلایا جاتا حالاں کہ وہاں سادہ پانی بھی نہیں ملتا تھا۔ اسی اثناء میں اسے خواب میں کعبہ معظمہ پر غلاف چڑھانے کا حکم ہوا۔ چنانچہ اس نے خصف (یمنی موٹا کپڑا) کا غلاف چڑھایا۔ یہ پہلا غلاف تھا جو شاہ تبع نے چڑھایا (اس سے پہلے کعبہ شریف پر غلاف نہیں ہوتا تھا) آداب بیت اللہ سے فراغت کے بعد تبع اپنے ملک یمن واپس لوٹ گیا۔ وہ دونوں یہودی علماء بھی اس کے ساتھ ہی تھے۔ بادشاہ نے اپنی قوم کو بھی اس مذہب کو اپنانے کی دعوت دی جس کا وہ گرویدہ ہو چکا تھا مگر قوم نے اس دعوت کو مسترد کر دیا اور بادشاہ کے درپے آزاد ہو گئے۔

بالآخر بادشاہ کے مذہب کی حقانیت کا مشاہدہ کر لینے کے بعد ساری قوم نے بت پرستی سے تائب ہو کر یہودی مذہب اختیار کیا۔ (تاریخ مکہ:159)

تعمیر بیت اللہ

چند پتھروں کی چنی ہوئی اس سادہ سی عمارت کی چھت کو خدا کے جلال و قدوسیت نے اپنا نشیمن بنایا اور اسے لازوال دوام بخشا کہ ہزار ہا برس حوادثات و انقلابات اس کی قبولیت اور صداقت پر دھبہ نہ لگا سکے۔ مزید برآں چار دیوار کے گرد دعائے ابراہیمی نے ایک ایسا آہنی حصار کھینچ دیا کہ چار ہزار برس کے دوران انقلابات ارض و سماوی نے سمندروں کو جنگل اور شہروں کو سمندروں میں تو تبدیل کر دیا لیکن آج تک اس مقدس گھر کی بنیادوں کو کوئی حادثہ متاثر نہ کر سکا اور نہ ہی کوئی صداقت انہیں نقصان پہنچا سکی اور تاریخ اس بات پر نازاں ہے اس سرزمین کی مقدس و محترم خاک آج تک غیر مسلم اقوام کے حملہ سے محفوظ ہے۔

روئے زمین پر اس سے زیادہ قدیم اور پختہ عمارت اور کوئی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان پر سو جان سے قربان جائیں کہ اس انتہائی سادہ سی عمارت کو چار ہزار سال کے طویل عرصہ میں صرف چند بار بنانے اور تعمیر کرنے کی نوبت آئی ہے۔

Marfat.com

اب میں تعمیرات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کن مقدس ہستیوں نے کی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر کے مختلف ادوار

خانہ کعبہ کو مختلف ادوار میں تعمیر کیا گیا جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ملائکہ عظام کی تعمیر

سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ علی (زین العابدین) بن حسین بن امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے استفسار کیا کہ اس گھر یعنی بیت اللہ شریف کا سب سے پہلے طواف کس نے کیا؟ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (سورہ بقرہ: پ ۱)

میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

تو ملائکہ نے عرض کی کہ نئی جنس سے بننے والے خلیفہ زمین میں فساد بپا کرے گا اور خون ریزی کرے گا۔ یا اللہ ہم تیری حمد و ثنا کرتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

”جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔“

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر فرشتوں کو گمان ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض نہ ہو گئے ہوں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے عرش عظیم کے گرد طواف کرنا شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے۔ جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان پر نزول رحمت فرماتا اور عرش کے نیچے حسن و جمال میں عدیم النظیر ایک گھر رکھا جو زبرجد کے چار ستونوں پر قائم تھا اور یہ گھر بیت المعمور تھا جس کے گرد طواف کرنے کا حکم بارگاہ خداوندی

Marfat.com

سے ملائکہ کو ہوا اور عرش کی نسبت اس کا طواف سہل اور آسان تھا۔ بیت المعمور میں ستر ہزار فرشتے ہر روز داخل ہوتے ہیں۔ جسے ایک دفعہ داخل ہونا نصیب ہو گیا قیامت تک پھر اس کی باری نہیں آئے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ زمین پر اس گھر یعنی بیت المعمور کی مانند میرا ایک گھر بناؤ تا کہ جس طرح ملائکہ بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اسی طرح زمین پر میرے بندے اس گھر کا طواف کریں اور جس طرح میں بیت المعمور کا طواف کرنے والے فرشتوں سے راضی ہو گیا ہوں اسی طرح بیت اللہ کا طواف کرنے والے بندوں سے بھی راضی ہو جاؤں۔ چنانچہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور بیت المعمور تعمیر کرنے کے بعد اس کا طواف کیا اور اس عمارت کا نام ''الضراح'' رکھا اور فرشتوں نے اس کا حج بھی کیا۔ (قرطبی: ج:2،ص:120)

علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زمین مکہ معظمہ کی سرزمین سے پھیلائی گئی ہے اور بیت اللہ کا سب سے پہلے ملائکہ نے طواف کیا تھا اور فرمان باری تعالیٰ ''اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً'' میں ارض سے مراد مکہ معظمہ ہی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ج:1،ص:70)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل فرشتوں نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا اور زمین میں رہنے والے ملائکہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا طواف کرنے اور حج کرنے کا حکم دیا تھا۔ (مرقاۃ المفاتیح: ج:5،ص:263)

کعبہ معظّمہ زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا گیا

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

کعبہ شریف زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا گیا۔ آپ سے سوال کیا

Marfat.com

گیا کہ جب زمین پیدا ہی نہیں ہوئی تھی تو کعبہ شریف کی پیدائش کیسے عمل میں آئی جب کہ یہ بھی تو زمین پر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر دو ہزار فرشتے مقرر فرما رکھے تھے جو دو ہزار سال سے دن رات اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کر رہے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمانا چاہا تو کعبہ شریف کے نیچے سے زمین کو پھیلا دیا اور کعبہ شریف زمین کے عین وسط میں واقع ہے اور یہی قول حضرت مجاہد کا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ المشرفہ کو زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل پیدا فرمایا اور پھر اس کے نیچے سے زمین پھیلا دی۔ (اعلام الاعلام ص: 1، 2)

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی تعمیر

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام آسمان سے اتر کر زمین پر آئے تو ملائکہ کی پاکیزہ باتیں سننے سے محروم ہو گئے۔ دل مغموم اور اداس ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ یاالٰہی میں اس نعمت سے محروم ہو گیا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آپ مکہ معظمہ جائیں اور وہاں میرا گھر تعمیر کر کے اس کا طواف کریں اور اس کے پاس نماز پڑھیں جس طرح فرشتے میرے عرش کا طواف کرتے اور اس کے پاس نماز پڑھتے ہیں۔

چنانچہ سیدنا حضرت آدم علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کی رہنمائی میں مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں جبرائیل علیہ السلام نے وہاں پر مار کر کعبہ شریف کی بنیادیں ظاہر کر دیں جو انتہائی گہری تھیں۔ پھر فرشتے پانچ مختلف پہاڑوں سے بڑی بڑی وزنی چٹانیں لائے جن میں سے ایک چٹان تیس آدمی مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے بیت اللہ شریف تعمیر کیا۔

حسب ذیل پہاڑوں سے فرشتے چٹانیں لائے تھے۔

Marfat.com

(1) جبل لبنان

(2) جبل طور

(3) جبل زیتاء

(4) جبل جودی اور

(5) جبل حرا

بعد میں امتداد زمانہ اور حوادثات کے باعث وہ عمارت بنیادوں سمیت منہدم ہوگئی اور اس کے نشانات بھی مٹ گئے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج:5،ص:92)

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اعلام الاعلام میں مذکورہ بالا روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ روایت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ کعبہ شریف ملائکہ نے سب سے پہلے تعمیر کیا تھا جس کی بنیادیں حضرات جبرائیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے منکشف کر دی تھیں۔

حضرت عطاء کی روایت میں ہے کہ

جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین ہند میں اتارا تو آپ علیہ السلام ملائکہ کی گفتگو سے جو جنت میں سنتے تھے محروم ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ یہ محرومی کس وجہ سے ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ کی لغزش نے اس نعمت سے محروم کر دیا۔

بہر حال آپ مکہ مکرمہ جائیں اور وہاں میرا گھر تعمیر کر کے اس کا اسی طرح طواف کریں جس طرح آپ علیہ السلام نے فرشتوں کو عرش کا طواف کرتے دیکھا ہے۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے حکم خداوندی کو پورا کر دیا اور پھر ہندوستان سے چل کر چالیس مرتبہ حج کیا۔

لیکن حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی روایت میں کعبہ شریف کے متعلق مذکورہ روایات برعکس واقعات سامنے آتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت کعب رضی اللہ

Marfat.com

عنہ سے بیت اللہ شریف کی اصلیت اور حقیقت دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ یاقوت کا بنا ہوا یہ گھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آسمان سے اتارا تھا اور آپ کو حکم دیا کہ اس کا اسی طرح طواف کریں جس طرح فرشتوں کو عرش کا طواف کرتے دیکھا ہے اور انہی کی مانند اس کے پاس نمازیں پڑھیں اور اس کے ساتھ ہی فرشتوں کا نزول بھی ہوا جنہوں نے پتھروں سے بنیادیں چنیں اور ان پر یہ یاقوتی گھر نصب کر دیا پھر جب اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو غرق کیا تو اس یاقوتی خیمہ کو آسمان پر اٹھالیا اور بنیادیں زمین میں رہ گئیں۔ (عمدۃ القاری: ج: 9، ص: 216)

امام ارزقی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ

وہ خیمہ جنت کے سرخ یاقوت کا بنا ہوا تھا۔ اس میں جنت ہی کی تین سنہری قندیلیں روشن تھیں اور اس کے ساتھ حجر اسود بھی نازل ہوا تھا جو انتہائی سفید جنت کا یاقوت تھا۔ (اخبار مکہ: ص: 8)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوۃ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس بھیجا کہ حوا کو ساتھ لے کر میرا گھر تعمیر کریں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انہیں کعبہ شریف کی جگہ بتا دی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے کھودنا شروع کیا اور سیدہ حوا رضی اللہ عنہا مٹی نکالتی جاتی تھیں۔ بنیادوں کو پانی تک گہرا کھودا گیا پھر ان پر تعمیر فرمائی۔ جب کعبہ شریف تیار ہو گیا تو اس کا طواف کرنے کا حکم ملا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوع انسانی کے لئے آپ میں سے پہلے انسان ہیں اور روئے زمین پر یہ سب سے پہلا گھر ہے۔ پھر یہ گھر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک محفوظ و مامون رہا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اس کا حج کیا۔

(عمدۃ القاری: ج: 9، ص: 216)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب سیدنا آدم علیہ السلام مناسک حج سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جس طرح حج کرنے سے ہم نے آپ کی لغزش معاف کر دی ہے۔ اسی طرح آپ کی اولاد میں سے بھی جو شخص اس گھر کا حج کرے گا اس کے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔

(اخبار مکہ: ص:13)

امام ازرقی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کرتے ہیں کہ سیدنا آدم علیہ السلام ہی نے سب سے پہلے کعبہ شریف کی بنیادیں رکھیں اور اس میں نماز ادا فرمائی تھی۔ (اخبار مکہ: ص:10)

وھب بن منبہ سے اسی طرح روایت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو آسمان سے اتارا تو آپ کا نزول سرزمین ہند میں ہوا۔ آپ تنہائی کے باعث غمگین اور پریشان رہتے تھے۔ طبیعت میں قرار و سکون نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اضطراب اور بے چینی کے پیش نظر ارشاد فرمایا کہ آپ مکہ معظمہ کی مقدس سرزمین میں تشریف لے جائیں۔ وہاں آپ کی طمانیت قلبی کا سامان موجود ہے وہاں میرا گھر ہے۔ آپ اس کا طواف اس طرح کریں جس طرح میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے۔ نماز اِسی طرح پڑھیں جس طرح میرے عرش کے پاس پڑھی جاتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے سرخ یاقوت کا ایک خیمہ اتارا جسے بیت اللہ شریف کی جگہ نصب فرما کر اپنا گھر قرار دیا۔ جب سید آدم علیہ السلام کا یہاں ورود مسعود ہوا تو بیت اللہ کے دیدار سے حزن و ملال کافور ہو گیا۔ اضطراب و قلق تسکین و طمانیت میں تبدیل ہو گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور مناسک حج ادا کیے۔ بعد ازاں ہند سے پاپیادہ چل کر چالیس مرتبہ حج ادا فرمایا یہاں تک کہ طوفان نوح میں اللہ تعالیٰ نے اس یاقوتی خیمہ کو آسمان پر اٹھا لیا اور اسے غرق آبی سے محفوظ و

Marfat.com

معّون فرما دیا۔ یہ سرخ یاقوت کا خیمہ درحقیقت بیت المعمور تھا۔ جس کے شرقاً غرباً دو دروازے دل کو موہ لینے والے سبز زمرد کے بنے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت سے اتارا تھا۔ طوفان نوح کے وقت اللہ تعالیٰ نے اسے چوتھے آسمان پر اٹھالیا اور وہاں ملائکہ کا قبلہ قرار دے دیا گیا۔ ہر روز ستر ہزار فرشتے اس میں داخل ہوتے ہیں مگر جو ایک دفعہ اس میں داخل ہوا دوبارہ قیامت تک اسے داخل ہونے کی نوبت نہیں آئے گی اور یہ کعبہ شریف کے بالکل محاذات میں واقع ہے۔ (تفسیر کبیر: ج:1، ص:474)

حضرت سیدنا شیث علیہ السلام کی تعمیر

امام ازرقی رحمۃ اللہ علیہ وھب بن منبہ سے روایت کرتے ہیں۔

یاقوت کا وہ خیمہ جو سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے لئے جنت سے اتارا گیا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھالیا۔ تب انہی بنیادوں پر آپ کی اولاد نے مٹی اور پتھروں سے کعبہ شریف تعمیر کر دیا اور وہ عمارت طوفان نوح تک قائم رہی۔ (اخبار مکہ: ص:19)

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ روض الانف میں ارقام فرماتے ہیں کہ

حضرت سیدنا شیث علیہ السلام نے کعبہ اللہ کی سب سے پہلے تعمیر فرمائی تھی۔

(روض الانف ج:1، ص:127)

لیکن اکثر علماء مفسرین، محدثین اور مؤرخین نے حضرت آدم علیہ السلام کی تعمیر ہی کا ذکر کیا ہے اور شیث علیہ السلام کی تفسیر کا تذکرہ نہیں کیا اور یہی قول زیادہ قوی ہے۔

(تاریخ الکعبۃ ص 48)

طوفان نوح اور بیت اللہ

مجاہد سے منقول ہے کہ

سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں آنے والے طوفان نے جہاں دیگر

Marfat.com

شہروں اور بستیوں میں ہلاکت خیز تباہی مچائی وہاں بیت اللہ شریف بھی اس کے دست تصرف سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے بھیجے ہوئے سرخ یاقوتی خیمہ کو محفظ و امان آسمان پر اٹھالیا مگر اس کی بنیادیں جنہیں سیدنا آدم علیہ السلام نے بنایا تھا غرق آب ہوگئیں اور ان کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ پانی کے ریلے نے وہاں ریت اور مٹی اکٹھی کردی۔ جو بعد میں ایک ابھرے ہوئے سرخ ٹیلے کی شکل میں مرجع عوام بن گیا۔ یہ جگہ مرتفع ہونے کی وجہ سے برساتی نالہ کے بہاؤ سے محفوظ رہتی تھی اور اسی ٹیلے پر سیدنا اسماعیل نے بسیرا کیا تھا۔

مظلوم و مقہور مصیبت زدہ، بیمار اور علیل لوگ یہاں آتے اور دعا کرتے جسے اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازتے۔ دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ اس کی زیارت کو آتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کا حج کے لئے یہاں تشریف لانا بھی ثابت ہے۔ بہر حال ہزار برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو جلیل القدر نبیوں کے ہاتھوں پھر اس کی تعمیر و تزئین کا سامان فرمایا۔ (اخبار مکہ: ص:20)

سفینۂ نوح کا طواف کعبہ

علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کشتی نوح میں اسی مرد وزن سوار تھے جن میں حضرت نوح علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا رخ مکہ مکرمہ کی طرف پھیر دیا۔ جب وہ اس مقدس سرزمین میں پہنچی تو چالیس دن تک شب و روز بیت اللہ شریف کے گرد طواف میں مصروف رہی۔ پھر حکم ربانی سے اس کا رخ جودی پہاڑ کی طرف ہوگیا۔ جہاں جا کر ٹھہر گئی۔ یہ پہاڑ موصل کے علاقہ میں واقع ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ج:2، ص:447)

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کا زمانہ

علامہ طاہر کردی نے تورات اور بعض تواریخ کے حوالہ جات سے سیدنا آدم علیہ

Marfat.com

السلام اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام تک کا زمانہ حسب ذیل بیان کیا ہے۔ اگرچہ یہ یقینی نہیں تخمینی ہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے وصال کے (126) سال بعد حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ سیدنا نوح علیہ السلام کے (890) سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ گویا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی وفات سے 60 سال قبل پیدا ہو چکے تھے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی ولادت (600) سال بعد طوفان آیا تھا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت (290) سال قبل طوفان کا زمانہ بنتا ہے۔ طوفان نوح آنے کے (400) سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف تعمیر کیا۔ اسی حساب سے تعمیر کعبہ کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر 110 سال اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر 20 سال تھی۔ آپ علیہ السلام کے وصال کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر کتنی تھی اس میں تین اقوال ہیں۔

(1)175 سال

(2)190 سال

(3)200 سال

(تاریخ القویم: ج:19 تا 23)

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام فلسطین سے مکہ معظمہ میں مقیم اپنی بیوی اور فرزند دل بند کی ملاقات کے لئے حکم خداوندی سے براق پر سوار ہو کر گاہے گاہے تشریف لاتے رہتے تھے۔ مگر اب کی بار یہ تاریخی اور آخری سفر آپ نے عظیم وجلیل مشن کی تکمیل کے لئے اختیار فرمایا تھا۔ یہ یادگار سفر اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعمیر کے سلسلہ میں تھا۔ اس وقت سیدنا اسماعیل علیہ السلام بیس سال کی عمر مبارک کو پہنچ چکے تھے۔ جب پدر بزرگوار کا ورود مسعود محمود ہوا۔ تو وہ زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے

Marfat.com

بیٹھے تیر بنا رہے تھے۔ ایک طویل مدت کے بعد والد گرامی قدر کا چہرہ پر ضیاء کا دیدار ان کے لئے نوید مسیحا ثابت ہوا۔ جوش مسرت میں والد محترم سے بغل گیر ہو گئے اور انتہائی تعظیم و تکریم سے خوش آمدید کہا۔

باہمی راز و نیاز کی گفت و شنید کے بعد سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گوہر مقصود سے تسلیم و رضا کے پیکر فرزند ارجمند کو آگاہ فرمایا کہ مجھے بیت اللہ شریف کی تعمیر کا عظیم الشان کام سونپا گیا ہے۔ ادا شناس نبوت بیٹے نے اطاع و تضرع سے عرض کیا کہ ارشاد ربانی کی تعمیر آپ کے شایان شان نہیں ہے۔ آپ اس کی تکمیل میں جلدی سے کام لیں۔ ارشاد ہوا جان پدر! اس عظیم منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانا تنہا میرے بس کا روگ نہیں۔ تمہیں بھی میرا دست و بازو بننا ہو گا۔ فرماں بردار بیٹے نے عرض کیا۔ سو جان سے فدا ہوں جو بھی ارشاد ہو سر تسلیم خم ہے۔

تب عظمت اسلام کے تابندہ نگیں اور شوکت و جلالت کے آفتاب و مہتاب اپنے اشتراک عمل سے خانہ خدا کی تعمیر پر کمر بستہ ہو گئے۔ یہ ایسی مقدس یادیں ہیں جن سے ایک مہکتا ہوا گلستان نبوت اور سرسبز شاداب چمن زار رسالت وابستہ ہے جہاں باران رحمت خداوندی سے سدا بہار پھول قیامت تک اپنا جوبن اور نکھار دکھاتے رہیں گے۔

چنانچہ دو نبیوں کے مقدس ہاتھوں اس عظیم المرتبت اور ذی شان گھر کی تعمیر کا پروگرام طے ہو گیا لیکن یہ حقیقت ابھی منکشف نہیں ہوئی تھی کہ بیت اللہ کا حدود اربعہ کتنا ہو گا؟ کون سی دیوار کتنی طویل اور کون سا گوشہ کتنا عریض ہو گا۔ امتدادِ زمانہ اور سیلاب وغیرہ نے اس قدیم نشانات کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔ اگرچہ لوگ اس بات سے آشنا تھے کہ اس مقام پر بیت اللہ تھا۔ اسی لئے بیمار مظلوم، فریادی زمین کے گوشے گوشے سے یہاں آتے اور ان کی دعا مقبولیت بھی نصیب ہوتی تھی بلکہ حج کے لئے بھی آتے تھے۔ مگر جگہ کی صحیح تعیین کسی کو بھی معلوم نہیں تھی۔ قدرت خداوندی سے ان معزز معماروں کی رہنمائی کے لئے اچانک ایک بدلی نمودار ہوئی جس سے یہ صدا آ رہی تھی کہ جس قدر طول و عرض

Marfat.com

اس بدلی کے سایہ کا ہے اسی قدر جگہ میں بیت اللہ کی بنیادوں پر دیواریں کھڑی کریں۔ اس میں کمی بیشی نہ ہونے پائے۔

بعض روایات میں مذکور ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے بنیادوں کی نشاندہی کی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مجسم ہوا آئی جس کا نام ''ریح الخجوج'' تھا اس نے بیت اللہ کی جگہ کے گرد طواف کر کے اس کی حدود کو واضح کیا تھا۔ اس وقت یہ جگہ ایک ابھرے ہوئے سرخ ٹیلے کی شکل میں تھی اور یہی بنائے آدم علیہ السلام یا آپ علیہ السلام پر اتارے گئے سرخ یاقوت کے خیمہ کا مقام تھا۔ خلیل اللہ علیہ السلام اور ذبیح اللہ علیہ السلام نے اس جگہ کھدوائی کر دی اور کچھ دیر بعد وہ قدیم بنیادیں ظاہر ہو گئیں جن پر انہوں نے تعمیر کی تکمیل کرنی تھی۔ اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام مزدوروں کے بھیس میں پتھر لانے کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ مٹی کے گارا یا چونے کی مدد کے بغیر ہی پتھر پر پتھر جوڑتے چلے جا رہے تھے۔ وہ پتھر اس قدر بڑے اور وزنی تھے کہ تیس آدمی مل کر بھی بمشکل اٹھا سکتے تھے۔ اس تعمیر میں کام آنے والے پتھر پانچ مختلف پہاڑوں سے ملائکہ عظام لائے تھے۔ طور سینا اور طور زیتا یہ دونوں پہاڑ بیت المقدس کے پہاڑوں میں سے ہیں۔ کوہ لبنان کوہ جودی اور کوہ حراء، بنیادوں میں کوہ حرا کے پتھر استعمال ہوئے۔ جب دیواروں کی بلندی کچھ زیادہ ہو گئی اور پتھر لگانے میں دشواری کا سامنا ہونے لگا تو سید ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چہیتے مزدور سے فرمایا کوئی ایسا پتھر تلاش کرو جس پر کھڑے ہو کر تعمیر کی تکمیل بسہولت ہو جائے۔ چنانچہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نظر انتخاب جس پتھر پر پڑی وہی یادگار پتھر تھا جسے قرآن میں مقام ابراہیم کے مبارک اعزاز سے نوازا گیا اور یہ وہی پتھر تھا جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی زوجہ مکرمہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سر دھوتے وقت ان کے پاؤں کے نیچے رکھا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس پتھر کو پاڑ بنا کر تعمیر میں مشغول ہو گئے۔ اس پتھر نے مزاج کی سنگینی اور سختی کے باوجود آپ کے نقش پا کا اس قدر گہرا اثر قبول کیا کہ زمانہ کے حوادثات بھی اسے نہ مٹا

Marfat.com

سکے۔ جس جگہ پتھر پر کھڑے ہو کر آپ تعمیر فرماتے رہے وہاں پاؤں مبارک کے ٹخنوں تک گہرے نقوش نصب ہو گئے جن کا نظارہ آج بھی مسلمانان عالم بچشم خود کر رہے ہیں۔

جب دیواریں کچھ اونچی ہو گئیں تو آپ نے فرزند ارجمند کو ارشاد فرمایا کہ کوئی عمدہ سا پتھر تلاش کر لاؤ جسے یہاں ایک کونے میں نصب کر دیا جائے جو طواف کرنے والوں کے لئے ایک امتیازی نشان بن جائے۔ حسب حکم سیدنا اسماعیل علیہ السلام جب پتھر لے کر آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس جگہ کی رونق ایک ایسا پتھر بن چکا ہے جس کی روشنی شرقاً غرباً شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی ہے۔

عرض کرنے لگے ابا جان یہ پتھر کون لایا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا جان پدر یہ جبرائیل علیہ السلام جنت سے لائے ہیں۔ موجودہ حطیم والی جگہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی بھیڑ بکریاں باندھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی۔ اسے بھی کعبہ شریف میں شامل کر لیا۔ مشرق کی جانب زمین کے برابر ایک دروازہ رکھا جس کی نہ تو چوکھٹ تھی اور نہ ہی کواڑ، دروازہ کے اندر دائیں جانب ساڑھے چار فٹ گہرا ایک کنواں بنایا جس میں کعبۃ اللہ پر چڑھائی جانے والی نذر و نیاز کا خزانہ جمع کیا جاتا تھا۔ یہ فقید المثال اور عدیم النظیر مکان چھت کے بغیر ہی تھا جس کی دیواریں مٹی گارے کے بغیر پتھروں پر پتھر رکھ کر بنائی گئی تھیں۔

(تفسیر کبیر ج:1، ص:473)

بخاری شریف میں اختصار کے ساتھ مرقوم ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو چاہ زمزم کے پیچھے تیر بناتے ہوئے پایا۔ انہیں بتایا کہ مجھے بارگاہ ایزدی سے بیت اللہ کی تعمیر کا حکم ہوا ہے۔ فرماں بردار بیٹے نے عرض کیا آپ حکم ربانی کی اطاعت کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تمہیں بھی میرے ساتھ تعاون کا حکم دیا گیا ہے۔ عرض کرنے لگے: میں حاضر ہوں۔

Marfat.com

چنانچہ حضرت خلیل علیہ السلام نے تعمیر شروع کر دی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر دینے لگے۔ کام کے دوران دونوں باپ بیٹا بارگاہ خداوندی میں یہ دعا بھی کرتے رہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

دیواریں جب بلند ہو گئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پتھر لگانے میں دشواری محسوس کرنے لگے تو ایک پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر مکمل کی۔

(بخاری شریف: ج:1،ص:476)

قدوۃ المؤرخین امام ازرقی ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام آرمینیا سے براق پر مکہ تشریف لائے۔ ان کے ساتھ سکینہ تھی جس کا منہ بھی تھا وہ کلام کرتی تھی اور ان کے ساتھ فرشتہ بھی تھا جو انہیں بیت اللہ کی جگہ کی نشاندہی کرتا تھا۔ جب آپ مکہ معظمہ پہنچے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جب کہ ان کی عمر بیس سال کی تھی اور ان کی والدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا تھا اور ان کی قبر حجر یعنی حطیم میں بنائی گئی تھی۔ آپ علیہ السلام نے بیٹے کو حکم خداوندی سے آگاہ کیا۔ بیٹے نے دریافت کیا کہ کعبہ کس جگہ بنایا جائے گا تو فرشتے نے جگہ بتادی پھر دونوں باپ بیٹا بنیادیں کھودنے لگے۔ ان کے ساتھ تیسرا کوئی بھی معاون نہیں تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کھدائی کرتے ہوئے ان بنیادوں تک پہنچ گئے جو سیدنا آدم علیہ السلام نے بنائی تھی تو بڑے بڑے وزنی پتھر پائے جنہیں میں آدمی مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ (اخبار مکہ: ص:30)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر بیت اللہ کی پیمائش حسب ذیل ارقام فرمائی گئی۔

مشرق میں

حجر اسود سے رکن عراقی تک: 32 ذراع۔ 48 فٹ یعنی 14 میٹر 33 سینٹی میٹر

شمال میں

Marfat.com

رکن عراقی سے رکن شامی تک۔22 ذراع۔33 فٹ یعنی 10 میٹر

مغرب میں

رکن شامی سے رکن یمانی تک۔31 ذراع۔½46 فٹ یعنی 13 میٹر 58 سینٹی میٹر

جنوب میں

رکن یمانی سے حجر اسود تک۔20 ذراع۔30 فٹ یعنی 9 میٹر 15 سینٹی میٹر

دیواروں کی بلندی

9 ذراع ½13 فٹ یعنی 4 میٹر 10 سینٹی میٹر اور چوڑائی 2 ذراع تقریباً 3 فٹ

(اخبار مکہ:31)

سرخ ٹیلہ

جس وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ شریف تعمیر کرنے کا حکم ملا تو آپ علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کی نشاندہی کے مطابق سرخ ٹیلہ پر کعبہ شریف تعمیر کیا تھا۔ اس وقت کعبہ شریف ٹیلہ پر بلند جگہ تھا اور اس کے چاروں طرف زمین پست تھی۔ یہ مقدس گھر سیلاب کے دسترس سے محفوظ تھا لیکن چار ہزار سال گزر جانے کے بعد کیفیت اس کے بالکل برعکس ہو چکی تھی کہ کعبہ شریف نشیب میں واقع ہے جب کہ اس کے چاروں طرف راستے اور زمین خاصی بلند ہے۔ اس طویل عرصہ میں سیلاب پہاڑوں کی چوٹیوں دامنوں اور اطراف سے مٹی اور بڑی بڑی چٹانیں بہا کر اس نشیبی جگہ میں برابر جمع کرتا رہا چونکہ اس کے نکالنے اور راستہ صاف کرنے کا انتظام نہیں تھا جس کے باعث نشیب و فراز اور بلندی پستی میں تبدیل ہوگئی۔

جس کے نتیجہ میں آج سے چار سو سال پہلے جس وقت سیلاب کی گزرگاہ حرم شریف سے شمالاً جنوباً باب الزیادہ اور باب الاجہاد کی طرف تھی تو سیلاب مسلسل مٹی اور پتھر بہا کر مسفلہ کی طرف جمع کرتا رہا گویا کہ دس سال کے عرصہ میں اوسطاً ایک مرتبہ سیلاب آتا رہا

Marfat.com

جس سے راستے اونچے اور حرم شریف کی زمین پست ہوگئی حتیٰ کہ باب ابراہیم کی طرف سے حرم شریف میں داخل ہونے کے لئے پندرہ سیڑھیاں چڑھ کر دروازہ تک پہنچنا ہوتا تھا۔

علامہ طاہر کردی فرماتے ہیں۔

(1300) ہجری تک سیڑیاں مٹی میں دب چکی تھیں جبکہ سات باہر باقی تھیں جن پر چڑھ کر لوگ اندر داخل ہوتے ہیں۔

یہ جملہ اموال آج سے کافی عرصہ پہلے کے ہیں۔ اس وقت باہر صرف دو سیڑھیاں رہ گئی تھیں اور باقی سب مٹی میں دب چکی ہیں اور دروازہ کے اندر صحن تک جانے کے لئے تیرہ سیڑھیاں اترنا پڑتا ہے۔ شعبان 1366ھ میں جب باب الزیادہ کے سامنے فرش بنایا گیا جو مٹی، بجری اور سیمنٹ سے تیار کیا گیا تھا جس سے پانچ سیڑھیاں اور بھی دب گئیں اور اس طرح صرف دو باقی رہ گئیں جن پر چڑھ کر لوگ حرم شریف کے دروازہ تک پہنچتے تھے۔ (تاریخ القویم: ج:3، ص:49، 50)

یہ واقعات تو کافی زمانہ پہلے کے بیان کئے گئے ہیں لیکن سعودی حکومت نے جب حرم شریف کے توسیع اور سڑکوں کو کشادہ کیا تو باہر کی سطح اور بھی بلند ہوگئی۔ اس طرح مذکورہ بالا دروازہ کے علاوہ تمام دروازوں کے باہر صرف تین سیڑھیاں رہ گئی ہیں۔ ان پر چڑھ کر دروازہ تک پہنچ کر پھر دو متفرق جگہوں سے آٹھ سیڑھیاں اتر کر صحن حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے۔

حج کا اعلان

سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اب آپ لوگوں میں اعلان کریں کہ وہ بیت اللہ شریف کا حج کرنے کو آئیں۔ آپ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! یہاں تو دور دور تک انسانی آبادی کا نام و نشان نہیں ہے۔ یہ تو جنگل اور چٹیل میدان ہے اور جہاں آبادی ہے وہاں تک میں اپنی

Marfat.com

نحیف آواز کیسے پہنچا سکتا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔

"علیك الاذان وعلی البلاغ"

آپ کے ذمے صرف اعلان کرنا ہے۔ سب میں اسے پہنچانا اور پھیلانا ہماری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام مقام ابراہیم پر کھڑے ہو گئے اور وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس قدر بلند ہو گیا کہ جبل ابی قبیس کی بلندی بھی اس کے سامنے ہیچ تھی۔ بعض روایات کے مطابق جبل ابی قبیس یا کوہ صفا پر کھڑے ہو کر اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر دائیں بائیں اور شرقاً غرباً بلند آواز سے اعلان فرمایا۔

"اے لوگو! پروردگار عالم نے اپنا گھر بنایا ہے لہٰذا تم اس کا حج کرنے کے لئے آؤ۔"

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس آواز کو زمین و آسمان کی تمام مخلوق نے سنا۔ یہ صدا چار دانگ عالم میں گونج گئی۔ نہ صرف دنیا میں موجود انسانوں کے کانوں تک یہ دلربا اور ایمان افروز آواز پہنچی بلکہ عورتوں کے ارحام اور مردوں کے اصلاب میں بھی جو بچے تھے اور جو قیامت تک پیدا ہونے والے تھے بطور معجزہ ان سب تک یہ آواز پہنچا دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے جس کی قسمت میں اس مبارک گھر کی زیارت سے مشرف ہونا لکھا تھا۔ ان سب نے اس آواز پر لبیک کہا جس کے مقدر میں دو مرتبہ حج کی سعادت تھی اس نے دو دفعہ اور جس کی قسمت میں تین یا اس سے بھی زادہ دفعہ اس نعمت غیر مترقبہ سے مشرف بار ہونا مقدر تھا۔ اس نے اتنی ہی مرتبہ لبیک کہا۔ یہاں تک کہ درختوں، پتھروں، پہاڑوں اور ہر ایک چیز نے اس آواز پر لبیک کہا۔ لیکن جن لوگوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر لبیک نہیں کہا وہ شومئی قسمت اور اپنی بدبختی کے باعث حج کی لازوال نعمت سے محروم رہے۔ (روح المعانی: ج:9، ص:143)

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حج

وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

حج کے اعلان عام کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی مذکورہ بالا دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور بیت الحرام کا حکم دیا۔ جبرائیل علیہ السلام کی رہنمائی میں آپ علیہ السلام نے پہلے کعبہ شریف کا طواف کیا پھر صفا مروہ کے درمیان سعی کی۔ بعدازاں منیٰ کو تشریف لے گئے۔ آپ علیہ السلام جب مقام عقبہ کے قریب ایک درخت کے پاس پہنچے تو شیطان سامنے آ کھڑا ہوا۔ آپ علیہ السلام نے سات کنکریوں سے اس کی تواضع کی اور ہر ایک کنکری مارتے وقت تکبیر پڑھتے جاتے تھے۔ وہاں سے شیطان غائب ہو کر تھوڑی دیر بعد جمرۂ ثانیہ کے پاس راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ آپ علیہ السلام نے پھر تکبیر کہتے ہوئے سات کنکریاں ماریں۔ وہ خبیث وہاں سے بھاگ کر تیسرے جمرہ کے پاس پھر سامنے آ گیا۔ وہاں بھی تکبیر کے ساتھ سات کنکریاں ماریں۔ بالآخر اسے اپنی بے بسی کا یقین ہو گیا اور وہ ذلیل و خوار ہو کر روپوش ہو گیا۔ آپ علیہ السلام چلتے چلتے میدان عرفات میں پہنچ گئے۔ جسے اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ اوصاف کے مطابق پا کر آپ علیہ السلام نے پہچان لیا۔ اسی وجہ سے اس میدان کو عرفات کہا جاتا ہے۔ دن بھر وہاں ٹھہرنے کے بعد شام ڈھلے مزدلفہ کے قریب پہنچ گئے۔ رات وہاں بسر فرمائی اور صبح وہاں سے منیٰ تشریف لے گئے اور جن تین مقامات پر شیطان دکھا دیا تھا وہاں سات سات کنکریاں ماریں اور منیٰ میں قیام کیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ ارکان حج ادا کرنے کے بعد منیٰ کے مقام پر بھی حجامت بنائی جائے گی۔ آخر الامر ارکان حج سے فارغ ہو کر وطن واپس تشریف لے گئے۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اختیار کردہ طریقہ کے مطابق اسلام نے بھی مناسک حج ادا کرنے کا حکم دیا۔ گویا انہیں بنیادوں پر اسلام کی عمارت کھڑی کی گئی۔ (فتح الباری، ج:3، ص:344)

علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل روایات نقل کی ہیں۔

Marfat.com

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کی تعمیر سے فارغ ہو کر اس کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو نفل ادا کیے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ علیہ السلام کو صفا مروہ کی سعی کرائی۔ پھر منیٰ اور مزدلفہ میں لے گئے۔ منیٰ میں تین جگہ شیطان نظر آیا تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام سے کہا کہ تکبیر کے ساتھ اسے سات کنکریاں مار دیں۔ بعد میں آپ علیہ السلام عرفات تشریف لے گئے۔

(معجم البلدان: ج:7، ص:258)

امام ازرقی رحمۃ اللہ علیہ ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور قبیلہ بنو جرہم کے جو مسلمان وہاں موجود تھے ان سب کی معیت میں ارکان حج ادا فرمائے۔ آپ علیہ السلام نے منیٰ میں ظہر عصر مغرب عشاء اور دوسرے دن صبح کی نماز ادا فرمائی۔ اور جب سورج طلوع ہو گیا تو آپ علیہ السلام عرفات میں تشریف لے گئے۔ وہاں مسجد نمرہ کی جگہ قیام فرمایا اور ظہر و عصر جماعت کے ساتھ اکٹھی مسجد ابراہیم والی جگہ ادا فرمائی اور پھر موقف کی طرف تشریف لے گئے۔ موقف وہ مقام ہے جہاں امام کھڑا ہوتا ہے پھر جب سورج غروب ہو گیا تو آپ علیہ السلام نے مزدلفہ میں قدم رنجہ فرمایا۔ وہاں مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھی ادا کیں۔ اگلے روز صبح صادق کے بعد نماز با جماعت ادا فرمائی پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ کو روانہ ہو گئے اور وہاں رمی کی مناسک حج سے فراغت کے بعد آپ علیہ السلام اپنے وطن ملک شام تشریف لے گئے اور وہیں وصال فرمایا۔ (اخبار مکہ: 36)

جرہم اور عمالقہ کی تعمیر

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ عمارت کعبہ جب منہدم ہو گئی تو پھر بنو جرہم نے اسے از سر نو تعمیر کیا۔ مگر جب وہ بھی منہدم ہو گئی تو عمالقہ نے اسے بنایا۔ (اعلام الاعلام: 42)

مورخین کے درمیان اس امر میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ کعبہ شریف کی تعمیر

Marfat.com

پہلے عمالقہ نے کی یا جرہم نے۔

مؤرخ شہر علامہ ازرقی عمالقہ کی تعمیر جرہم سے پہلے بیان فرماتے ہیں۔ اسی طرح علامہ طبری نے اپنی کتاب ''القریٰ'' میں اسی قول کو اختیار کیا ہے جب کہ امام فاکہی جرہم کی تعمیر عمالقہ سے پہلے ہونے کے قائل ہیں۔

امام تقی الدین فاسی بھی اس کے مؤید ہیں۔

چونکہ دونوں قومیں ہم عصر تھیں اور ان کے مابین مدتوں زبردست جنگ و جدال کا سلسلہ جاری رہا جس کے باعث مؤرخین ان کی تعمیر کے تقدیم و تاخیر میں مختلف فیہ ہیں۔

(اعلام الاعلام ص:42)

علامہ طاہر کردی فرماتے ہیں

واقعات اور قرائن سے جرہم کی تعمیر عمالقہ سے پہلے ثابت ہوتی ہے۔ جرہم ہی مکہ معظمہ میں پہلے قیام پذیر ہوئے اور پھر انہی میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے شادی کی تھی۔ (تاریخ القویم: ج:3،ص:128)

قصی بن کلاب کی تعمیر

جب قصی بن کلاب کی حکومت مستحکم ہوگئی تو اس نے قریش کو جمع کر کے کعبہ شریف کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ قریش نے اس غرض کے لئے معقول رقم جمع کر لی اور کعبہ شریف کی قدیم بوسیدہ عمارت کو منہدم کر کے تعمیر نو شروع کر دی اس سے پہلے کعبہ شریف کی چھت نہیں تھی۔ انہوں نے کھجور کے تختوں اور ٹہنیوں کی چھت بنائی اور دیوار میں 25 ذراع۔ 637 انچ یعنی 11 میٹر 43 سینٹی میٹر اونچی بنائیں۔ اس سے پہلے لوگ کعبہ شریف کے گرداگرد خیموں میں رہائش پذیر تھے۔ قصی نے کعبہ شریف کے چاروں طرف صحن چھوڑ کر قریش سے مکانات بنوائے۔ ہر دو مکانات کے بعد راستہ چھوڑا گیا۔ اس طرح وہ خالی جگہ صحن اور مطاف کے طور پر استعمال ہونے لگی۔

(دائرۃ المعارف: ج:8،ص:142)

Marfat.com

جب قصی نے تعمیر کعبہ کے لئے سامان اور خرچہ جمع کر لیا تو کعبہ شریف منہدم کر کے نئی تعمیر شروع کر دی۔ انہوں نے اس قدر مضبوط اور عمدہ کام کر دیا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ چھت کھجور کی لکڑی اور شاخوں سے بنوائی۔ قریش میں قصی پہلا آدمی ہے جسے کعبہ شریف تعمیر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً 130 سال پہلے اس کی حکومت قائم ہوئی تھی۔ (تاریخ التقویم: ج:3، ص:129)

قریش کی تعمیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پانچ سال قبل قریش نے کعبہ شریف کی تعمیر کا پروگرام بنایا۔ تعمیر کی ضرورت کئی وجوہ سے درپیش تھی جس کی تفصیلات محدثین اور مورخین حسب ذیل ارقام فرماتے ہیں۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ

(1) بیت اللہ شریف شہر کے نشیبی علاقہ میں واقع ہونے کی وجہ سے بارش کا پانی سیلاب بن کر حرم محترم میں داخل ہو جاتا اور عہد کہنہ کی اس یادگار عمارت کو نقصان پہنچاتا۔ پھر کعبہ شریف کی دیواریں بھی قد آدم کے برابر اونچی تھیں اور اس کے اردگرد کوئی حصار یا چاردیواری بھی نہیں تھی جو پانی کے لئے رکاوٹ بنتی۔ بالائی حصہ میں بند باندھ کر سیلاب کی روک تھام کی کوشش تو کی گئی مگر وہ کارگر ثابت نہ ہوئی۔ بند بھی سیلاب کی نذر ہو گیا۔ سیلاب کے باعث قریب تھا کہ دیواریں گر جائیں۔

(2) امتداد زمانہ اور مرور ادوار کے باعث بیت اللہ شریف کی دیواریں بے حد بوسیدہ ہو کر آثار قدیمہ کی تصویر پیش کر رہی تھیں اور زبان حال سے اپنی خستہ حالی کی فریاد کناں تھیں۔ چنانچہ قریش نے نئی تعمیر کا پروگرام بنایا جس میں اس کی چھت بنانے کا منصوبہ بھی شامل تھا۔

(3) اسی زمانہ میں کعبہ شریف کا خزانہ جس میں سونے کا ہرن، بیش بہا قیمتی موتی اور

Marfat.com

جواہرات تھے۔ چوری ہو گیا۔ مسروقہ مال ملیح بن عمرو الخزاعی جو ایک آزاد کردہ غلام تھا کے گھر سے برآمد ہوا۔ چوری کے الزام میں قریش نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اگرچہ بعد میں تحقیق و تفتیش میں اصل مجرم حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف ہوا جسے سزا کے طور پر دس سال کے لئے شہر بدر کر دیا گیا۔

(4) امام زہری سے روایت ہے کہ

ایک عورت بیت اللہ شریف کو باخور جو ایک خوشبو ہے کی دھونی دے رہی تھی کہ ایک شرارہ اڑ کر بیت اللہ کے غلاف پر جا پڑا جس سے آگ بھڑک اٹھی غلاف جل کر خاکستر ہو گیا اور کعبہ شریف کی دیواریں بھی جھلس گئیں۔ (فتح الباری: ج:3، ص:345)

ان اسباب وعوامل کے باعث قریش نے بیت اللہ شریف کی تعمیر جدید کا منصوبہ بنایا اور پورے عزم تا بجزم سے اس کارِ خیر کی انجام دہی پر کمر بستہ ہو گئے اور تائید غیبی کے طور پر چند ایسے واقعات رونما ہوئے جو ان کے اس عظیم پروگرام کی تکمیل کے لئے مدد و معاون بن گئے۔

بیت اللہ شریف کے خزانہ والے کنویں پر ایک اژدھا نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا جس کا سر بکری کے بچے کے سر جتنا موٹا اور پیٹ سفید تھا۔ یہ تقریباً پانچ سو سال سے براجمان تھا جس کے خوف اور دہشت سے کسی کو عمارت مسمار کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی تھی۔ ایک دن حسب معمول دیوار پر بیٹھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا پرندہ ''النسر'' (النسر گدھ جسے کرگس بھی کہتے ہیں) بھیجا جس کی پیٹھ کالی پیٹ سفید اور پاؤں زرد تھے جس نے جھپٹا مار کر اژدھا کو اپنے پنجوں میں دبوچ لیا اور گرفت مضبوط کر کے اڑا۔ اس طرح تعمیر کے راستہ میں یہ رکاوٹ رک گئی۔ اس واقعہ سے قریش نے یہ فال نکالا کہ ہمارے پروگرام سے رب کعبہ راضی ہے اور اس کی مشیت اسی میں ہے کہ ہم یہ کام کر گزریں۔

(عمدۃ القاری: ج:9، ص:217)

حسن اتفاق سے انہی دنوں ایک رومی تاجر کا مال بردار جہاز طوفان کے باعث

Marfat.com

شعیبہ (حجاز کی قدیم بندرگاہ تھی بعد میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جدہ کی بندرگاہ قائم فرمائی تھی) کے ساحل سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا تھا۔ یہ جہاز قیصر روم کا تھا۔ اس میں لوہا، عمارتی لکڑی اور سنگ مرمر لدا ہوا تھا جسے باقوم نامی تاجر ایک گرجے کی تعمیر کے لئے جارہا تھا۔

قریش نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ولید بن مغیرہ کو ایک وفد کے ساتھ لکڑی خریدنے جدہ بھیج دیا۔ (فتح الباری: ج:3،ص:345)

باقوم کون تھا؟

اس کے متعلق چند روایات ہیں۔ مثلاً یہ تاجر تھا، مکہ کا رہنے والا ایک غلام تھا۔ اس قسم کی آراء پیش کر رہا ہوں۔

علامہ قطب الدین لکھتے ہیں

باقوم مکہ معظمہ کا ایک قبطی معمار تھا جس نے کعبہ شریف کی چھت بنانے کے لئے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ (اعلام الاعلام: ص:50)

ابن عینیہ کی روایت ہے کہ

باقوم رومی تاجر کا جہاز تباہ ہوا تھا جس کی لکڑی قریش نے کعبہ شریف کی چھت کے لئے خریدی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ باقوم سعید بن العاصی کا مولیٰ تھا جس نے کعبہ شریف تعمیر کیا تھا۔

علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے رجال کو ثقہ بیان کرتے ہیں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ تاجر اور معمار دونوں کا نام باقوم ہو۔ ایک نے دیوار بنائی اور دوسرے نے چھت۔

ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ

جب باقوم رومی تاجر کا جہاز تباہ ہوگیا تو اس نے قریش کو لکڑی اور دوسرا سامان خریدنے کی پیشکش کی تھی۔ (زرقانی ج:1،ص:203)

Marfat.com

علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں کہ

زمانہ قدیم کا یہ ایک رومی معمار تھا جو عدن کے سال پر کام کرتا تھا۔ مذکورہ جہاز میں وہ بھی سوار تھا۔ یہ اپنے فن میں اس قدر ماہر تھا کہ چہار دانگ عالم میں اس کا نام روشن تھا۔ جب جہاز کو حادثہ پیش آیا اور قریش لکڑی اور دوسرا سامان خریدنے شعیبہ گئے تو باقوم کو بھی اپنے ساتھ مکہ معظمہ آنے کی دعوت دی اور کعبہ شریف تعمیر کرنے کی پیشکش بھی کی۔ چنانچہ وہ ان کی درخواست پر مکہ معظمہ آیا اور کعبہ شریف کی تعمیر میں اپنے فن کا مظاہرہ دکھایا۔ جب دیواریں چھت تک بلند ہوگئیں تو اس نے دریافت کیا کہ چھت قبہ نما بنائی جائے یا ہموار؟ قریش نے کہا کہ اللہ پاک کے گھر کی چھت ہموار بنایئے۔

(تاریخ القویم: ج:3،ص:146)

قریش نے پہلے سے ہی پتھروں کی تراش خراش کر کے ذخیرہ کر رکھا تھا۔

اب ان کے دل مسرور اور طبیعتیں ہشاش بشاش تھیں کہ ان کا پروگرام اللہ تعالیٰ کے عین مطابق ہے۔ لکڑی مضبوط اور عمدہ قسم کی دستیاب ہوگئی۔ پتھر بھی موجود تھے اور سانپ کی آفت سے بھی نجات مل گئی۔ اس لئے وہ اب بیت اللہ کی قدیم اور بوسیدہ عمارت منہدم کر کے اسے جدت اور مضبوطی کے ساتھ تعمیر کرنے کے لئے پوری طرح مستعد تھے۔ جب تعمیری اخراجات کے لئے فنڈ جمع کرنے لگے تو ابو وھب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدہ کا ماموں تھا۔ قریش سے کہا کہ اس مقدس تعمیر میں ہر شخص اپنی حلال طیب کمائی میں سے خرچ کرے۔ اس میں حرام مال، زنا کاری، سودی، بیوپار اور ظلم وستم سے حاصل کردہ رقم ہرگز خرچ نہ کی جائے۔

ایک روایت میں یہ قول ولید بن مغیرہ کی طرف بھی منسوب ہے۔

جب تمام انتظامات مکمل ہوگئے تو بیت اللہ شریف منہدم اور تعمیر کرنے کے لئے مختلف قبائل کے درمیان حصے بانٹ دیئے گئے تاکہ حسد عداوت یا سابقت کے امکانات باقی نہ رہیں اور تمام قبائل برابری کے درجہ میں پوری لگن اور تندہی سے اس عظیم الشان

Marfat.com

کام سے عہدہ برآ ہوسکیں۔(فتح الباری:ج،3،ص:345)

حصص کی تقسیم اس طرح کی گئی تھی۔

حجر اسود سے رکن عراقی تک دروازہ کا حصہ بنو عبد مناف اور بنو زھرہ بنائیں۔حجر اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ بنو مخزوم اور بنو تمیم تعمیر کریں اور قریش کے دیگر قبائل بھی ان کا ساتھ دیں۔

رکن یمانی اور رکن عراقی کا درمیانی حصہ بنو جمح اور بنو سہم کو ملا۔

حطیم کی جانب والی دیوار بنو عبدالدار بن قصی، بن اسد بن عبدالعزیٰ اور بنو عدی بن کعب کے حصہ میں آئی۔

کسی آدمی کو بھی بیت اللہ شریف کی دیواریں گرانے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔سب کے ہاتھ لرزاں اور دل خائف تھے۔بالآخر ولید بن مغیرہ نے جرأت کی اور کدال لے کر دیوار پر چڑھ کر کہنے لگا:

''اے رب کعبہ تو دانا و بینا ہے ہمارا ارادہ قطعاً برا نہیں۔ہم تیرے مقدس گھر کو ویران کرنے کی ناپاک جسارت ہرگز نہیں کررہے بلکہ اس کی آبادکاری تحفظ اور استحکام چاہتے ہیں۔''

یہ کہہ کر اس نے رکن یمانی کا درمیانی حصہ گرانا شروع کردیا۔مگر قریش کے دل ابھی تک خوف زدہ تھے۔وہ کہنے لگے،رات بھر انتظار کرنا چاہئے۔اگر اس کام سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوکر ولید بن مغیرہ پر کوئی آفت نازل کرتا ہے تو ہم ان اکھڑے ہوئے پتھروں کو وہیں نصب کردیں گے اور اپنے عزم سے باز آجائیں گے اور اگر رات خیر و عافیت سے گزر جائے اور کوئی ناخوشگوار واقع رونما نہ ہو تو پھر یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء کے عین مطابق ہے پھر ہم سب مل کر اپنے کام میں مشغول ہوجائیں۔چنانچہ جب رات امن و امان سے گزر گئی تو صبح کے وقت تمام قبائل نے جمع ہوکر قدیم دیواروں کو مسمار کرنا شروع کردیا۔یہاں تک کہ سیدنا ابراہیم علیہ

Marfat.com

السلام کی بنیادیں ظاہر ہوگئیں۔انہیں بھی اکھیڑنے کی کوشش تو کی گئی مگر ایک زبردست زلزلہ بپا ہوگیا۔جس سے خوف زدہ ہوکر ان بنیادوں کو جوں توں رہنے دیا گیا اور انہیں یقین ہوگیا کہ ان بنیادوں کو اکھیڑنا مشیت ایزدی کے خلاف ہے۔بہر حال ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے حصہ کی تعمیر میں منہمک ہوگیا۔(فتح الباری: ج:3،ص:346)

اس متبرک تعمیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بنفس نفیس شریک دوسرے حضرات کے ساتھ پتھر اٹھانے میں برابر حصہ لے رہے تھے۔ پتھر اٹھانے سے آپ کا کندھا مبارک بھی متاثر ہوگیا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ جس طرح دوسرے لوگوں نے اپنی ازار بند کی چادریں کندھوں پر رکھ لی ہیں تاکہ پتھر اٹھانے میں سہولت ہو اسی طرح آپ بھی چادر کندھے پر رکھ لیں (ان لوگوں کے نزدیک ستر پوشی کوئی زیادہ ضروری نہیں تھی) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر رکھنے کی دیر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہوکر زمین پر تشریف لے آئے اور سکتہ طاری ہوگیا۔آنکھیں پتھرا گئیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ستر پوشی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوش میں آگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بے اختیار ازاری، ازاری کی آواز آرہی تھی۔

(بخاری شریف: ج 1،ص:215)

تمام قبائل تعمیر کے مقدس کام میں پوری طرح یک جہتی سے معروف بحسن وخوبی تیز رفتاری سے کام انجام دے رہے تھے لیکن جب حجر اسود کے نصب کرنے کا وقت آیا تو قریش شدید اختلاف کا شکار ہوگئے۔ہر ایک قبیلہ خواہش مند تھا کہ یہ خدمت اس کے ہاتھوں انجام پائے۔یہ شرف اور اعزاز اسے نصیب ہو۔یہ نزاع اس قدر بڑھا کہ جنگ کی شکل اختیار ہوگئی۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں سونت لی گئیں اور ہر قبیلہ کٹ مرنے پر تیار ہوگیا۔عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تو کسی برتن میں خون بھر کر اس میں انگلیاں ڈبو لیتا تھا۔اس موقع پر بھی بنی عبدالدار اور بنی عدی

Marfat.com

نے لگن میں خون بھر کر اس میں ہاتھ ڈبو کر حلف اٹھایا کہ ہم سب جان تو دے سکتے ہیں مگر حجر اسود کسی دوسرے کو نصب نہیں کرنے دیں گے۔ چار پانچ دن اسی کشمکش میں گزر گئے اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ آخر حالات کی سنگینی اور موقع کی نزاکت کے پیش نظر اس گتھی کو سلجھانے کے لئے قریش حرم شریف میں جمع ہوئے ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار تھا تجویز پیش کی کہ کل صبح حرم شریف میں جو آدمی بھی سب سے پہلے داخل ہوا اسے حکم بنالیا جائے۔ وہ جو بھی فیصلہ کرے تمام قبائل اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اس تجویز کو اتفاق رائے سے پذیرائی بخشی گئی۔

چنانچہ اگلے روز علی الصبح معززین قریش موقع پر پہنچے لیکن قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھئے کہ صبح لوگوں کی نظریں جس ہستی پر پڑیں وہ جمال جہاں آرا چہرۂ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

"ھذا الامین رضیناہ"

کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ لوگوں کے چہرے مسرت و انبساط سے پھول کی طرح کھل گئے لیکن آپ کی شان رحمت للعالمین یہ کب گوارا کر سکتی کہ وہ اس شرف سے تنہا بہرہ اندوز ہوں۔ آپ نے تمام قبائل سے ایک ایک نمائندہ لے لیا اور چادر بچھا کر اپنے دست اطہر سے حجر اسود اس میں رکھا اور ارشاد فرمایا کہ تمام سردار چادر کے کونے تھام لیں اور اوپر اٹھائیں جب اس کے نصب کرنے والی جگہ تک لایا گیا تو آپ نے اپنے دست حق پرست سے اس کی جگہ اسے نصب فرما دیا۔ اس طرح اس فاضلانہ اور دانش مندانہ ترکیب سے ایک خون ریز جنگ کا انسداد بھی ہو گیا اور آپ کی عظمت و جلالت کا سکہ بھی قریش کے دلوں میں بیٹھ گیا اور وہ لوگ آپ کو "الامین" کے مبارک لقب سے پکارنے لگے۔ (فتح الباری: ج:3، ص:345)

قریش نے ایک طرف تو تعمیر بیت اللہ کا سنہری کارنامہ انجام دیا اور دوسری طرف بعض نے ناپسندیدہ اور قابل صد نفرین کام بھی کئے۔ جن سے عمارت ابراہیمی کی ہیبت

Marfat.com

بھی تبدیلی ہوگئی۔ اگرچہ انہوں نے کسی مجبوری کے تحت حطیم کا حصہ کعبہ شریف سے جدا کیا تھا مگر آج تک عمارت ابراہیمی اپنی اصلی حالت سے محروم ہے۔ قریش نے تعمیری فنڈ کے لئے حلال مال کو جو کڑی شرط عائد کی تھی۔ جمع شدہ فنڈ تعمیری ضروریات کے لئے ناکافی ثابت ہوا۔ اس فنڈ سے کعبہ شریف کی عمارت کا مکمل ہونا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے کچھ حصہ چھوڑ کر دیواریں کھڑی کرنے کا فیصلہ ہوا۔ ان کا خیال تھا کہ جب کبھی حلال طیب مال جمع ہوجائے گا تو اس باقی ماندہ جگہ کو بھی شامل کرلیں گے مگر وہ ایسا نہ کر سکے اور جو جگہ چھوڑی تھی اس کے گرد چھوٹی سی دیوار بنادی۔ اس حصہ کا نام حطیم یا حجر اسماعیل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج:1، ص:180)

قریش نے ایک انتہائی قبیح جدت یہ بھی کی کہ کعبہ شریف کے اندر دیواروں پر چھت کے اندر اور ستونوں پر انبیاء علیہم السلام، ملائکہ عظام کی تصویریں اور بیل بوٹے بنائے۔ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا بت بنا کر اس کے ہاتھ میں تیر دیئے۔

علاوہ ازیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے بت بھی بنائے جن سے کعبہ شریف کی تطہیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمائی تھی۔

قریش نے تعمیر کے وقت کعبہ شریف میں معلق زیورات، قیمتی سامان، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دینہ کے سینگ، جو مغربی دیوار میں آویزاں تھے جن پر لوگ خوشبو لگایا کرتے تھے اور کعبہ شریف کا خزانہ یہ تمام اشیاء ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی کے گھر میں محفوظ کردی تھیں۔ ہبل کا بت جو خزانہ کعبہ کے کنویں پر نصب تھا اسے نکال کر مقام ابراہیم کے قریب نصب کیا تعمیر سے ہوکر یہ تمام چیزیں اپنی اپنی جگہ لوٹادی گئیں۔ (البدایہ والنہایہ ج:5، ص:155)

تعمیر قریش کی خاص باتیں

(۱) تعمیر ابراہیمی علیہ السلام میں دروازہ زمین کے برابر تھا۔ قریش نے قدآدم اونچا کر دیا تاکہ ان کی مرضی ومنشاء اور اجازت کے بغیر کوئی آدمی کعبہ شریف میں داخل نہ

Marfat.com

ہو سکے۔

(2) تعمیر ابراہیمی علیہ السلام میں چھت نہیں تھی۔ قریش نے مضبوط اور عمدہ لکڑی کی چھت بنوائی۔

(3) تعمیرِ ابراہیمی علیہ السلام میں دیواریں 9 ذراع (13 فٹ 6 انچ یعنی 4 میٹر 11 سینٹی میٹر) اونچی تھیں۔ مگر قریش نے 9 ذراع کا مزید اضافہ کر دیا جس سے کل بلندی 18 ذراع (37 فٹ یعنی 9 میٹر 28 سینٹی میٹر) ہو گئی تھیں۔

(4) تعمیر ابراہیمی علیہ السلام میں کعبہ شریف مستطیل مکان کی شکل میں تھا جبکہ قریش نے حطیم کا حصہ 6 ذراع اور ایک بالشت چھوڑ کو تقریباً مربع شکل بنایا۔

(5) تعمیر ابراہیمی علیہ السلام چار کونوں میں رکن تھے جن کا استلام کیا جاتا تھا لیکن قریش نے دو رکن کم کر دیئے جس کے باعث صرف رکن حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام باقی رہ گیا۔

(6) اس سے پہلے کعبہ شریف کا پرنالہ نہیں تھا قریش نے چھت کے ساتھ یہ نامہ بھی بنایا جس کا پانی حطیم میں گرنے لگا۔

(7) کعبہ شریف کا مضبوط دروازہ بنوایا اور چابی تالہ کا انتظام بھی کیا۔

(8) قریش نے سب سے پہلے تراشیدہ اور بنائے ہوئے پتھروں سے کعبہ شریف کی تعمیر کی۔

(9) قریش نے چھت کے سہارے کے لئے کعبہ شریف کے اندر تین تین ستونوں کی دو قطاروں میں چھ ستون بنائے جبکہ اس سے پہلے نہ چھت تھی اور نہ ستون۔

(10) انہوں نے چھت پر چڑھنے کے لئے کعبہ شریف کے اندر رکن عراقی کی جانب لکڑی کا زینہ بھی بنایا۔

(11) قریش کی تعمیر میں دیواروں کی چنائی پتھروں اور لکڑی کی مشترکہ ردوں سے ہوئی۔ ایک ردہ پتھر کا اور ایک لکڑی کا بنایا گیا۔

Marfat.com

ردوں کی مجموعی تعداد (31) تھی جس میں سولہ پتھر کے اور 15 لکڑی کے تھے۔

(اعلام الاعلام: ص: 52)

قریش کی تعمیر کعبہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار ناپسندیدگی

قریش کی تعمیر کے وقت اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شامل تھے مگر قریش نے تعمیری منصوبہ اپنے سرداروں کی کابینہ میں پاس کیا تھا جس سے روگردانی اور انحراف ناممکنات میں سے تھا نہ تو انہیں کسی کی تنقید گوارا تھی اور نہ ہی ان کے تیار کردہ پروگرام میں کوئی تبدیلی کی جرأت کر سکتا تھا۔ قریش نے تعمیری خدوخال اپنے صوابدید کے مطابق وضع کیے نہ تو انہیں آثار ابراہیمی کی بقا مقصود تھی اور نہ ہی اس معاملے میں مشیت ایزدی کے طلب گار تھے۔ حالات کی نزاکت اور سنگینی کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت ہی میں بہتری سمجھی لیکن اس واقعہ کے پانچ برس بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلعت نبوت سے نوازے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حساس دل میں ابراہیمی بنیادوں میں تبدیلی اور قریش کی من چاہی جدت کانٹے کی طرح کھٹکنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کرب واضطراب کا گاہے بگاہے اپنی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ حبیبہ حبیب خدا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے استفسار کیا۔

"بیت اللہ کا دروازہ اس قدر بلند کس مصلحت کے پیش نظر رکھا گیا؟ اور یہ کمان کی مانند دار دیوار (حطیم) اس کی حقیقت کیا ہے؟"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عائشہ (رضی اللہ عنہا) تیری قوم نے اتنا بلند دروازہ اس غرض سے رکھا کہ کعبہ شریف میں داخلہ ان کی چاہت کا مرہون منت رہے وہ جسے چاہیں کعبہ شریف میں داخل ہونے کا اجازت نامہ جاری کریں اور جس سے نہ بنتی ہو اسے اس سعادت سے محروم رکھیں۔

علاوہ ازیں حطیم کی ہلال نما دیوار، یہ حصہ بھی کعبہ شریف میں شامل تھا۔ مگر تیری قوم

Marfat.com

نے جب اسے تعمیر کیا تو حلال مال سے جمع شدہ سرمایہ جواب دے گیا اور وہ اس حصہ کو کعبہ شریف کی چار دیواری میں شامل کر کے مسقّف نہ بنا سکے اور یونہی اس کی خمدار حد بندی کر دی۔ عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اگر تیری قوم کا زمانۂ جاہلیت قریب نہ ہوتا اور مجھے ان کے انکار اور باہمی تصادم کا خوف بھی نہ ہوتا (ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں) تو میں اس حصہ کو ضرور بیت اللہ میں داخل کر دیتا۔ اس کا دروازہ زمین کے برابر بنا دیتا۔ بلکہ اس کے دروازے ایک مشرق اور ایک مغرب میں بنا دیتا جس سے ہر آدمی بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کی سعادت سے بسہولت مشرف بار ہو سکتا۔

(بخاری شریف: ج:1، ص:215)

قریش کا بیت اللہ کو قواعد ابراہیمی سے گھٹانا

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غم گسار کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا

"عائشہ (رضی اللہ عنہا) کیا تو نہیں دیکھتی کہ جب تیری قوم نے بیت اللہ شریف تعمیر کیا تو اسے قواعد ابراہیمی سے گھٹا دیا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں۔

اے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اسے بڑھا کر اصل بنا کے مطابق کر دیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اگر تیری قوم کا ایمان تازہ اور کفر قریب نہ ہوتا تو میں ایسا کر گزرتا۔

(مسلم شریف: ج:1، ص:429

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قلق کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

"عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت قریب نہ ہوتا تو میں کعبہ شریف کے خزانہ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا اور دروازہ زمین کی سطح کے برابر کر دیتا۔ بلکہ اس کے دو دروازے بناتا۔ ایک اندر جانے کا اور دوسرا باہر آنے کا اور حطیم کا چھ ذراع (تقریباً نو فٹ) کا ٹکڑا بیت اللہ

Marfat.com

شریف میں داخل کر دیتا''۔ (مسلم شریف: ج:1،ص:429)

لیکن نامساعد حالات، مذہبی، ملکی سیاسی اور اقتصادی امور کی طرف توجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کی تکمیل میں حائل رہی اور ابراہیمی بنیادوں کی تبدیلی کا درد دل میں لئے بیت اللہ کو اپنی ہیئت پر چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بعد میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کو پورا کر دیا تھا جن کی تفصیل آگے ذکر کرتا ہوں۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد مکرم کا اسم گرامی زبیر تھا، باپ بیٹا دونوں صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا جن کا لقب ذات النطاقین تھا او خالہ حبیبہ حبیب خدا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں آپ کی ولادت ہجرت کے دس ماہ بعد مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ ہجرت کے بعد مسلمان مہاجرین میں سب سے پہلے انہی کی ولادت ہوئی جس سے تمام مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی کیونکہ اتنے عرصے میں کسی بھی مہاجر مسلمان کے گھر اولاد نہ ہونے کی وجہ سے یہ چرچا ہونے لگا تھا کہ یہودیوں نے جادو کر دیا ہے۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالی اور عبداللہ نام تجویز فرمایا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بے حد نیک، متقی، رحم دل اور شجاعت کے مالک تھے۔ صائم الدھر اور قائم اللیل تھے۔ بڑی لمبی نماز پڑھتے اور اکثر روزے رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لئے اپنی راتوں کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک رات نماز میں ساری رات قیام میں گزار دیتے۔ ایک رات اتنا لمبا رکوع ہوتا کہ اسی حالت میں صبح ہو جاتی۔ ایک رات سجدہ اس قدر طویل ہوتا کہ صبح تک سجدہ سے سر نہیں

Marfat.com

اٹھاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تینتیس احادیث روایت کی ہیں۔

تعمیر بیت اللہ کی وجوہات

قریش کی تعمیر بیت اللہ کے بعد ابھی ایک صدی بھی نہیں گزرنے پائی تھی کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لئے تعمیر کی خدمت انجام دینا ناگزیر ہوگیا۔ وہ کون سے اسباب وعلل تھے جن کے باعث آپ رضی اللہ عنہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا؟ احادیث، تاریخ اور سیر کی کتابوں میں ان کی تفصیلات حسب ذیل بیان کی گئی ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے کانوں میں تعمیر کعبہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی صدا گونج رہی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کے ایمانی جذبات اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے انگڑائیاں لے رہے تھے مگر ابھی اس ساعت نیک اختر کا انتظار تھا جو حالات اور اسباب کو ان کے حق میں سازگار اور مدد ومعاون بنادے۔

چنانچہ امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ''عائشہ! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت قریب نہ ہوتا تو میں بیت اللہ شریف کو منہدم کردینے کا حکم دیتا اور جن چیزوں کو قریش نے کعبہ سے نکال دیا ہے انہیں دوبارہ اس میں شامل کردیتا (یعنی حطیم اور بنیادوں کا آدھا حصہ) اور دروازہ کو زمین کے برابر کر دیتا اور اس کے دروازے بناتا ایک مشرق کی طرف دوسرا مغرب کی جانب۔ اس طرح میں ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق تعمیر کرتا۔ (بخاری شریف ج:1، ص:215)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اگر تیری قوم کے عہد شریک قریب نہ ہوتا تو میں ضرور کعبہ

Marfat.com

شریف کو منہدم کر کے دروازہ کو زمین کے برابر کر دیتا۔ مشرق اور مغرب میں دو دروازے بناتا اور حطیم کی جانب سے چھ ہاتھ جگہ کعبہ شریف میں شامل کر دیتا کیونکہ قریش نے جب بیت اللہ شریف کی تعمیر کی تو یہ چھ ہاتھ جگہ چھوڑ دی تھی۔ (مسلم: ج: 1، ص: 430)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اگر تیری قوم کا زمانہ کفر قریب نہ ہوتا تو میں بیت اللہ کو گرا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں کے مطابق اسے تعمیر کرتا۔ کیونکہ قریش نے اس کی بنیادوں میں کمی کر دی ہے اور میں اس کی پشت کی دیوار میں بھی ایک دروازہ بناتا۔

(بخاری شریف: ج: 1، ص: 415)

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور چاہت کے مطابق کعبہ شریف کو تعمیر کرنے کا عزم رکھتے تھے مگر ہنوز اس سلسلہ میں کوئی اقدام نہیں کر پائے تھے کہ ایک ایسا دل دوز میں واقعہ پیش آیا جس کے بعد تعمیر کرنا ناگزیر ہو گیا۔ محدثین اور مورخین نے اس کی تفصیلات اس طرح بیان کی ہیں۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

> یزید نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کے لوگوں سے اپنی بیعت لینے اور بیعت سے انکار کرنے والوں سے جنگ کرنے کے لئے جس لشکر کو بھیجا تھا اس کا سپہ سالار مسلمہ بن عقبہ تھا جس نے مدینہ طیبہ کو زیر نگیں کرنے کے بعد مکہ مکرمہ کا رخ کیا لیکن راستہ میں "ابوا" کے مقام پر اسے موت نے آلیا جب اس نے زندگی کا چراغ گل ہوتے دیکھا تو حصین بن نمیر کو اپنی فوج میں قائم مقام بنا دیا۔ حصین بن نمیر 26 محرم 64ھ کو مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا جہاں اہل مکہ اور حجاز کے لوگوں کو جو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ بیعت کر چکے تھے۔ یزید کی بیعت کرنے کی دعوت دی لیکن جب ان کی طرف سے انکار ہوا تو مخالفین کے مابین جنگ چھڑ گئی۔ دن بھر جنگ کرنے کے بعد

Marfat.com

رات کے وقت شامی فوجوں نے جبل ابی قبیس اور جب قعیقعان پر منجنیقیں نصب کر لیں اور شب و روز خانہ کعبہ پر سنگ باری شروع کر دی۔ محرم کے بقیہ دن اور صفر کا پورا مہینہ حتیٰ کہ تین ربیع الاول تک یہ حالت قائم رہی۔ شامیوں نے کعبہ پر آگ برسائی جس سے چھت اور پردے جل گئے۔ اس دوران کوئی آدمی طواف نہ کر سکا۔

(تاریخ ابن خلدون ج:2 عنوان مکہ کا محاصرہ)

محاصرہ کے باعث حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں نے کعبہ معظمہ کے گرداگرد خیمے لگا لئے تا کہ حرم شریف کے باعث شامی فوج کے حملہ سے پناہ مل جائے۔ لیکن ان کی توقعات کے خلاف شامی فوج نے انہیں نشانہ بنانے کے ساتھ ساتھ کعبہ شریف کو بھی نشانہ بنالیا۔

محدثین عظام اور مؤرخین اس بات پر تو متفق نظر آتے ہیں کہ یزید کی فوج نے کعبہ شریف پر سنگ باری کی تھی جس کے باعث کعبہ شریف کو شدید نقصان پہنچا۔ اگر چہ ان کا مقصود بالذات کعبہ شریف نہیں بلکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی فوج کو نشانہ بنانا تھا۔ البتہ مورخین اس بات میں مختلف الآراء ہیں کہ کعبہ شریف کو آگ لگانے کی ذمہ داری کس فریق پر عائد ہوتی ہے۔ اکثر محدثین اور مؤرخین اس کا ذمہ دار شامی فوج کو ٹھہراتے ہیں جب کہ بعض روایات سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اصحاب پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں

یزید بن معاویہ کے زمانہ میں جب اہل شام نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا اور بیت اللہ شریف جل گیا تو انہوں نے جو کچھ کرنا تھا سو کیا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیت اللہ کو اسی حال پر چھوڑ دیا تا کہ جب لوگ موسم حج میں آئیں گے تو اہل شام کو لعن طعن کریں گے۔ چنانچہ جب لوگ حج کو آئے تو

Marfat.com

ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ان سے مشورہ طلب کیا کہ تمام دیواریں منہدم کر کے نئے سرے سے تعمیر کی جائیں یا صرف اصلاح اور مرمت کر دی جائے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رائے پیش کی صرف مرمت ہی سے کام چلایا جائے۔ شکستہ دیواروں کو بنایا جائے اور جو کھڑی ہیں انہیں اپنے حال پر چھوڑا جائے۔

مگر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس سے اختلاف کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ اگر (خدا نہ کرے) تم میں سے کسی کا مکان نذر آتش ہو جائے تو کیا وہ مرمت و پیوند کاری ہی پر اکتفا کرے گا؟ یا اسے مکمل طور پر نیا بنائے گا۔ پھر بیت اللہ کے متعلق تمہارا کیا فیصلہ ہے؟

اچھا میں تین دن تک اپنے رب سے استخارہ کروں گا جو بھی صورت سمجھ میں آئے گی اسے اختیار کروں گا۔ تین دن بعد آپ رضی اللہ عنہ نے باقی ماندہ دیواریں توڑ کر نئی تعمیر کا فیصلہ فرمایا لیکن کعبہ شریف کے گرانے کی کسی کو ہمت نہیں پڑتی تھی۔ سب کے دل خائف تھے۔ انہیں ڈر تھا کہ جو آدمی بھی اسے توڑنے کے لئے دیوار پر چڑھے گا وہ عذاب خداوندی کا شکار ہو جائے گا۔ بالآخر ایک آدمی جرأت کر کے دیوار پر چڑھ گیا اور گرانا شروع کر دیا۔ باقی تمام لوگوں نے جب دیکھا کہ اسے کوئی گزند نہیں پہنچا تو ان کی بھی ہمت بلند ہوگئی اور وہ بھی اس کام میں شریک ہو گئے اور زمین کی سطح تک دیواریں گرا دیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیت اللہ کے گرد لکڑی کے چار ستون کھڑے کئے اور کپڑے کا پردہ بنا دیا تاکہ کعبہ جیسی ہیئت بن جائے اور لوگ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہیں۔ جب کام شروع ہونے لگا تو ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو یہ بیان فرماتے سنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے کفر کا زمانہ قریب نہ ہوتا اور میرے پاس خرچ کرنے کو خزانہ

Marfat.com

بھی ہوتا جس سے نئی تعمیر کی جا سکتی کی جا سکتی تو میں حطیم میں سے پانچ ہاتھ جگہ بیت اللہ شریف میں ضرور داخل کر دیتا اور دروازہ بنا دیتا۔ ایک داخل ہونے کے لئے اور دوسرا باہر جانے کے لئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے! اب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے خزانہ بھی موجود ہے اور لوگوں کا زمانہ کفر بھی قریب نہ رہا۔ یہ خوف بھی زائل ہو چکا ہے۔ اب کوئی وجہ نہیں کہ رحمت دارین صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا پوری نہ کروں۔

بہر حال حطیم کی جانب سے پانچ ہاتھ شامل کر کے بنیادیں کھودی جا رہی تھیں تو پہلی بنیادیں ظاہر ہو گئیں۔ جنہیں معززین شہر علماء وصلحاء نے اپنی آنکھوں سے دیکھا پھر انہی پر عمارت تعمیر کی گئی۔ قریش نے کعبہ شریف کی بلندی 18 ذراع تقریباً 27 فٹ رکھی تھی۔ اب کی بار اس میں 10 ذراع تقریباً 15 فٹ کا اور اضافہ کر دیا گیا کیونکہ جب حطیم کا حصہ شامل کر دیا گیا اور دو دروازے مشرق میں اندر داخل ہونے کے لئے اور مغرب میں باہر جانے کے لئے بنائے۔ (مسلم شریف: ج: 1 ص: 430)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(1) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عطا بن ابی رباح سے روایت کی ہے کہ جب یزید کے زمانے میں شامی فوجیوں نے مکہ پر حملہ کیا اور بیت اللہ شریف جل گیا انہوں نے جو کچھ کرنا تھا سو کیا۔

(2) امام فاکہی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ مکہ میں یزید بن رومان وغیرہ سے روایت کرتے ہیں جب اہل شام نے کعبہ شریف کو جلا دیا اور منجنیق سے سنگ باری کی تو کعبہ شریف گر گیا۔

(3) امام ابن سعد نے طبقات میں ابی حارث بن زمعہ سے روایت کی ہے کہ حصین بن نمیر کو ربیع الاول 64ھ کو یزید کے مرنے کی اطلاع ملی۔

شامی فوج کی سنگ باری سے بیت اللہ شریف کی دیواریں اوپر سے نیچے تک ہل

Marfat.com

گئیں اور غلاف کعبہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ گیا۔

(4) امام فاکہی رحمۃ اللہ علیہ عثمان بن ساج سے روایت کرتے ہیں۔

جب حصین بن نمیر کی فوج نے مکہ پر چڑھائی کی اس اثناء میں شامی فوجیوں نے باب بنی جمح کے قریب آگ جلائی جب کہ حرم شریف میں کعبہ شریف کے چاروں طرف ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کے خیمے تھے آگ خیموں تک پہنچ گئی۔ حتیٰ کہ کعبہ شریف بھی آگ کی زد میں آ گیا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو آگ لگانے کا ذمہ دار ٹھہرانے لگے۔ آگ کی وجہ سے بیت اللہ شریف کی بنیادیں اس قدر کمزور ہو گئیں کہ اگر دیوار پر پرندہ بھی بیٹھتا تو دیواریں ہل جاتی تھیں۔

امام عبدالرزاق نے مرثد بن شرجیل سے روایت کی ہے کہ

کعبہ شریف اہل شام کے جلانے کی وجہ سے بہت کمزور ہو گیا تھا جسے بعد میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے گرا کر از سر نو تعمیر کیا۔ (فتح الباری، ج 3، ص 345)

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

شامی فوج جو یزید کی طرف سے مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوئی تھی اس نے کعبہ شریف بھی جلا دیا تھا۔ (عمدۃ القاری، ج 9، ص 217)

عبیداللہ بن سعد بیان کرتے ہیں کہ

حصین بن نمیر کی فوج واپس جانے کے بعد میں عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما کے ساتھ حرم شریف میں داخل ہوا جب کہ ان کے ساتھ بہت سے لوگ اور بھی تھے۔ ہم نے دیکھا کہ کعبہ شریف کے پتھر بکھرے پڑے اور جلا ہوا ہے۔ یہ روح فرسا منظر دیکھ کر عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما زار و قطار رو پڑے اور کہنے لگے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ خبر پہلے ہی دے چکے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تم ان کے نواسے کو قتل کرو گے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کو جلا دو گے۔

Marfat.com

آج ہم تمہاری جسارت اور بے باکی کا نظارہ کر رہے ہیں کہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو قتل کیا اور کعبہ جلا دیا۔ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور کسی سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا اور تمہیں آپس میں لڑائے گا۔

عبداللہ بن جعفر الزہری نے اباعون سے دریافت کیا کہ کعبہ شریف میں آتش زنی کا واقعہ کب پیش آیا۔ انہوں نے بتایا کہ بیس ربیع الاول (64ھ) کی شب شامی فوج پر آسمانی بجلی گری اور اس کے بعد بیت اللہ میں آگ لگنے کا واقعہ رونما ہوا۔ ہمارے ایک آدمی مسلم بن ابی خلیفہ المدجی کے ہاتھوں پر حادثہ ہوا ہے۔ اپنے خیموں میں آگ جلا رہے تھے اور ہوا کے سبب چنگاری اڑ کر کعبہ شریف پر جا گری جس سے آگ بھڑک اٹھی۔

عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ

ہم نے کہا تم ہی لوگوں نے بیت اللہ شریف پر سنگ باری کی اور اسے جلا دیا مگر جلانے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔

کعبہ شریف کو حادثہ پیش آنے کے کچھ دیر بعد عروہ بن اذنیہ اپنے والد کے ساتھ حرم میں آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ حجر اسود جھلسا ہوا اور تین جگہ سے تڑکا ہوا تھا۔ یہ دل دوز منظر دیکھ کر لوگوں سے پوچھا کہ یہ حادثہ کیسے رونما ہوا تو انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اصحاب میں سے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اس آدمی نے برچھی کی نوک سے ایک انگارہ اٹھایا جسے ہوا نے اڑا کر کعبہ شریف کے پردے پر گرا دیا جس سے آگ بھڑک اٹھی اور رکن یمانی سے حجر اسود تک جل کر خاک ہو گیا۔

رباح بن مسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

انہوں نے شامی فوجوں کی سنگ باری کا دل سوز منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ جبل ابی قبیس سے منجنیقوں کے ذریعہ اتنی زبردست سنگ باری کی گئی کہ پتھر موسلا دھار بارش کی طرح کعبہ شریف گر رہے تھے۔ غلاف کعبہ کی دھجیاں بکھر

Marfat.com

گئیں اور عورتوں کے دوپٹوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہوا میں اڑ رہا تھا۔ سنگ باری پورے زوروں پر تھی کہ رب ذوالجلال والمنتقم نے عصر کے وقت ان پر آسمانی بجلی گرائی جس سے منجنیق جل کر راکھ ہوگئی اور اٹھارہ آدمی لقمہ اجل بن گئے۔

ابن مرتفع سے روایت ہے کہ

جس وقت کعبہ شریف پر سنگ باری ہو رہی تھی تو ہم حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حطیم میں تھے۔ ہمیں کعبہ شریف سے ایسی خوفناک آواز آ رہی تھی جس طرح مریض درد کی شدت سے آہ وزاری کرتا ہے۔

عثمان بن ساج کہتے ہیں کہ

ہمیں ایک بوڑھی عورت نے بتایا کہ کعبہ شریف کے چاروں طرف خیمے نصب تھے۔ ایک خیمہ میں آگ جلائی جا رہی تھی جس سے خیمہ کو آگ لگ گئی اور اس کے شعلے غلاف کعبہ تک پہنچ گئے جس سے بیت اللہ شریف جل گیا۔

امام موصوف لکھتے ہیں کہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں کے خیمے کعبہ شریف کے چاروں طرف لگے ہوئے تھے جن پر حصین بن نمیر نے جبل ابی قیس اور جبل قعیقعان سے اس قدر سنگ باری کی کہ سورج کی دھوپ میں پتھروں سے سایہ ہو گیا۔ اس اثناء میں کعبہ شریف کا غلاف تار تار ہو کر بکھر گیا۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ایک آدمی نے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان خیمہ اندر آگ جلائی چونکہ اس زمانہ میں حرم بہت تنگ تھا اور ہوا شدید چل رہی تھی جس سے خیمہ کو آگ لگ گئی اور اسی سے غلاف کعبہ نے آگ پکڑ لی اور سارا کعبہ جل کر خاکستر ہو گیا۔ (اخبار مکہ: ص: 137 تا 139)

امام فاکہی لکھتے ہیں کہ

حصین بن نمیر نے اپنا ایک آدمی ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے خیمے جلانے پر مامور کیا

Marfat.com

تھا جس نے رات کے اندھیرے میں ایک شمع روشن کر کے خیمہ کے قریب رکھ دی۔ اس رات تند و تیز ہوا چل رہی تھی جس کی وجہ سے خیمہ کو آگ لگ گئی اور اس سے غلاف کعبہ نے بھی آگ پکڑ لی جس سے غلاف جل گیا دیواریں شدید متاثر ہوئیں اور دنبے کے سینگ بھی جل گئے۔ (اخبار ام القریٰ:ص:19)

امام طبری لکھتے ہیں کہ

3 ربیع الاول 64ھ بروز سوموار شامی فوج نے منجنیق سے کعبہ شریف پر پتھر برسائے اور آگ لگادی۔ (طبری ج:4،واقعات:64ھ)

علامہ طاہر کردی نے تاریخ القویم جلد 4 میں بڑی شرح و بسط سے حوالہ جات سپرد قلم کئے ہیں۔

مگر ہم طوالت کے خوف کی وجہ سے مذکورہ بالا حوالہ جات پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔
بہرحال جب کعبہ شریف نذر آتش ہوا اور منہدم ہو جانے کی جانکاہ حادثہ رونما ہوا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے تین دن تک استخارہ کرنے کے بعد پوری عمارت از سر نو تعمیر کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

آپ کا خیال تھا کہ گارے میں واس جو ایک خاص قسم کی گھاس ہے ملایا جائے مگر انہیں بتایا گیا کہ اس کی ملاوٹ سے مٹی کی گرفت مضبوط نہیں ہوتی۔

بلکہ اس کی بجائے چونا استعمال کرنا چاہئے۔ آپ نے دریافت کیا کہ چونا کہاں سے ملے گا۔ لوگوں نے بتایا یمن کے شہر صنعا میں عمدہ چونا پایا جاتا ہے۔

چنانچہ چارسو (400) دینار کا چونا صنعا سے خریدا گیا اور جب چونا مکہ شریف پہنچ گیا تو اسے چھاننے کا حکم دیا۔

حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے شہر کے اہل علم حضرات سے دریافت کیا کہ قریش نے بیت اللہ شریف کی تعمیر میں جو پتھر استعمال کئے تھے وہ کہاں سے لائے گئے تھے۔ معززین شہر نے بتایا کہ حرا، شبیر، المعطع اور الجندمہ وغیرہ پہاڑوں سے لائے تھے۔

Marfat.com

آپ نے بھی انہیں پہاڑوں سے پتھر منگوائے۔

جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے تو آپ نے دیواریں منہدم کرنے کا پروگرام بنایا۔ مگر اہل مکہ شہر چھوڑ کر منیٰ کی طرف چلے گئے۔ وہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ کہیں کعبہ شریف کی دیواریں گرانے سے عذاب الٰہی نازل نہ ہو جائے لیکن جب کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا تو لوگ مطمئن ہو کر واپس شہر میں لوٹ آئے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر کام کرنے لگے۔ 15 جمادی الثانی 64ھ بروز ہفتہ دیواریں گرانے کا کام شروع ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جو ابھی تک شہر میں واپس نہیں آئے تھے پیغام بھیجا کہ لوگوں کو قبلہ سے محروم نہ رکھا جائے بلکہ کعبہ شریف کے چاروں طرف لکڑیاں نصب کرنے والے کعبہ شریف کی سعادت سے بہرہ یاب ہوتے رہیں۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس مشورہ پر عمل کیا اور پھر تمام دیواریں گرا کر زمین کے برابر کر دیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن بنیادوں پر تعمیر کی تھی وہ ظاہر ہو گئیں۔ ان میں بڑے بڑے وزنی پتھر اس طرح جڑے ہوئے تھے جس طرح انگلیوں میں انگلیاں ڈالی جاتی ہیں۔ (اعلام الاعلام ص:82)

یزید بن رومان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ شریف کی بنیادیں صاف کیں تو میں بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے حطیم میں داخل ہو کر ابراہیمی بنیادوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

اس حدیث کے بیان کرنے والوں میں سے ایک راوی جریر کہتے ہیں

میں نے یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے کہا پھر میں نے قریش کی تعمیر کردہ دیوار کعبہ سے ان بنیادوں کی پیمائش کی تو وہ چھ ذراع کے قریب تھیں۔

(بخاری شریف ج 1، ص 215)

Marfat.com

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق مشرق اور مغرب میں ایک ایک دروازہ زمین کے برابر بنایا۔ مغربی دروازہ رکن یمانی کے قریب ہی شاذروان میں ایک سبز لمبے پتھر پر بنوایا۔ حجر اسود جسے آپ نے دیواریں گراتے وقت نکال کر دیباج کے غلاف میں لپیٹ کر ایک صندوق میں مقفل کر کے شیبہ بن عثمان کے گھر رکھ دیا تھا۔ اسے نصب کرنے کی جگہ پہنچے اور اوپر والے دو پتھروں کو تراش کر ان کے درمیان جگہ بنوائی۔ پھر اپنے بیٹے عباد بن عبداللہ بن زبیر اور جبیر بن شیبہ بن عثمان کو کہا کہ حجر اسود ایک چادر میں رکھ لیں اور جب میں نماز ظہر شروع کر دوں تو تم اسے نصب کر دینا اور فارغ ہو کر تکبیر کہہ دینا تا کہ مجھے معلوم ہو جائے۔ چنانچہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر کی تکبیر تحریمہ کہی تو عباد بن عبداللہ اور جبیر بن شیبہ دارالندوہ سے حجر اسود لے آئے۔ عباد بن عبداللہ نے نصب کیا اور جبیر نے اس میں تعاون کیا۔ جب اسے مضبوطی سے نصب کر لیا تو تکبیر کہی گئی۔ اس دن گرمی بھی اپنے شباب پر تھی۔ اگرچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بڑی طویل نماز پڑھتے تھے مگر اب قدرے تخفیف کر دی اور یہ ترکیب آپ رضی اللہ عنہ نے محض اس لئے اختیار کی کہ قریش کی طرح اب بھی لوگ حجر اسود کے نصب کرنے پر ہنگامہ بپا نہ کر دیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے نیچے اور اوپر چاندی کا خول چڑھا کر خوب مضبوط کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر میں دیواروں کی بلندی 9 ذراع تقریباً 13 فٹ تھی۔ قریش نے مزید اس میں 9 ذراع کا اضافہ کر دیا جس سے بلندی 18 ذراع تقریباً 27 فٹ ہو گئی۔ مگر ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے طول میں بھی اضافہ کیا تھا جس کی بنا پر سابقہ بلندی طول کی نسبت کم تھی۔ اس لئے آپ نے مزید 9 ذراع کا اضافہ کر دیا اور دیواریں 27 ذراع تقریباً ساڑھے 40 فٹ بلند ہو گئیں۔ دیواروں میں کل 27 ردے تھے۔ گویا کہ ہر ایک پتھر ڈیڑھ فٹ اونچا تھا۔ دیواریں تین فٹ چوڑی تھیں۔ قریش نے کعبہ شریف کے اندر چھ ستون بنائے تھے جب کہ آپ نے تین باقی رکھے اور تین ختم کر

Marfat.com

دیئے۔

یہ ستون خالص عود کی بیش بہا قیمتی لکڑی کے تھے جو زرد اور سرخ رنگ کے حسین امتزاج سے مرصع تھے۔ ان کا قطر 30 سینٹی میٹر تھا۔ چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود ان کے نچلے حصے پر مضبوطی اور خوبصورتی کی غرض سے سونے کے پترے چڑھا دیئے گئے تھے اور 1304ھ میں ان کے نچلے حصہ میں دراڑیں پڑ گئی تھیں جنہیں 1314ھ میں میخوں اور ریشہ بندی سے مضبوط کر دیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے یمن کے شہر صنعاء سے نفیس ترین سنگ مرمر جسے ''البلق'' کہا جاتا تھا منگوا کر ایک روشن ذان بنوا کر کعبہ شریف کی چھت میں نصب کرایا۔ قبل ازیں کعبہ شریف کا دروازہ صرف ایک کواڑ کا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو کواڑ والا دروازہ بنایا۔ قریش نے دروازہ زمین سے چھ فٹ اونچا کر دیا تھا جب کہ دروازہ کی انتہاء تک دس ذرع یعنی پندرہ فٹ بلندی تھی۔ آج بھی اس کی بلندی اسی قدر ہے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے مطابق دروازہ زمین کے برابر کر دیا۔ اس کے بالمقابل مغرب میں دوسرا دروازہ بھی بنوایا جس کی بلندی اسی کے برابر تھی۔ چھت پر چڑھنے کے لئے کعبہ شریف کے اندر رکن عراقی کی جانب لکڑی کا زینہ بنوایا۔ کعبہ شریف کی تعمیر سے جو پتھر بچ گئے تھے ان سے حرم شریف یعنی مطاف والی جگہ فرش بنوا دیا جس کی چوڑائی پانچ ذراع تقریباً 7 فٹ 6 انچ تھی۔ جب تعمیر مکمل ہو گئی تو آپ نے مشک اور عنبر کا پلستر کعبہ شریف کے اندر اور باہر کرایا اور قباطی کا غلاف کعبہ شریف کے زیب تن کیا۔

جب تعمیر کا کام بحسن وخوبی تکمیل کو پہنچ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت غیر مترقبہ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے تنعیم سے عمرہ ادا کروں گا۔ جو لوگ میرے ساتھ عمرہ ادا کرنا چاہیں وہ تنعیم پہنچ جائیں۔ 27 رجب 64ھ آپ رضی اللہ عنہ پاپیادہ تنعیم روانہ ہوئے اور بے شمار مسلمانوں نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ وہاں ایک عظیم الشان ضیافت کا انتظام کیا گیا جس میں خود عبداللہ بن

Marfat.com

زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک سو دنبے ذبح کئے اور دوسرے لوگوں نے بھی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جانوروں کی قربانیاں کیں اور عید کی طرح خوشیاں منائیں۔

سب لوگ عمرہ کا احرام باندھ کر حرم شریف میں آئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ چونکہ اس وقت کعبہ شریف سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر مکمل تعمیر کیا گیا تھا۔ اس لئے اس کے چاروں ارکان رکن حجر اسود، رکن عراقی، رکن شامی اور رکن یمانی کا استلام کیا۔ 27 رجب کو یہ عمرہ اہل عرب کے ہاں ایسا پسندیدہ ہوا کہ ہر سال بڑے اہتمام سے کیا جانے لگا اور دروازے مسے لوگ آ کر اس تاریخ تنعیم سے احرام باندھتے اور عمرہ کرتے۔

امام قطب الدین کے بیان کے مطابق 559ھ تک یہ طریقہ جاری رہا۔

(اعلام الاعلام ص:82)

تعمیر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی خصوصیات

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر میں نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(1) کعبہ شریف کے دروازے مشرق اور مغرب میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق بنوائے۔

(2) اس سے پہلے باب کعبہ کا صرف ایک کواڑ تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں دروازے دو دو کواڑ کے بنوائے۔

(3) حطیم کا حصہ جو تعمیر ابراہیمی میں کعبہ شریف میں شامل تھا جسے قریش نے خرچہ کی کمی کے باعث چھوڑ دیا تھا حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش کو پورا کرتے ہوئے اس حصہ کو کعبہ شریف میں شامل کر دیا۔

(4) تعمیر ابراہیمی کے عین مطابق چاروں کونوں میں چار رکن بنائے جن کا استلام ہوتا تھا۔

(5) چھت میں ایک روشن دان بنوایا تا کہ اندر روشنی آ سکے۔

Marfat.com

(6) دیواروں کی چنائی چونا سے کی گئی اور چونا صنعاء (یمن) سے درآمد کیا گیا۔
دیواروں کی بلندی 27 ذراع تقریباً ساڑھے 40 فٹ کر دی۔

(7) کعبہ شریف کے اندر اور باہر دیواروں اور چھت پر کستوری اور عنبر سے خوشبودار پلستر کرایا۔ یہ تمام چیزیں یمن سے خریدی گئیں۔

(8) دیباج یعنی سفید ریشم قباطی یعنی مصری کتان السی سے تیار شدہ باریک نفیس کپڑے کا غلاف چڑھایا۔

(9) قریش نے کعبہ شریف میں پتھر کے چھ ستون بنائے تھے جب کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تین ستون ختم کر دیئے اور تین باقی رکھے جو عود خالص کے بنوائے۔

(10) آپ رضی اللہ عنہ نے حرم شریف کے متصل مکانات اور دار ابی شیبہ کا نصف حصہ دس ہزار دینار میں خرید کر حرم محترم میں شامل کیا۔ (اخبار مکہ: ص: 145)

حجاج بن یوسف کی تعمیر

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی تعمیر کردہ عمارت تقریباً دس سال تک قائم رہی لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب عنان حکومت حجاج بن یوسف کے ہاتھ آئی تو اس نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیت اللہ شریف قریش کی تعمیر کے برعکس نئی وضع سے بنا دیا ہے۔ اگر معززین شہر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کی ہے اور ہم نے ان بنیادوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہے۔ اب آپ حکم فرمائیں کہ کیا کرنا چاہئے۔ خلیفہ نے لکھا کہ چونکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے قریش کی تعمیر میں زیادتی اور اضافہ کر دیا ہے جو ایک غلط اقدام معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس عمارت کا عرض اپنے حال پر چھوڑ کر باقی حصہ منہدم کر کے قریش کی تعمیر کے مطابق بنایا جائے۔

یعنی حطیم والا حصہ الگ کر دیا جائے۔ دوسرا دروازہ بھی بند کر دیا جائے اور مشرقی

Marfat.com

دروازہ قد آدم کے برابر اونچا کیا جائے۔

حجاج نے فرمان شاہی کے مطابق عمل کیا اور ایک بار پھر ابراہیمی بنا کے برعکس قریش کی تعمیر کے مطابق کعبہ شریف بنا دیا۔ حطیم کا حصہ نکال دیا۔ مشرقی دروازہ اونچا کر دیا اور غربی دروازہ بند کر دیا۔ جب کہ سنت ابراہیم اور خواہش مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مطابق تعمیر ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو حاصل تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ موصوف حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بے بہرہ اور بے خبر تھے۔ اسی وجہ سے ایک مرتبہ خلیفہ موصوف نے طواف کرکے دوران ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو سخت سست بھی کہا تھا اور ان کی تعمیر تبدیل کرنے کا حکم دیا تھا۔ خلیفہ نے کہا تھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ام المومنین رضی اللہ عنہ پر اس حدیث کا بہتان باندھا ہے مگر حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ ان کی بات کاٹتے ہوئے فوراً بول پڑے کہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی صداقت کا گواہ ہوں۔ میں نے بھی یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنی ہے۔ یہ سن کر خلیفہ نادم اور پشیمان ہو کر کہنے لگے کہ اگر مجھے اس حدیث کا علم ہوتا تو بیت اللہ شریف کے گرانے کا حکم کبھی نہ دیتا اور ابن زبیر کی تعمیر قائم رکھتا۔

(مسلم شریف ج:1، ص:431)

ایک دفعہ ایک وفد کے ساتھ حارث بن عبداللہ خلیفہ کے پاس آئے۔ دوران گفتگو موصوف نے کہا میرا خیال ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث اپنی خالہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی ہوگی۔ حارث بن عبداللہ نے کہا: ہاں ہاں! ضرور سنی ہوگی۔ یہ حدیث تو میں نے بھی ام المومنین رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

خلیفہ نے سوال کیا کہ تم نے کیا سنا تھا؟

انہوں نے فرمایا ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا۔ عائشہ! تیری قوم نے بیت اللہ کو تنگ کر دیا ہے۔ اگر تیری قوم کا زمانہ شرک قریب نہ ہوتا تو میں نئے سرے سے تعمیر کر کے اس کی کو پورا کر دیتا۔

Marfat.com

عائشہ (رضی اللہ عنہا)! میرے ساتھ چل میں تجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل بنیادیں دکھاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حطیم میں سات ہاتھ اندر کا حصہ بیت اللہ شریف میں شامل تھا اور اس جگہ ابراہیمی بنیادیں تھیں اور میں چاہتا ہوں کہ اس کے دو دروازے ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہو۔ ایک اندر جانے کے لئے اور دوسرا باہر نکلنے کے لئے۔

عائشہ (رضی اللہ عنہا)! تمہیں معلوم ہے تیری قوم نے اتنا اونچا دروازہ کیوں رکھا؟

مجھے تو خبر نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محض اپنی بڑائی، تکبر اور نخوت کی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا ہے تاکہ وہ جسے چاہیں کعبہ شریف میں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں اس سعادت سے محروم رکھیں۔ (سیڑھی کے ذریعے اندر جانا ہوتا تھا اور دروازہ کی کرسی پر دربان بیٹھا تھا) جس آدمی کے اندر داخل ہونے پر وہ خوش نہ ہوں اسے دھکا دے کر نیچے گرا دیتے اور جس کا داخلہ ان کی خواہش کے مطابق ہوتا اس کی دستگیری کرتے۔

عبدالملک نے کہا!

حارث کیا تم نے یہ حدیث خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنی تھی؟

حارث نے اثبات میں جواب دیا تو خلیفہ کچھ دیر تک اپنی لاٹھی پر تکیہ لگائے سوچتے رہے اور پھر فرمایا: اے کاش! میں بیت اللہ کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا اس کے گرانے اور تبدیل کرنے کا فرمان جاری نہ کرتا۔ (مسلم شریف: ج:1، ص:430)

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں

کعبہ شریف کا غربی دروازہ جو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بنوایا تھا اور جسے بعد میں حجاج بن یوسف نے بند کر دیا۔ اس کے نشانات اب بھی بالکل نمایاں نظر آتے ہیں مگر نشانات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ دروازہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے سطح زمین سے اونچا بنایا تھا۔

Marfat.com

اس کے متعلق علامہ ازرقی فرماتے ہیں۔

236ھ میں مجھے کعبہ شریف کے اندر جانا نصیب ہوا اور اندر سے یہ دروازہ دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ دروازہ بند کرتے وقت حجاج نے اسے سامنے والے مشرقی دروازہ کے برابر اور اسی کے مطابق چوڑا اور لمبا کر دیا تھا۔ (فتح الباری ج:3،ص:350)

واللہ اعلم (حالانکہ یہ اس قدر بلند نہیں تھا اور پھر زمین کے برابر تھا)

ولید بن عبدالملک نے خالد بن عبداللہ القسری کو 36 ہزار دینار مرحمت کئے کہ ان کی پلیٹیں بنا کر کعبہ شریف کے دروازہ اور میزاب کعبہ پر چڑھادو اور کعبہ شریف کے اندر جو ستون ہیں ان پر بھی زرکاری کی جائے۔ اسلام میں سب سے پہلے ان ہی نے کعبہ شریف کے دروازہ پہ زرپاشی کی اور کعبہ شریف کی چھت ساگوان کی بنوائی اور ستونوں پر 150 مثقال سونا چڑھایا۔ (اخبار مکہ ص:146)

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ

سیدنا سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے خزانوں میں سے سونا اور چاندی جو "طلیطلہ" ملک اندلس میں تھا ولید بن عبدالملک نے یاقوت اور زبرجد کے ہار اور دیگر خزانہ بڑی بڑی طاقتور اور جسیم خچروں پر لاد کر مکہ مکرمہ پہنچایا اور اس سے بیت اللہ شریف کی تزئین کرائی۔ (روض الانف ج:1،ص:130)

سلطان مراد خان عثمانی کی تعمیر

بیت اللہ شریف زمینی اور آسمانی حوادثات سے صدیوں محفوظ رہا لیکن تقریباً ایک ہزار سال بعد سیلاب کی ستم ظریفی سے زمین بوس ہو گیا جس کی تعمیر جدید کا شرف اللہ تعالیٰ نے سلطان مراد خان کو عنایت فرمایا۔

علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں۔

حجاج بن یوسف نے (74ھ) کعبہ شریف تعمیر کیا۔ اس کے بعد کبھی کبھار اس کی اصلاح و مرمت تو کی جاتی رہی مگر اسے منہدم کر کے نئے سرے سے تعمیر کرنے کی نوبت

Marfat.com

نہیں آئی لیکن اس تعمیر کے 966 سال بعد مکہ مکرمہ میں سخت بارش ہوئی اور زبردست سیلاب آیا جس کے سبب کعبہ شریف منہدم ہو گیا اور 1040ء میں سلطان مراد خان نے پھر اسے تعمیر کیا۔ (تاریخ القویم: ج:3، ص:301)

بدھ کے دن 19 شعبان المعظم 1039ھ کو ایسی موسلادھار بارش ہوئی جس نے حرم شریف، کعبہ شریف اور شہر میں تباہی مچادی۔ کعبہ شریف کی بعض دیواریں زمین بوس ہو جانے کی وجہ سے سلطان موصوف کے لئے بیت اللہ کی تعمیر ناگزیر ہو گئی تھی۔ سلطان موصوف کا زمانہ عصر حاضر کے مؤرخین کے قریب ہونے کے باعث اس کی بیش بہا تعمیری خدمات کو پوری شرح وبسط سے زینت قرطاس بنایا ہے۔

مؤرخین کا بیان ہے۔

19 شعبان بروز بدھ دو بجے صبح (پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق تقریباً 8 بجے صبح) زبردست بارش کا غیر متناہی سلسلہ شروع ہوا جو ظہر اور عصر کے درمیان اور بھی شدت اختیار کر گیا اور ساتھ ہی اولے بھی پڑنے لگے۔ طوفان بادوباراں اگلے روز جمعرات 20 شعبان کو بھی جاری رہا۔ بارش کی شدت کے باعث بدھ کی شام کو ہی تباہ کن سیلاب آ گیا تھا۔ جو اس قدر رہولناک تھا کہ ماضی میں ایسی مثال نہیں ملتی تھی۔

حرم شریف میں سمندر کا سماں تھا۔ باب کعبہ سے پانی اندر داخل ہو کر دیواروں کے نصف تک پہنچ چکا تھا۔ حرم میں پانی اس قدر بلند تھا کہ چھت میں آویزاں قندیلوں (تقریباً دس فٹ) تک پہنچ گیا تھا۔ سیلاب کا پانی لوگوں کے مکانات میں داخل ہو گیا اور بہت سی اشیاء اور سامان بہا کر مسفلہ کی جانب لے گیا۔ اس قیامت خیز بارش اور سیلاب میں ہزاروں قیمتی جانیں بھی تلف ہو گئیں۔ سیلاب رات بھر حرم شریف میں ٹھاٹھیں مارتا رہا۔

علامہ حسین عبداللہ انسانی جانوں کا نقصان ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"مات خلق کثیر من کبیر و صغیر و جلیل و حقیر"

Marfat.com

20 شعبان 1039ھ جمعرات کی شام کعبہ شریف کی شامی دیوار یعنی حطیم کی طرف والی دیوار اور مشرقی اور مغربی دیوار کا بعض حصہ بھی منہدم ہو گیا اور اندر والی سیڑھی بھی گر گئی۔ یہ دل سوز و جاں گداز حادثہ عصر کے بعد رونما ہوا جس کے سبب لوگوں کے دل پریشان ہو گئے۔

''علامہ احمد بن عجلان کا کہنا ہے کہ اولوں کا پانی سخت نمکین اور کڑوا تھا'' جمعرات کی صبح کو مسعود بن ادریس بن حسین امیر مکہ حرم شریف میں آیا اور باب ابراہیم کے تختے کھول دینے کا حکم دیا تاکہ مسفلہ کی جانب تیزی سے نکل جائے۔ اسی شام غروب آفتاب کے قریب کعبہ شریف کی دیواروں کے گرنے کا اندوہناک سانحہ پیش آیا اور یہ روح فرسا خبر امیر کو پہنچی تو وہ گھبرایا ہوا حرم کی طرف چل دیا۔ اس کے ساتھ بہت سے اشراف اور سردار بھی تھے جن میں الشیخ محمد ابن ابی القاسم الشیبی اور دیگر علماء کرام اور صلحاء عظام تھے۔ امیر نے شمع روشن کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ کعبہ شریف کے اندر سے قنادیل اور قیمتی سامان نکال لیا جائے تاکہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ شیخ نے خدام کعبہ میں سے ایک ایسا آدمی اس کام کے لئے مقرر کیا جو سخت بیمار ہونے کی وجہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا (غرض یہ تھی کہ وہ اس خدمت کی انجام دہی کے باعث شفایاب ہو جائے) پھر اس کے ساتھ خدام کی جماعت کعبہ شریف میں تیر کر داخل ہوئی۔ وہ لوگ سونے کی بیس قندیلیں اور ایک ایسی قندیل جو جواہرات سے مرصع تھی۔ علاوہ ازیں خزانہ اور میزاب وغیرہ بھی نکال لائے اور شیخ جلال الدین محمد ابن القاسم الشیبی کے گھر (صفا کے قریب) محفوظ کر دیا۔ ان سب چیزوں کو ایک کمرہ میں بند کر کے سربمہر کر دیا جس پر امیر مکہ اور نائب حرم کی مہر بھی ثبت تھی اور چوکیدار بٹھا دیا۔ یہ تمام کام اسی دن مغرب سے پہلے پہلے مکمل کر لیا اور لوگ مطمئن ہو کر گھروں کو چلے گئے۔

جمعہ کے دن 21 شعبان 1039ھ کو جب سیلاب ختم ہوا تو حرم شریف کی صفائی کرنے کا اعلان کیا گیا۔ چنانچہ امیر مکہ بمعہ سادات و اشراف کے آیا اور بہت سے

Marfat.com

دوسرے ہر جانب سے آ گئے۔ جب مطاف صاف کر دیا گیا تو علامہ فائز بن ظہیرہ القرشی المخزومی خطبہ کے لئے تشریف لائے۔ خطبہ کے بعد لوگوں کی معیت میں مطاف میں نماز جمعہ ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد کعبہ شریف کی دیواروں کے گرے پڑے پتھروں کو اکٹھا کرنا شروع کیا۔ کچھ مصلی حنفی کی جانب اور کچھ باب الاسلام کی طرف منبر شریف کے قریب جمع کئے اور چھوٹے چھوٹے پتھر مقام حنفی اور حاشیہ مطاف کے درمیان جمع کر دیئے۔

اسی دن مصطفیٰ آغا رئیس المشدین صاحب جدہ آیا تو اس سے تعمیر و مرمت کے لئے پانچ سو دینار طلب کئے گئے۔ یہ رقم مکہ مکرمہ 24 شعبان سوموار کے دن پہنچی۔

ہفتہ کے دن 29 شعبان امیر مکہ آیا اور علماء کرام کو جمع کیا۔

مصر سے محمد پاشا البانی کی طرف سے حسین آغا الشاووش بھی تشریف لائے۔ امیر مکہ نے حاضرین علماء کرام سے استفسار کیا کہ پانی وغیرہ خشک ہونے سے پہلے تعمیر شروع کر دی جائے یا کچھ توقف کیا جائے؟ نیز تعمیر کے اخراجات قندیلوں کو فروخت کر کے پورے کئے جائیں یا کسی دوسرے مال سے۔

علماء کرام اس بات پر متفق تھے کہ کعبہ شریف کے مال ہی سے تعمیر کی جائے۔ البتہ اس صورت حال سے سلطان مراد خان کو آگاہ کر دینا چاہئے جو کہ سلطنت عظمیٰ کا والی ہے۔ علماء نے اپنے دستخطوں سے یہ فتویٰ جاری کیا کہ یہ دستاویز لے کر امیر مکہ ایک وفد کے ساتھ سلطان کی طرف روانہ ہو گیا۔

وفد احمد شاووش حسین آغا کی جماعت سے النوری علی یمنی وغیرہ پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ شعبان سوموار کو روانہ ہوئے تاکہ وزیر مصر کو واقعات و حوادثات سے مطلع کیا جائے اور وہ سلطان مراد خان کی صورت حال سے آگاہ کر دے۔ اس عرصہ میں جدہ سے سنجق کی ایک اور رقم پانچ سو دینار کی بھی پہنچ گئی۔ 10 رمضان المبارک تک حرم محترم کو پوری طرح صاف کر دیا گیا۔

Marfat.com

امیر مکہ مسعود نے آدمی بھیجے کہ جدہ سے لکڑی لا کر کعبہ شریف کے چاروں طرف پردہ بنا دیں جس طرح سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے پردہ بنایا تھا تا کہ تعمیر شروع ہونے تک کعبہ شریف کی ہیئت قائم رہے۔ یہ لکڑی رمضان شریف کے آخری دنوں میں پہنچ گئی اور اس سے پردہ بنانا شروع کر دیا گیا۔ یہ کام 26 رمضان شریف جمعرات کے دن شروع ہوا۔ علی بن شمس الدین کاریگر کھجور کے تنوں کی لکڑی کے سروں کو ملا کر کھڑا کر کے کیل لگا دیئے گئے اور مزید مضبوطی کی خاطر رسیوں سے اچھی طرح باندھ دیا گیا۔ یہ کام بروز اتوار 33 شوال پایہ تکمیل کو پہنچا۔

علامہ علی بن عبدالقادر طبری نے یہ نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا۔

قالوا لنا البیت الشریف قد
غدا فی ثوبه الاخضر
ذابر فقلت لهم لا تعجبوا
فانه من حلی الجنان الخضر

جب کعبہ شریف کے حادثہ عظیمہ کی خبر اطراف و اکناف میں پھیلی تو لوگ اس کثرت سے آنے شروع ہو گئے کہ موسم حج کا سا سماں بندھ گیا۔ جب والی مصر محمد پاشا نے یہ بھیڑ دیکھی تو کہنے لگا اگر قسطنطنیہ سے سلطانی قاصد کی آمد کا انتظار کیا جاتا رہا تو ہجوم میں اور بھی زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔ رضوان آغا نے تجربہ کار معمار بھیج دیئے۔ 10 شوال کو قاصد مکہ معظمہ پہنچ کر اطلاع دی کہ آغا رضوان بک معمار متعین کر دیا گیا ہے۔ یہ لوگ 16 شوال کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور الجوفی کے مقام پر جو زاہر کے شہدا کی سبیل ہے، قیام کیا ان کے ساتھ قاضی مدینہ سید محمد آفندی بھی تھے۔ ان کے استقبال کے لئے سید عبدالکریم بن ادریس بن حسن شہر سے باہر گئے پھر 16 ربیع الثانی 1040ھ کو سید محمد آفندی قاضی مدینہ کو کعبہ شریف کی تعمیر کا نگران مقرر کر کے بھیجا گیا جب کہ امیر مسعود علالت کے باعث تھا جب فراش تھا جو دو دن بعد 18 ربیع الثانی کو دار فانی سے رحلت کر

Marfat.com

گیا۔ اس کی جگہ عبداللہ بن حسن بن ابی نمی کا تقرر ہوا۔

21 ربیع الثانی 1040ھ کو اطلاع ملی کہ "غراب بن سویدان" (یہ جہاز کے کپتان کا نام ہے جہاز کا نام) جدہ پہنچ گیا ہے جس میں وافر مقدار میں تعمیری آلات اور سامان ہے۔ 22 ربیع الثانی کو معماروں نے بیت اللہ شریف کے چاروں طرف 6 ذراع (یعنی 3 میٹر 5 سینٹی میٹر) کا فاصلہ چھوڑ کر لکڑی کا ایک اور احاطہ قد آدم اونچا بنایا تا کہ کام کرنے میں لوگ مخل نہ ہوں۔ علاوہ ازیں کعبہ شریف کے چاروں طرف دیواروں کی بلندی تک گوء بنادی گئی جس کی ابتداء مغربی دروازہ سے کی گئی تھی۔

2 جمادی الاوّل کام کا آغاز مطاف کے فرش جو سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا اکھاڑنے سے کیا گیا۔ 10 جمادی الاوّل کو چونا منگوا کر چاہ زمزم کے قریب رکھ دیا گیا۔ 19 جمادی الاوّل جمعہ کے دن امیر مکہ عبداللہ بن حسن، علماء کرام، معززین شہر اور انجینئروں نے جائزہ لینے کے بعد کہا کہ باقی ماندہ دیواریں بھی گرادی جائیں یا موجودہ حالت میں ہی ان پر تعمیر کردی جائے۔ چنانچہ مشرقی دیوار جس میں دروازہ ہے۔ مغربی اور درمیانی دیوار گرانے کا متفقہ فیصلہ ہو گیا۔ 25 جمادی الاوّل ہفتہ کے دن غلاف اتار کر مقام ابراہیم کے چبوترہ پر رکھ دیا گیا اور کعبہ شریف کا دروازہ شیخ حرم سید محمد آفندی کے گھر رکھا گیا۔ یکم ربیع الثانی اتوار کے دن مغربی دیوار گرانے کا کام شروع ہوا۔ سوموار کے دن یمانی دیوار بھی گرادی گئی۔ حجر اسود کے سوا باقی تمام دیوار مکمل طور پر گرادی گئی۔ اس طرح حجر اسود سے نیچے کا حصہ آج بھی سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا تعمیر کردہ موجودہ ہے۔

26 جمادی الثانی 1040ھ کو چنائی شروع ہوئی۔ فرش کعبہ سے منڈیر تک کل 25 ردے بنادیے گئے جن میں استعمال ہونے والے پتھروں کا حجم حسب ذیل تھا۔

پہلا ردہ 60 سینٹی میٹر، دوسرا ردہ 56 سینٹی میٹر، تیسرا ردہ 50 سینٹی میٹر، چوتھا

Marfat.com

پانچواں اور چھٹا 45 سینٹی میٹر، ساتواں آٹھواں اور نواں 43 سینٹی میٹر، دسواں 42 سینٹی میٹر، بارھواں تیرھواں 40 سینٹی میٹر، چودھواں، پندرھواں 37 سینٹی میٹر، سولھواں سترھواں 36 سینٹی میٹر، اٹھارھواں، انیسواں اور بیسواں 22 سینٹی میٹر، اکیسواں، بائیسواں، تیئسواں اور چوبیسواں 36 سینٹی میٹر اور پچیسواں 33 سینٹی میٹر تھا۔

2 ذی الحجہ 1040ھ تقریباً ساڑھے چھ ماہ کی شبانہ روز جدوجہد کے بعد کعبہ شریف کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی۔

(تاریخ الکعبہ عنوان تعمیر سلطان مراد خان، تاریخ القویم ج:3، عنوان تعمیر سلطان مراد خان)

بابِ کعبہ

کعبہ شریف کا دروازہ بھی امتیازی شان کا حامل ہے جس کی زیبائش و آرائش کی ہر دور میں مقدور بھر کوشش کی جاتی رہی۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی تعمیر کے فن میں بیان ہو چکا ہے کہ جو خیمہ آپ علیہ السلام کے لئے آسمان سے اتارا گیا تھا اس کے دو دروازے تھے۔ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب کی طرف، جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر فرمایا تو آپ نے زمین کے برابر مشرق کی طرف دروازہ رکھا لیکن اس میں نہ تو چوکھٹ تھی اور نہ ہی کواڑ۔ تاریخی روایات اس معاملہ میں بہت مختلف پائی جاتی ہیں۔

بعض روایات کے مطابق سب سے پہلے انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام نے دروازہ بنایا اور ایک روایت میں ہے کہ جرہم نے بیت اللہ شریف تعمیر کرتے وقت دروازہ کے طور پر دو بازو بنائے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سلاطین یمن میں سے تبع ثالث نے جو بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زمانہ پہلے گزرا ہے کعبہ شریف کا دروازہ بنایا اور اس پر غلاف بھی چڑھایا۔

علامہ ازرقی، ابن ہشام اور علامہ ابن خلدون نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

علامہ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ شاہ تبع نے دروازہ بنایا اور تالے چابی کا بھی انتظام

Marfat.com

کیا۔(اخبار مکہ:ص:174)

قریش کی تعمیر تک یعنی تقریباً سات سو سال شاہ تبع کا بنایا ہوا دروازہ جو صرف ایک کواڑ تھا قائم رہا پھر جب قریش نے تعمیر کی تو انہوں نے دروازہ کے دو کواڑ بنا دیئے۔ (ایک روایت کے مطابق دو کواڑ کا دروازہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ) نے تعمیر کی تو دروازہ زمین کے برابر کر دیا مگر اس کی لمبائی اتنی ہی رکھی یعنی 6 انچ 16 فٹ لیکن جب حجاج بن یوسف نے اسے تبدیل کیا تو اس کی بلندی پھر 6 ذراع اور ایک بالشت کر دی یعنی تقریباً 9 انچ 9 فٹ۔

194ھ میں خلیفہ امن محمد بن ہارون رشید نے اپنے عامل سالم بن جراح کی طرف 18 ہزار دینار بھیجے کہ ان سے کعبہ شریف کے دروازہ کے نقش و نگار میں اضافہ کر دیا جائے۔ چنانچہ سونے کے قدیم منقش پتروں کو اتار کر ان میں 18 ہزار دینار کا اضافہ کر دیا۔ یہ اضافہ بغیر کسی تغیر و تبدیل کے 218ھ تک قائم رہا۔

219ھ میں وزیر جمال الدین احمد بن علی بن ابی المنصور المعروف جواد نے کعبہ شریف کے لئے دروازہ بھیجا جس پر چاندی سے نقش و نگار کر کے زردوزی بھی کر دی گئی۔ بعدازاں ملک المظفر صاحب یمن نے چاندی کا منقش دروازہ ارسال کیا جس کا وزن 30 سیر تھا۔ 13 ذی القعدہ 733ھ کو اسے اتار کر ملک ناصر محمد بن قلادون کا دروازہ نصب کر دیا گیا جس پر پینتیس ہزار تین سو درہم چاندی سے نقش و نگار کیا گیا تھا۔ دروازہ کے نیچے ملک ناصر کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔

816ھ میں اس کی چاندی تبدیل کی گئی جس میں مزید 192 درہم کا اضافہ کر کے نقش و نگار کیا گیا اور اس پر سونے کا پانی بھی چڑھایا گیا اور اس میں ملک موید کا نام بھی لکھ دیا گیا۔ بعد میں اس کے پترے اکھاڑے جاتے رہے جس کی وجہ سے 961ھ میں سلطان سلیمان خان احمد چلپی ناظر الحرام کو اس کی تجدید کا حکم دیا۔ اس نے باقی ماندہ پترے اتار کر چاندی کا اضافہ کر کے دوبارہ نصب کر لیا لیکن تحصیل المرام میں ہے کہ ملک

Marfat.com

محمد بن قلادون کا دروازہ 953ھ میں سلطان خان کے حکم سے اکھاڑ دیا گیا تھا۔

1045ھ میں سلطان احمد خان کے حکم سے امیر رضوان بک نے سادہ لکڑی کا دروازہ لگایا جس پر صرف سفید سوتی پردہ پڑا ہوا تھا لیکن چند یوم بعد امیر رضوان کے پاس شیخ حرم، گورنر مکہ اور کعبہ کا کلید بردار جمع ہوئے اور باہمی مشورہ کے بعد پہلے دروازہ کی چاندی سے جس کا وزن ستر سیر تھا نئے دروازہ پر نقش و نگار کر دیا اور سلطان مراد خان بن سلطان احمد خان کا نام بھی لکھ دیا گیا۔ 1119ھ میں سلطان احمد خان کے حکم سے اس کی اصلاح اور مرمت کی گئی اور وہ دروازہ 1384ھ تک موجود رہا۔

(تاریخ الکعبہ عنوان باب کعبہ)

علامہ ابراہیم رفعت پاشا نے باب کعبہ کی تجدید و مرمت کی تفصیلات حسب ذیل بیان کی ہیں۔ 550ھ میں جواد وزیر صاحب موصل نے درواز بھیجا۔ جسے 551ھ میں نصب کیا گیا۔ وہ دروازہ سونے سے مرصع اور اس پر خلیفہ المقتفی عباسی کا نام کندہ تھا۔ پھر 659ھ میں جب ملک مظفر صاحب یمن حج کو گیا تو اس کی نگارش میں تیس سیر چاندی کا اضافہ کیا گیا۔ بعد میں ملک ناصر محمد بن قلادون نے ملک مظفر کا دروازہ اتار کر اپنا دروازہ نصب کرایا۔ جس پر 35300 درہم چاندی کے نقش و نگار کیے گئے تھے۔

761ھ میں ملک ناصر حسن نے ساگوان کا دروازہ لگایا۔

766ھ میں تیس ہزار درہم چاندی سے اس پر نقش و نگار کرایا گیا۔

816ھ میں ملک موید نے دو ہزار درہم سونے سے زرنگاری کرائی اور

781ھ میں زین الدین عثمانی نے بھی باب کعبہ اور میزاب رحمت پر سونا چڑھایا تھا۔

961ھ میں سلطان سلیمان خان نے اسے چاندی سے مرصع کرایا۔

964ھ میں پہلا لکڑی کا دروازہ نصب کیا گیا جس میں سیاہ الماس کی تختیاں جو چاندی سے مرصع تھیں لگائی گئیں۔ مزید برآں 2710 اشرفیاں سونا بھی چڑھایا۔

Marfat.com

1045ھ میں سلطان مراد خان نے اس کی جگہ نیا دروازہ نصب کیا جس پر 83 سیر چاندی کا کام کیا گیا تھا۔ پھر اس پر ایک ہزار دینار سونے کا پانی بھی چڑھایا گیا۔

(مراۃ الحرمین ج:1،ص:276 تا 277)

باب کعبہ کھلنے کا روح پرور منظر

قدیم زمانہ میں کعبہ شریف کا دروازہ مختلف اوقات میں کھولا جاتا تھا اور ہر خاص و عام کو اندر داخل ہونے کی سعادت حاصل کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔

امام ابن سعد لکھتے ہیں:

قریش دوشنبہ (سوموار) اور پنجشنبہ (جمعرات) کو باب کعبہ کھولتے تھے۔ دروازہ پر دربان بیٹھتا اور دروازہ کے سامنے سیڑھی لگی ہوتی تھی جب کسی نے اندر جانا ہوتا تو وہ جوتیاں اتار کر سیڑھی پر چڑھ کر کرسی تک پہنچتا۔ اگر دربان کی مرضی ہوتی تو اسے اندر جانے کی اجازت دے دیتا ورنہ دھکا دے کر نیچے گرا دیتا جس سے کئی آدمی زخمی بھی ہو جاتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج:1،ص:228)

علامہ ابن بطوطہ نے 725ھ اپنے سفر نامہ میں دروازہ کھلنے کا ایمان افروز منظر اس طرح بیان کیا ہے۔

''باب کرم ہر نماز جمعہ کے بعد اور 12 ربیع الاول کو کھولتا جاتا ہے۔ چار پہیوں والی لکڑی کی کرسی جو منبر کے مشابہ ہوتی دروازہ کے ساتھ لگائی جاتی ہے۔ باب کعبہ کا پردہ جسے برقعہ یا ستارہ کعبہ کہا جاتا ہے خدام اسے اوپر اٹھاتے ہیں اور خاندان بنو شیبہ کا معمر ترین آدمی چابی کے لئے آتا ہے اور تالا کھول کر اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے ہیں۔ ان کے فارغ ہو جانے کے بعد ہر آدمی اندر جا سکتا ہے۔ وہاں موجود لوگ دروازہ کھلنے کے انتظار میں نظریں نیچی کئے عاجزی وانکساری سے کھڑے بارگاہ خداوند اقدس میں دست بدعا رہتے ہیں۔ جب دروازہ کھل جاتا ہے تو پھر وار اندر داخل ہونے کی تگ و دو کرتے ہیں۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ،ص:195)

Marfat.com

ملتزم

باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان چھ فٹ کا حصہ جسے ملتزم کہا جاتا ہے۔
یعنی چمٹنے کی جگہ
علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں

"سمی بذالك لا لتزامه با الدعاء و التعوذ"

دعا اور تعوذ کے التزام ہی کی وجہ سے یہ نام رکھا گیا ہے۔

(معجم البلدان ج:9،ص:146)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مقام پر کھڑے ہو کر اپنا سینہ اور رخسار دیوار سے چمٹائے، دونوں بازو اور ہاتھ دیوار پر پھیلا دیئے اور کہنے لگے میں نے اسی طرح اپنے آقا اور مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا۔

(ابوداؤد:ص:189)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس جگہ جو دعا کی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے چنانچہ انہوں نے تجربہ کیا تو صحیح ثابت ہوا۔ (جامع اللطیف ص:29)

فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ

آب زم زم پینے کے بعد ملتزم پر آئے، تکبیر و تہلیل اور حمد باری تعالیٰ کرتے اور درود شریف پڑھتے ہوئے ملتزم سے چمٹ جائے۔ اپنے رخسار کعبہ شریف کی دیوار سے لگائے غلاف پکڑ کر ہاتھ پھیلا کر اس غفور الرحیم سے دعا مانگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا یہی طریقہ تھا۔ دعا کی قبولیت کے مخصوص مقامات میں ملتزم بھی ہے۔
زائرین کے تجربات اس کے شاہد

(فتاویٰ قاضی خان: ج:1،ص:141)

ردالمختار میں امام سروجی کا قول اس طرح بیان ہوا ہے کہ طواف کے سات چکر

Marfat.com

پورے کر لینے کے بعد پہلے ملتزم پر آئے پھر طواف کے نفل ادا کرے۔

بعد ازاں آب زم زم پئے اور پھر حجر اسود پر آ کر اس کا استلام سعی کے لئے کرے اور یہ طریقہ زیادہ آسان اور افضل بھی ہے۔(ردالمحتار ج:2،ص:184)

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ

امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جس آدمی نے ملتزم کے پاس گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہے جس طرح وہ پیدائش والے دن گناہوں سے پاک تھا۔(تاریخ القویم ج:3،ص 311)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں نے جب کبھی ملتزم کے پاس دعا کی وہ ضرور قبول ہوئی۔(الکنایہ مع فتح القدیر ج:2،ص:400)

غلاف کعبہ

کعبہ شریف پر غلاف چڑھانے کی غرض بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح کسی انسان کو کوئی قیمتی اور نفیس چیز مل جائے تو وہ اسے سات پردوں میں چھپا کر رکھتا ہے اور اسے ہوا تک لگنے نہیں دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ تبرکات اور خوشنما چیزوں کو گرد وغبار سے محفوظ رکھنے کے لئے صندوق اور مختلف قسم کے غلاف بنائے جاتے ہیں۔ بیت اللہ شریف جو بے حد واجب التعظیم عبادت گاہ اور نادر الوجود متبرک چیز ہے۔ اسے خارجی اثرات ہوا، مٹی، پانی اور دھوپ وغیرہ سے محفوظ رکھنے اور ظاہری زیب وزینت کی غرض سے غلاف پہنایا جاتا ہے۔

مؤرخین کی مختلف الآراء ہیں کہ سب سے پہلے غلاف چڑھانے کی سعادت کے نصیب ہوئی۔

اکثر روایات میں تین نام سرفہرست آتے ہیں۔

Marfat.com

(1) سیدنا اسماعیل علیہ السلام

(2) عدنان اور

(3) شاہ تبع السعد الحمیر ی

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

ابن جریج سے روایت ہے کہ سب سے پہلے شاہ تبع حمیری نے غلاف چڑھایا تھا جب کہ زبیر بن بکار سے روایت ہے کہ عدنان پہلا آدمی ہے جس نے غلاف چڑھانے کی طرح ڈالی تھی لیکن بعض علماء کا قول ہے کہ

سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے پہلے غلاف کعبہ چڑھایا تھا۔

ان روایات میں اس طرح تطبیق دی جاتی ہے کہ اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے غلاف چڑھایا تھا تو ممکن ہے بعد میں یہ طریقہ متروک ہو گیا ہو پھر عدنان نے اس طریقہ کو جاری کر دیا۔ بعد میں صدیوں یہ عمل بند رہا۔ بالآخر شاہ تبع نے اسے پھر جاری کر دیا۔ (اور اب تک جاری ہے)

(فتح الباری: ج:3، ص:360)

شاہ تبع نے غلاف کس وجہ سے چڑھایا

امام ازرقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ایک مرتبہ شاہ تبع نے یمن میں خواب دیکھا کہ وہ کعبہ شریف پر غلاف چڑھا رہا ہے۔ چنانچہ اس نے ایک غلاف تیار کرایا اور کعبہ پر چڑھانے کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہو گیا۔ جب وہ مکہ شریف پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے نہ تو اس کا استقبال کیا اور نہ ہی خوش آمدید کہا۔ وہ دل میں کہنے لگا کہ یہ ان کا غرور کعبہ شریف کی وجہ سے ہے۔ کیوں نہ ہو کہ کعبہ کو مسمار کر کے ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا جائے لیکن اتفاق سے وہ اس قدر سخت بیمار ہوا کہ معالجین علاج سے عاجز ہو گئے۔ بالآخر کسی پیر جہاندیدہ یا ایک اہل کتاب عالم نے اسے کہا کہ اس بیماری کا اصل سبب تیرا وہ ناپاک ارادہ ہے۔ لہٰذا اس سے توبہ کر تا کہ

Marfat.com

تیری جان بچے۔ بادشاہ کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے صدق دل سے توبہ کی تو رب کعبہ نے شفا عنایت فرمادی۔ اس کے بعد اس نے غلاف چڑھایا۔

امام ازرقی اس سلسلہ کی ایک اور روایت اس طرح بیان کرتے ہیں زمانہ جاہلیت میں جب شاہ تبع مکہ شریف آیا تو وہاں چھ دن قیام کیا اور بڑی فیاضی سے اہل مکہ کی دعوت کرتا رہا۔ اس نے خواب دیکھا کہ کعبہ شریف پر غلاف چڑھا رہا ہے۔ اس نے دوبارہ خواب دیکھا کہ اس سے عمدہ قسم کا غلاف چڑھا رہا ہے چنانچہ اس نے معافیر کا غلاف چڑھایا۔ تیسری مرتبہ اسے خواب میں کہا گیا کہ اس سے بھی قیمتی اور اچھا غلاف چڑھاؤ اس پر الملاء اور الوصائل (یمن کا دھاری کپڑا) کا غلاف چڑھایا۔

(اخبار مکہ ص:173)

اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اسعد حمیری یعنی شاہ تبع کو برا نہ کہو۔ اسی نے سب سے پہلے کعبہ شریف کو غلاف چڑھایا تھا۔ (معجم البلدان ج:7،ص:259)

امام سہیلی کے بیان کے مطابق

شاہ تبع ظہور اسلام سے سات سو سال پہلے مکہ معظمہ میں آ رہا تھا۔

(روض الانف ج:1،ص:27)

زمانہ جاہلیت میں کعبہ شریف پر غلاف چڑھانا

زمانہ جاہلیت میں کعبہ شریف پر جہاں مختلف اقسام کے غلاف چڑھائے جاتے تھے وہاں بعض اوقات کئی دوسری چیزیں بھی بطور غلاف کے لٹکا دی جاتی تھیں۔

امام ازرقی لکھتے ہیں۔

کعبہ شریف کو مختلف قسم کے کپڑوں کا لباس پہنانے کے علاوہ قربانی کے جانوروں پر ڈالے جانے والے کمبل، چادریں، یمنی کپڑے کی جھالریں اور ریشمی و اونی چادریں بھی ہدیہ بھیجی جاتی تھیں جنہیں کعبہ شریف پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ جو بچ جاتیں انہیں کعبہ

Marfat.com

شریف کے خزانہ میں جمع کر دیا جاتا جب غلاف کعبہ پرانا ہو جاتا یا کہیں سے پھٹ جاتا تو اس جگہ پیوند کاری کی جاتی تھی۔ مگر پھٹی پرانی چیزوں کو کعبہ شریف سے جدا نہیں کرتے تھے۔ قریش مکہ سبز اور زرد خز (ایک قیمتی کپڑا) شقاق (باریک قسم کا کپڑا) اور نماط (ایک اونی قسم کا کپڑا جو ہودج پر ڈالا جاتا تھا) یمن کی دھاری دار چادر جنہیں جرات کہتے تھے غارق العراقیہ (جو کمبل کی قسم کا کپڑا تھا) اور چمڑے کا غلاف بھی چڑھایا کرتے تھے۔ یہ سب کپڑے موٹے اور مضبوط ہوتے تھے۔ (اخبار مکہ ص:174، 175)

مقریزی نے لکھا ہے کہ

ابتدائی زمانہ میں چمڑے اور ٹاٹ کے غلاف بھی چڑھائے گئے ہیں اس زمانہ کے لوگ چمڑے اور ٹاٹ کا لباس بھی پہنتے تھے۔

اسی طرح قربانی کے جانوروں کی جھولیں بطور نذرانہ کعبہ شریف کے ساتھ لٹکائی جاتی تھیں جیسا کہ عمرو بن الحکم سلمی کی والدہ نے ایک مرتبہ کعبہ شریف کے قریب اونٹ کی قربانی دینے کی نذر مانی۔ چنانچہ اونٹ کو بھیڑ اور اونٹ کے بالوں سے تیار شدہ چادریں ڈال کر سجایا اور کعبہ شریف کے قریب لے جا کر ذبح کیا پھر دونوں چادریں کعبہ شریف پر لٹکا دیں۔ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے کا ہے۔ عمرو بن الحکم کا کہنا ہے کہ میں نے کعبہ شریف پر مختلف قسم کے کپڑے چمڑے کے ٹکڑے اور اونی لباس دیکھا ہے۔ (اخبار مکہ ص:174)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں خالد بن جعفر بن کلاب نے دیباج کا غلاف چڑھایا تھا۔ نتیلہ بنت حبان والدہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہا بن عبدالمطلب نے بھی ایک مرتبہ دیباج کا غلاف چڑھایا تھا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہا بچپن میں کہیں گم ہو گئے تھے۔ جس پر ان کی والدہ نے نذر مانی کہ اگر بچہ زندہ وسلامت مل گیا تو کعبہ شریف پر دیباج کا غلاف چڑھاؤں گی۔ چنانچہ بچہ مل جانے پر انہوں نے اپنی نذر پوری کی۔

Marfat.com

غلاف چڑھانے کا طریقہ قریش کے زمانہ تک اسی طرح جاری رہا۔ جو ریشم چمڑا اور عراقی نمارق وغیرہ متفرق پردوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ پہلا غلاف اتارے بغیر نیا غلاف ڈال دیا جاتا تھا۔

قصی بن کلاب نے اپنے عہد حکومت میں غلاف کے اخراجات مختلف قبائل پر تقسیم کر دیئے تھے جو نہایت قیمتی کپڑوں مثل دیباج اور محمل وغیرہ کے غلاف تیار کرتے اور اس کے اندر باہر عمدہ قسم کی خوشبوئیں لگاتے تھے۔ یہ سلسلہ ابوربیعہ بن مغیرہ بن عبداللہ عمر بن مخزوم کے دور تک قائم رہا پھر جب ابوربیعہ کی تجارت کو فروغ حاصل ہوا اور وہ امیر کبیر بن گیا تو ایک سال غلاف کے تمام اخراجات خود ادا کرتا اور ایک سال قریش کے تمام قبائل مل کر بنواتے تھے۔ اس نیک کام میں قریش کے ساتھ برابری اور وسعت کے ساتھ پیش آنے کی وجہ سے قریش نے ابوربیعہ کو عدل اور اس کی اولاد کو بن وعدل کا خطاب دیا۔ ابوربیعہ نے یہ طرز عمل حین حیات جاری رکھا۔ (اخبار مکہ: ص: 172)

امام ازرقی فرماتے ہیں

امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سال میں دو مرتبہ غلاف چڑھانے کی طرح ڈالی تھی۔

امام فاکہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

سفید دیباج کا غلاف سب سے پہلے مامون الرشید نے چڑھایا تھا۔

(تاریخ الکعبۃ ص 237)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

دیباج کا غلاف کعبہ شریف پر سب سے پہلے کس نے چڑھایا۔

اس میں چھ اقوال پائے جاتے ہیں۔

(۱) خالد بن جعفر بن کلاب

(۲) نتیلہ بنت حبان جو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

Marfat.com

(۳) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

(۴) یزید بن معاویہ

(۵) سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ

(۶) اور حجاج بن یوسف

ان اقوال میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ خالد اور نتیلہ نے تو صرف غلاف کا کچھ حصہ دیباج کا ڈالا تھا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ممکن ہے کہ خلافت کے آخری ایام میں دیباج کا غلاف چڑھایا ہو اور وہی یزید کی طرف منسوب ہو گیا ہو اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کی تعمیر نو کے بعد دیباج کا غلاف چڑھایا تھا اس اعتبار سے وہ سب سے پہلے دیباج کا غلاف چڑھانے والے قرار پائے۔ لیکن ان کے غلاف کو دوام نصیب نہ ہوا اور عبدالملک بن مروان کے حکم سے حجاج نے دیباج کا غلاف چڑھایا اور اسے دوام نصیب ہوا تو اس اعتبار سے وہ پہلے شخص قرار پائے جنہوں نے دیباج کا غلاف چڑھایا۔ (فتح الباری ج:3، عنوان کسوۃ الکعبہ)

ظہور اسلام کے بعد غلاف

اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یمن کا بنا ہوا سیاہ رنگ کا غلاف کعبہ شریف پر چڑھایا:

(۱) امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قباطی کا غلاف چڑھایا (جو ایک باریک قسم کا سفید مصری کپڑا تھا)

(۲) امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مصر کے ایک قصبہ قبطیہ والوں کو غلاف تیار کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے قباطی کپڑے کا غلاف تیار کیا جسے خلیفۃ المسلمین نے کعبہ شریف پر چڑھایا اور پرانا غلاف اتار کر حجاج میں تقسیم کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ ہر سال نیا غلاف چڑھاتے تھے۔

Marfat.com

(۳) امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح مصر سے قباطی غلاف تیار کراتے اور پہلے غلاف پر ہی نیا غلاف چڑھا دیتے تھے۔ اسلام کی تاریخ میں آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے پہلے غلاف پر دوسرا چڑھایا۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے یمن کے عامل یعلی بن منبہ کے ذریعہ غلاف تیار کرایا تھا۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہر سال نیا غلاف چڑھاتے اور پرانا غلاف حجاج میں تقسیم کر دیتے تھے۔ کچھ عرصہ تک یہ طریقہ رائج رہا لیکن ایک مرتبہ عثمان بن شیبہ نے کسی ناپاک عورت کے بدن پر غلاف کعبہ کی قمیص دیکھ کر اس خیال سے غلاف کی تقسیم بند کر دی کہ ہر کس و ناکس کو دینے سے اس کی بے حرمتی ہوتی ہے لہٰذا اسے دفن کر دیا جائے۔

جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ غلاف کعبہ شریف سے جدا گیا تو اب اسے ہر آدمی چھو سکتا ہے۔ دفن کرنے کے بجائے اسے فروخت کر کے اس رقم کو غریب حجاج اور مسافروں میں تقسیم کر دینا چاہئے اور یہ بہتر ہے۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان بھی یہی تھا۔ چنانچہ عثمان بن شیبہ نے دفن کرنا ترک کر دیا اور پرانا غلاف فروخت کر کے اس کی قیمت غربا میں تقسیم کرنے لگے۔ قدیم زمانہ میں پرانے غلاف اتارے نہیں جاتے تھے۔ انہیں پر نیا غلاف ڈال دیا جاتا تھا مگر عثمان بن شیبہ نے سب سے پہلے یہ طریقہ رائج کیا کہ پرانا غلاف اتار کر فروخت کر دیا جائے اور صرف دو غلاف رہنے دیئے جائیں مگر بعد میں یہ طریقہ بھی چھوڑ دیا گیا۔ کبھی کبھار پرانے غلاف اتار دیئے جاتے اور کبھی ان پر غلاف ڈال دیا جاتا۔

تاہم 200ھ سے 242ھ تک صرف بیالیس برس میں کعبہ شریف پر موجود غلافوں کی تعداد ایک سو سترہ ہو گئی تھی۔ ممکن ہے یہ تعداد ان غلافوں کی ہو جو مختلف حالات میں

Marfat.com

موجود ہوں اور جو زیادہ بوسیدہ ہو کر پھٹ چکے ہیں ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔
(اخبار مکہ: ص181 تا 183)

خلافت ابن امیہ میں غلاف کعبہ

یہ خاندان 41ھ سے 132ھ تک 91 سال برسر اقتدار رہا۔ ان کا دار الحکومت دمشق تھا اور ان کے کل 14 خلفاء ہوئے ہیں۔

(1) بنو امیہ کے پہلے خلیفہ

بنو امیہ کے پہلے خلیفہ امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں کسی سال قباطی اور مصری سن کے کپڑے کا غلاف بھیجا۔ بعد میں برد یمانی کا ارسال کرتے رہے وہ سال میں دو مرتبہ غلاف چڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ دس محرم الحرام کو دیباج کا اور دوسری مرتبہ 29 رمضان المبارک کو عید کی آرائش کے لئے قباطی کا غلاف ڈالتے تھے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کے لئے نفیس ولطیف خوشبو دھونی عمدہ اور قیمتی عطریات کا کوٹہ مقرر کر رکھا تھا جن سے کعبہ شریف کو حج کے ایام میں اور ماہ رجب میں ہر نماز کے بعد معطر کیا جاتا تھا۔ (اخبار مکہ: ص176)

ایک مرتبہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیبا اور یمن کی دھاری دار چادروں کا غلاف شیبہ بن عثمان کلید بردار کعبہ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ پرانا غلاف اتار کر کعبہ شریف کی دیواروں کو معطر کیا جائے اور پھر نیا غلاف چڑھا دیا جائے۔ چنانچہ شیبہ بن عثمان نے پرانے غلاف اتار کر حجاج میں تقسیم کر دیئے اور کعبہ شریف کو خوشبو اور عطر لگا کر غلاف چڑھایا۔ (اخبار مکہ: ص180)

علامہ طاہر کردی نے کتاب المحمل والحج کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ 8 ذی الحجہ کو سرخ دیباج کا غلاف چڑھاتے تھے مگر آزار اس وجہ سے نہ ڈالتے کہ لوگوں کے چھونے سے پھٹ جائے گا۔ جب حجاج چلے جاتے تو

Marfat.com

دس محرم کو آزار پہناتے اور پھر 27 رمضان شریف کو قباطی کا بنا ہوا غلاف چڑھاتے تھے۔
(تاریخ القویم: ج:4، ص:192)

خلفاء بنو عباس کے عہد میں غلاف کعبہ

132ھ سے 656ھ تک قریباً پانچ سو سال خلفاء بنو عباس نے حجاز پر حکومت کی۔ ان کا دارالخلافہ بغداد تھا۔ وہ ہر سال غلاف بھیجتے رہے۔ البتہ ان کے زوال اور کمزوری کے زمانہ میں بعض اوقات سلاطین مصر کی طرف سے اور کبھی کبھار یمن سے غلاف آتا رہا۔ عباسی سلطنت کے ابتداء میں سال کے دوران کئی کئی مرتبہ نیا غلاف چڑھایا جاتا جب کہ پرانا غلاف اتارنے میں باقاعدگی نہیں تھی۔

160ھ میں خلیفہ مہدی عباسی جب حج بیت اللہ کے لئے گیا تو اسے کلید بردار کعبہ نے اطلاع دی کہ کعبہ شریف پر غلافوں کی اتنی تہیں چڑھ گئی تھیں کہ ان کے بوجھ سے دیواریں گر جانے کا اندیشہ ہے جس پر خلیفہ نے پرانے سب غلاف اتارنے کا حکم دیا۔ جب تمام غلاف اتار دیئے گئے تو دیواروں پر مشک عنبر اور گلاب کا لیپ کرایا اور خوشبو سے خوب معطر کر کے صرف تین غلاف ایک مصری کپڑے کا دوسرا حریر کا اور تیسرا دیباج کا چڑھا دیتے۔ (اخبار مکہ: ص:182)

امام فاکہی کہتے ہیں:

میں نے خلیفہ مہدی کے غلاف کا ایک ٹکڑا دیکھا جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

امر به عبدالله المهدی محمد امير المومنين اصلحه الله محمد بن سليمان ان يصنع من طراز تيونس كسوة الكعبة على يد الخطاب بن مسلمه عامله سنه تسع و خميسن و مائة

ترجمہ: خدا کے بندے امیر المومنین مہدی محمد، اللہ اس کی اصلاح فرمائے۔ نے 159ھ میں محمد بن سلیمان کو حکم دیا کہ خطاب بن مسلمہ عامل کے ذریعہ تیونس شہر سے غلاف تیار کرائے۔

Marfat.com

امام فاکہی کا کہنا ہے کہ میں نے خلیفہ مہدی کے زمانہ کا ایک اور بھی غلاف کا ٹکڑا دیکھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی۔

"بسم الله بركته من الله بعبد الله المهدی محمد امير المومنين الحال الله بقاه مما امربه اسماعيل بن ابراهيم ان يصنع من طراز تينس على يد الحكم بن عبيده سنة اثنين و ستين و مائة"

ترجمہ: امیر المومنین مہدی محمد پر اللہ کی برکت نازل ہو اور اس کی عمر دراز کرے اس کے زمانے میں اسماعیل بن ابراہیم نے 162ھ میں حکم بن عبیدہ کو حکم دیا کہ تیونس کا بنا ہوا غلاف کعبہ شریف پر ڈالا جائے۔

(تاریخ الکعبۃ: ص:235)

امام فاکہی لکھتے ہیں کہ

میں نے خلیفہ ہارون الرشید کے غلاف کا ٹکڑا دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا۔

"بسم اللہ بندہ خدا امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کو اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس کی عزت کو دوبالا کرے۔ اس نے 190ھ میں فضل بن ربیع کو تونہ کے کپڑے کا (قباطی کا) غلاف تیار کرنے کا حکم دیا تھا۔

(تاریخ الکعبۃ ص:235)

خلیفہ مامون الرشید جس کی خلافت کا زمانہ 188ھ سے 208ھ تک تھا۔ خلیفہ موصوف سال میں تین مرتبہ 8 ذی الحجہ کو سرخ اطلس کا یکم رجب کو قباطی کا اور 29 رمضان المبارک کو سفید اطلس کا غلاف چڑھاتا تھا۔ جب خلیفہ کو آگاہ کیا گیا کہ سال میں تین مرتبہ غلاف تبدیل کرنے کے باوجود غلاف پھٹ جاتا ہے تو موصوف نے سرخ اطلس کی ایک قمیص اور ایک نئی ازار کا اضافہ کر دیا۔

امام فاکہی لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

میں نے کعبہ شریف کے قباطی غلاف کا ایک ٹکڑا دیکھا جس پر باریک سیاہ خط میں لکھا تھا۔

مما امر به امیر المومنین المامون سنه ست و مائتین

ترجمہ: امیر المومنین نے 206ھ میں اس کی تیاری کا حکم دیا۔

(اعلام الاعلام: ص: 68)

فاطمی خلفاء مثلاً خلیفہ حاکم العبیدی، خلیفہ حفیدہ المستنصر خلیفہ الصلیحی اور خلیفہ ابوالنصر وغیرہ فاطمی خلفاء عموماً سفید غلاف چڑھاتے رہے۔ خلیفہ ابوالنصر نے 466ھ میں ہند کا بنا ہوا سفید غلاف چڑھایا تھا اور اسی سال یعنی 466ھ میں سلطان سبکتگین نے زرد دیباج کا غلاف چڑھایا۔ بعد میں ناصر عباسی نے سبز دیباج کا اور 643 ہجری میں سیاہ رنگ کا سوتی غلاف چڑھایا گیا جس کے بعد اب تک کالے رنگ کا غلاف ہی چڑھایا جا رہا ہے۔ (تاریخ الکعبہ ص: 237، 239)

خلیفہ جعفر متوکل علی اللہ جس کا زمانہ خلافت 232ھ سے 244ھ تک تھا۔ اس کے دور میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ یکم رجب کو سرخ اطلس کی ازار چڑھائی جاتی تھی لیکن جب خلیفہ کو معلوم ہوا کہ حجاج کے چھونے سے وہ خراب ہو جاتی ہے تو اس نے مزید دو ازار کا اضافہ کر دیا۔ اسی طرح تین مرتبہ ازار تبدیل ہونے لگی۔ علاوہ ازیں قباطی کی قمیص پر سرخ اطلس کا حاشیہ لگا کر اسے فرش تک لمبا کر دیا۔ 240ھ تک ہر دو ماہ اور نئی ازار چڑھائی جاتی رہی لیکن خدام حرم نے دیکھا کہ قمیص زیادہ لمبی ہونے کی وجہ سے دوسری آزار کی چنداں ضروریات نہیں تو انہوں نے دوسری ازار کو کعبہ شریف کے صندوق میں محفوظ کر دیا۔

اور خلیفہ کو اطلاع کر دی کہ دوسری آزار کی ضرورت نہیں رہی بلکہ حاشیہ والی قمیص کے ساتھ ایک ہی ازار کافی ہے چنانچہ اس کے بعد ہر تین ماہ بعد نیا غلاف چڑھایا جانے لگا۔

(اخبار مکہ ص: 178)

Marfat.com

381ھ میں سلاطین کے باہم اختلاف کی وجہ سے غلاف کسی جگہ سے بھی نہ آیا۔ اس لئے ایک فارسی تاجر ابوالقاسم رامشت نے غلاف تیار کرایا جس پر 18000 دینار مصری خرچ ہوئے۔ اس کے بعد احمد ناصر الدین اللہ عباسی نے جس کا عہد حکومت 575ھ تا 592ھ تھا آخری ایام میں سیاہ دیباج کا غلاف چڑھایا جبکہ اس سے پہلے خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ 206ھ سے سفید دیباج کا غلاف چڑھایا جارہا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ موصوف کے ابتدائی عہد حکومت میں سبز حکومت سبز غلاف چڑھایا جاتا تھا پھر بعد میں سیاہ غلاف چڑھانا شروع کردیا۔

643ھ میں تند و تیز طوفان باد و باراں میں غلاف پھٹ گیا۔ اس لئے منصور بن ربیعہ البغدادی شیخ حرم نے کالے رنگ کا سوتی غلاف چڑھایا۔

661ھ میں سلطان الظاہر بیبرس البند قداری نے غلاف بھیجا۔ خلفائے بنوعباس کے بعد سلاطین مصر کا یہ سب سے پہلا غلاف تھا اور کعبہ شریف کو غسل اپنے ہاتھ سے دیا اور باب کعبہ کے لئے چابی بھی بنوائی۔

750ھ میں ملک الناصر محمد قلادون نے مصر کے نواح میں ایک گاؤں خرید کر کعبہ، حجرہ شریف اور منبر شریف کے غلاف کے لئے وقف کردیا۔ گاؤں کی قیمت بیت المال سے ادا کی گئی۔ اس آمدن سے کعبہ شریف کا غلاف ہر سال، حجرہ شریف اور منبر شریف کا مؤلف تاریخ الکعبۃ نے مذکورہ گاؤں وقف کرنے کا 760ھ تحریر کیا ہے۔

نیز لکھا ہے کہ

مراۃ الحرمین کے مؤلف کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک اسماعیل بن ملک ناصر محمد بن قلادون مذکورہ نے تین گاؤں بسوس، سندبیس اور ابی الغیظ خرید کر وقف کئے تھے جب کہ سالانہ آمدنی 89000 درہم تھی۔ (تاریخ الکعبہ ص: 247)

خلفائے بنوعباس کے زمانہ عروج تک غلاف تیار کرنے کی خدمت انہی کے سپرد تھی لیکن جب گردش ایام سے ان کی حکومت میں ضعف آگیا اور ہر سال غلاف تیار

Marfat.com

کرنے کے اخراجات مہیا نہ کر سکے تو پھر کبھی سلاطین یمن اور کبھی سلاطین مصر کی طرف سے غلاف آنے لگا لیکن رفتہ رفتہ یہ خدمت مستقل طور پر مصری سلاطین کے سپرد ہو گئی۔

چونکہ سیاہ کپڑا خلفائے بنو عباس کا پسندیدہ تھا۔ اس لئے وہ کعبہ شریف کا غلاف بھی سیاہ حریر کا چڑھاتے اور مصر کا شہر تینس جو قیمتی کپڑا بننے میں خاص شہرت رکھتا تھا وہاں غلاف تیار کراتے تھے۔

728ھ میں ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ

ملک ناصر کا بھیجا ہوا غلاف دس ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچا جسے شیبیوں نے کعبہ شریف کی چھت پر رکھ دیا۔ یہ غلاف سیاہ رنگ کا تھا جس کے اندر کا حصہ کتان کا بنا ہوا تھا اس پر چاروں طرف پٹی میں سفید الفاظ میں

جَعَلَ اللهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا

اور دیگر قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔ (تاریخ القویم ج 4، ص 200)

800ھ میں فرق بن برق نے غلاف چڑھایا جس میں سونے سے مرصع زرد حریر سے کڑھائی کی گئی تھی۔ جس سے غلاف کی زیبائش و آرائش میں بے پناہ اضافہ ہو گیا جب کہ سفید الفاظ میں۔

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ"

لکھا ہوا تھا۔ (تاریخ القویم، ج 4، ص 200)

بعد ازاں سیاہ حریر کا برقعہ کعبہ جس کا حاشیہ سونے کی آمیزش والی چاندی سے انتہائی خوبصورت بنوایا۔

814ھ میں برقعہ کعبہ نیلے کمخواب کا بنایا گیا جس پر

واللہ العالم ما کان و ما یکون

لکھا ہوا تھا۔

819ھ سے 824ھ تک سفید حریر کا غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ جب کہ

Marfat.com

925ھ میں پھر سیاہ حریر کا غلاف چڑھایا گیا۔

826ھ میں ملک اشرف برسبائی نے کعبہ شریف کے اندر کا سرخ غلاف نیا لٹکایا۔

828ھ میں شاہ رخ مرزا مصر سے اندر کا غلاف لایا جسے عید الاضحیٰ کے دن لٹکایا گیا۔

856ھ میں ملک ظاہر جقمق نے کعبہ شریف کے اندر ملک اشرف برسبائی اور ملک جقمق کے غلاف اتار کر اپنا غلاف لٹکایا۔

825ھ میں ملک ناصر ابا سعید خوش قدم والی مصر نے کعبہ شریف پر نیا غلاف چڑھایا جس کی مشرقی اور شمالی جانب سفید دیباج کا اور باقی غلاف سیاہ قصب کا تھا۔

878ھ میں مصر سے حسن الطویل کا غلاف حجاج لے کر آئے تھے۔

922ھ میں سلطان قانصوہ الغوری نے طواشی مرہف کے ہاتھ غلاف بھیجا تھا۔

(تاریخ القویم: ج:4،ص:201 تا 202)

خلافت ترکیہ عثمانیہ میں غلاف کعبہ

جب مصر سلطنت عثمانیہ نے زیر نگیں ہو گیا تو کعبہ شریف کا اندرونی غلاف استنبول سے باہر کا غلاف مصر سے ہر سال آنے لگا۔ جو سیاہ حریر کا آٹھ پردوں پر مشتمل تھا۔

جن میں ہر جگہ۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

بنا ہوا تھا۔ سلطان صالح محمد بن قلادون کے وقف کردہ مذکورہ گاؤں کی آمدنی جب غلاف کعبہ کے لئے ناکافی ہو گئی تو سلطان سلیمان خان نے حسب ذیل سات گاؤں مزید خرید کر آمدنی میں اور بھی اضافہ کر دیا۔

(۱) سلکتہ

(۲) سرونجبہ

(۳) قریش الحجر

Marfat.com

(۴)منایل وکوم رحان

(۵)بجام

(۶)منیۃ النصاری

(۷)بطالیہ

ان گاؤں کی آمدنی کا تخمینہ اس طرح ہے۔

(۱)موضع سلکتہ30496درہم

(۲)سروبجیہ71820درہم

(۳)قریش الحجر51304درہم

(۴)منایل وکدم رحان37840درہم

(۵)بجام14934درہم

(۶)منیۃ النصاری60858درہم

(۷)بطالیہ10484درہم

میزان277736درہم

یہ رقم تخمینا7987روپے بنتی ہے۔

مذکورہ وقف نامہ کی تکمیل صفر947ھ میں ہوئی جس کی تجدید بارہویں صدی ہجری میں محمد علی پاشا خریو مصر نے باضابطہ وقف نامہ لکھ کر کرائی۔

اتنی کثیر آمدن کے باوجود مصارف عموماً زیادہ ہوتے جو شاہی خزانہ سے پورے کئے جاتے تھے۔(تاریخ الکعبہ ص247،250)

810ھ تا841ھ میں غلاف کی صرف شرقی سمت میں سفید حریر سے پٹیوں کو منقش کیا جاتا رہا اور815ھ سے818ھ تک مذکورہ جانب پٹیوں کے علاوہ غلاف کا پورا حصہ سیاہ ہوتا تھا۔

819ھ میں پھر اس حصہ کی پٹیاں سفید حریر سے منقش کی گئیں۔ بعدازاں

Marfat.com

824ھ تک اسی طرز کا غلاف چڑھایا جانے لگا۔ لیکن
825ھ میں پٹیوں کا رنگ سفید کر دیا گیا۔
غلاف کی پٹیوں پر مندرجہ ذیل آیات کرئی کی ہوئی تھیں۔
مشرقی جانب

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّهُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ۚ فِیۡهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰهِیۡمَ ۚ وَمَنۡ دَخَلَهٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡهِ سَبِیۡلًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ (سورہ آل عمران: آیت 67،66)

مغربی جانب

وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۝ رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ۝ (سورہ بقرہ آیت 128،127)

شمالی جانب

جَعَلَ اللّٰهُ الۡکَعۡبَۃَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهۡرَ الۡحَرَامَ وَالۡهَدۡیَ وَالۡقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِکَ لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۝

(سورہ مائدہ: آیت:97)

جنوبی جانب حاکم مصر کے نام کے علاوہ یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔
وامرہ بعمل ھذہ الکسوۃ وھذا الطراز المذکور فی نحو الربع الاعلی من البیت (تاریخ الکعبہ ص:240)
848ھ میں شیراز کے سلطان شاہ مرزا کا غلاف چڑھایا گیا۔

Marfat.com

865ھ میں ملک الناصر ابوسعید خوش قدم والی مصر نے غلاف بھیجا جس کی مشرقی اور جنوبی جانب سفید تھی جب کہ پٹیاں سیاہ تھیں اور مشرقی جانب کی بعض پٹیاں سنہری تھیں۔

922ھ میں سلطان قانصوہ الغوری نے غلاف بھیجا تھا۔

(تاریخ القویم: ج:3، ص:202)

بعدازیں 923ھ سے حجاز مقدس میں سلاطین عثمانیہ کا سنہری دور شروع ہوا تو قدیم دستور کے مطابق مصر ہی سے غلاف جانے لگا۔ چنانچہ کعبہ شریف کے باہر اور اندر کا غلاف باقاعدگی سے 1118ھ تک مصر ہی جاتا رہا۔

بعد میں استنبول سے صرف کعبہ شریف کے اندر کا غلاف آنے لگا اور باہر کا غلاف مصر سے بھیجا جاتا تھا اور یہ سلسلہ 1221ھ تک جاری رہا۔ اس اثناء میں مصر نے غلاف بھیجنا بند کر دیا جس کی وجہ سے امام سعود الکبیر بن عبدالعزیز آل سعود نے سرخ ریشم کا غلاف چڑھایا۔ پھر جب دولت عثمانیہ حجاز سے ختم ہوگئی تو مصر نے سابقہ روایات کے مطابق باہر کا غلاف پھر سے بھیجنا شروع کر دیا۔ (تاریخ القویم، ج:3، ص:202)

غلاف بننے کا کارخانہ مصر کے محلہ شرنقش میں واقع تھا۔

مؤلف تاریخ غلاف کعبہ لکھتے ہیں

ہمارے دور 1364ھ میں یہ کارخانہ اسی محلہ میں موجود ہے جس کے نگران عبداللہ فائق بک ہیں۔

1332ھ تک یہ دستور تھا کہ غلاف کی پٹی پر سلطنت عثمانیہ کے بادشاہ کا نام لکھا جاتا تھا لیکن 1333ھ میں اس کے ساتھ یہ عبارت بھی لکھ دی جائے گی۔

والامر بها السلطان الكامل حسين

سلطان محمد رشاد خان ترکی عثمانی کے نام کے ساتھ سلطان حسین کامل سلطان مصر کے نام کے اضافہ والا ٹکڑا غالب پاشا اور امیر مکہ حسین بن علی نے تبدیل کر دیا اور اس

Marfat.com

غلاف کو 1341ھ تک مدینہ منورہ میں محفوظ رکھ دیا گیا۔ 1334ھ موافق 1914ھ کو امیر مکہ شریف حسین بن علی نے حکومت ترکیہ عثمانیہ سے بغاوت کر کے حجاز مقدس پر اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ ادھر 1340ھ تک غلاف مصر سے مسلسل آتا رہا۔

1341ھ میں حسب دستور جب مصر سے غلاف کعبہ، محمل، گندم اور ایک طبی وفد جدہ پہنچا تو شریف حسین بن علی نے اطباء کے وفد کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جس سے وفد اور شریف حسین کے مابین ایسا اختلاف رونما ہوا جس کی وجہ سے غلاف کعبہ دیگر جملہ اشیاء کے ساتھ واپس مصر چلا گیا یہ واقعہ ذی قعدہ 1341ھ کے آخری ایام میں پیش آیا۔

چنانچہ شریف بن علی نے امیر مدینہ کو حکم دیا کہ حکومت ترکیہ والا غلاف بندرگاہ رابغ کے راستے فی الفور جدہ پہنچاؤ تاکہ بروقت کعبہ شریف پر غلاف چڑھایا جا سکے۔ اس طرح شریف موصوف حسب دستور 10 ذی الحجہ کعبہ شریف پر غلاف چڑھانے میں کامیاب ہو گئے۔

شاہان آل سعود کے غلاف

1343ھ میں جلالۃ الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود کو مکہ مکرمہ پر اقتدار حاصل ہو گیا لیکن اس سال مصر کی طرف سے غلاف نہ آیا تو ملک موصوف نے عراق کا بنا ہوا القیلان کا مذکورہ بالا غلاف کعبہ شریف پر چڑھا دیا۔

4 جمادی الثانی 1344ھ بمطابق 20 دسمبر 1925ھ کو حجاز مقدس سے شریف حسین بن علی کے بیٹے علی کا اقتدار بھی ختم ہو گیا جس کے باعث ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الفیصل آل سعود حجاز مقدس کے حکمران بن گئے تو مصر سے سابقہ دستور کے مطابق غلاف کعبہ محمل اور دیگر متعلقہ جملہ چیزیں بمعہ وفد اور حجاج کے مکہ شریف آنا شروع ہو گئیں۔ اور مصر غلاف کعبہ شریف پر چڑھایا گیا لیکن 9 ذی الحجہ کی رات کو منیٰ اور عرفات کے درمیان محمل کے محافظ سپاہیوں اور حجاز مقدس کے باشندوں کے درمیان

Marfat.com

خون ریز تصادم ہو گیا جس میں مشین گن اور بندوقوں کا آزادانہ استعمال ہوا لیکن عبدالعزیز آل سعود نے کمال دانش مندی وسیع الظرفی اور بے مثال مہمان نوازی کے جذبے کے ساتھ مصری سپاہیوں سے درگزر کی اور ان کے اس جرم کو معاف کر دیا۔ بظاہر یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

1345ھ میں غلاف کعبہ، محمل اور حرمین شریفین کے لئے جو امداد صدیوں سے آ رہی تھی حکومت مصر نے عین وقت پر بند کر دی اور اس کا علم سودی حکومت کو ذی الحجہ کی ابتداء میں ہوا جب کہ دس ذی الحجہ کو نیا غلاف کعبہ شریف پر چڑھانا تھا لیکن وقت کی تنگی کے باوجود ملک عبدالعزیز بن سعود نے غلاف بن وانے کا کام فی الفور شروع کرا دیا۔ وزیر مالیات شیخ عبداللہ سلیمان الحمدان کی سربراہی میں یہ کام شروع ہوا۔ کالے اون کا غلاف بنوایا گیا جس پر نفیس اور عمدہ پٹیاں چاندی اور سونے کی تاروں سے بنی ہوئی آیات قرآنیہ سے مرصع تھیں اور ستارہ کعبہ بھی بنوایا گیا۔ یہ تمام کام اس برق رفتاری سے ہوا کہ صرف چند دنوں میں اتنا عظیم الشان کام مکمل کر کے 10 ذی الحجہ کو غلاف کعبہ شریف پر چڑھا دیا گیا۔ (تاریخ القویم ج 4 ص 207)

مکہ مکرمہ میں غلاف کی تیاری

جلالۃ الملک عبدالعزیز عبدالرحمٰن الفیصل آل سعود نے اس سال یہ فیصلہ کر لیا کہ آئندہ غلاف کعبہ، ستارہ کعبہ، حزام کعبہ وغیرہ غلاف کے جملہ متعلقات سعودی حکومت کی اپنی نگرانی میں مکہ مکرمہ ہی میں تیار کئے جائیں گے تاکہ مصر یا کسی بھی دوسری حکومت کے سامنے سرنگوں نہ ہونا پڑے۔

چنانچہ محرم الحرام 1346ھ کو وزیر مالیات شیخ عبداللہ سلیمان الحمدان کی نگرانی میں محلہ جیاد میں غلاف کی تیاری کے لئے محل کی تعمیر شروع کر دی جس کا رقبہ 1500 میٹر مربع تھا۔ کاریگروں نے اس قدر جاں فشانی اور محنت سے کام کیا کہ چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں بے حد مضبوط اور خوبصورت محل تیار ہو گیا۔ مکہ مکرمہ کی پوری تاریخ قبل از اسلام اور

Marfat.com

بعد از اسلام میں یہ پہلا محمل تھا جو خالص غلاف کعبہ کی تیاری کے لئے مکہ شریف میں بنایا گیا تھا۔

محل تیار ہو جانے کے بعد ملک عبدالعزیز آل سعود نے غلاف، حزام اور ستارہ کعبہ کے متعلقہ بننے کا سامان اور کاریگر ہندوستان سے منگوانے کا فیصلہ کیا اور یہ کام ہندوستان کے ایک نامور عالم مولانا محمد اسماعیل غزنوی کے سپرد کیا۔ جو ہندوستان سے چالیس کاریگر اور ان کے خاندان کے بیس افراد 12 کپڑا بننے کی مشینیں اور اوزار ریشم اور دیگر ضروریات کی چیزیں لے کر ابتداء رجب 1346ھ میں مکہ شریف پہنچ گئے۔ جنہوں نے غلاف کعبہ اور ستارہ کعبہ، حزام وغیرہ بالکل مصری غلاف کے مطابق بے حد مضبوط اور خوبصورت اواخر ذی قعدہ 1346ھ میں تیار کر دیا۔ سیاہ ریشم کے اس غلاف پر

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

جس کے نیچے

یَا اَللّٰہُ

اور اس کے دائیں بائیں

جَلَّ جَلَالُہٗ

کاڑھا ہوا تھا اور غلاف کی پٹیوں پر حسب ذیل آیات سنہری اور روپہلی تاروں سے کڑھی ہوئی تھیں۔ اس غلاف کی پٹیاں مصری غلاف کی طرح ایک میٹر چوڑی تھیں جن میں حضرت محمد ادیب آفندی خطاط نے کتابت کی تھی۔

مشرقی دیوار یعنی دروازہ کی سمت یہ آیات تھیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا

تا ...... اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

جنوبی سمت حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان حسب ذیل آیات تھیں۔

Marfat.com

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . قُلْ صَدَقَ اللهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا ...... تا ...... وَاللهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ

جب کہ حطیم کی طرف یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

هذا الكسوة صنعت في مكة المباركة المعظمة بامر خادم الحرمين الشريفين جلالة الملك الامام عبدالعزيز بن عبدالرحمن الفيصل آل سعود ملك المملكة العربية السعودية، ايده الله تعالىٰ بنصره سنه 1346ھ يه على صاحبها افضل التحية واتم التسليم

(تاریخ الکعبۃ:ص:262تا268)

غلاف کعبہ کے اجزاء

خلافت عثمانیہ کے دور سے غلاف چار بڑے اجزاء میں مشتمل چلا آرہا ہے۔

(۱) اصل غلاف۔

(۲) حزام یعنی پٹی

(۳) رنوکات یعنی دائرے

(۴) برقع یا ستارے باب کعبہ یعنی دروازہ کعبہ کا پردہ

غلاف 62 ٹکڑے جوڑ کر بنایا جاتا ہے جن میں سے ہر ایک ٹکڑا 26 ذراع یعنی (39 فٹ یا 11 میٹر 89 سینٹی میٹر) لمبا اور 90 سینٹی میٹر (یعنی 135 انچ) چوڑا ہوتا تھا۔ کپڑے کی مجموعی پیمائش 1612 ذراع یعنی 2418 فٹ تھی۔ کپڑے کے عرض میں

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

دو سطروں میں انتہائی خوشخط اوپر سے نیچے تک مسلسل کڑاہی کیا گیا تھا۔

اس طرح 18 انچ چوڑے اور 135 انچ لمبے ٹکڑے میں پورا کلمہ شریف آجاتا تھا۔

135 انچ طول اور عرض کے ٹکڑے میں دو مرتبہ کلمہ شریف بنا ہوا تھا۔

Marfat.com

کلمہ شریف کے حروف الف یالام الف کی لمبائی تقریباً 10، 11 انچ اور حروف کی جسامت یا موٹائی ایک تہائی انچ تھی۔ ہر کلمہ کے اوپر جل جلالہ ایک طرف سیدھا اور دوسری طرف معکوس اس عمدگی سے لکھا گیا تھا کہ بظاہر حرف جلالہ دکھائی دیتا تھا مگر ''جیم'' کا سر اور ''ل'' کو دو مرتبہ پڑھنے سے جل جلالہ صاف نظر آتا تھا۔ کلمہ کے اوپر ایک مثلث میں لفظ ''اللہ'' جو کلمہ کا بازو تھا بنا ہوا تھا اور نیچے کی طرف دوسرے مثلث میں ''یا اللہ'' لکھا تھا۔ (مراۃ الحرمین ج:1، ص:292)

حزام یعنی پٹی

تقریباً تین فٹ چوڑی زریں کام سے مرصع ایک پٹی کعبہ شریف کے گرداگرد غلاف میں لگی ہوئی ہے۔ سنہری اور روپیلی لکھائی سے مزید اس پٹی کے موجد سلطان سلیمان خان بن سلیمان خان عثمانی ہیں۔ جنھوں نے 923ھ میں غلاف کے ساتھ بنوائی تھی جبکہ اس سے پہلے صرف زرد ریشم کی پٹی لگائی جاتی تھی۔ (تاریخ الکعبۃ ص258)

پٹی لگانے کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ غلاف کے دو ٹکڑے کا جہاں جوڑ ملتا تھا اسے چھپانے کی غرض سے پٹی لگا دی جاتی تھی۔ حزام یعنی پٹی کے آٹھ ٹکڑے تھے جو ہر دیوار پر دو دو ہوتے تھے۔ اس کا استر سرخ اطلس کا اور اوپر کی جانب سیاہ ریشمی مخمل نما کپڑا جس پر طغرائی شکل میں سنہری تاروں سے نہایت خوشخط آیات قرآنیہ کڑھی ہوتی تھیں۔ حزام کی ان آٹھ پٹیوں پر تقریباً سوا پینتیس سیر سونا خرچ ہوتا تھا۔ حزام پر خطاطی مصر کے شہرہ آفاق خوشنویس ''عبدالملک بک زہدی'' نے اسماعیل پاشا خدیو کے زمانہ میں کی تھی جو سلطان محمد رشاد الخامس عثمانی کے عہد میں ہوا ہے۔ (تاریخ الکعبۃ: ص:260)

علامہ طاہر کردی اپنے دور سے نصف صدی قبل اور اپنے دور کی لکھائی کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں۔

نصف صدی قبل کی لکھائی

دروازہ والی مشرقی دیوار پر حسب ذیل آیات لکھی ہوتی تھیں۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ ....

وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ :(البقرہ آیت: 125)

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ ....

اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ○

(البقرہ 127، 128)

حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان والی دیوار پر یہ آیات لکھی تھیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ صَدَقَ اللّٰہُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا ....

مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

(سورہ الحج آیت 26)

مغربی دیوار پر کندہ آیات

یَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ..........

.... وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ

(سورہ الحج آیت 27)

پرنالے والی دیوار پر حسب ذیل عبارت لکھی ہوئی تھی۔

"فی ایام دولة مولانا السلطان الاعظم ملك المولك العرب والعجم السلطان محمود خان الغازی الخامس ابن السلطان عبدالمجید خان ابن السلطان محمود خان الغازی ابن السلطان عبدالحمید خان بن السلطان احمد خان بن السلطان محمد خان ابن السلطان ابراهیم خان بن السلطان مراد خان بن السلطان عثمان خان خلد الله ملکه

Marfat.com

1387ھ مطابق 1967ء میں حسب ذیل آیات لکھی ہوئی تھیں۔

دروازہ والی مشرقی دیوار پر

وَاعْهِدْنَا اِلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ ....

.... وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

اس کے نیچے غلاف کے وسط میں ایک میں یہ عبارت لکھی تھی۔

ثم صنع هذا الكسوة با الجمهورية العربية المتحدة فى عهد الرئيس جمال عبدالناصر واهديت الى الكعبة المشرفة فى عهد خادم الحرمين الشريفين سعود بن عبدالعزيز آلِ سعود ملك المملكة العربية السعودية سنة ١٣٧٧ھ

حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان یہ آیات لکھی تھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ ....

.... وَاللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰی مَا تَعْمَلُوْنَ" تک

مغربی حصہ پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ ....

.... سے ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ" تک

حطیم والی دیوار پر مذکورہ آیت کا اگلا حصہ لکھا تھا

وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِیْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ

Marfat.com

یا حنان یا منان یا دیان یا سبحان ۔ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ
مُصَلًّی ط

جب تک غلاف کعبہ مصر سے آتا رہا یہ مقدس ہدیہ بھیجنے والے بادشاہ کا نام باب کعبہ کے پردہ پر لکھا جاتا تھا لیکن جب 1347 سے غلاف کعبہ شریف میں تیار کیا جانے لگا تو رئیس مملکت السعودیہ کا نام غلاف پر لکھنا شروع کر دیا گیا۔

(تاریخ القویم ج:4، ص:219 تا 221)

مورخ خلیل حسین عبداللہ مرحوم نے "تحصیل المرام" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ دروازہ والی سمت میں بسم اللہ کے بعد

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ سے غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ تک بعدازیں
صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

رکن حجر اسود اور رکن یمانی کے مابین بسم اللہ شریف کے بعد

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ سے بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ
تک بعد صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

مغربی دیوار پر بسم اللہ کے بعد

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمَاعِیْلَ سے
التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ تک صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

حطیم والی دیوار پر بسم اللہ شریف کے بعد

مما امر بعمل هذا الكسوة الشريفة العبد الفقير السلطان
فلان (تاریخ الکعبہ ص 258)

مؤلف مراۃ الحرمین اپنے دور کے غلاف کی پٹیوں کا طول اور ان میں زردوزی کا وزن حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

غلاف کعبہ میں مختلف سمتوں میں آٹھ پٹیاں لگی ہوئی ہیں۔

(۱) پہلی پٹی کا طول 7/8 12 ذراع وزن 7/12 1030 مثقال

(۲) دوسری پٹی کا طول 7/8 11 ذراع وزن 1/4 947 مثقال

(۳) تیسری پٹی کا طول 7/8 12 ذراع وزن 1039 مثقال

(۴) چوتھی پٹی کا طول 7/8 11 ذراع وزن 1/4 983 مثقال

(۵) پانچویں پٹی کا طول 7/8 10 ذراع وزن 1/4 901 مثقال

(۶) چھٹی پٹی کا طول 7/8 9 ذراع وزن 1/2 862 مثقال

(۷) ساتویں پٹی کا طول 7/8 10 ذراع وزن 1/4 867 مثقال

(۸) آٹھویں پٹی کا طول 7/8 9 ذراع وزن 1/4 882 مثقال

کل وزن 1/3 7513 مثقال جو کہ تقریباً 978 تولہ بنتے ہیں۔

(مراۃ الحرمین ج:۱،ص:293)

مختلف ادوار میں غلاف چڑھانے کی تاریخ

کعبہ شریف پر غلاف چڑھانے کا دستور مختلف تاریخوں اور ایام میں چلا آ رہا ہے جس کا اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے۔

ادوار	ایام
(۱) ملوک تبع الحمیری اور اس کے بعد	پہلا غلاف بالکل بوسیدہ ہو جانے پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا
(۲) ابتداء اسلام اور قبل اسلام	۱۰ محرم
(۳) قریش کے زمانہ میں	8 ذی الحجہ کو غلاف اور 10 محرم کو آزاد چڑھاتے تھے
(۴) حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں	10 ذی الحجہ

Marfat.com

(۵) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں	(۱) 10 محرم الحرام اور (۲) 27 رمضان کے آخری ایام میں
(۶) خلیفہ مامون الرشید کے زمانہ میں	(۱) یکم رجب (۲) 27 رمضان اور (۳) 8 ذی الحجہ
(۷) چھٹی صدی ہجری کے بعد سے 1387ھ تک	8 ذی الحجہ کی صبح کو

(تاریخ القویم ج:2 ص:208)

1387ء سے 1401 تک بھی 8 ذی الحجہ کو غلاف چڑھایا جاتا رہا لیکن شاہ فہد کے برسر اقتدار آنے کے بعد 1403ھ میں یکم ذی الحجہ کو غلاف چڑھایا گیا۔

کعبہ شریف کا اندرونی غلاف

قارئین پڑھ چکے ہیں کہ کعبہ شریف کا بیرونی غلاف سال میں ایک مرتبہ دو اور تین، مرتبہ بھی تبدیل ہوتا رہا ہے۔ کیونکہ مختلف عوارض مثلاً بارش، غبار، ہوا اور سخت دھوپ کی وجہ سے غلاف جلد کمزور ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے بار بار تبدیل کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن اس کے برعکس اندر کا غلاف ہر قسم کے حوادثات سے محفوظ ہونے کی وجہ سے نیا ڈالنے کی ضرورت پیش ہی نہیں آتی۔ اس بنا پر اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں صرف چند مرتبہ اندر کا غلاف تبدیل کر دیا گیا ہے۔ البتہ سلاطین عثمان ہر سال بیرونی اور اندرونی غلاف چڑھاتے رہے ہیں۔

اندر کا غلاف سب سے پہلے کس نے چڑھایا اس کی صحیح تاریخ معلوم نہیں ہو سکی۔ البتہ امام تقی فاسی کے بیان کے مطابق سب سے پہلے ملک مظفر صاحب یمن نے

659ھ میں کعبہ کے اندر غلاف لٹکایا پھر

761ھ میں ملک ناصر حسن بن محمد بن قلادون نے سرخ ریشم کا غلاف بھیجا۔

Marfat.com

826ھ میں ملک اشرف برسبائی سلطان مصر نے بھی سرخ غلاف بھیجا اور پرانا اتار دیا گیا۔

848ھ میں شاہ رخ سلطان عجم نے غلاف بھیجا پھر۔

856ھ میں ملک ظاہر جقمق اور

883ھ میں سلطان قایتبائی نے غلاف لٹکایا۔

1118ھ میں سلطان احمد خان بن سلطان محمد رابع نے اندرونی غلاف استنبول میں تیار کرنے کا حکم دیا۔

1277ھ میں سلطان عبدالعزیز خان بن سلطانی محمود ثانی نے نیا غلاف بھیجا جو 1363ھ تک موجود تھا۔ بعد میں ملک عبدالعزیز بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود نے نیا غلاف لٹکایا۔

اندر والا غلاف اکثر سرخ رنگ کا ہی چڑھایا جاتا رہا۔ اس وقت بھی سرخ رنگ کا غلاف موجود ہے۔ (جو غالباً ملک عبدالعزیز کا ہی ہے)

اندر کے غلاف کا سرخ رنگ غالباً اس وجہ سے اختیار کیا گیا کہ کعبہ شریف میں نہ تو کوئی روشن دان ہے نہ کھڑکی اور نہ ہی اندر کوئی فانوس یا بجلی کا قمقمہ جلتا ہے سوا اس کے کہ جب دروازہ کھلتا ہے تو تھوڑی سی روشنی ہو جاتی ہے تو ایسے میں سرخ رنگ بآسانی نظر آ جاتا ہے۔ (تاریخ القویم ج:4، ص:216 تا 218)

ستارۂ کعبہ

کعبہ شریف کے دروازہ پر بے حد خوبصورت، دیدہ زیب و دلفریب ایک پردہ ڈالا جاتا ہے جسے ستارۂ کعبہ باب کعبہ، برقع کعبہ یا پردۂ باب کعبہ کہا جاتا ہے جس پر سونے اور چاندی کی تاروں سے انتہائی نفاست کے ساتھ قرآنی آیات بنی ہوئی ہیں۔

علامہ طاہر کردی اس کی تاریخ و ایجاد اور تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ہمیں اس بات کا پوری طرح علم تو نہ ہو سکا کہ باب کعبہ کا پردہ سب سے پہلے اور

Marfat.com

کس نے چڑھایا اور یہ بھی وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ابتدا جواہرات سے مرصع شمسیات (چھتریوں) سے ہوئی جو مختلف اوقات میں سلاطین و امراء تحفے کے طور پر بھیجتے رہے یا مستقل طور پر اسے بنایا گیا۔ جب کہ قدیم زمانہ میں دروازہ کی جگہ خالی چھوڑ کر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ البتہ اس بات کے تاریخی شواہد موجود ہیں کہ نویں صدی ہجری کی ابتدا میں برقع کعبہ موجود تھا۔ چنانچہ کتاب ''المحمل والحج'' کے مؤلف نے صبح الاعشیٰ ج: 4 ص: 281 تا 283 سے نقل کیا ہے کہ ملک ناصر برقوق نے سیاہ دیباج کا غلاف کعبہ شریف پر چڑھایا جس پر قرآنی آیات اور نقش و نگار سفید کیا گیا تھا۔ اسی نسبت سے باب کعبہ کا برقع بھی سیاہ بنوایا جس پر قرآنی آیات سفید دھاگہ سے کڑھی ہوئی تھیں۔ یہی انداز فرج بن برقوق کے ابتدائی زمانہ میں بھی تھا جب کہ ملک فرج کا سن وصال 801ھ ہے۔ (تاریخ القویم ج: 4، ص: 235)

علامہ محمد لبیب ستارۂ کعبہ کے حصول اور ان پر زرنگاری کی تفصیلات اس طرح بیان کرتے ہیں۔

پردہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے جس کے نام یہ ہیں۔

(۱) العتبہ:

اوپر والا حصہ جس کی لمبائی 3/4 12 ذراع مخیش 1/3 1404 مثقال

(۲) الطراز

نچلا حصہ جس کی لمبائی 3/4 11 ذراع مخیش 1/3 1057 مثقال

(۳) القائم الکبیر

کھلنے والا حصہ جس کی لمبائی 3/4 11 ذراع مخیش 1/3 1455 مثقال

(۴) القائم الصغیر

نچلے حصہ سے ملا ہوا جس کی لمبائی 9 ذراع مخیش 901 مثقال

(۵) وصلة القائمین

Marfat.com

یہ دونوں حصوں کو ملانے والا۔ (مرأۃ الحرمین ج: 1، ص: 294)

برقعہ کے حاشیہ میں بارہ چھوٹے گول دائرے ہیں جن میں ''اللہ ربی'' لکھا ہوا ہے۔ جبکہ حاشیہ میں بیضوی دائروں میں الحمد شریف تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لکھی گئی ہے جو دوسری جانب اوپر جاکر ختم ہوتی ہے۔ حاشیہ کی پیشانی پر پہلے دائرہ میں

''اَللّٰہُ رَبِّیْ''

پھر آیت

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ

اس کے بعد چھوٹے دائرہ میں

''اَللّٰہُ حَسْبِیْ''

بعد میں

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا

اور پھر چھوٹے دائرہ میں

''اَللّٰہُ رَبِّیْ''

برقع کے متن میں بارہ بڑے بیضوی دائرے دو بڑے گول دائرے چار مثلث نما دائرے اور کچھ پٹیاں ہیں۔

جن میں حسب ذیل آیات کڑھی ہوئی ہیں۔

(۱) پہلی سطر میں دو مستطیل دائروں میں

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا

(۲) اس کے بعد ایک طویل دائرہ ہے جو ستارہ کعبہ کے عرض میں واقع ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝

Marfat.com

(۳) پھر چار نکیلے مثلث نما دائروں میں

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

(۴) اس کے بعد چار مستطیل دائروں میں آیت الکرسی لکھی ہوئی ہے۔

(۵) مذکورہ آیت الکرسی کے درمیان ایک دائرہ میں یہ آیت لکھی ہوئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ

(۶) پھر ایک مستطیل میں بسم اللہ سمیت سورہ فیل لکھی ہوئی ہے

(۷) مذکورہ دونوں دائروں کے درمیان

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ .... تا اِلَّا خَسَارًا

(۸) دو بڑے گول دائروں میں بسم اللہ سمیت دو دفعہ قل شریف لکھی ہوئی ہے۔

(۹) اس کے بعد پردہ کے دائیں اور بائیں دو دائروں میں دو سطروں میں لکھا ہوا ہے۔

لا الـه الا الله الـمـلك الـحق المبين محمد رسول الله صادق الوعد اليقين

(۱۰) دو قوس نما دائروں میں بسم اللہ سمیت قل شریف لکھی ہوئی ہے۔

صدق اللہ العظیم اور آخر میں دو چھوٹے دائروں میں پردہ بنانے کی تاریخ اور

"صنع بمكة المكرمة"

لکھا ہوا ہے۔ (تاریخ الکعبہ: ص 269، 271)

میزابِ رحمت

قارئین پڑھ چکے ہیں کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کی نہ تو چھت بنائی تھی اور نہ ہی پرنالہ۔ اسی طرح قصی بن کلاب تک چھت اور پرنالہ کے متعلق

Marfat.com

کوئی صحیح روایت نہیں ملتی۔ البتہ قریش نے چھت بناتے وقت پرنالہ بھی بنایا جس کا پانی حطیم میں گرتا تھا۔ اس کے بعد متعدد بار اسے تبدیل کیا گیا جس کی تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

ابتداء میں پرنالہ لکڑی یا پتھر کا ہوتا تھا پھر ولید بن عبدالملک نے لکڑی پر سونا چڑھایا۔

امیر مکہ مدینہ نے جو میزاب کعبہ کی نذر کیا تھا وہ تقریباً چھ فٹ یعنی ایک میٹر 83 سینٹی میٹر لمبا 15 سینٹی میٹر چوڑا اور اتنا ہی اونچا تھا۔ ولید بن عبدالملک نے اپنے عہد خلافت میں میزاب کے باہر اور اندر سونا چڑھایا۔

539ھ میں ابوالقاسم ابراہیم المعروف رامشت بن الحسین الفارسیؒ کی جانب اس کے خادم مثقال نامی نے نیا میزاب نصب کیا۔

541ھ میں یا اس کے کچھ عرصہ بعد رامشت کا میزاب تبدیل کر کے خلیفہ المکتفی باللہ کا میزاب لگایا گیا۔ اسی طرح الناصر العباسی نے ایک لکڑی کا میزاب تیار کرایا جس کے اندر پانی کی گزرگاہ پر قلعی اور باہر کے حصے پر چاندی چڑھی ہوئی تھی اور اس پر خلیفہ کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔

781ھ میں امیر سودون پاشا نے میزاب کی مرمت کرائی پھر اسے 959ھ میں تبدیل کر کے سلطان سلیمان نے چاندی سے مرصع ایک نیا میزاب بنوایا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور پرانا میزاب روم کے خزانہ میں بھیج دیا گیا۔ سلطان کا یہ طرز عمل بنو شیبہ کو ناگوار گزرا اور انہوں نے اس پر اعتراض کیا۔ سلطان نے ان کی دالداری کی خاطر جدہ کی بندرگاہ سے اس کے عوض انہیں چاندی دینے کا فرمان جاری کیا۔ چنانچہ نائب جدہ اور قاضی مکہ نے پرنالہ کے وزن کے مطابق 2800 درہم چاندی بنوشیبہ کو ادا کی۔

1020ھ میں سلطان احمد خان نے حسن آغا المعمار کے ہاتھ چاندی کا ایک عالی شان میزاب بھیجا۔ سلطان احمد خان نے بیت اللہ شریف کی چھت اور میزاب رحمت کی

Marfat.com

تجدید کا فرمان 1091ھ میں جاری فرمایا لیکن تحصیل المرام کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاریخ نقل کرنے میں خطاواقع ہوئی ہے بلکہ اصل عبارت 1021ھ میں ہونی چاہئے۔ بہر حال اس کے بعد سلطان عبد المجید خان بن سلیمان محمود خان نے قسطنطنیہ میں سونے کا میزاب بنوایا اور 1276ھ میں رضا پاشا کے ہاتھ بھیج کر کعبہ شریف کی زینت بنایا۔ اس زمانہ میں مکہ شریف کا امیر شریف عبداللہ بن محمد بن عون تھا۔ پہلا میزاب اتار کر نئے میزاب کو زینت بخشی گئی جس پر تخمیناً 50 رطل سونا صرف ہوا تھا جو آج تک جلوہ نما اور رونق افروز ہے۔ (تاریخ الکعبہ ص: 181 تا 183)

علامہ طاہر کردی نے میزاب رحمت کی پیائش حسب ذیل بیان کی ہے۔

(۱) طول 258 سینٹی میٹر

(۲) عرض اندر سے 26 سینٹی میٹر

(۳) اور اونچائی 58 سینٹی میٹر ہے۔

کعبہ شریف کی دیوار میں میزاب کے اوپر ایک بڑا وزنی پتھر نصب ہے جس کا

(۴) طول 1 میٹر 20 سینٹی میٹر

(۵) اور عرض نصف میٹر ہے۔

میزاب کا اگلا حصہ زبان کی مانند ہے جو نیچے لٹکا ہوا اور متحرک بھی ہے۔ اسے "لسان" اور "برقع" بھی کہتے ہیں۔ اس حصہ پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اور اس کے نیچے

يَا اَللّٰهُ

لکھا ہوا ہے۔ میزاب پر دائیں جانب یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

جدد هذا لميزاب المنير لوجه الله الكريم الخبير سلطان البرين والبحرين المفتخر بخدمة الحرمين الشريفين .

Marfat.com

السلطان الغازی عبدالحمید خان بن السلطان الغازی
بائیں جانب یہ عبارت ہے۔
محمود خان بن السلطان عبدالحمید خان، بعد ما وهن المیزاب الذی جدده جده السلطان الاعلیٰ احمد خان علیه الرحمة المنان سنة 1021ھ اللهم رب هذا۔
میزاب کے نچلے حصہ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔
البیت الحرام، اید ببقاء دولته الاسلام ماطاف بیتك الانام واحفظه من جمیع الالام بجاه نبینا محمد علیه الصلوٰة و السلام و هذا التجدید سنة ثلاث و سبعین و مائتین و الف هجره

علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ میزاب کی اصلاح کی ضرورت تو پیش نہیں آئی البتہ اس کے کناروں پر چاندی کی کیلیں لگی ہوئی ہیں تا کہ کبوتر میزاب پر نہ بیٹھیں۔ جب وہ پرانی اور کمزور ہو جاتی ہیں تو انہیں تبدیل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح میزاب کے اندر جو لکڑی لگی ہوئی ہے اس کے بوسیدہ ہو جانے پر اسے بھی تبدیل کیا جاتا ہے لیکن میزاب اس قدر مضبوط اور عمدہ بنا ہوا ہے کہ اس کی اصلاح کی ضرورت ہی نہیں چنانچہ سعودی حکومت نے میزاب کی کیلوں اور لکڑی کی تجدید کا کام 9 شعبان 1377ھ کو کرایا تھا۔

(تاریخ القویم ج:4، ص:84، 85)

حجر اسود

حجر اسود بیضوی شکل کا ایک پتھر ہے جس کے سیاہ رنگ کو ہلکی سی سرخی نکھارتی ہے۔
ایک بالشت طول اور تقریباً 2/3 بالشت عرض کی جسامت پر محیط ہے۔
بیت اللہ شریف کے جنوب مشرقی کونے میں صحن مسجد سے چار فٹ کی بلندی پر جلوہ نما اپنی ضیا قاشیوں سے چار دانگ عالم کو مستنیر کر رہا ہے۔ اس کے اندر ایسی زبردست

Marfat.com

مقناطیسی کشش ہے کہ ہر ملک وقوم اور رنگ ونسل کے لوگ کھچے چلے آتے رہے ہیں۔ یہ پرشکوہ پتھر جنت کے یاقوتوں میں ایک پہلے جسے سیدنا آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے اور تعمیر بیت اللہ کے وقت ایک گوشہ میں نصب فرمایا تھا۔ طوفان نوح میں آدم علیہ السلام کا تعمیر کردہ بیت اللہ آسمانوں پر اٹھائے جاتے وقت اس متبرک پتھر کو شکم جبل ابی قبیس میں امانت رکھ دیا گیا پھر تعمیر ابراہیمی کے وقت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا تھا۔ اس طرح اسے پھر اسی جگہ کی زینت بنا دیا گیا جہاں پہلے رونق افروز تھا۔

(قرطبی ج:2،ص:122)

امام ازرقی عکرمہ بن خالد المخزومی سے روایت کرتے ہیں کہ

جب سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور میں کعبہ شریف چل گیا تو میں نے حجر اسود دیکھا جو تقریباً ایک ذراع کے برابر تھا اور اس کا رنگ سفید تھا۔

(اخبار مکہ:ص:151)

اسی طرح محمد بن نافع بیان کرتے ہیں کہ

317ھ میں جب قرامطہ نے حجر اسود اکھاڑا تو میں نے دیکھا کہ اس کا طول ایک ذراع 54 سینٹی میٹر اور حجم 15 سینٹی میٹر تھا اور اس کا جو حصہ دیوار کے اندر تھا اس کا رنگ سفید تھا۔ (تاریخ القویم ج:3،ص:294)

حجر اسود اور حوادثات

جنت کا یہ انمول موتی عالی مرتبت مقدس ومتبرک یاقوت گردش ایام کی ستم رانیوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ متعدد بار اسے فساق وفجار ظالموں کے ہاتھوں تختہ مشق بننا پڑا بارہا حوادثات کا شکار ہوا اور اس کے نازنین بدن پر کتنی ہی مرتبہ زخم آئے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

بنو مضر سے بنو خزاعہ کو کعبۃ اللہ کی ولایت کیسے حاصل ہوئی؟

Marfat.com

جب حرم بنونزار پر تنگ ہو گیا تو انہوں نے بغاوت شروع کر دی تو انہیں بنو مضر نے مکہ سے نکال دیا۔ انہوں نے رات کے اندھیرے میں حجر اسود کو اکھاڑ کے ساتھ لے جانے کی ناکام جسارت کی چنانچہ انہوں نے اسے اکھاڑ کر اور ایک اونٹ پر لاد کر چلنے لگے۔ مگر کرشمہ خداوندی سے وہ اونٹ نڈھال ہو کر گر گیا اور حجر اسود زمین پر تشریف لے آیا۔ اس اونٹ کو چھوڑ کر دوسرے اونٹ پر لادا مگر وہ بھی اس کے بار گراں کو برداشت نہ کر سکا اور گر گیا پھر تیسرے اونٹ پر لادا گیا مگر جب وہ بھی گر گیا تو حجر اسود کو زمین میں دفن کر کے چلے گئے۔

یہ منظر بنوخزاعہ کی ایک عورت دیکھ رہی تھی صبح کے وقت جب لوگوں نے حجر اسود کو غائب پایا تو سخت تشویش ہوئی کہ یہ در مکنون ہم سے چھن گیا لیکن جب اس عورت نے اپنی قوم کو یہ واقعہ بیان کیا اور اس کی نشاندہی کر دی تو انہوں نے اسے نکال کر پھر اس کی جگہ نصب کر دیا پھر اس کے بعد بنو مضر کی حکومت مکہ پر مستحکم ہو گئی۔

(روض الانف ج:1، ص:84)

دور جاہلیت میں قریش کی تعمیر کعبہ سے قبل ایک عورت کعبہ شریف کی خوشبو دار دھونی دے رہی تھی جس سے ایک شرارہ کعبہ شریف کے غلاف پر پڑا اور آگ بھڑک اٹھی جس نے کعبہ شریف کو شدید نقصان پہنچایا اور حجر اسود بھی اس المیہ میں جھلس گیا۔

64ھ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور میں جب یزیدی فوجوں نے کعبہ شریف پر سنگ باری کی اور اسی اثناء میں کعبہ شریف خوفناک آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ اس حادثہ عظیمہ میں حجر اسود کو بھی شدید نقصان پہنچا۔ یہ ٹوٹ کر تین ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ جسے شعبہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے چاندی کے تین انچ موٹے خول میں مضبوطی کے ساتھ محفوظ کر دیا۔

189ھ کو خلیفہ ہارون الرشید جب عمرہ کی ادائیگی کے لئے آیا تو اس نے دیکھا کہ مذکورہ چاندی ڈھیلی پڑ گئی ہے۔ خلیفہ نے حجر اسود کے ٹکڑوں کو مربوط اور محفوظ کرنے کی

Marfat.com

غرض سے ابن الطحان مولی المشمعل سے الماس کے ذریعہ اس میں سوراخ کرائے اوران میں چاندی بھردی۔ وہ چاندی آج بھی موجود ہے۔ (اخبار مکہ: ص 246)

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ابوطاہر کرامتی بدبخت کو ابرھہ کی طرح بیت اللہ کی بجائے اپنے شہر ہجر میں حج کا اجتماع کرانے کا جنون دماغ میں پیدا ہوا۔ اس نے اس غرض سے ایک عالی شان محل بنوایا جس کا نام ''دارالہجرۃ'' رکھا۔

چنانچہ 317ھ میں حج کے ایام میں ایک لشکر جرار لے کر مکہ مکرمہ پہ حملہ آور ہوا۔ طواف کرنے والوں، نماز پڑھنے والوں اور احرام کی حالت میں حاجیوں پر دست ستم دراز کیا۔ حد یہ کہ حرم محترم کے اندر بھی بے دریغ قتل کیا۔ شہر کے علاوہ گردونواح میں قتل عام کا بازار گرم کیا۔ تیس ہزار بے گناہ انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کیے۔ اس قدر روح فرسا واقع کبھی رونما نہیں ہوا تھا وہ ظالم کہتے تھے کہ تم مسلمان کہتے ہو

مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا

بتاؤ اب امن کہاں گیا۔

ایک آدمی میزاب کعبہ اکھاڑنے کے مذموم ارادہ سے کعبہ شریف کی چھت پر چڑھا۔ جسے جبل ابی قبیس سے کسی نے تیر کا نشانہ بنایا اور وہ آناً فاناً مردار ہو کر نیچے گر پڑا۔ پھر دوسرے آدمی کو حکم دیا کہ تم میزاب اتار لاؤ وہ بدبخت جب چھت پر چڑھا تو سر کے بل گر کر جہنم رسید ہو گیا۔ لوٹ کھسوٹ کا یہ عالم تھا کہ صرف ایک آدمی قاضی یحیٰ بن عبدالرحمان بن ہارون القرشی جو بمعہ اہل وعیال وادی رہجان میں روپوش ہو گئے تھے۔ ان کے گھر کا تمام اثاثہ جس کی مالیت ایک لاکھ دینار تھی لوٹ لے گیا۔

لوگ اس سال فریضہ حج کی ادائیگی سے بھی محروم رہے اور حج اس فتنہ کبریٰ کی نذر ہو گیا۔ (اعلام الاعلام: 163، 164)

317ھ میں جب مکہ مکرمہ قرامطہ کے دست تصرف میں آیا تو ابوطاہر سلیمان بن

Marfat.com

الحسن نے جو قرامطہ کا سردار تھا حرم محترم میں خون کی ہولی کھیلی۔ 8 ذی الحجہ 317ھ کو اس قدر قتل عام کیا کہ حجاج کی لاشوں سے چاہ زمزم بھر گیا۔ شہر اور مضافات کے تیس ہزار بے قصور افراد کو موت کی نیند سلا دیا جن میں سترہ سو حاجی اور سات سو طواف کرنے والے بھی شہید ہو گئے۔ اس نے یہ سارا کھیل میزاب رحمت یعنی کعبہ شریف کا پرنالہ جو سونے کا تھا اکھاڑنے مقام ابراہیم اور حجر اسود چوری کرنے کی نامشکور جسارت کے لئے کھیلا تھا۔ دو آدمی اس مذموم حرکت کے لئے کعبہ شریف پر چڑھے مگر آن واحد میں سر کے بل زمین پر گر کر واصل جہنم ہو گئے۔ مقام ابراہیم تو اس کے دست تصرف سے مامون رہا کیونکہ خدام حرم نے اسے پہاڑ کی گھاٹی میں کہیں چھپا دیا تھا۔ مگر 14 ذی الحجہ 317ھ بروز اتوار عصر کے وقت جعفر بن حلاج نے ابو طاہر کے حکم سے حجر اسود کو کدال سے اکھاڑ لیا۔ اس پر کئی ضربیں لگائیں۔ جس سے کچھ ریزے ٹوٹ گئی اور اپنے ساتھ بحرین لے گئے اور اس کی جگہ خالی رہ گئی۔ طواف کرنے والے بس اس جگہ ہاتھ رکھ کر ہاتھ ہی کو بوسہ دے لیا کرتے تھے۔ تقریباً بائیس سال کا طویل زمانہ گزر جانے کے بعد بحرین کے شہر ''ہجر'' سے بروز بدھ 10 ذی الحجہ 339ھ کو یہ مبارک پتھر واپس ہوا۔ واپسی بھی معجزہ نما تھی۔ قرامطیوں سے بار بار واپسی کا مطالبہ جب زور پکڑ گیا تو انہوں نے یہ عذر لنگ پیش کیا کہ وہ پتھر تو دوسرے پتھروں میں مل جل گیا ہے۔ ان میں سے اسے الگ کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔ اگر تمہارے پاس اس کی کوئی علامت ہے تو اسے تلاش کر لو۔ چنانچہ علماء کرام سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ان سب پتھروں کو آگ میں ڈالا جائے جو پتھر آگ میں پگھل یا پھٹ جائیں وہ حجر اسود نہیں لیکن حجر اسود کو متاثر نہیں کر سکتی کیونکہ یہ جنت کا پتھر ہے۔ اس طرح اس مقدس پتھر کی برتری اور مقبولیت کا لوہا منوا کر اسے واپس لوٹایا گیا اور پھر اسے کعبہ شریف کی زینت بنا دیا گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

یہ ظالم ابو طاہر چیچک کے عارضہ میں مبتلا ہوا۔ اس کا جسم پھٹ گیا اور نہایت ذلت

Marfat.com

کے ساتھ مرا۔ اس واقعہ کے بعد اس کی حفاظت کے لئے تین ہزار سینتیس (3037) درہم چاندی کا ایک وزنی طوق بنا کر اس کے اندر نصب کر دیا گیا جو آج تک موجود ہے (یعنی علامہ قطب الدین کے زمانہ تک) (اعلام الاعلام ص:165، مرقاۃ: ج:5، ص:320)

علامہ ابن خلدون رقم طراز ہیں۔

ابو طاہر نے کعبۃ اللہ کا دروازہ اکھاڑ پھینکا۔ غلاف کعبہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے فوجیوں میں بانٹ دیا۔ حجر اسود کو اکھاڑنے کے ساتھ لے گیا۔ اہل مکہ کے گھر بار اور مال و متاع لوٹ لیا۔ اس نے روانگی کے وقت یہ اعلان کیا۔ آئندہ حج اس کے ہاں ہوا کرے گا۔

خلافت مستکفی کے امراء نے بے حد کوشش کی کہ کسی طرح حجر اسود واپس آ جائے انہوں نے پچاس ہزار دینار سرخ کی پیش کش بھی کی مگر قرامطی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ وہ اس خیال فاسد پر قائم تھا کہ یہ ناپاک جسارت اپنے امام عبید اللہ المہدی والی افریقہ کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہے لیکن جب منصور اسماعیل نے قیروان سے حجر اسود کی واپسی کا مطالبہ شدت سے کیا اور ادھر عبید اللہ المہدی نے بھی ابو طاہر کو سختی سے ڈانٹا کہ اگر حجر اسود واپس نہ کرو گے تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس لئے مجبوراً 339ھ میں واپس کرنا پڑا جب کہ اس سے قبل خلافت مستکفی کی جانب سے پچاس ہزار دینار کے عوض بھی واپسی کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا تھا۔ (ابن خلدون: ج:5، ص:196)

خلیفہ عبید اللہ المہدی کا خط

خلیفہ عبید اللہ المہدی کا خط جو ابو طاہر قرامطی کو لکھا گیا تھا اس کا متن حسب ذیل ہے۔

تیرا خط دیکھ کر مجھے سخت تعجب ہوا کہ تو نے ایسی ناشائستہ حرکات کا ارتکاب کیوں کیا اور تجھے ایسے افعال شنیعہ کی جرأت کیسے ہوئی۔ تو نے تو اس مقدس گھر کی عزت و توقیر کو تاخت و تاراج کر دیا۔ جہاں زمانہ جاہلیت میں بھی خونریزی اور اہل مکہ کی اہانت ممنوع و

Marfat.com

حرام سمجھی جاتی تھی تو نے کتنی بڑی زیادتی کی کہ حجر اسود جو یمین اللہ فی الارض، زمین میں اللہ کا دایاں ہاتھ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے بندے مصافحہ کرتے ہیں اسے اکھاڑ لایا۔ اس فعل شنیع اور قبیح حرکت پر تیرا دل خوش تھا کہ میں تیرا شکر ادا کروں۔ تیرے اس فعل شنیع پر خدا کی لعنت ہو اور پھر لعنت ہو اور سلام ہو اس انسان پر جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں۔ (ابن خلدون ج:1،ص:214)

علامہ تقی الدین فاسی فرماتے ہیں۔

حجر اسود کی واپسی چار دن کم بائیس سال بعد 10 ذی الحجہ 339ھ کو ہوئی سنبر بن حسن قرامطی حجر اسود لایا اور اپنے ہاتھوں سے اسے نصب کیا۔ اس پہ پہلے کچھ چاندی موجود تھی مگر اس نے اسے چونا لگا کر مضبوط کر دیا۔

حافظ نجم الدین بن فہد القرشی فرماتے ہیں۔

قرامطی مکہ مکرمہ میں گیارہ دن رہے اور مکہ معظمہ سے ''ہجر'' تک حجر اسود کو لے جانے میں چالیس اونٹ راستہ میں ہلاک ہوئے۔ (تاریخ الکعبہ ص:154)

امام علی بن سلطان انصاری فرماتے ہیں۔

اس سلسلے میں ہونے والے اونٹوں کی تعداد ایک سو ہے۔

جب کہ ہجر سے مکہ شریف تک واپسی میں صرف ایک ہی اونٹ پر آسانی سے آئے تھے۔ (مرقاۃ ج:5،ص:320)

اس واقعہ کے چند ماہ بعد کعبہ شریف کے خدام آل شیبی نے حجر اسود کو صحیح طرح مضبوط کرنے کی غرض سے اکھاڑ اوہ چاہتے تھے کہ جس طرح سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اسے چاندی میں مڑھا تھا اسی طرح چاندی کا خول بنا کر نہایت مضبوطی کے ساتھ اسے نصب کیا جائے تاکہ آئندہ کے لئے اس کی حفاظت بھی رہے۔

چنانچہ انہوں نے (3097) درہم چاندی تقریباً گیارہ سیر چار چھٹانک اور 5 ماشے کا طوق بنا کر نصب کر دیا۔

Marfat.com

امام تقی فاسی کا فرمان ہے کہ

یہ چاندی بھی 585ھ میں داؤد بن عیسیٰ بن فلیتہ الحسنی امیر مکہ نے اپنی معزولی سے پہلے اتار لی تھی جس کی بنا پر موجودہ چاندی 339ھ میں آل شیبہ کی لگائی ہوئی نہیں ہے۔

363ھ میں ایک دن دوپہر کے وقت جب کہ گرمی شباب پر تھی اور طواف کرنے والے کچھ ہی تھے۔ ایک آدمی نقاش پوش وارد ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں پھاوڑا تھا۔ تیزی کے ساتھ حجر اسود کی طرف بڑھا۔ کسی کو کیا معلوم کہ اس کی نیت کیا ہے۔ آتے ہی پوری قوت کے ساتھ حجر اسود پر کدال ماری۔ ابھی دوسری ضرب لگانے نہیں پایا تھا کہ ایک یمنی نوجوان نے جو طواف کر رہا تھا جرأت کر کے تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ حرم شریف کے کونے کونے سے لوگ جمع ہو گئے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ رومی باشندہ تھا جسے بڑی تعداد میں مال دیا گیا کہ حجر اسود کو نکال کر لے آ ولیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے حجر اسود کو محفوظ فرما لیا۔ لوگوں نے گھسیٹ کر اسے حرم شریف سے باہر نکالا اور بہت سی لکڑیاں جمع کر کے جلا دیا۔ (تاریخ الکعبہ ص 156)

امام فاکہی رحمۃ اللہ رقم طراز ہیں۔

413ھ میں ایک آدمی نے کدال سے تین ضربیں حجر اسود پر لگائیں جس سے ناخن کے برابر چند ٹکڑے جدا ہو گئے اور حجر اسود میں شگاف بھی پڑ گیا۔ دو دن یہ مبارک پتھر اسی حال میں رہا اور پھر بنی شیبہ نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا کہ اس کی مرمت کسی چیز کے ذریعہ کی جائے طے یہ پایا کہ راکھ میں کستوری ملا کر ان ٹکڑوں کو جوڑ دیا جائے۔

امام ابن اثیر نے یہ واقعہ 414ھ کے حوادثات میں بیان کیا ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ جمعہ کے دن سرخ رنگ لمبے قد، لمبے بالوں والا ایک موٹا تازہ شخص حرم میں داخل ہوا جس کے ایک ہاتھ میں کدال اور دوسرے میں تلوار تھی۔

معلوم یہ ہوتا تھا کہ حجر اسود کو استلام کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے آتے ہی تین

Marfat.com

بار کدال سے وارد کیا جس سے حجر اسود کے تین ٹکڑے ناخن کے برابر ٹوٹ گئے اور کہنے لگا حجر اسود تو کب تک لوگوں کا معبود بنا رہے گا۔ آج میں تجھے اور کعبہ کو مسمار کر کے جاؤں گا۔ اس کی پشت پناہی کے لئے دس گھڑ سوار حرم کے دروازہ پر کھڑے تھے۔ حاضرین اس کی بے باکی سے خوفزدہ ہو گئے لیکن اہل مکہ سے ایک آدمی نے اسے دبوچ لیا اور تلوار سے بے در پے وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی معاونین پر بھی لوگوں نے ہلہ بول دیا اور سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس ظالم کے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے اور اس کے ساتھیوں کو آگ میں جلا دیا۔

اسی طرح 919ھ میں ایک عجمی نے حجر اسود پر کدال سے حملہ کیا جبکہ اس وقت مکہ معظمہ میں ناصر جاوش امیر تھے۔

علامہ سنجاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

اوائل ربیع الاول 1097ھ میں شیخ الحرم نے حجر اسود کا ایک نیا مضبوط طوق بنا کر اس کے اوپر لگایا جو 1351ھ تک قائم رہا۔ اس سال محرم کے اواخر میں افغانستان کا ایک فارسی باشندہ آیا اور ایک ٹکڑا حجر اسود کا توڑ لیا اور ستارہ کعبہ کا کچھ حصہ چرا لیا اور کعبہ شریف کی سیڑھی جو چاہ زم زم اور باب شیبہ کے مابین رکھی ہوئی تھی اس سے چاندی کا کچھ حصہ اتارا لیکن بعد گرفتار کر کے اسے بھی کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔

28 ربیع الثانی 1351ھ کو ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الفیصل آل سعود طائف سے ریاض جاتے ہوئے مکہ مکرمہ میں آیا۔ اس کے ساتھ رئیس القضاۃ الشیخ عبداللہ بن حسن اور شیخ عبداللہ الشیبی اور دیگر معززین اور امراء و کبرا بھی تھے اور پولیس کپتان محمد مہدی بک بھی آ موجود ہوئے۔ چنانچہ ایک کیمیاوی مرکب میں کستوری اور عنبر ملا کر مذکورہ افغانی کے توڑے ہوئے ٹکڑوں کو شاہ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کی جگہ نصب کیا اور پھر کاریگروں نے انہیں اچھی طرح مضبوط کر دیا۔ (تاریخ الکعبہ: 152 تا 158)

علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں۔

Marfat.com

مختلف اوقات میں حجر اسود پر جو حوادثات آتے رہے اور ٹوٹ کر کچھ ٹکڑے جدا ہوتے رہے انہیں دوبارہ مصالحہ وغیرہ لگا دیا جاتا تھا۔ چنانچہ 1336ھ میں چھوٹے بڑے پندرہ ٹکڑے سامنے نظر آتے تھے لیکن ربیع الاول 1376ھ میں آٹھ ٹکڑے شمار کیے ہیں۔ (تاریخ القویم ج:3، ص:321)

حطیم

کعبہ شریف کی شمالی جانب ایک قوس نما دیوار بنی ہوئی ہے۔ اس احاطہ کو حطیم حجر اسماعیل اور حطیرۂ اسماعیل کہا جاتا ہے۔

قاموس میں حطیم کے معنی

قاموس میں ''حطیم'' کے معنی حجر کعبہ اور جدار کعبہ بیان کیا گیا ہے اور معجم البلدان میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

الحطیم الجدا ۔

یعنی کعبہ کی دیوار

علامہ یاقوت الحموی کہتے ہیں

ابو منصور الازھری کا کہنا ہے کہ حجر مکہ جسے حطیم کہا جاتا ہے یہ میزاب کعبہ سے ملی ہوئی جگہ ہے۔ (تاریخ الکعبۃ: ص:161)

امام ازرقی لکھتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کے وقت اس مقام پر حضرت اسماعیل علیہ الرحمہ کی رہائش اور ان کی بکریوں کے لئے مکان پیلو کی لکڑی اور کھجور کی شاخوں سے بنایا تھا جس کے دو دروازے تھے۔ (اخبار مکہ: ص:31)

امام ازرقی اور امام فاکہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو حطیم والی جگہ بٹھایا اور

Marfat.com

جھونپڑی بنا لینے کا کہہ کر واپس تشریف لے گئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ

زمزم کے قریب ایک درخت کے سائے کے نیچے بٹھایا تھا۔

اگر چہ یہ روایات متضاد معلوم ہوتی ہیں مگر نہ تو مذکورہ مقامات پر کوئی خاص فاصلہ ہے اور نہ ہی مقصود مفہوم میں کوئی زیادہ فرق ہے۔ آپ نے خود جھونپڑی بنائی۔ بنا لینے کا مشورہ دیا۔ ہجرت کے وقت بنائی یا تعمیر کعبہ کے موقع پر بنائی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے بنائی تھی کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے یہ بات یقینی ہے کہ جھونپڑ حطیم والی جگہ تھی۔

یہی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی رہائش گاہ تھی۔ یہی عبادت گاہ اور اُسی میں ان کی بکریاں بھی ہوتی تھیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا

اس دیوار کی حقیقت کیا ہے؟

کیا یہ بیت اللہ میں شامل ہے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ بیت اللہ میں سے ہے۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تو پھر اسے بیت اللہ شریف میں داخل کیوں کیا گیا؟

عائشہ (رضی اللہ عنہا)! جب تیری قوم نے بیت اللہ کی تعمیر کا منصوبہ بنایا تو انہوں نے حلال طیب مال خرچ کرنے کی پابندی لگائی تھی۔ اس طرح جو فنڈ جمع ہوا وہ پوری عمارت کے لئے ناکافی تھا جس کے پیش نظر انہوں نے شمالی جانب سے کچھ چھوڑ کر تعمیر مکمل کر لی عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت قریب نہ ہوتا اور مجھے ان کے انکار اور باہمی تصادم کا خدشہ نہ ہوتا تو میں حطیم کے حصہ کو بیت اللہ میں ضرور شامل کر کے ابراہیمی بنیادوں کے مطابق تعمیر کرتا اور اس کے مشرق اور مغرب میں دروازے

Marfat.com

بناتا۔(بخاری:ج:1،ص:215)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی۔

میرا جی چاہتا ہے کہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر نماز پڑھوں تو حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر حطیم میں لے گئے اور فرمایا یہاں نماز پڑھو اور جب بھی تیرا دل کعبہ شریف میں نماز پڑھنے کا متمنی ہو تو حطیم میں داخل ہو کر نماز پڑھ لیا کرو کیونکہ یہ بھی کعبہ شریف ہی کا حصہ ہے لیکن تیری قوم نے خرچ ختم ہو جانے کے باعث اسے کعبہ شریف سے نکال دیا تھا۔(ترمذی شریف ج:1،ص:220)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میں کعبہ شریف میں داخل ہونا چاہتی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب بھی تیرا دل کعبہ شریف میں داخل ہونے کا ہو تو حطیم میں داخل ہو جایا کر کیونکہ یہ بیت اللہ شریف ہی کا حصہ ہے۔(نسائی شریف ج:2،ص:27)

امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

"حطیم کے دروازہ پر ایک فرشتہ یہ اعلان کر رہا ہے کہ جو آدمی حطیم میں دو رکعت نفل پڑھے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔اس طرح حطیم کے دوسرے دروازہ پر بھی ایک فرشتہ اعلان کر رہا ہے جو متقی آدمی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حطیم میں نفل پڑھ کر نکلے گا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ میزاب رحمت کے نیچے

Marfat.com

کھڑے ہوکر حاضرین سے فرمانے لگے: تم مجھ سے پوچھو کہ کہاں کھڑے ہو؟

چنانچہ حاضرین نے جب یہ سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

میزاب رحمت کے نیچے جو دعا مانگی جائے گی وہ ضرور قبول ہو کر رہے گی۔

(جامع اللطیف ص:89)

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حطیم میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ

سیدنا اسماعیل علیہ السلام ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مکہ معظمہ میں شدید گرمی کی شکایت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ میں آپ کے لئے جنت کے دروازے حطیم میں کھول دوں گا جن سے قیامت تک روح پرور ہوا کے جھونکے آتے رہیں گے۔

(اخبار مکہ، ص:220)

حطیم کی پیمائش

حطیم کی لمبائی کے متعلق امام مسلم نے تین مختلف روایات بیان فرمائی ہیں۔

پانچ ذراع، چھ ذراع اور سات ذراع کے قریب

(مسلم: ج:1، ص:430)

امام نووی ان روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں اور فرق ذراع میں بیان فرماتے ہیں۔

امام ازرقی نے حسب ذیل پیمائش بیان فرمائی ہے۔

میزاب کعبہ کے نیچے سے حطیم کی دیوار تک 17 ذراع 8 انگل

(26 فٹ 4 انچ یا 7 میٹر 93 سینٹی میٹر)

رکن عراقی سے رکن شامی تک

20 ذراع (30 فٹ یا 9 میٹر 15 سینٹی میٹر)

عرض 22 ذراع (33 فٹ یا 10 میٹر 16 سینٹی میٹر)

Marfat.com

حطیم کی دیوار کی اندر سے بلندی

1 ذراع 14 انگل (3 فٹ یا 92 سینٹی میٹر)

باب کعبہ کی سمت میں حطیم کے دروازہ کی بلندی

1 ذراع 20 انگل (2 فٹ یا 11 انچ یا 87 سینٹی میٹر)

غربی دروازہ کی بلندی

1 ذراع 20 انگل

دیوار کی چوڑائی

3 ذراع (½ 4 فٹ یا 1 میٹر 37 سینٹی میٹر) (اخبار مکہ ص:226)

حطیم کی تعمیر

حطیم کا فرش نہایت سادہ اور کنکریوں سے بنا ہوا تھا جسے بعد میں صحرائی پتھروں سے بنایا گیا۔

تاریخ میں یہ تصریح تو نہیں ملتی کہ پتھروں کا فرش سب سے پہلے کس نے بنایا تھا البتہ سنگ مرمر کا فرش 140ھ میں خلیفہ ابوجعفر المنصور نے بنایا۔

بعدازاں جن لوگوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) خلیفہ ابوجعفر المنصور

سب سے پہلے انہوں نے سنگ مرمر کا فرش 140ھ میں بنوایا۔

(۲) خلیفہ المہدی العباسی

161ھ میں بنوایا اور اسی 80 برس تک قائم رہا۔

(۳) خلیفہ المتوکل علی اللہ العباسی

241ھ میں خلیفہ مہدی کا بنایا ہوا فرش اکھیڑ کر نہایت عمدہ اور خوبصورت سنگ مرمر کا ہی فرش بنایا۔

(۴) خلیفہ المعتضد باللہ العباسی

Marfat.com

283ھ میں پورے حطیم کو سنگ مرمر سے مزین کیا۔

(۵) وزیر جمال الدین الجواد

550ھ میں دو مرتبہ حطیم کی تعمیر، مرمت کرائی۔

(۶) خلیفہ الناصر العباسی۔

576ھ میں فرش کی تجدید کرائی۔

(۷) خلیفہ المستنصر العباسی

629ھ میں کعبہ شریف کی اصلاح کے ساتھ حطیم کی بھی مرمت کرائی۔

(۸) ملک ظفر صاحب یمن

655ھ میں حج کیا اور باب کعبہ تالا کعبہ اور حطیم کی تجدید و اصلاح بھی کروائی۔

(۹) ملک الناصر ابن قلادون

720ھ میں بنوایا

(۱۰) ملک اشرف علی بن شعبان

781ھ میں بنوایا

(۱۱) ملک الظاہر برقوق

801ھ میں ملک موصوف کے حکم سے اس سال امیر بیق نے حطیم کا سنگ مرمر تبدیل کیا۔

(۱۲) القائد علاؤ الدین

822ھ میں سنگ مرمر کو مضبوط بنوایا۔

(۱۳) امیر زین الدین

826ھ میں فرش اور دیوار کی اصلاح کروائی۔

(۱۴) سودون المحمدی

838ھ میں بنوایا۔

Marfat.com

(۱۵) سلطان جقمق

843ھ میں بنوایا

(۱۶) امیر تنم

848ھ میں تمام فرش اکھاڑ کر دوبارہ وہی پتھر نصب کر دیئے۔

(۱۷) سلطان قایتبائی

881ھ میں حطیم کے اندر اور باہر کے تمام پتھر تبدیل کر دیئے۔

(۱۸) سلطان قانصوہ الغوری

916ھ کو نہایت مضبوط اور خوبصورت تعمیر کی اور حطیم کی دیوار پر تعمیر کرنے والوں کے نام کندہ کرائے۔

(۱۹) سلطان سلیمان خان

940ھ میں بنوایا۔

(۲۰) سلطان مراد خان رابع

1040ھ میں بنوایا

(۲۱) سلطان محمد خان رابع

1073ھ میں بنوایا

(۲۲) سلطان عبدالمجید خان

1260ھ کو بنوایا

(۲۳) سلطان عبدالعزیز آل سعود

1283ھ میں بنوایا۔

(۲۴) شریف حسین بن علی

1331ھ میں دیوار کی بنیادیں اور فرش مضبوطی سے بنوایا۔

(تاریخ القویم: ج 3، ص 119)

Marfat.com

(۲۵) شاہ خالد بن سعود

1396ھ میں فرش اور دیوار پر نیا سنگ مرمر لگایا۔

خلافت عثمانیہ میں حطیم کے وسط میں ایک حسین وجمیل قبہ ''بیت المقدس'' کے نام سے بنایا گیا تھا جو اس بات کی علامت تھی کہ بیت المقدس اس سمت واقع ہے اور یہ بات یقیناً صحیح بھی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تحویل قبلہ سے پہلے حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑے ہو کر اور کعبہ شریف درمیان میں رکھ کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ (تاریخ القویم: ج:3، ص:126)

حطیم کے اندر سبز پتھر زمانہ قدیم سے چلا آ رہا تھا۔

1396ھ میں شاہ خالد کے دور میں فرش کی تجدید کے وقت ہٹایا گیا۔

اس پتھر کے متعلق علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں۔

حطیم میں دو سبز پتھر نصب ہیں جو ایک ہی رنگ اور وضع قطع کے ہیں۔ دونوں محرابی شکل کے ہیں۔ ایک میزاب کعبہ کے نیچے اور دوسرا اس کے مشرق میں تقریباً دو میٹر کے فاصلہ پر ہے۔ میزاب کے نیچے والا پتھر مستطیل اور دوسرا مربع شکل ہے۔ ان میں عجیب المنظر نقطے ہیں۔ رنگ سبز سیاہی مائل ہے۔ ایک کا قطر 64 سینٹی میٹر اور دوسرا 45 سینٹی میٹر ہے۔ ایک ہزار سال سے لوگ ان پر نماز پڑھ رہے ہیں۔

عام خیال تو یہ ہے کہ میزاب کے نیچے والا پتھر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قبر کی نشاندہی کرتا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اسی نوعیت کے دو پتھر ہیں جن میں کوئی تخصیص نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے 2411ھ میں عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس محمد ہاشمی نے حکم دیا کہ ایک عمدہ قسم کا پتھر میرے لئے بنایا جائے جس پر میں نماز پڑھا کروں چنانچہ حسب حکم عباس بن محمد ہاشمی کے غلام احمد بن ظریف نے مصر سے دو سبز عمدہ پتھروں کا ہدیہ ارسال کیا۔ جو پتھر بیضوی تھا اسے حطیم کی دیوار پر درمیان میں نصب کر دیا اور دوسرا پتھر میزاب رحمت کے نیچے لگایا گیا۔ پھر 283ھ میں دیوار میں نصب بیضوی پتھر اکھاڑ کر میزاب

Marfat.com

کے نیچے والے سبز پتھر کے ساتھ نصب کر دیا گیا۔

جیسا کہ علامہ ازرقی نے بھی لکھا ہے۔

یہ دونوں پتھر بے حد قیمتی اور نفیس ہیں۔ یہ نادر الوجود تحفہ حطیم جیسی مقدس و معزز جگہ کے لئے بھیجا گیا۔ پھر حطیم میں بھی اس کی تنصیب کے لئے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہ بھی مثال آپ ہے۔

آج 1376ھ تک اسے 1135ھ برس گزر چکے ہیں۔ مگر یہ نادرۂ روزگار پتھر صحیح حالت میں موجود ہے۔ صدیوں سے لوگ اس پر نماز پڑھ رہے ہیں مگر نہ تو یہ تلف ہوا نہ خراب اور نہ ہی اس میں شکست وریخت ہوئی ہے۔

(تاریخ القویم: ج:3،ص:121،122)

امام ازرقی فرماتے ہیں کہ

کعبہ شریف کے اندر سنگ مرمر کا فرش سب سے پہلے خلیفہ ولید بن عبدالملک نے بنوایا اور دیواروں کے اندر بھی سنگ مرمر لگانے کا حکم دیا تھا۔ یہ سنگ مرمر شام سے درآمد کیا گیا تھا جس میں سفید، سرخ اور سبز رنگ کے پتھر تھے۔

امام موصوف کا کہنا ہے کہ کعبہ شریف کے اندر جتنا کام سنگ مرمر کا کیا گیا وہ سارا ہی ولید بن عبدالملک نے کرایا تھا اور کچھ تختیاں بھی ہیں جن پر سونے اور چاندی کی ملمع کاری کی گئی ہے۔ یہ دو پشتوں کی صورت میں ہیں۔ نچلے پشتہ میں 28 سلیں ہیں جن کا طول دو ذراع اور آٹھ انگل تقریباً چھ انچ تین فٹ ایک میٹر سات سینٹی میٹر ان میں سے 21 سفید ہیں اور رکن یمانی اور رکن شامی کے درمیان والی دیوار میں 7 سلیں اور رکن یمانی سے حجر اسود تک 6 ہیں اور ان میں سے 4 سلیں ملتزم میں نصب ہیں اور 19 سلیں سبز سنگ مرمر کی لگی ہیں۔ رکن یمانی اور رکن شامی کے درمیان 4 رکن یمانی سے حجر اسود تک بھی 4 اور دروازہ والی دیوار میں 5 ہیں۔ جن میں سے دو ملتزم کی جگہ ہیں اور حطیم کی طرف والی دیوار میں 4 نصب ہیں اور بالائی حصہ میں 42 سلیں لگی ہیں جن میں سے ہر

Marfat.com

ایک چار ذراع اور چار انگل لمبی یعنی 1/4 6 فٹ یا 1 میٹر 92 سینٹی میٹر ہیں۔ان میں سے 20 سفید ہیں۔رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان پانچ نصب ہیں اور ایک ملتزم میں ہے اور دروازہ والی دیوار میں پانچ ہیں اور حطیم والی دیوار میں 9 سلیں نصب ہیں اور سرخ سنگ مرمر کی کل نو سلیں ہیں۔تین رکن یمانی اور رکن شامی کے درمیان دو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان 2 دروازہ والی دیوار میں دو ہی حطیم والی دیوار میں ہیں۔

اور چاروں گوشوں میں سونے اور چاندی سے مرصع چھ تختیاں ہیں۔ان میں سے ہر ایک کا طول چار ذراع اور چار انگل 6 فٹ 3 انچ یا 1 میٹر 92 سینٹی میٹر ہے اور ان کا عرض ایک ذراع اور چار انگل تقریباً 21 انچ یا 54 سینٹی میٹر ہے۔ایک تختی عراقی رکن کے اندر ایک شامی رکن کے اندر حطیم کی سمت میں ہے اور دو تختیاں اسی رکن غربی میں رکن یمانی کی سمت لگی ہیں اور ایک تختی زکن یمانی میں مشرق کی جانب نصب ہے۔ایک ملتزم کی جگہ ہے اور ایک دروازہ کے دائیں جانب ہے۔ان تختیوں پر 16 منقش کیل سات سات انگل لمبے لگے ہیں۔ملتزم کی تختی میں تین اور باقی مانده میں ایک ایک اور دو دو دوسری تختیوں پر لگے ہیں۔(اخبار مکہ: 206 تا 208)

علامہ ابن فہد کا بیان ہے۔

826ھ میں ملک اشرف برسبائی نے مقبل القدیدی امیر مکہ کو کعبہ شریف کے فرش کی تجدید کا حکم دیا۔چنانچہ امیر موصوف نے اندر کا فرش اور دیواروں سے سنگ مرمر اکھاڑ دیا ان میں سے جو پتھر صحیح حالت میں تھے انہیں دوبارہ استعمال میں لایا گیا اور ٹوٹے ہوئے پتھروں کی جگہ نیا سنگ مرمر لگایا گیا اور اندر والے ستونوں کی مرمت بھی کرائی بے حد عمدگی اور زیبائش سے یہ کام انجام دیا۔سلطان اشرف برسبائی کا نام چاندی کے ایک طشت پر کندہ کرایا اور سونے سے نقش ونگار کرایا اور کعبہ شریف کے اندر آویزاں کیا۔

(اعلام الاعلام: ص: 207)

843ھ میں ملک ظاہر جقمق کے فرمان سے امیر سودوں نے کعبہ شریف کے اندر

Marfat.com

دروازہ والی دیوار کے سنگ مرمر کی اصلاح ومرمت کرائی۔(اعلام الاعلام ص:216)

رجب 884ھ میں ملک اشرف ابوالنصر قاتیبائی نے اس کی تجدید کا حکم دیا پھر 1299ھ میں سلطان عبدالحمید خان الثانی عثمانی نے فرش کعبہ کی تجدید کرائی مگر اس کی تفصیلات نہ مل سکیں۔(تاریخ الکعبہ:ص:206)

1377ھ میں سعودی حکومت نے جب کعبہ شریف کی چھت تبدیل کرائی تو بروز اتوار 26 شعبان اندر کا قدیم فرش اکھاڑے بغیر نیا فرش بنوا دیا چونکہ پرانے فرش میں نادر الوجود بیش بہا قیمتی سنگ مرمر لگا ہوا تھا۔ جو مضبوط اور خوبصورت ہونے کے علاوہ صحیح حالت میں بھی تھا۔ غالباً فرش کعبہ کی سطح بلند کرنا مقصود تھا جس کی وجہ سے پہلا فرش مضبوط ومحکم ہونے کے باوجود نیا فرش بنایا گیا جس کے باعث پانچ سینٹی میٹر فرش اونچا ہو گیا۔(تاریخ القویم:ج:4،ص:88)

رکن یمانی

بیت اللہ شریف کے چار کونے چار ارکان کہلاتے ہیں اور ہر ایک الگ الگ نام سے موسوم ہے۔ مشرقی کونہ حجر اسود کے نام سے موسوم ہے۔ شمال مشرقی کونہ رکن عراقی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ شمال مغربی کونہ رکن شامی یا غزنی کہلاتا ہے اور جنوب مغربی کونے کو رکن یمانی کہتے ہیں۔

امام سہیلی علیہ الرحمہ اس کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں کہ

جس معمار نے یہ گوشہ تعمیر ومرمت کیا تھا اس کا نام ابی ابن سالم تھا اور وہ یمن کا باشندہ تھا اس لئے اسی کے نام سے رکن یمانی مشہور ہو گیا۔

(روض الانف:ج:1،ص:129)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ شریف تعمیر فرمایا تھا تو یہ چار ارکان پر مشتمل تھا اور آپ طواف کے دوران ان سب کا استلام کرتے تھے لیکن قریش کی تعمیر کے وقت خرچہ کی کمی کے باعث بیت اللہ شریف کا کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا۔ گویا کہ رکن عراقی اور

Marfat.com

شامی قواعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مطابق نہ رہے اور اس حصہ میں نصف دائرہ کی صورت میں نشاندہی کے لئے دیوار بنادی گئی جسے حطیم کہا جاتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام بھی ترک نہ کیا لیکن رکن شامی اور عراقی چونکہ قواعد ابراہیمی علیہ السلام کے مطابق نہیں ہیں اس لئے آپ نے ان کا استلام نہیں کیا۔ (بخاری: ج: 1، ص: 215)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

ہم نے حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام نرمی یا سختی میں کبھی بھی ترک نہیں کیا۔ جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا استلام کرتے دیکھا ہے ہم بھی اس کے کاربند ہو گئے ہیں۔ (بخاری: ج: 1، ص: 215، مسلم: ج: 1، ص: 412)

امام المحدثین اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

رکن حجر اسود دو فضیلتوں کا حامل ہے اس لئے اس کا استلام بوسہ دے کر یا ہاتھ سے چھو کر کہا جاتا ہے۔ ایک فضیلت اس میں تو یہ ہے کہ قواعد ابراہیمی علیہ السلام کے مطابق ہے اور دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس میں حجر اسود پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس رکن یمانی میں صرف ایک فضیلت پائی جاتی ہے کہ وہ قواعد ابراہیمی علیہ السلام پر قائم ہے لہٰذا اس کا استلام صرف ہاتھ لگا کر کیا جائے بوسہ نہ دیا جائے اور دوسرے دونوں رکن قواعد ابراہیمی علیہ السلام کے مطابق نہیں ہیں۔ اس لئے ان کا استلام نہ کیا جائے۔

(مرقاۃ ج: 1، ص: 315)

سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکن یمانی پر 70 ہزار فرشتے مقرر ہیں۔ جو شخص وہاں یہ دعا پڑھتے ہوئے گزرے۔

"اللھم انی اسئلک العفو و العافیة فی الدنیا و الاخرة ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار"

Marfat.com

تو فرشتے آمین کہتے ہیں۔(ابن ماجہ ص:212 مشکوۃ ص:228)

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت نقل فرماتے ہیں۔

ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ نے رکن یمانی پر ایک فرشتہ مقرر فرما رکھا ہے طواف کرنے والا جب وہاں سے مذکورہ دعا پڑھتے ہوئے گزرتا ہے تو وہ فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے۔(مشکوۃ ص:227، تبیین الحقائق ج:2 ص:18)

محمل

محمل کا لغوی معنی:

بوجھ اٹھانے والی چیز کے ہیں۔

اور اس سے مراد وہ ہودج ہے جو عورتوں کی باپردہ سواری کے لئے اونٹ پر رکھا جاتا تھا لیکن کچھ عرصہ تک محمل کو غلاف کعبہ کا ایک لازمی جز و تصور کر لیا گیا تھا محمل کیا تھا اور اس کی ابتداء کیسے ہوئی؟ اس کی مکمل تفصیل تاریخ غلاف کعبہ میں ذکر ہوگئی ہے۔

محمد لبیب بتونی لکھتے ہیں۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے ''محمل'' اس ھودج کا نام ہے جس پر ملک الصالح نجم الدین کی ملکہ فاطمہ شجرۃ الدار سوار ہو کر 645ھ میں حج بیت اللہ کو گئی تھیں لیکن بعد میں وہ اونٹ مذکورہ ھودج پوری شان وشوکت کے ساتھ حرمین شریفین جاتا رہا حالانکہ اس میں کوئی آدمی سوار نہیں ہوتا تھا کیونکہ بادشاہوں کی نشست گاہ پر کوئی دوسرا آدمی احتراماً نہیں بیٹھتا تھا۔

لیکن بعض مؤرخین اس خیال سے اتفاق نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک محمل کا رواج انتہائی قدیم بلکہ اسلام سے بھی پہلے موجود تھا۔ اس کی تحقیق میں محمل اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جس پر کعبہ شریف کے لئے ہدیے اور تحفے لاد کر بھیجا جاتا تھا۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ شریف کے لئے تحفے محمل پر لاد کر

Marfat.com

مکہ بھیجا تھا اسی طرح تاریخ میں محمل عراقی محمل یمنی محمل ابن الرشید، محمل ابن سعود اور محمل ابن دینار وغیرہ کا ذکر موجود ہے۔ یہ تمام حرمین شریفین کے لئے تحفے لانے والے اونٹ ہی تھے۔

چنانچہ نعوم بک سقیر تاریخ سوڈان میں لکھتے ہیں۔

''حکومت الفور ہر سال بہت سے صدقات اور خیرات محمل کے ذریعہ حرمین شریفین بھیجتی ہے۔''

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمل شجرۃ الدر حقیقت میں تحائف سے لدا مزین ہودج والا اونٹ تھا جو ملکہ موصوف کی سواری کے ساتھ حرمین شریفین گیا تھا۔ بعد میں تحائف بھی بھیجنے کے لئے ہر سال اس کی زیبائش و آرائش میں اضافہ ہوتا گیا جس کے سبب محمل کی پوشش اور دیگر ہدایا کا وزن اس قدر زیادہ ہوگیا کہ انہیں متعدد صندوقوں میں بند کر کے کئی اونٹوں پر لاد کر روانہ کیا جاتا تھا۔ محمل کے غلاف اور متعلقہ چیزوں کا وزن 14 قنطار تھا (جبکہ قنطار ساٹھ سیر کا ہوتا ہے) علاوہ اس کے ساتھ جانے والے امراء رؤساء اور دوسرے لوگوں کی تعداد میں بھی بے پناہ اضافہ ہوگیا جو رفتہ رفتہ جلوس کی شکل اختیار کر گیا تھا جس پر سالانہ اخراجات 50000 جنیہ یعنی تقریباً سات لاکھ روپیہ تھے۔ (رحلۃ الحجازیہ ج: 1 ص: 140 تا 143)

محمل کے ساتھ سفر کرنے کو لوگ بہت بڑی سعادت سمجھتے تھے چند سالوں کی تعداد قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

1903ء میں شرکاء کی تعداد 28 تھی

1904ء میں 696 تھی۔

1905ء میں 605 تھی۔

1906ء میں 847 تھی۔

1907ء میں 1548 تھی اور

Marfat.com

1908ء میں 1829 ہوگئی تھی۔ (مراۃ الحرمین ج:2،ص:260)

مؤلف غلاف کعبہ کی تصریحات کے مطابق اس کے ساتھ بہت سی غیر شرعی چیزیں بھی شامل ہوگئی تھیں جن میں بینڈ باجے قابل ذکر ہیں اور بالآخر 1344ھ میں حسب دستور جب محمل باج گاجوں کے ساتھ حرم میں داخل ہوا اور عرفات جاتے وقت کسی نجدی نے اسے کھیل تماشہ تصور کر کے اونٹ کے پاؤں پر گولی مار کر زخمی کر دیا تو اس کا جواب مصری فوج نے مشین گن سے دیا اور پچاس نجدی مارے گئے۔ اس کے باوجود سلطان ابن سعود کے غیر معمولی تحمل اور مہمان نوازی نے اس فساد کو بڑھنے نہ دیا یہ سب سے آخری محمل تھا۔ سلطان ابن سعود نے مصری حکومت کو کہا کہ آئندہ محمل کے ساتھ باجا نہ آئے مگر مصری حکومت نے یہ شرط قبول کرنے کی بجائے اچانک یکم ذی الحجہ 1345ھ کو غلاف کعبہ اور محمل نہ بھیجنے کا اعلان کر دیا۔ (تاریخ غلاف کعبہ: فصل:9)

ستارۂ کعبہ

کعبہ شریف کے دروازہ پر بے حد خوبصورت دیدہ زیب و دلفریب ایک پردہ ڈالا جاتا ہے جسے ستارۂ کعبہ باب کعبہ برقع کعبہ یا پردۂ کعبہ کہا جاتا ہے جس پر سونے اور چاندی کی تاروں سے انتہائی نفاست کے ساتھ قرآنی آیات بنی ہوئی ہیں۔

علامہ طاہر کردی اس کی تاریخ وایجاد اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''ہمیں اس بات کا پوری طرح علم تو نہ ہو سکا کہ باب کعبہ کا پردہ سب سے پہلے کب اور کس نے چڑھایا اور یہ بھی وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی ابتداء جواہرات سے مرصع شمسیات (چھتریوں) سے ہوئی جو مختلف اوقات میں سلاطین وامراء تحفے کے طور پر بھیجتے رہے یا مستقل طور پر اسے بنایا گیا جبکہ قدیم زمانہ میں دروازہ کی جگہ خالی چھوڑ کر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ البتہ اس بات کے تاریخی شواہد موجود ہیں کہ نویں صدی ہجری کی ابتداء میں برقع کعبہ موجود تھا۔ چنانچہ کتاب ''المحمل والحج'' کے مؤلف نے صبح الاعشیٰ ج4،ص:283،281 سے نقل کیا ہے کہ

Marfat.com

ملک ناصر برقوق نے سیاہ دیباج کا غلاف کعبہ شریف پر چڑھایا جس پر قرآنی آیات اور نقش و نگار سفید کیا گیا تھا۔ اسی نسبت سے باب کعبہ کا برقع بھی سیاہ بنوایا جس پر قرآنی آیات سفید دھاگہ سے کڑھی ہوئی تھیں۔ یہی انداز فرج بن برقوق کے ابتدائی زمانہ میں بھی تھا جبکہ ملک فرج کا سن وصال 801ھ ہے۔ (تاریخ القویم ج:4،ص:235)

علامہ محمد لبیب ستارۂ کعبہ کے حصول اور ان پر زرنگاری کی تفصیلات اس طرح بیان کرتے ہیں۔

پردہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے جس کے نام یہ ہیں۔

(۱) العتبہ

اوپر والا حصہ جس کی لمبائی 13/4 12 ذراع نخیش 1/3 404 مثقال

(۲) الطراز

نچلا حصہ جس کی لمبائی 3/4 11 ذراع نخیش 1/3 1057 مثقال

(۳) القائم الکبیر

کھلنے والا حصہ جس کی لمبائی 3/4 11 ذراع نخیش 2/3 1455 مثقال

(۴) القائم الصغیر

نچلے حصہ سے ملا ہوا جس کی لمبائی 9 ذراع نخیش 901 مثقال

(۵) وصلۃ القائمین

دونوں حصوں کو ملانے والا

(مراۃ الحرمین ج:1،ص:294،ج:1،ص:294)

برقعہ کے حاشیے میں بارہ چھوٹے گول دائرے ہیں جن میں

"اللہ ربی"

لکھا ہوا ہے جبکہ حاشیہ میں بیضوی دائروں میں الحمد شریف تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لکھی گئی ہے جو دوسری جانب اوپر جا کر ختم ہوتی ہے۔

Marfat.com

حاشیہ کی پیشانی پر پہلے دائرہ میں

"اَللّٰهُ رَبِّیْ"

پھر آیت

"قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ"

اس کے بعد چھوٹے دائرہ میں

"اَللّٰهُ حَسْبِیْ"

بعد میں

"فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا"

اور پھر چھوٹے دائرے میں

"اَللّٰهُ رَبِّیْ"

برقع کے متن میں بارہ بڑے بیضوی دائرے دو بڑے گول دائرے چار مثلث نما دائرے اور کچھ پٹیاں ہیں۔

جن میں حسب ذیل آیات کڑھی ہوئی ہیں۔

(۱) پہلی سطر میں دو مستطیل دائروں میں

"قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا"

(۲) اس کے بعد ایک طویل دائرہ ہے جو ستارۂ کعبہ کے عرض میں واقع ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا

(۳) پھر چار نکیلے مثلث نما دائروں میں

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

(۴) اس کے بعد چار مستطیل دائروں میں آیت الکرسی لکھی ہوئی ہے۔

Marfat.com

(۵) مذکورہ آیت الکرسی کے درمیان ایک دائرہ میں یہ آیت لکھی ہوئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لقد صدق الدر ردله الرئویا بالحق لله خلق المسجد الحرام

ان شاء الله امنین

(۶) دو بڑے گول دائروں میں بسم اللہ سمیت دو دفعہ قل شریف لکھی ہوئی ہے۔

(۷) مذکورہ دونوں دائروں کے درمیان

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ ...... تا ...... اِلَّا خَسَارًا

لکھی ہوئی ہے۔

(۸) پھر ایک مستطیل دائرہ میں بسم اللہ سمیت سورہ فیل لکھی ہوئی ہے۔

(۹) اس کے بعد پردہ کے دائیں اور بائیں دو دائروں میں دو سطروں میں لکھا ہوا ہے۔

لا الہ الا الله الملك الحق المبين محمد رسول الله صادق الوعد اليقين

(۱۰) دو قوس نما دائروں میں بسم اللہ سمیت قل شریف لکھی ہوئی ہے۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

اور آخر میں دو چھوٹے دائروں میں پردہ بنانے کی تاریخ اور صنع بمکۃ المکرمۃ لکھا ہوا ہے۔ (تاریخ الکعبہ: ص 269، 271)

جب سے مکہ مکرمہ میں غلاف کعبہ کا کارخانہ قائم ہوا تو اس میں حسب ذیل حضرات بحیثیت نگران کے یہ مقدس خدمت انجام دیتے رہے۔

الاوّل الشیخ عبدالرحمٰن مظہر 1347ھ میں الحاج میں محمد خان مقرر ہوئے۔

1352ھ میں شیخ احمد سالم الجوہری موصوف 1354ھ تک اس خدمت پر مامور تھے۔

(تاریخ الکعبہ ص: 269 تا 271)

Marfat.com

الواح

مؤرخین کا بیان ہے کہ

کعبہ شریف کے اندر دیواروں پر سنگ مرمر کی سات تختیاں آویزاں ہیں جن پر کعبہ شریف کی خدمت کرنے والے بعض سلاطین کے اسماء گرامی کندہ ہیں۔ ان میں سے ایک ایک تختی مشرقی اور شمالی دیوار پر اور پانچ تختیاں مغربی دیوار پر آویزاں ہیں۔

جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) باب کعبہ میں داخل ہوتے وقت دائیں جانب مشرقی دیوار میں سنگ مرمر کی پہلی تختی پر یہ عبارت درج ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ امر تجديد ترحيم داخل البيت مولانا سلطان الملك الاشرف ابو النصر قايتبائى خلد الله ملكه يا رب العلمين (رجب 884 هجرى)

(۲) دوسری تختی جو شمالی دیوار میں زینہ کعبہ کے قریب آویزاں ہے۔

نقرئی الفاظ میں مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

قد بد التعمير فى بيت الله

قبلة الاسلام والبيت الحرام

ام خاقان الورى خان المصطفىٰ

دام بالنصر العزيز المستدام

بادرت صدقا الى التعمير ذا

انما كان بالهام امر السلام

وارتجت من فضله سبحانه

ان يجازيها به يوم القيام

Marfat.com

قال تاریخالہ قاضی البلد

فعمرۃ ام سلطان الانام

سلطان مصطفیٰ عثمان کی والدہ ماجدہ نے 1109ھ میں تعمیر کی خدمت انجام دی۔

(۳) باب کعبہ سے داخل ہوتے ہی سامنے مغربی دیوار پر پہلی تختی پر یہ عبارت لکھی ہے۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

امر بعمارة البيت المعظم الامام الاعظم ابو جعفر

المستنصر بالله امير المومنين بلغة الله اقصى اماله

و تقبل منه صالح اعماله فى شهود سنه تسع و عشرين وست

مائة و صلى الله على سيدنا محمد و آله وسلم

ابوجعفر المنصور نے 629ھ میں تعمیر و مرمت کا حکم دیا۔

(۴) چوتھی تختی بھی غربی دیوار میں تختی نمبر 3 کے قریب آویزاں ہے۔ یہ تختی یوسف بن عمر بن علی بن رسول کی یادگار ہے جس پر 6801ھ مرقوم ہے۔ وہ یمن کا بادشاہ تھا۔

(۵) چوتھی تختی کے ساتھ ہی غربی دیوار میں یہ بھی جلوہ نما ہے جو سلطان مراد خان کی تعمیری خدمات کی یاد تازہ کرتی ہے۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔ امر بتجديد هذا

البيت المعظم الفقير الى الله سبحانه و تعالى خادم الحرمين

و المحترمين و سائق الحجاج بين البرين والبحرين السلطان

ابن السلطان مراد خان بن السلطان محمد خان خلد الله

تعالى ملكه وايد سلطنة 1040 هجرية النبوية افضل التحية

Marfat.com

(۶) چھٹی تختی بھی مغربی دیوار میں پانچویں کے متصل جلوہ گرہ ہے یہ تختی مولانا سلطان بن سلطان محمد خان کی یادگار ہے۔

اس پر یہ عبارت تحریر ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا: امر بتجدید سقف البیت الشریف و جمیع داخل الحرم و خارجه مولانا السلطان بن السلطان محمد خان سن سبعین و الف 1070ھ

(۷) یہ بھی غربی دیوار میں جلوہ افروز ہے یہ تختی سلطان اشرف ابوالنصر برسبائی کی خدمت کی عکاسی کرتی ہے جوانہوں نے 826ھ کو تحریر کی تھی۔

(تاریخ الکعبہ ص139 تا 141)

کعبہ کے قیمتی تحائف

مختلف ادوار میں سلاطین و امراء جو بیش بہا قیمتی تحفے کعبہ مشرفہ کی نذر کرتے رہے۔ ان کی تفصیلات سے مؤرخین نے اپنی کتابوں کو مزین کیا۔

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ علامہ مسعود کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔

سب سے پہلے کعبہ شریف کی نذر کیا جانے والا تحفہ ساسان بن بابک کا تھا جو جرہم کی ولایت سے بھی پہلے چڑھایا گیا تھا وہ قیمتی تحفہ سونے کے دو ہرن جواہرات، تلواریں اور بہت سے سونے اور چاندی پر مشتمل تھا۔

پھر کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی نے سونے اور چاندی کی تلواریں کعبہ شریف میں لٹکائیں۔ (اعلام الاعلام ص: 61)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مقدس عہد میں جب کسریٰ تاخت و تاراج ہوا تو آپ نے شاہی خزانہ سے سونے کے دو ہلال کعبہ شریف کی نذر کئے۔ جنہیں کعبہ شریف میں آویزاں کیا گیا۔ سفاح نے سبز چوڑی تلواریں کعبہ شریف کے لئے نذرانہ

Marfat.com

بھیجیں جو کعبہ شریف کے اندر لٹکائی گئیں۔ عبدالملک بن مروان نے جواہرات سے مرصع دو چھتریاں اور دو بلور کے پیالے بھیجے جنہیں کعبہ شریف میں معلق کیا گیا اور کعبہ شریف کے درمیان والے ستون کو نیچے سے لے کر اوپر تک سونا چڑھایا اور اس پر نقش و نگار بھی کرایا۔ پھر ولید بن عبدالملک نے اپنے دور خلافت دو پیالے نذر کیے۔ بعد میں ولید بن یزید نے زینبی تخت اور دو چاندار سال کیے۔

ان پر یہ عبارت درج تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امیر عبدالله الخلیفة الولید بن یزید امیر المومنین فی سنة احدی ومایة 101ھ

اور ابوالعباس نے ایک سبز رنگ کا بڑا پیالہ کعبہ شریف کے لئے ہدیہ بھیجا۔

ہارون الرشید نے 186ھ میں دو یاقوت ارسال کیے جنہیں سونے کی زنجیروں سے حج کے موسم میں کعبہ شریف کے سامنے لٹکایا جاتا تھا۔ اسی طرح جعفر المتوکل علی اللہ نے سونے کی ایک چھتری جواہرات جڑی، موتیوں ٹکی بھیجی جو ہر موسم میں سونے کی زنجیروں سے کعبہ شریف کے سامنے لٹکائی جاتی تھی۔ عراق سے ایک سپہ سالار پر چھتری لاتا اور کعبہ شریف کے دربانوں کے حوالہ کر دیتا۔ دربان 6 ذی الحجہ کو اسے باب کعبہ کے سامنے لٹکاتے اور 8 ذی الحجہ کو اتار لیتے۔ اس کا کپڑا سرخ دیباج کا تھا اور اس کی شکل مربع تھی 144 بالشت اس کی پیمائش تھی جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

رمضان المبارک 362ھ میں المعز الدین اللہ جب اپنے مصر کے قصر شاہی میں پہنچا اور دربار منعقد کیا اور لوگوں سے ہدیے قبول کرنے بیٹھا تو اس نے ایک انتہائی بیش قیمت چھتری لگائی جسے بعد میں کعبہ مشرفہ کی نذر کر دیا وہ چھتری بارہ بالشت لمبی اور بارہ بالشت چوڑی تھی۔ اس کا کپڑا سرخ دیباج کا تھا اور اس کے چاروں طرف سونے کے بارہ چاند بنے ہوئے تھے۔ ہر چاند میں ایک سونے کا ترنج (لیمو) تھا جس کے اندر بڑے

Marfat.com

بڑے موتی جڑے ہوئے تھے۔ ہر ایک موتی کبوتر کے انڈے کے برابر موٹا تھا۔ ان موتیوں میں سرخ، زرد اور نیلے یاقوت بھرے تھے اور چاروں طرف سبز زمرد سے آیات جڑ نقش کی گئی تھیں۔ اس تحریر کے بیچ میں ایک اس قدر بڑا موتی تھا جس کے مانند آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ پوری چھتری میں پسا ہوا خشک بھرا تھا اور یہ چھتری محل کے اندر اور باہر دونوں جگہ سے دکھائی دیتی تھی۔

تبت کے بادشاہوں میں سے ایک بت پرست بادشاہ جب حلقہ بگوش اسلام ہوا تو اس نے ایک بت جو انسانی شکل کا تھا کعبہ شریف کی نذر کر دیا۔ اس کے سر پر سونے کا تاج تھا جو جواہرات سرخ اور سبز یاقوت اور زبرجد وغیرہ سے مرصع تھا۔ بت ایک چاندی کے چوکور تخت پر نصب تھا جس پر دیباج کی چادر بچھی تھی اور چادر کے چاروں طرف سونے اور چاندی کے بٹن بند لگے ہوئے تھے۔

بادشاہ مذکور نے یہ تمام چیزیں امیر المومنین عبداللہ المامون کی خدمت میں بھیجیں امیر المومنین نے یہ تحفہ حسن بن سہل کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ اسے کعبہ شریف میں پہنچا دیا جائے۔ حسن بن سہل بلخ کے ایک آدمی نصیر بن ابراہیم کی معیت میں 201ھ میں مکہ مکرمہ پہنچا۔ جب حجاج منیٰ سے واپس لوٹے تو نصیر بن ابراہیم نے یہ تخت صفا اور مروہ کے درمیان عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے رحبہ میں نصب کر دیا۔ تین دن تک لوگ اس کی شوکت کا نظارہ کرتے رہے۔ اس کے ساتھ ایک سونے کی تختی بھی تھی۔

جس پر یہ عبارت کندہ تھی۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھذا سریر فلان بن فلان ملک التبت اسلم و بعث ھذا السریر الی الکعبۃ فاحمدو اللہ الذی ھداہ للاسلام

تین دن کے بعد کعبہ شریف کے مجاوروں کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے اسے دار شیبہ بن عثمان میں کعبہ شریف کے خزانہ میں جمع کر دیا۔

Marfat.com

پھر 202ھ میں حمدون بن علی بن عیسیٰ المخزومی مکہ مکرمہ کا حکمران ہوا تو اس نے اپنے دشمن کے مقابلہ کی غرض سے بت اور تخت بیچ دیا اور کچھ رقم کے دراہم و دنانیر بنا لئے لیکن تاج اور تختی ازرقی کے زمانہ تک کعبہ شریف کے خزانہ میں موجود تھے۔

(اخبار مکہ: ص 155، 158)

امام فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے امام فاکہی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

219ھ میں المعتصم العباسی نے سونے کا ایک تالہ کعبہ شریف کی نذر کیا جو ایک ہزار دینار سے تیار کیا گیا تھا۔

259ھ میں سونے کا ایک ذی شان ہار جو زمرد، الماس اور سبز یاقوت سے مزین تھا کعبہ کے لئے تحفہ آیا۔ اس کا وزن 24 مثقال تھا۔ اسے امیر المومنین المعتمد علی اللہ کے حکم سے سونے کے زنجیر سے دیگر معلقات کے ساتھ کعبہ شریف میں لٹکا دیا گیا۔ اسی طرح چاندی کا ایک بڑا گلوب جس میں جعفر بن المعتمد اور ابی احمد الموفق کا بیعت نامہ تحریر تھا کعبہ شریف میں لٹکایا گیا۔

359ھ میں المطیع العباسی نے چاندی کی قندیلیں ہدیہ بھیجیں جن کا وزن چھ سو مثقال تھا اور ایک روایت کے مطابق یہ قندیلیں عمان کے بادشاہ نے بھیجی تھیں۔

420ھ کے بعد کچھ محاریب نذر کی گئیں پھر 632ھ میں ملک منصور عمر بن علی بن رسول صاحب یمن نے سونے اور چاندی کی قندیلیں بھیجیں اور ملک الظاہر بیبرس صاحب مصر نے تالہ اور چابیاں ارسال کیں۔

718ھ میں وزیر علی شاہ نے جو سلطان ابی سعید بن خدا بندہ ملک تتر کا وزیر تھا سونے کے دو حلقے ارسال کئے وہ حلقے جواہرات اور بلخش سے مزین تھے۔ ہر حلقہ ایک ہزار مثقال وزنی تھا اور ہر حلقہ میں چھ چھ نادر الوجود موتی لگے ہوئے تھے۔ یہ حلقے تھوڑا ہی عرصہ کعبہ شریف کی زینت بنے۔ جب رمیثہ بن ابی نمی مکہ کا حکمران ہوا تو اس نے انہیں اپنے قبضہ میں لے لیا۔

Marfat.com

770ھ میں سلطان شیخ اویس صاحب بغداد نے چار بہت بڑی بڑی قندیلیں نذرانہ بھیجیں جن میں سے دو سونے کی اور دو چاندی کی تھیں۔ یہ بھی کچھ عرصہ تک معلق رہیں پھر امیر مکہ عجلان بن رمیثہ نے ان پر قبضہ کیا۔

امام فاسی فرماتے ہیں کہ

199ھ میں الحسنین بن الحسن الافطس نے کعبہ شریف کا تمام خزانہ اپنے قبضہ میں کر لیا اور کعبہ شریف کے غلاف سمیت تمام اشیاء اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیں۔ اسی طرح 251ھ میں اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم الحسینی نے کعبہ شریف کا سونا، چاندی، عطریات اور غلاف وغیرہ سب کچھ ضبط کر لیا تھا اور ابن فہد نے 586ھ کے حوادثات میں ذکر کیا ہے کہ امیر مکہ داؤد بن عیسیٰ بن فلیتہ نے کعبہ شریف کا خزانہ اور حجر اسود کا حلقہ اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔

امام قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اعلام الاعلام میں لکھا ہے کہ

سلطان مراد خان نے 984ھ میں تین سونے کی قندیلیں جواہرات سے مزین کعبہ شریف کے لئے ہدیہ بھیجیں ان میں سے دو کعبہ شریف کی چھت میں لٹکانے کے لئے اور ایک روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی۔ آل عثمان کے تحائف میں یہ سب سے پہلا سونے کا تحفہ تھا جسے کعبہ شریف میں آویزاں کیا گیا۔

الاتحاف کے مؤلف طبری نے بیان کیا ہے کہ

1094ھ میں ملکہ بندر آشی نے پانچ سونے کی قندیلیں کعبہ شریف میں لٹکانے کی غرض سے بھیجی تھیں۔ یہ واقعہ شریف سعید بن برکات کے زمانہ کا تھا لیکن ان تحائف میں سے آج کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ اگرچہ اس وقت بھی بہت سی قندیلیں کعبہ شریف کی چھت میں لٹکی ہیں مگر ان کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں۔

(تاریخ الکعبہ ص 199 تا 202)

Marfat.com

معالیق کعبہ

کعبہ شریف کے اندر آویزاں بیش بہا قیمتی اشیاء جو مختلف اوقات میں دنیا کے بادشاہوں اور امراء نے کعبہ شریف کی نذر کی تھیں۔

ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) دنبہ کے سینگ

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جنت کے جس دنبہ کو ذبح کیا تھا اس کے سینگ کعبہ شریف میں لٹکا دیئے گئے تھے۔ وہ سینگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دور تک محفوظ تھے۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے وہ سینگ کعبہ شریف میں دیکھے تھے مگر تمہیں کہنا بھول گیا کہ ان پر کپڑا ڈال دو۔

بعد ازاں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور میں جب کعبہ شریف جل گیا تو اس روح فرسا حادثہ میں وہ سینگ بھی جل گئے تھے۔

(۲) نبوت کے ساتویں سال جب کہ شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ نے شعب بن ہاشم میں محصور کر دیا تو اس دوران قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب سے قطع تعلقات پر مبنی ایک عہد نامہ لکھا جس پر تمام قریش کے سردار متفق تھے پھر اسے کعبہ شریف میں لٹکایا گیا۔

(۳) امام ازرقی بیان کرتے ہیں کہ

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب کسریٰ فتح کیا تو شاہی خزانہ سے سونے کے دو چاند کعبہ شریف کے لئے ہدیہ بھیجے جنہیں کعبہ شریف میں لٹکایا گیا۔

(۴) السفاح نے صحیفہ الخضر بھیجا جسے کعبہ شریف میں لٹکایا گیا۔

Marfat.com

(۵) خلیفہ مامون الرشید نے ایک بیش بہا قیمتی یاقوت کعبہ شریف کے لئے بھیجا جسے حج کے دنوں میں سونے کی زنجیروں سے کعبہ شریف کے سامنے لٹکایا جاتا تھا۔

(۶) 259ھ میں سندھ کے ایک بادشاہ نے جب اسلام قبول کیا تو زمرد اور یاقوت وغیرہ جواہرات سے مرصع سونے کا ایک طول کعبہ شریف کے لئے تحفہ بھیجا جو خلیفہ المعتمد کے حکم سے بیت اللہ شریف کے اندر لٹکا دیا گیا۔

(۷) چاندی کی ایک نلی جس میں جعفر امیر المومنین المعتمد علی اللہ اور ابی احمد الموفق باللہ کی بیعت کا اقرار نامہ تھا جس کا وزن 360 درہم تھا اس کے باہر چاندی کی تین زنجیریں اور چاندی کے تین بٹن لگے ہوئے تھے۔ 261ھ میں الفضل بن عباس حج کے دنوں میں یہ تحفہ لے کر مکہ مکرمہ پہنچا جسے کعبہ کے دوسرے قیمتی تحائف کے ساتھ لٹکا دیا گیا۔

(۸) خلیفہ عبدالملک بن مروان نے دو عدد شمسیہ (جواہرات سے مرصع چھتریاں) اور دو بلوری پیالے ارسال کئے۔

(۹) خلیفہ ولید بن یزید نے تخت زینبی اور دو ہلال کعبہ شریف کی نذر کئے۔

(۱۰) 201ھ میں تبت کے ایک بادشاہ نے سونے کا بت جو انسانی شکل کا تھا بمعہ تخت کے کعبہ شریف کے لئے بھیجا۔

(۱۱) 186ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کے دونوں بیٹوں کی بیعت اور عہد و پیمان کی دستاویز دو قیمتی نلیوں میں ملفوف کعبہ شریف میں لٹکائی گئی۔

(۱۲) خلیفہ جعفر المتوکل علی اللہ نے جواہرات یاقوت اور زبرجد سے مرصع انتہائی قیمتی چھتری بیت اللہ شریف کے لئے بھیجی جو حج کے ایام میں سونے کی زنجیروں سے کعبہ شریفہ کے سامنے لٹکائی جاتی تھیں۔

(۱۳) 359ھ میں مطیع عباسی نے کعبہ شریف کے لئے چاندی کی قندیلیں بھیجیں جن میں ہر ایک کا وزن 600 مثقال تھا۔

Marfat.com

(۱۴) 362ھ میں خلیفہ المعز الدین اللہ نے ایک نادرۂ روزگار چھتری کعبہ شریف کی نذر کی جو بیش بہا قیمتی جواہرات سے مرصع تھی جس پر ایک ہزار ایک سو پچیس تولے سونے کے علاوہ بیس ہزار درہم خرچ ہو گئے تھے۔

(۱۵) خلیفہ منصور صاحب یمن نے 362ھ میں سونے اور چاندی کی قندیلیں بھیجیں۔

(۱۶) 420ھ میں شاہ عمان نے کعبہ شریف کے لئے قندیلیں اور سونے کی محرابیں بھیجیں۔ ہر ایک محراب 16 سیر وزنی تھی۔

(۱۷) 532ھ میں شاہ رامشت فارسی نے سونے کی چار قندیلیں بھیجیں جن میں سے ہر ایک کا وزن 10 رطل یعنی پانچ سیر تھا۔ جو 18 ہزار دینار کی تھیں۔

(۱۸) 632ھ میں ملک منصور عمر بن علی بن رسول شاہِ یمن نے سونے اور چاندی کی قندیلیں ہدیہ بھیجیں۔

(۱۹) 718ھ میں سلطان ابی سعید بن خدابندہ شاہ تتر کے وزیر علی شاہ نے جواہرات سے مرصع دو سونے کے حلقے کعبہ شریف کے لئے ہدیہ بھیجے جن کا وزن ایک ایک ہزار مثقال یعنی پانچ پانچ سو تولہ تھا۔ ہر ایک حلقہ میں چھ انتہائی نادرہ اور فاخرہ جواہرات اور چھ بے مثال بلخش لگے ہوئے تھے۔ یہ دونوں حلقے باب کعبہ پر آویزاں کر دیئے گئے مگر تھوڑے ہی عرصہ بعد رمیثہ بن ابی نمی امیر مکہ نے انہیں اپنی جنگی ضروریات میں خرچ کر دیا۔

بلخش کے متعلق علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں۔

یہ قیمت میں یاقوت کی مانند ہوتا ہے مگر قدر و منزلت میں اس سے کم ہے۔ اس کے تین رنگ ہوتے ہیں۔ سرخ کو معقرب، سبز کو زبرجدی اور زردِ کو ورسی کہتے ہیں۔ جبکہ سرخ رنگ زیادہ قیمتی ہوتا ہے لیکن فریدۃ العجائب میں لکھا ہے یہ یاقوت ہی کی طرح سخت اور شفاف پتھر ہے۔ فوائد اور احوال کے اعتبار سے بھی یاقوت ہی کی طرح ہے۔

(۲۰) 70ھ میں شاہ بغداد اویس نے دو سونے اور دو چاندی کی قندیلیں بھیجیں جو کعبہ

Marfat.com

شریف میں کچھ عرصہ تک لٹکائی گئیں بعد میں عجلان بن رمیثہ امیر مکہ نے انہیں خرچ کر دیا۔

(۲۱) 984ھ میں سلطان سلیمان القانونی نے جواہرات سے مرصع سونے کے دو فانوس بھیجے جنہیں کعبہ شریف میں لٹکا دیا گیا۔

(۲۲) 984ھ میں سلطان مراد خان نے جواہرات سے مرصع سونے کی تین قندیلیں ہدیہ بھیجیں جن میں سے دو کعبہ شریف میں اور ایک حجرۃ النبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آویزاں کر دی گئی۔ سلطان موصوف خلافت عثمانیہ کے پہلے حکمران تھے جنہوں نے حرمین شریفین کے لئے سونے کی قندیلوں کا تحفہ بھیجا تھا۔

(۲۳) 1094ھ میں ملکہ بندر آشی نے سونے کی پانچ قندیلیں کعبہ شریف میں لٹکانے کے لئے بھیجیں ان دنوں شریف سعید بن برکات امیر مکہ تھا۔

کعبہ شریف کی نذر کئے جانے والے مذکورہ بالا انتہائی قیمتی سامان میں شمسیہ کا ذکر بھی کئی مرتبہ آیا ہے۔

علامہ طاہر کردی اس لفظ کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔

(۱) ایسا کپڑا جو کسی مکان کی چاروں دیواروں پر لٹکایا جائے۔

(۲) وہ معروف چھتری جو بارش اور دھوپ سے بچاؤ کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔

(۳) کعبہ شریف کا غلاف یا باب کعبہ کا پردہ۔

مذکورہ واقعات میں جس لفظ کا استعمال ہوا ہے اس کے لئے ان توجیہات میں سے ہر ایک توجیہہ ہو سکتی ہے۔ (تاریخ القویم ج 4 ص 132 تا 137)

الشاذ روان

شاذروان اس پشتہ کا نام ہے جو کعبہ شریف کی دیواروں کے نیچے تین سمت مشرق جنوب اور مغرب میں بنا ہوا ہے۔ اس کے بنانے کی غرض وغایت میں دو اقوال بیان کئے گئے ہیں۔

Marfat.com

ایک قول یہ ہے کہ قریش نے تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دیوار وں کی چوڑائی بھی کم کر دی تھی۔ اس لئے بعد میں اس بقیہ حصہ میں بڑے بڑے پتھروں سے پشتہ بنادیا گیا تا کہ طواف کرنے والے ان بنیادوں کے باہر طواف کریں۔

(تاریخ الکعبہ ص:154)

دوسرا قول جو البتنونی نے رحلتہ الحجازیہ میں بیان کیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ شاذ روان اس بند کو کہا جاتا ہے جو نہر کے دونوں کناروں پر بنایا جاتا ہے اور قدیم مصری عمارتوں میں اس لفظ کا اطلاق ان فواروں کے محیط پر ہوتا تھا۔ جو بڑے بڑے صحنوں میں بنائے جاتے تھے۔ یہ سب سے پہلے عبداللہ بن زبیر یا حجاج بن یوسف نے سیلاب سے کعبہ شریف کی حفاظت کی غرض سے بنوایا تھا۔

(رحلتہ الحجازیہ ج:1،ص:105)

اس پشتہ کی بلندی بعض جگہ 16 انگل تقریباً ایک فٹ یعنی 35 سینٹی میٹر اور چوڑائی ایک ذراع تقریباً 18 انچ یا 45 سینٹی میٹر اور بعض جگہ بلندی ڈیڑھ بالشت یعنی ½13 انچ یا 34 سینٹی میٹر ہے۔

شاذ روان میں کل 68 پتھر لگے ہیں۔ رکن عراقی سے رکن یمانی کے درمیان 25 پتھر ہیں ان میں سے ایک پتھر 9 انچ 6 فٹ یعنی 2 میٹر 5 سینٹی میٹر لمبا ہے۔ جو بند دروازہ کی دہلیز کی جگہ نصب ہے۔ اس لمبے پتھر اور رکن یمانی کے درمیان تقریباً 6 فٹ کا فاصلہ ہے۔ رکن یمانی کی جگہ گول پتھر نصب ہے۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان 19 پتھر لگے ہیں۔ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ملتزم کے مقام پر پشتہ نہیں ہے یہ جگہ خالی ہے۔ اس طرح اس جگہ سے رکن عراقی کے درمیان 23 پتھر ہیں۔ رکن عراقی اور رکن شامی کے درمیان حطیم کے اندر پشتہ نہیں ہے۔ البتہ اس طرف 6.4 انچ منڈیر سی بنی ہوئی ہے۔ اس میں جو پتھر استعمال ہوئے ہیں وہ حجر الصوان ہیں جو کعبہ شریف کی عمارت میں استعمال ہوئے ہیں۔ یہ پشتہ بعض فقہاء کے نزدیک حطیم کی طرح کعبہ شریف کا حصہ

Marfat.com

ہے لہٰذا طواف کرتے وقت اس کے باہر طواف کیا جائے۔ (اخبار مکہ، ص:218)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ

شاذروان ایک نفیس پشتہ بنا ہوا ہے جو کعبہ شریف کی دیوار کی ابتداء میں ہے۔ اس کی بلندی بعض جگہ سے دو بالش تقریباً 18 انچ اور بعض جگہ ڈیڑھ بالشت تقریباً ½13 انچ ہے۔

امام تقی الدین فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ شاذروان کی ابتدا کب ہوئی ہے اور نہ ہی یہ ایک دفعہ بنایا گیا ہے بلکہ متعدد بار اس کے بنانے کا اتفاق ہوا۔ مثلاً 542ھ میں اس کی تعمیر کی گئی مگر یہ معلوم نہیں کہ کس نے کی ہے اور ابن خلیل نے اپنی کتاب مناسک حج میں لکھا ہے کہ 636ھ میں یہ پشتہ بنایا گیا تھا۔ اسی طرح 660ھ یا 670ھ میں بھی اسے تعمیر کیا گیا۔

ابن فہد قرشی نے 838ھ کے حوادثات میں ذکر کیا ہے کہ

اس سال سودون المحمدی نے شاذروان کی تجدید کرائی۔ اس نے مصر سے ساٹھ ذراع لمبا سنگ مرمر منگوا کر اس سے شاذروان کی تعمیر کرائی اور پھر 846ھ میں بعض پتھر اکھاڑ کر ان کی جگہ نئے نصب کئے جبکہ ابراہیم رفعت پاشا نے مراۃ الحرمین میں اس کی پیمائش اس طرح بیان کی ہے۔

شمالی جانب میں اس کی بلندی 50 سینٹی میٹر اور چوڑائی 39 سینٹی میٹر ہے۔ مغربی جانب بلندی 27 سینٹی میٹر اور عرض 80 سینٹی میٹر ہے۔ جنوبی سمت میں بلندی 24 سینٹی میٹر اور عرض 87 سینٹی میٹر ہے۔ جبکہ مشرقی دیوار کی طرف بلندی 22 سینٹی میٹر اور عرض 66 سینٹی میٹر ہے۔

1040ھ میں سلطان مراد خان نے بھی کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت اس کی تجدید کرائی تھی۔

سنجاری نے لکھا ہے کہ

Marfat.com

1098ھ میں احمد پاشا نے شاذروان کی اصلاح کرآئی اور سنگ سماق سے اسے تعمیر کیا اور پہلے سنگ مرمر کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ (تاریخ الکعبہ عنوان شاذروان کعبہ)

امام ازرقی کا قول

امام ازرقی نے شاذروان کے پتھروں کی تعداد 68 بیان کی ہے جبکہ علامہ طاہر کردی کا فرمان ہے کہ

ان کی تعداد 1376ھ میں 64 ہے۔

لیکن راقم آثم نے ذی قعدہ 1398ھ میں ان کی تعداد 53 شمار کی ہے۔ دروازہ والی دیوار میں 10 عدد، مغربی دیوار میں 23 عدد اور جنوبی سمت میں 20 پتھر لگے ہوئے ہیں جن میں سے جنوبی دیوار میں تین اور اسی طرح مشرقی دیوار میں بھی چھ پتھر نئے ہیں۔

ابراہیم رفعت پاشا نے شاذروان میں لگے ہوئے پیتل کے کنڈے جن سے غلاف کعبہ باندھا جاتا ہے ان کی تعداد 48 بیان کی ہے جبکہ راقم الحروف نے 1398ھ میں 42 کنڈے دیکھے ہیں۔ مشرقی دیوار میں 9 مغربی میں تھا حطیم کے اندر 10 اور جنوبی سمیت میں 11 عدد تھے۔ ان میں سے مشرقی دیوار میں 2 مغربی میں 2 جنوبی میں 3 اور حطیم میں 9 کنڈے نئے لگائے گئے ہیں۔

نادرۂ روزگار پتھر

یہ پتھر بے حد قیمتی نادر الوجود اور انتہائی عظیم المرتب تحفہ ہیں۔ یہ آٹھ مستطیل پتھر حجم اور طول و عرض میں تقریباً برابر ہیں۔ ان میں سے بڑا پتھر 33 سینٹی میٹر لمبا اور 21 سینٹی میٹر چوڑا ہے۔ یہ تمام مربع شکل میں نصب ہیں جن کا طول و عرض 74 سینٹی میٹر ہے۔ ان کے زرد رنگ کو سرخی نے اور بھی جاذب نظر بنا دیا ہے۔

ان کے نیچے ایک نیل گول پتھر 69 سینٹی میٹر لمبا اور 32 سینٹی میٹر چوڑا نصب ہے جس پر مذکورہ آٹھ پتھر شاذروان میں نصب کرنے کی تاریخ 631ھ کندہ ہے۔ اس طرح ان پر 736 سال گزر چکے ہیں۔ (تاریخ القویم: ج:3، ص:127)

Marfat.com

مصلی جبرائیل علیہ السلام

باب کعبہ اور رکن عراقی کے درمیان ایک گڑھا تھا جسے ''معجن'' یا مصلی جبرائیل علیہ السلام کہا جاتا تھا جو اس وقت موجود نہیں ہے۔

علامہ حسین عبداللہ نے اس کے متعلق مختلف روایات نقل کرنے کے بعد حسب ذیل تجزیہ کیا ہے۔

علامہ ازرقی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے لکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) نے باب کعبہ کے پاس دو مرتبہ میری امامت کرائی۔

ابن سائب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن کعبہ شریف کے سامنے جو سفید جگہ پائی جاتی ہے وہاں نماز پڑھی تھی۔

علامہ ازرقی اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ

انہوں نے مجھے وہ جگہ بتائی جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور وہ جگہ شاذروان کے ساتویں یا نویں پتھر کے پاس ہے۔

امام موصوف فرماتے ہیں کہ

ابن جریج نے بھی ہمیں بتایا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز پڑھی تھی اور اسی جگہ مقام ابراہیم بھی تھا لیکن سیل ام نہشل کے بعد امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے موجودہ جگہ نصب کیا۔

امام تقی الدین فاسی نے بھی شیخ الاسلام عز الدین بن عبدالسلام اور شیخ احمد بن موسیٰ بن العجیل شیخ یمن کا قول نقل کیا ہے کہ

مصلی جبرائیل (علیہ السلام) کی جگہ یہی سنگ مرمر سے بنا ہوا گڑھا ہے۔

نیز امام تقی الدین فاسی نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ

Marfat.com

ان کے زمانہ میں مقام ابراہیم (علیہ السلام) مذکورہ گڑھے کے کنارے پر کعبہ شریف کے متصل تھا۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف سے نکل کر مقام ابراہیم کے پاس اسی گڑھے میں نماز پڑھی تھی۔

امام فاسی کہتے ہیں

801ھ میں اس کے فرش کی تجدید کی گئی تھی جو ان کے زمانہ تک موجود تھا۔

امام موصوف نے اس کا طول وعرض حسب ذیل تحریر کیا ہے۔

شمالاً جنوباً طول 4 ذراع (1 میٹر 83 سینٹی میٹر) عرض شرقاً غرباً سوا دو ذراع (ایک میٹر 3 سینٹی میٹر) اور گہرائی نصف ذراع (23 سینٹی میٹر) تھی۔

علامہ حسین عبداللہ آخر میں اپنا موقف اس طرح بیان کرتے ہیں۔

میں نے مناسک حج، فقہ لغت اور تاریخ کی بہت سی کتابیں چھان ماری ہیں مگر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ مصلی جبرائیل، مصلی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مقام ابراہیم کی جگہ وہی گڑھا تھا اور جب نماز کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو اسی جگہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی تھی۔ (تاریخ کعبہ ص 177 تا 180)

علامہ طاہر کردی فرماتے ہیں

اس گڑھے کے متعلق کئی اقوام پائے جاتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ اس جگہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کعبہ شریف کی تعمیر کے وقت گارا بناتے تھے جس کی وجہ سے گڑھا بن گیا اور اسی نسبت سے اسے معجن کہا گیا۔

لیکن یہ قول دو وجہ سے ناقابل تسلیم ہے۔

(۱) سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام نے گارا چونا وغیرہ کے بغیر ہی کعبہ شریف تعمیر کیا تھا۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

قسم بخدا! انہوں نے کعبہ شریف مٹی گارے کے بغیر ہی تعمیر کیا۔ ان کے ساتھ نہ تو

Marfat.com

کوئی کام میں شریک تھا اور نہ ہی مال کی فراوانی تھی کہ اس کی چھت بناتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی ایک علامت قائم کر کے اس کا طواف کیا۔

(۲) اگر اس قول کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کعبہ شریف کے چاروں طرف گڑھے کھود کر گارا بناتے تاکہ اٹھانے اور پہنچانے میں آسانی ہوتی۔ یہ ممکن نہیں کہ اتنے سے گڑھے کی مٹی پوری عمارت کے لئے کافی ہوتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کعبہ شریف کو غسل دینے کا پانی اس میں جمع ہوتا تھا اور یہ احتمال ابن جبیر نے اپنے سفرنامہ میں ذکر کیا ہے مگر انہوں نے اس کا کوئی ٹھوس ثبوت پیش نہیں کیا۔ اگرچہ انہوں نے بعض لوگوں سے اس کی حقیقت معلوم کرنا چاہی لیکن کوئی آدمی بھی ان کی رہنمائی نہ کر سکا۔ صرف غسل کعبہ کا پانی اس میں بھرا ہوا دیکھ کر انہوں نے یہ گمان کر لیا۔ اگر گڑھا کعبہ شریف کے دروازہ کے متصل ہوتا تب تو ان کا یہ گمان صحیح سمجھا جاتا لیکن وہ دروازہ سے تقریباً سات میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔

مذکورہ روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبہ شریف کے سامنے نماز پڑھنے کا جو ذکر ہے وہ بلاشبہ اسی گڑھے کی جگہ کے متعلق ہے کیونکہ اس جگہ مقام ابراہیم تھا اور اسی مقام پر آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں پانچ نمازیں پڑھیں۔ گویا کہ یہی مصلی جبرائیل مصلیٰ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور مقام ابراہیم کی جگہ تھی۔ اگر کوئی آدمی اعتراض کرے کہ اس گڑھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس وجہ سے نماز پڑھی اور وہاں مقام ابراہیم کو کیوں نصب کیا گیا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کی ہر سمت نماز ادا فرمائی تاکہ مسلمانوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل حجت بن جائے اور اس جگہ مقام ابراہیم کا نصب کرنا عقلاً و نقلاً معیوب نہیں بلکہ مستحسن معلوم ہوتا ہے اگر اسے باب کعبہ کے پاس یا ملتزم کے قریب رکھا جاتا تو زائرین کے لئے شدت تکلیف کا باعث ہوتا

Marfat.com

لہٰذا کعبہ شریف کے سامنے ہی اسے نصب کرنا زیادہ موزوں تھا۔

معجن کا بند کرنا

حج کے ایام میں حجاج کی کثرت کے باعث کئی آدمی اس میں گر جاتے تھے جس کے باعث یہ گڑھا زائرین کے لئے تکلیف دہ ثابت ہونے لگا۔ چنانچہ سعودی حکومت نے اسے بند کرنے کا فیصلہ کیا۔

1377ھ مطابق 1958ء میں جب کعبہ شریف کی چھت تبدیل کی گئی تو اس موقع پر اسے بھی بھر دیا گیا۔

ایک قول یہ بھی ہے۔

مقام ابراہیم ابتداء میں اس جگہ یعنی گھڑے کے کنارے نصب تھا لیکن سیلاب ام نہشل کے بعد امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے موجودہ جگہ نصب کر دیا۔

یہ روایت بلاشبہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسی گڑھے والی جگہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرائی تھی اور اکثر علماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے جن میں امام ازرقی بھی شامل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام نے باب کعبہ کے قریب دو مرتبہ مجھے نماز پڑھائی۔

یہ روایت اس بات کی تائید کرتی ہے کہ مقام ابراہیم مذکورہ گڑھے کی طرف تھا۔ اس وجہ سے وہاں جبرائیل علیہ السلام نے نماز پڑھائی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی اور مقام ابراہیم کی بھی تھی لیکن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بعد میں مقام ابراہیم کو دوسری جگہ نصب کر دیا اس گڑھے کا تذکرہ نہ تو عہد ابراہیمی میں پایا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے بعد زمانۂ جاہلیت میں اور حقیقت میں

Marfat.com

یہاں گڑھا وغیرہ کچھ بھی نہیں تھا۔ ابتداء اسلام میں محض مٹی کا کچا فرش تھا اور اس جگہ علامت کے طور پر سفید ریت ڈالی گئی تھی۔ بعدازاں جب مطاف میں پتھروں اور سنگ مرمر کا فرش بنایا گیا تو اس جگہ تیس سینٹی میٹر گہرا گڑھا نما حوض بھی بنا دیا گیا۔ علاوہ ازیں قدیم زمانہ میں مقام ابراہیم کا اس گڑھے والی جگہ اور کعبہ شریف کے اندر ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا اور نماز فرض ہوئی تو اسی مقام پر جبرائیل علیہ السلام نے نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرائی۔

مسند امام احمد میں ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف میں داخل ہوئے لیکن اندر نماز نہیں پڑھی پھر جب باہر تشریف لائے تو باب کعبہ کے قریب نماز ادا فرمائی۔

اسی طرح قاضی عزالدین بن جماعۃ نے اسامہ بن زید سے روایت نقل کی ہے۔

وہ کہتے ہیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ شریف میں داخل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر جا کر بیٹھ گئے اور اللہ رب العزت کی حمد وثناء اور تکبیر وتہلیل کے بعد باہر تشریف لے آئے اور نماز نہیں پڑھی۔

پھر دوسرے دن بھی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ شریف میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے تو پہلے کھڑے ہو کر دعا کی بعد میں دو رکعت نماز پڑھی۔ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو کعبہ شریف کے سامنے دو رکعت ادا کیں اور پلٹ کر فرمایا یہ قبلہ ہے۔ دوسری مرتبہ کعبہ شریف میں داخل ہونے کا واقع فتح مکہ کے دن کا ہے۔

اسی طرح امام بخاری اور امام مسلم نے بھی اسامہ بن زید سے روایت کی ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو اس کے چاروں گوشوں میں دعا کی لیکن نماز نہیں پڑھی۔ پھر جب باہر تشریف لائے تو کعبہ شریف کے سامنے دو رکعت ادا کیں اور فرمایا کہ یہ قبلہ ہے۔

Marfat.com

بالآخر بروز جمعرات 2 رمضان المبارک 1377ھ بمطابق 20 فروری 1958ھ کو پرانا مستعمل چونا، جو کعبہ شریف کی چھت گرانے سے حاصل ہوا تھا اس میں ڈال کر بھر دیا گیا پھر اس پر آب زم زم میں دھلی ہوئی ریت کی تہہ لگائی گئی۔ بعد میں اس پر چونا ملی ہوئی مٹی کا گارا لگا کر سفید سنگ مرمر کا فرش لگا دیا گیا اور سیاہ سنگ مرمر کا حاشیہ بھی لگایا گیا تا کہ گڑھے کا امتیازی نشان قائم رہے۔

یہ کام جمعرات کو چاشت کے وقت شروع ہوا اور ظہر سے پہلے مکمل ہو گیا۔

معجن کی پیمائش

یہ مستطیل شکل کا حوض نما گڑھا تھا جس کا طول 2 میٹر عرض 1 میٹر 10 سینٹی میٹر اور گہرائی 28 سینٹی میٹر تھی۔ حجر اسود سے اس کا اگلا کونہ 40 میٹر اور 80 سینٹی میٹر تھا۔ جب کہ رکن عراقی سے 5 میٹر اور 60 سینٹی میٹر کا فاصلہ تھا اور مقام ابراہیم کی پہلی کھڑکی سے اس کا اگلا حصہ 10 میٹر دور تھا۔ اس میں چار آدمی سہولت سے نماز پڑھ سکتے تھے۔ اس کے قریب شاذ روان میں ایک پتھر پر درج ذیل عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امر بعمارة المطاف الشريف، سيدنا و مولانا الامام الاعظم، المعرض بلطاعة على سائر الامم ـ ابو جعفر المنصور المستنصر بالله امير المومنين بلغه الله اماله و زين بالصالحات اعماله، و ذلك فى شهود سنة احدى و ثلاثين وست مائة وصلى الله على سيدنا محمد

اس پتھر کا طول 70 سینٹی میٹر اور عرض 43 سینٹی میٹر ہے۔ یہ پتھر اب بھی موجود ہے۔ (تاریخ القویم: ج:4، ص:121 تا 127)

امام ابن ظہیرہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے چند مقامات اور بھی بیان کیے ہیں۔

Marfat.com

مقام ابراہیم کے قریب، حجر اسود کے قریب، رکن شامی اور رکن عراقی کے قریب۔

(جامع اللطیف: ص: 87)

کثیر بن کثیر سے روایت ہے کہ

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی سہم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ سامنے سے گزر رہے تھے جبکہ آپ کے آگے سترہ بھی نہیں تھا۔

(ابوداؤد شریف باب صلوۃ فی الکعبہ)

کعبہ شریف میں مصلیٰ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار حرم شریف میں تشریف لائے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا اور چابی طلب فرمائی۔ عثمان اپنی والدہ کے پاس گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ مگر وہ چابی دینے پر رضامند نہ ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اگر چابی ان کے حوالے نہ کی گئی تو پھر میری زندگی کی امید نہ رکھنا۔ اس پر والدہ نے چابی دے دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چابی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے در کعبہ کھولا اور حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں کعبہ شریف کے اندر داخل ہوئے۔ کچھ دیر کے لئے دروازہ بند کر دیا گیا۔ دوبارہ دروازہ کھولا گیا تو میں لوگوں کی بھیڑ کو چیرتا ہوا کعبہ شریف کے اندر داخل ہو گیا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ دروازہ کے قریب کھڑے تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز ادا فرمائی ہے تو انہوں نے بتایا کہ پہلے دو شمالی ستونوں کے درمیان اس وقت کعبہ شریف کے اندر چھ ستون تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعات پڑھی تھیں۔

(بخاری شریف ج:1، باب انملاق البیت ص:217)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ کعبہ شریف میں داخل ہوئے اور سامنے والی دیوار سے تقریباً تین ذراع فاصلہ پر نماز پڑھی۔ اس جگہ کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔

(بخاری شریف: ج:1، ص:217)

مسجد حرام

مسجد حرام دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک بیت اللہ شریف جو سیاہ غلاف اوڑھے دلہن کی طرح رونق افروز ہے۔ اس کے چاروں طوف طویل وعریض پر شکوہ صحن، عدیم النظیر اور بلند و بالا عمارت، مسجد الحرام یا حرم شریف کہلاتی ہے جس کا ذکر اللہ جل جلالہ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ

(بخاری اسرائیل: رکوع، 1)

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی جسے ہماری برکت نے گھیر رکھا ہے۔

امام ابن ظہیرہ فرماتے ہیں

قرآن مجید میں مسجد الحرام کا لفظ چار مختلف مقامات کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۱) صرف کعبہ کے لئے

فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (سیقول: رکوع:1، آیت:144)

اپنا چہرہ (نماز میں) کعبہ شریف کی طرف پھیرلیں۔

Marfat.com

(۲) کعبہ شریف کے چاروں طرف کی عمارت جو نماز کے لئے مخصوص ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ...... الخ

(۳) مکہ مکرمہ کی پوری بستی کو بھی حرام کہا گیا ہے۔

لَقَدْ خلن المسجد الحرام

آپ مکہ میں ضرور داخل ہوں گے۔ (فتح رکوع:4، آیت:27)

(۴) شہر مکہ کے باہر تمام حدود حرم کو بھی مسجد الحرام کہا گیا ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

(الفتح:22، آیت:48)

مگر جن لوگوں نے مشرکین سے مسجد حرام کے پاس عہد کیا۔

اس آیت میں صلح حدیبیہ کا ذکر ہے اور مقام حدیبیہ کو مسجد الحرام میں شمار کیا گیا ہے گویا کہ حدود حرم کو مسجد حرام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (جامع اللطیف ص:110، 111)

حرم کی توسیع

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جب بیت اللہ شریف تعمیر فرمایا تو اس وقت وہاں کی آبادی قبیلہ بنو جرہم کے چند افراد پر مشتمل ہوتی تھی مگر دعا ابراہیمی کی تاثیر اور بیت اللہ شریف کی مقناطیسی کشش سے لوگ پروانہ وار ہر سمت اور ہر جہت سے آنے شروع ہو گئے۔ پہلے پہل بیت اللہ شریف کے اردگرد نہ تو کوئی چاردیواری تھی اور نہ ہی مکانات بلکہ اس کے تمام اطراف کھلی پڑی تھیں۔ جو لوگ وہاں آباد ہوئے وہ کعبہ شریف کی تعظیم و تکریم اور ادب و احترام کی وجہ سے وہاں مکان نہیں بناتے تھے۔ بلکہ پہاڑوں کے دامن اور نالوں کے کنارے جھونپڑیوں اور خیموں میں رہتے تھے۔

وہ لوگ بیت اللہ شریف کے جلال، عظمت اور ہیبت سے خائف تھے۔ اس کے قریب رہائش رکھنے میں ہلاکت کا خطرہ محسوس کرتے تھے۔ دن ہی دن میں اس کی زیارت کرتے اور رات حدود حرم سے باہر جا کر بسر کرتے۔ یہی طریقہ جرہم اور عمالقہ

Marfat.com

کے زمانہ میں بھی رہا۔ پھر جب قصی بن کلاب کو مکہ کی حکومت ملی تو اس نے شہری آبادی پر بھرپور توجہ دی لیکن بیت اللہ شریف کے رعب و جلال سے مرعوب تھے۔ وہ مکان بنانے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے تھے حالانکہ قصی بن کلاب کا خیال تھا کہ بیت اللہ شریف کے چاروں طرف مکانات بن جانے سے یہ محفوظ ہو جائے گا۔ جب اس نے دیکھا کہ قریش اس کام پر آمادہ نہیں ہوتے تو اس نے خود ہی مکان بنانے میں پہل کی تاکہ دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی تعمیر شروع کر دیں۔

قصی نے دارالندوہ کی بنیاد رکھی۔ دارالندوہ حطیم کے سامنے اسی مقام پر واقع تھا جہاں عرصہ تک قصی حتیٰ حرم کا افق بنا رہا۔

قصی کی یہ سکیم نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور مکانات تعمیر ہونا شروع ہو گئے۔ اس نے چاروں اطراف قریش میں تقسیم کر دیں اور حکم دیا کہ مکانات کے دروازے کعبہ شریف کی طرف رکھے جائیں اور ہر دو مکانوں کے درمیان راستہ چھوڑ دیا جائے تاکہ کعبہ شریف تک آنے والوں کو سہولت ہو۔ اس طرح کعبہ شریف اور مکانات کا درمیانی فاصلہ صحن یا مطاف اور مکانات بمنزلہ چار دیواری کے بن گئے۔ بایں ہمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد تک بلکہ خلافت راشدہ کے کچھ عرصہ بعد تک بھی بیت اللہ کے احترام کی پیش نظر دو منزلہ عمارت بنانے کی کوئی بھی جرأت نہ کر سکا۔ جب اسلام کا آفتاب عالمتاب نے اپنی ضوفشانی سے دائرہ عالم کو منور کیا تو اطراف و اکناف عالم سے لوگ آ کر مکہ مکرمہ میں آباد ہونے لگے۔ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب سر پر آرائے خلافت ہوئے تو فتوحات کی کثرت سے زائرین کا بے پناہ ہجوم ہو گیا اور حرم شریف تنگی داماں کی شکایت کرنے لگا۔

چنانچہ 17ھ مطابق 638ء میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پہلی بار حرم شریف کی توسیع کا ایک جامع منصوبہ بنایا۔ قریش کے ملحقہ مکانات زر کثیر کے عوض خریدے اور انہیں منہدم کر کے حرم شریف کو کشادہ کیا۔ بعض آدمی اپنے مکانات فروخت

Marfat.com

کرنے پر جب رضامند ہوئے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا آپ حضرات نے فناء کعبہ میں مکانات بنائے ہیں جبکہ فناء کعبہ تو کسی کی ملکیت ہی نہیں ہوسکتی۔اس کے باوجود میں قیمتاً خرید رہا ہوں۔امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی قیمت کعبہ شریف میں رکھ دی اور مکانات گرانے شروع کر دیئے۔بعد میں لوگ بھی قیمت لینے پر رضامند ہو گئے۔چنانچہ رقم ان کے حوالے کر کے مکانات گرا کر تمام جگہ حرم شریف میں شامل کر دی اور اس کے چاروں طرف دیوار بنا دی۔رات کے وقت اس دیوار پر چراغ رکھ کر حرم میں روشنی کی جاتی تھی۔مکانات کے درمیانی راستوں کے مطابق دیوار میں بھی راستے بنا دیئے۔حرم شریف کی توسیع کا سہرا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سر ہے۔ان کا یہ کارنامہ خلیفہ ثابت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے مشعل راہ بن گیا۔جب خلعت خلافت ان کے زیب تن کی گئی تو مسلمانوں کی بہتات اور کثرت کے باعث حرم شریف کی توسیع ناگزیر تھی۔خلیفہ ثالث نے اس سلسلہ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مشورہ کیا۔چنانچہ 26ھ مطابق 646ء میں فقید المثال خدمت کو سرانجام دیا۔قرب وجوار کے بہت سے مکانات خرید کر حرم شریف کو خوب کشادہ کیا اور اس کے چاروں طرف برآمدے تعمیر کئے۔آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے برآمدے بنوائے۔

(روح المعانی ج:9،ص 141)

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ حافظ نجم عمر بن فہد سے نقل فرماتے ہیں۔

26ھ میں خلیفۃ المسلمین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے عمرہ کے لئے مکہ مشرفہ تشریف لائے تو حرم کے قرب وجوار کے مکانات خرید کر اسے کشادہ کیا۔اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اہل مکہ نے آپ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ "شعیبہ" بندرگاہ جو زمانہ جاہلیت سے چلی آرہی ہے اور مکہ معظمہ سے بہت دور ہے لہٰذا آپ جدہ کے ساحل پر بندرگاہ بنا دیں۔آپ نے جدہ جا کر جگہ کا معائنہ کیا اور بندرگاہ بنانے کا حکم صادر فرمایا۔

Marfat.com

خلیفۃ المسلمین نے سمندر میں غسل کیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ مبارک پانی ہے۔ حاضرین کو بھی غسل کرنے کے لئے کہا۔اس طرح شعیبہ کی بجائے جدہ بندرگاہ قائم ہوئی جو آج بین الاقوامی بندرگاہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔65ھ مطابق 684ھ میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے عہد خلافت میں ایک بہت بڑی حویلی دس ہزار دینار میں خرید کر حرم شریف میں شامل کر دی جس سے حرم شریف کی وسعت میں بہت اضافہ ہوا۔آپ نے حرم محترم کے برآمدے بھی بنوائے۔اگر چہ یہ تفصیل نہ معلوم ہو سکی کہ برآمدے چاروں طرف تعمیر کرائے یا بعض سمتیں کھلی رکھیں۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے بھی حرم شریف کی صرف تعمیر میں حصہ لیا۔ موصوف نے برآمدوں کی دیواریں بلند کر کے ساگوان کی نہایت عمدہ چھت بنوائی اور تمام ستونوں کی نچلی کرسی پر پچاس پچاس مثقال سونا چڑھایا (پچاس مثقال کا وزن تقریباً 116 تولے کے برابر ہوتا ہے)

91ھ مطابق 709ء میں خلیفہ ولید بن عبدالملک نے نئے ڈیزائن اور عالی شان طرز سے برآمدے بنوائے۔جنہیں دیدہ زیب زردوزی اور بے مثال نقش و نگار سے مزین کرایا۔تمام ستون سنگ مرمر کے بنوائے اور چھت منقش ساگوان کی قبہ دار بنوائی۔ علاوہ ازیں 36 ہزار دینار (62250 تولے) باب کعبہ میزاب کعبہ اور کعبہ شریف کے اندرونی چاروں کونوں میں لگانے کے لئے بھیجے۔(اعلام الاعلام ص:79 تا 82)

خلیفہ ابو جعفر کی توسیع

138ھ بمطابق 745ھ میں خلیفہ ابو جعفر المنصور رحمۃ اللہ علیہ نے حرم شریف کی توسیع کا فرمان جاری کیا۔ان دنوں مکہ مکرمہ میں زیاد بن عبداللہ الحارثی گورنر تھا۔اس نے شمال کی جانب سے مکانات خرید کر منہدم کئے اور وہ جگہ مسجد میں شامل کر دی اور شیبہ بن عثمان کی حویلی کا اکثر حصہ بھی ملا لیا یہ توسیع دارالندوہ سے باب بن سہم تک ہوئی لیکن

Marfat.com

جنوبی سمت میں توسیع ممکن نہیں تھی کیونکہ اس طرف بارانی نالہ (وادی ابراہیم) بہتا تھا۔ جس میں دیواروں کی بنیادیں بنانا ممکن نہیں تھا۔ دیواریں اکثر سیلاب کی نذر ہو جاتی تھیں۔

خلیفہ موصوف نے حرم محترم کے چاروں اطراف محراب دار ڈاٹوں پر برآمدے تعمیر کرائے۔ مسجد میں بے مثال نقش و نگار زیبائش و آرائش اور زرنگاری کرائی اور پتھر بھی منقش بنائے گئے۔ دو تین سال تک تعمیر جاری رہی اور یہ خدمت گورنر مکہ ہی نے انجام دی جب تعمیر پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی تو صفا کی جانب باب بنی جمح پر یہ عبارت بطور یادگار لکھوائی۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ، اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ .

امر عبدالله امير المومنين اكرمه الله تعالىٰ بتو سعة المسجد الحرام و عمارته و الزيادة فيه نظر امنه للمسلمين و اهتمامًا باموالهم و الذى زاد فيه الضعف مما كان عليه قبل و فرغ منه و رفعت الايدى عنه فى ذى لحجة سنة 140 ھ و ذالك بسيرا الله تعالىٰ على امير المومنين و حسن رعايته و كفايته واكرمه له باعظم كرامته و اعظم الله اجر امير المومنين فيما نوى من توسعة المسجد الحرام . واحسن ثوابه وجمع له بين خير الدنيا والآخره و اعز نصره وايده

تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد خلیفہ حج ادا کرنے آیا تو اس نے قریش پر بے انداز خزانہ نثار کیا۔ ہر ایک آدمی کو ایک ایک ہزار دینار دیئے۔ اسی طرح موصوف نے مدینہ

Marfat.com

منورہ میں لوگوں کو صدقات و خیرات سے نوازا۔ (اعلام الاعلام ص: 90،89)

خلیفہ مہدی عباسی کی توسیع

خلیفہ مہدی عباسی کریم الطبع، خوبصورت، شکیل و جمیل وجہ، شجاعت و مردانگی میں مشہور اور علماء کرام کی خدمت کا جذبہ صادق رکھنے والا تھا۔ موصوف تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد 160ھ میں زیارت حرمین شریفین کو گیا۔ تو حرم شریف کی توسیع کی غرض سے قاضی مکہ محمد الاوقص بن محمد بن عبدالرحمٰن المخزومی کو بالائی سمت کے تمام مکانات خریدنے کا حکم دیا۔ قاضی صاحب موصوف نے مسعی اور حرم کے درمیان واقع تمام مکان پچیس دینار فی مربع گز (جب کہ شرعی گز ایک فٹ چھ انچ کا ہوتا ہے) اور وادی کے اندر والے مکان پندرہ دینار فی مربع گز کے حساب سے خریدے اور جو لوگ غریب تھے انہیں دوسری جگہ تعمیر شدہ مکان معاوضہ میں دیے۔ ان مکانات میں ''دارازرق'' جس کے صرف ایک کونے کی قیمت 8000 دینار اور خیرہ بنت سباع الخزاعیہ کی حویلی جو 48000 دینار میں خریدی گئی شامل تھی۔

علاوہ ازیں دار آل جبیر بن مطعم اور دار شیبہ بن عثمان بھی خرید کر یہ تمام جگہ حرم شریف میں داخل کر دی۔ حرم اور مسعی کے درمیان ایک سرائے بنوائی جس کا نام ''دارالقواریر'' رکھا بعد میں جعفر برمکی نے سرائے کی جگہ مکان بنالیا تھا لیکن اس کے بعد حماد بربری نے اسے دوبارہ بے حد خوبصورت بنوا دیا۔ اس کے اندر شیشہ سے مینا کاری کرائی اور باہر سنگ مرمر لگایا یہ توسیع تمام تر حرم شریف کے صرف بالائی حصہ میں تھی۔ اسی طرح زیریں حصہ میں باب بنی سہم (جسے باب العمرہ کہتے ہیں) سے باب الخیاطین (جس کا نام اب باب ابراہیم ہے) تک توسیع کرائی اور شمال میں اس وقت موجود قدیم تعمیر کی انتہا تک توسیع کرائی اور جنوب میں قبہ شراب جسے قبہ عباس بھی کہا جاتا تھا۔ تک توسیع کی۔

Marfat.com

(قبہ عباس صفا کی جانب زم زم کی ایک سبیل تھی)

اسی طرح کعبہ شریف کی یمانی دیوار سے صفا کی جانب والی دیوار تک 49½ ذراع یعنی 74 فٹ 3 انچ کا فاصلہ ہو گیا۔ مذکورہ دیوار کے پیچھے نالہ (وادی ابراہیم) واقع تھا۔ یہ سارا کام خلیفہ موصوف 160ھ میں کرایا۔ خلیفہ کے فرمان سے مصر، شام اور ایران سے سنگ مرمر کے ستون سمندر کے راستے جدہ کے قریب قدیم بندرگاہ ''شعیبہ'' پہنچائے گئے جہاں سے بیل گاڑیوں کے ذریعہ مکہ مکرمہ پہنچائے گئے۔ بنیادیں جمع کی صورت میں بہت گہری بنائی گئیں۔

علاوہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

بنیادیں اس قدر مضبوط تھیں کہ 160ھ سے 930ھ تک بالکل صحیح سلامت موجود تھیں۔ 930ھ کے تباہ کن سیلاب میں بنیادیں ننگی ہو گئی تھیں جنہیں بہت سے لوگوں نے دیکھا 164ھ میں خلیفہ موصوف جب دوبارہ حج کو آیا تو اس نے دیکھا کہ کعبہ معظمہ حرم شریف کے درمیان نہیں ہے۔ کیونکہ 160ھ میں جو توسیع کی گئی تھی وہ بالائی زیریں اور شمال کی جانب زیادہ اور جنوب کی طرف وادی کے بہاؤ اور مکانات کی وجہ سے تھوڑی ہوئی تھی۔ حجاج حرم شریف سے نکل کر وادی عبور کر کے اور پھر ایک تنگ گلی سے گزر کر صفا پر چڑھتے تھے جبکہ مسعی والی جگہ حرم شریف میں داخل تھی۔ اس وقت نالہ میلین اخضرین کے درمیان تھا۔ اس کا پانی حرم کے کچھ حصہ سے گزرتا تھا اور سیلاب کا پانی حرم شریف سے گزر کر حرم کی دیوار کے ساتھ ساتھ مسفلہ کی طرف نکل جاتا تھا۔

خلیفہ نے حرم شریف کے چاروں اضلاع کو دیکھا جو ایک جیسے نہیں تھے۔ اگر جنوب کی طرف توسیع کر دی جائے تو کعبہ شریف وسط میں ہو سکتا تھا لیکن انجینئر اس بات پر متفق نہ تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وادی کے اس پار والے مکانات گرا کر ان کی جگہ نالہ بنایا جائے اور نالے والی پہلی جگہ حرم میں داخل کر دی جائے اور سیلاب کا پانی بدستور حرم کے اندر ہی سے گزرتا ہے کیونکہ نالہ کی گہرائی زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کی بنیادیں مضبوط

Marfat.com

نہیں بن سکتی تھیں اور ان کے بہہ جانے کا خطرہ ہمیشہ لاحق ہوتا۔ خلیفہ کو یہ بتایا گیا کہ اگر چہ اس منصوبہ پر لاگت بہت زیادہ آئے گی اور بہت سے مکان بھی منہدم کرنے پڑیں گے لیکن کام مضبوط اور خوبصورت ہوگا موصوف جو عزم راسخ کا مالک اور راہ خدا میں دریا دلی سے خرچ کرنے والا تھا۔ کہنے لگا کہ حرم کی خاطر مجھے سارا شاہی خزانہ بھی خرچ کرنا پڑے تو بھی دریغ نہیں کروں گا۔ لہٰذا اس کجی کو جس طرح بھی ممکن ہو دور کیا جائے گا۔

ان کی عالی حوصلگی اور خلوص نیت دیکھ کر انجینئر اپنے پیش کردہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تیار ہو گئے چنانچہ اسی سے پیمائش کر کے نشانات لگائے۔ بعدازاں خلیفہ نے جبل ابی قبیس پر چڑھ کر دیکھا تو اسے تسلی ہو گئی کہ اب حرم کی عمارت مربع شکل بن جائے گی اور کعبہ شریف بھی وسط میں ہو جائے گا۔ اس سکیم کی زد میں آنے والے مکانات اور نالہ کی تبدیلی کا جائزہ لیا گیا جس سے خلیفہ پوری طرح متفق تھا اور اخراجات کا انتظام کرنے کے لئے عراق لوٹ گیا۔ (اعلام الاعلام ص: 99 تا 102)

مہدی عباسی کی توسیع ثانی

علامہ قطب الدین لکھتے ہیں

167ھ میں خلیفہ مہدی عباسی نے حرم شریف کی دوسری مرتبہ جب توسیع کا کام شروع کیا تو قرب و جوار میں بہت سے مکانات خرید کر منہدم کرائے۔ محمد بن عباد کی حویلی کا اکثر حصہ منہدم کر کے اس جگہ وادی اور مسعیٰ بنا دی۔ اسی طرح صفا اور وادی کے درمیان جتنے مکان تھے سب منہدم کرا دیئے۔ توسیع باب بنی سہم سے شروع کرائی کیونکہ یہ سمت اونچی تھی اور اختتام اس کے بالمقابل مسفلہ کی طرف باب الحزورہ پر کیا۔ سیلاب کے وقت جب پانی زیادہ ہوتا تو نالہ سے تجاوز کر کے اسی دروازہ سے گزرتا اور اگر زیادہ شدت ہوتی تو باب ابراہیم سے بھی نکلتا تھا جب کہ عام حالت میں سیلاب کا پانی حرم کی جنوبی دیوار تک بھی نہیں پہنچتا تھا۔ وہ دیوار رکن یمانی سے ½49 ذراع یعنی 74 فٹ 3

Marfat.com

انچ دور تھی لیکن 167ھ میں نئی توسیع میں اسے 90 ذراع یعنی زائد 1 فٹ دور کر دیا گیا۔ رکن یمانی کی طرف سے دار ام ھانی بھی حرم میں شامل کر لیا گیا اسی نسبت سے جو دروازہ اس جگہ بنایا گیا اس کا نام باب ام ھانی رکھا گیا۔ ستون سنگ مرمر کے اور چھت ساگوان کی منقش بے حد دیدہ زیب اور دلکش بنوائی۔ تمام کام بہت خوبصورت اور مضبوط کیا گیا لیکن ہنوز کا کام جاری تھا کہ 169ھ کو فرشتہ پروانہ اجل لیکر آ گیا اور خلیفہ راہی دار بقا ہو گیا۔

خلیفہ موصوف کے سانحہ ارتحال کے بعد اس کا فرزند ارجمند ابی محمد موسیٰ الہادی مسند خلافت پر رونق افروز ہوا۔ اس نے باپ کا جاری کردہ کام مکمل کرایا اور باب ام ھانی کی جانب بعض ستون بھی بنوائے اور تمام ستونوں پر پلستر کرایا۔ علاوہ ازیں کوئی قابل ذکر کام نہیں کرایا۔ اس کا دور حکمرانی صرف ایک سال کے قریب تھا اور عالم شباب ہی میں 170ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔

(اعلام الاعلام ص 109)

271ھ میں ابوجعفر احمد بن المتوکل علی اللہ بن الرشید عباسی کے دور میں باب ابراہیم کی جانب سے حرم کی دیوار کمزور ہو گئی اور اتفاق سے اسی طرف زبیدہ بنت ابی جعفر المنصور کا محل حرم شریف کی چھت پر گر گیا جس سے چھت کی لکڑیاں اور دو ستون گر گئے جس کے نیچے دب کر ان میں سے دس شہری بھی ہلاک ہو گئے۔ اس زمانہ میں مکہ مکرمہ کا گورنر ہارون بن محمد بن اسحاق اور قاضی یوسف بن یعقوب تھا۔ جب اس جانکاہ حادثہ کی اطلاع خلیفہ کو پہنچی تو اس نے گورنر مکہ کی طرف زر کثیر بھیجی اور حکم دیا کہ حرم کی تعمیر و مرمت بہت جلد کر دی جائے چنانچہ گورنر مذکور نے شاہی فرمان کے مطابق حرم شریف کے اس حصہ میں ایک پردہ بنا لیا تا کہ کام کرنے والے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو کر تسلی سے کام کر سکیں۔ مسمار شدہ دو ستون نئے بنائے اور ساگوان کی بے حد عمدہ منقش اور مزین چھت بنوائی۔ یہ کام 272ھ میں بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچا اور اس مرمت شدہ جدید

Marfat.com

دیوار میں دو پتھروں پر یہ عبارت کندہ کرائی۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امر ابو احمد الموفق بالله الناصر لدين الله ولى عهد المسلمين النحال الله بقائه بعمارة المسجد الحرام رجاء ثواب الله تعالىٰ والزلفىٰ اليه و تم ذالك على يدعامله علىٰ ملكة و مخاليفها هارون بن محمد بن اسحاق بن موسىٰ فى سنة 272ھ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

امر الناصر لدين الله ولى عهد المسلمين ابو احمد الموفق بالله اخو امير المومنين الحال الله بقاء هما القاضى يوسف ابن يعقوب لعمارة المسجد الحرام لما فى ذالك من رجاء ثواب الله تعالى اجزل الله ثوابه اجره ۔ وتم ذالك على يد محمد بن العلاء بن عبدالجبار فى سنة 272ه

علامہ قطب الدین لکھتے ہیں

ہمارے زمانہ 985ھ یہ دونوں پتھر موجود نہیں ممکن ہے گردش ایام نے انہیں محو کر دیا ہو۔ (اعلام الاعلام ص:137)

بعد ازاں خلیفہ ابو العباس احمد المعتضد کے دور میں دار القدوہ کی سمت اضافہ ہوا یہ بڑی وسیع اور عریض عمارت تھی جسے ظہور اسلام کے بعد بھی مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ مختلف ممالک سے آنے والے خلفاء اور روسا انہی میں قیام کرتے تھے۔ اس کا ایک دروازہ حرم شریف کی طرف بھی تھا جس سے معززین مہمان حرم شریف میں نماز پڑھنے اور طواف کرنے جاتے تھے۔

جبل قعیقعان اور اس کے قرب و جوار کے دوسرے پہاڑوں پر جب بارش ہوئی تو

Marfat.com

سیلاب کا پانی دارالندوہ میں داخل ہو جاتا اور اس کے دروازے سے حرم میں بھی پہنچ جاتا۔ پانی کا ریلا دارالندوہ اور حرم شریف میں کوڑا کرکٹ پھینک جاتا جو حرم کے لئے نقصان کا موجب بنتا اور صفائی وتطہیر ناگزیر ہو جاتی۔

چنانچہ قاضی مکہ محمد عبداللہ المقدسی اور امیر مکہ عج بن حاج مولی المعتضد نے عبیداللہ بن سلیمان بن وھب وزیر مملکت کو متعدد خطوط لکھ کر حالات سے مطلع کیا اور حرم شریف کی اصلاح ومرمت کے لئے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کیں۔

(۱) دارالندوہ کو منہدم کر کے مسجد بنا دی جائے یا اسے حرم شریف میں شامل کر دیا جائے تا کہ لوگ یہاں نماز پڑھیں۔ اس طرح اس کا تقدس عزت وتکریم اور عظمت بحال رہے گی اور سیلاب کے نقصانات سے حرم بھی محفوظ رہے گا۔

(۲) مسجد حرام کی چھت کمزور ہو چکی ہے اور بارش پڑنے سے ٹپکتی رہتی ہے۔ اس کی تجدید بھی ضروری ہے۔

(۳) پھر وادی (نالہ) مٹی سے بھر گئی ہے جس کے باعث سیلاب کا پانی حرم شریف میں داخل ہو جاتا ہے لہٰذا وادی کو گہرا کیا جائے تا کہ حرم شریف میں پانی داخل نہ ہو۔

(۴) کعبہ شریف کے سامنے والی دیوار اندر سے پراگندہ ہو گئی ہے اندر کا فرش شکستہ حالت میں ہے۔

(۵) باب کعبہ کے دونوں بازو بھی زرپوشی کے محتاج ہیں کیونکہ 251ھ میں علویین کے فتنہ کا قلع قمع کرنے کے لئے عامل مکہ نے دروازہ سے سونا اتار کر دینار بنوائے اور علویوں کی جنگ میں اپنی حکومت کا تعاون کیا اور باب کعبہ کے بازو دیباج کے کپڑے سے ڈھانک دیئے۔

(۶) حطیم کا فرش بھی ٹوٹ گیا ہے جس کی تجدید ضروری ہے۔

(۷) مطاف کا فرش کعبہ شریف کے چاروں طرف مکمل نہیں ہے۔ اس کی تکمیل ناگزیر ہے۔ معززین کا ایک وفد دیوان خلافت جدہ بھی گیا اور مذکورہ حالات وواقعات

Marfat.com

سے انہیں آگاہ کیا۔

ان مکاتیب کے جواب میں خلیفہ معتضد باللہ نے اپنے قابل اعتماد وزیر عبداللہ بن سلیمان وھب جو نیک طینت اور راسخ العقیدہ آدمی تھا کو حکم دیا کہ کعبہ شریف کی ترمیم و اصلاح، حطیم اور مطاف کا فرش بنائے۔ مسجد حرام کی مرمت اور دارالندوہ کو منہدم کر کے مسجد میں تبدیل کرنے، نالہ گہرا کرنے اور دیگر امور ضروریہ کی تعمیر و مرمت کے لئے بہت زیادہ خزانہ لے جانے کا حکم دیا۔ قاضی بغداد یوسف بن یعقوب کو کہا گیا کہ معتمد آدمی کو یہ خزانہ لے جانے پر معمور کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے 281ھ میں ایام حج میں اپنے بیٹے ابوبکر عبداللہ بن یوسف اور چند دوسرے معتمدین جن میں ابوالہیاج، عمیرہ بن حبان قابل ذکر ہیں۔ ان کو نقد مال دے کر روانہ کیا۔ انہوں نے حسب الحکم باب کعبہ کو خالص سونے سے مڑھ دیا اور حج کے بعد ابوبکر عبداللہ بن یوسف ابوالہیاج وغیرہ کو وہاں چھوڑ کر بغداد لوٹ آیا تا کہ اشیاء ضروریہ کی ترسیل جاری رکھی جا سکے۔

ابوالہیاج نے سب سے پہلے وادی مکہ یعنی نالے اور حرم شریف کے باہر زمین کی کھدائی شروع کرائی۔ زمین اتنی گہری کھودی گئی کہ حرم محترم کی 12 سیڑھیاں جو مسلسل مٹی میں دب چکی تھیں۔ ظاہر ہو گئیں۔ حالانکہ صرف پانچ سیڑھیاں باہر رہ گئی تھیں وہ مٹی شہر سے باہر پھنکوا دی گئی۔ پھر دارالندوہ سے کوڑا کرکٹ صاف کر کے اسے منہدم کر دیا۔ وہاں بہت گہری بنیادیں کھود کر مسجد بنوائی اور حرم کے وہ دروازے بھی اس میں داخل کر دیئے جو اس طرف کھلتے تھے۔ اس دیوار میں حرم کی جانب 6 بڑے دروازے بنائے گئے جن میں سے ہر ایک دروازہ 5 ذراع یعنی 7 فٹ 6 انچ چوڑا اور زمین سے دروازہ کی بلندی تک 11 ذراع یعنی 16 فٹ 9 انچ اونچا تھا۔ ان بڑے دروازوں کے درمیان 6 دروازے چھوٹے بھی تھے جن کی زمین سے بلندی 8 ذراع یعنی بارہ فٹ اور چوڑائی 2½ ذراع یعنی 3 فٹ 9 انچ تھی۔

علاوہ ازیں نئے اضافہ میں دو دو محرابوں پر مشتمل دو دروازے بھی بنائے جو باہر کی

Marfat.com

طرف کھلتے تھے اور اس کے غربی جانب بھی ایک محراب دار دروازہ بنایا۔ مسجد کے چاروں طرف برآمدہ بنایا جس کی چھت ستونوں پر قائم تھی جو ساگوان کی بنی ہوئی تھی اور ایک بلند وبالا مینار بھی بنوایا۔

کام تین ماہ تک مسلسل جاری رہا اور 284ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ یہ عالی شان عمارت مدت دراز تک اسی حالت میں قائم رہی۔ بعدازاں 300ھ میں قاضی مکہ محمد بن موسیٰ نے اس کی تجدید کرائی اور اسے پہلے سے بھی زیادہ مضبوط اور خوبصورت بنوایا۔ برآمدوں کی ہیئت تبدیل کر کے اس انداز سے بنوائے کہ ان میں بیٹھنے والے نمازی معتکف اور دوسرے لوگ کعبہ شریف کا دیدار کر سکیں۔ ستون منقش پتھروں کے اور چھت ساگوان کی منقش منوائی۔ اس میں انتہائی دلکش گل کاری کرائی اور اس کے کنگرے بھی تبدیل کرائے۔

سیاہ پتھروں کے بنے ہوئے مذکورہ ستون 1040ھ تک باقی رہے جن کی تجدید سلطان مراد خان نے سنگ مرمر سے کرائی تھی۔ (اعلام الاعلام ص: 141 تا 148)

المقتدر کی توسیع

ابوالفضل جعفر المقتدر باللہ بن المعتضد باللہ نے بھی حرم شریف کی توسیع میں حصہ لیا تھا۔ مغربی جانب میں باب الخیاطین اور باب بنی جمح کے باہر ملکہ زبیدہ زوجہ خلیفہ ہارون الرشید نے 208ھ میں دو محل بنوائے تھے۔ ان محلات اور مذکورہ دروازوں کے درمیان ایک میدان تھا جسے خلیفہ موصوف نے حرم میں داخل کر کے مذکورہ دونوں دروازوں کی جگہ ایک بڑا دروازہ بنوایا جس کا نام "باب ابراہیم" رکھا۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس دروازہ کی نسبت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی طرف نہیں بلکہ اس مقام پر ابراہیم نامی ایک درزی عرصہ تک کام کرتا رہا جس کے نام سے وہ دروازہ منسوب ہوا (حرم کی موجودہ انتظامیہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تختی

Marfat.com

لگادی ہے)

ملکہ زبیدہ کے محلات بعد کے دور میں مسمار کر کے دور باطیس بنا دی گئیں۔ شامی والے محل کی جگہ "رباط الخوزی" اور یمانی محل کی جگہ رباط رامشت تعمیر ہوئی۔ خلیفہ موصوف کی توسیع کے بعد حرم شریف کے طول میں 57 ذراع یعنی ½81 فٹ 9 انچ اور عرض میں 52 ذراع یعنی 98 فٹ کا اضافہ ہوا۔ نیز اس اضافہ کی مشرقی اور شمالی جانب ستونوں کی دو دو صفیں تعمیر کرائیں البتہ مغربی جانب ستون نہیں تھے۔ ستون منقش پتھر کے بنا کر ان پر چھت ڈالی گئی۔ علاوہ ازیں یمانی چھت کے نیچے پانی کی سبیل بنوائی۔ علامہ تقی فاسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اضافہ میں مینار کا ذکر بھی کیا ہے مگر علامہ قطب الدین فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ اس حصہ میں مینار کب اور کس نے بنوایا اور پھر کب منہدم ہوا کیونکہ ہمارے دور میں وہاں مینار تو نہیں ہے۔ البتہ سبیل 983ھ تک موجود تھی۔ (اعلام الاعلام ص: 160)

سلطان سلیم خان کی تعمیر

حرم محترم کی لکڑی سے بنی ہوئی چھت پر جب عرصہ دراز ہو گیا تو لکڑی کرم خوردہ اور کمزور ہو جانے کی وجہ سے چھت کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی۔ بعض لکڑیاں باہر نکل آئیں اور دیواریں جھک گئیں۔ مشرقی برآمدہ کے تین بالے اپنی جگہ چھوڑ کر ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ باہر نکل آئے اور برآمدہ صحن حرم کی طرف بہت زیادہ جھک گیا اور چھت سانپوں اور پرندوں کا مسکن بن گیا۔ اگرچہ وقتی طور پر کمزور بالے نکال کر نئے اور لمبے ڈال دیئے جاتے اور چھت کو سہارا دینے کے لئے نیچے لکڑیاں لگادی جاتی تھیں مگر اس کے باوجود حرم کی حالت دن بدن دگرگوں ہی ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ 979ھ میں جب برآمدہ کی حالت بہت خطرناک ہو گئی تو حرم کے منتظمین نے سلطان سلیم خان عثمان کی صورت حال سے آگاہ کیا۔ سلطان موصوف نے حسین الحسینی کے زیر نگرانی حرم کی ساری چھت نئی قبہ دار اور پختہ بنانے کا حکم دیا تا کہ لکڑی بوسیدہ اور کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے بار بار چھت تبدیل

Marfat.com

کرنے سے نجات مل جائے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ حرم کی چھت پختہ بنانے کا فرمان صادر ہوا (پھر آج تک پختہ ہی بنائی جا رہی ہے)

15 ربیع الاول 980ھ کو باب اسلام سے چھت گرانے کا کام شروع ہوا۔ کدال سے جھار (کنکرے) توڑ کر چھت کی لکڑیاں اور مٹی صحن میں ڈالی جانے لگی اور ساتھ ہی جانوروں کے ذریعہ جبل الفلق کے قریب ملبہ ڈالنے کا انتظام کر دیا گیا پھر ستون اکھاڑ کر ان کی بنیادیں کھودی گئیں جو شطرنج کے چوکھٹوں کی مانند لمبے ستونوں کی طرح بنی ہوئی تھی۔ کام کا افتتاح ایک عظیم الشان تقریب میں ہوا جس میں مشائخ، علماء، قضاۃ، صلحا نے غرباء و فقراء، رؤسا اور دیگر معززین شہر شریک تھے۔ صمیم قلب سے تلاوت قرآن مجید کے بعد بہت سی گائے اور بھیڑ بکریاں ذبح کر کے فقراء اور خدام حرم میں تقسیم کی گئیں۔

جمادی الاوّل 980ھ کو بنیادوں کا کام شروع ہوا اس سے پہلے حرم کے ستون ایک ہی قطار میں بنے ہوئے تھے جو گنبد بنانے کے لئے مفید تھے۔ کیونکہ گنبد چار ستونوں پر قائم ہوتا ہے۔ چنانچہ طے پایا کہ سنگ مرمر کے قدیم ستونوں کے بیچوں بیچ زرد پتھر کے نئے ستون بنائے جائیں۔ اس مقصد کے لئے جدہ کی جانب واقع بیر شمسی کے قریب ایک پہاڑ سے پتھر لائے گئے۔ اسی نسبت سے انہیں حجر شمسی کہا جاتا ہے۔ پتھر کی مضبوطی اور خوب صورتی کے باعث ستون بھی بے حد خوبصورت اور دیدہ زیب بنے۔ سنگ مرمر کے تین اور زرد پتھر کے ایک ستون پر حلقے قائم کر کے گنبد بنا دیئے گئے۔ زرد پتھر کے ستونوں نے سفید سنگ مرمر کے ستونوں حسن و زیبائش کو چار چاند لگا دیئے جو بے حد دلکش منظر پیش کرنے لگے۔ ستونوں کے قطاروں میں ایک یکسانیت رکھی گئی جس سے یوں محسوس ہوتا تھا گویا کہ کعبہ شریف کے سامنے ستونوں کی صفیں باادب دست بستہ کھڑی ہیں اور جس سمت سے بھی دیکھا جائے ایک ہی ستون معلوم ہوتا تھا۔ تعمیر کا یہ کام ابھی تک صرف مشرق اور شمال میں ہی ہوا تھا کہ رمضان المبارک 982ھ کو سلطان سعادت نشان ملک سلیم خاں کے انتقال پر ملال کی خبر آپہنچی۔ (اعلام الاعلام ص 390 تا 397)

Marfat.com

سلطان موصوف کے فرزند ارجمند سلطان مراد خان تین سال کی عمر میں رمضان 982ھ میں تخت نشین ہوئے تو انہوں نے والد گرامی قدر کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عزم مصمم کرلیا۔ چنانچہ موصوف نے مغربی اور جنوبی حصہ کی تعمیر حسن اہتمام سے مکمل کرائی۔ اس طرف کے دروازے، کھڑکیاں سیڑھیاں اور دیگر تمام کام مضبوطی اور خوبصورتی کے ساتھ پورا کرایا۔

قبوں کے اوپر لگے ہوئے چاند تبدیل کرائے۔ مصر میں پیتل کے چاند بنوا کران پر سونے کا پانی چڑھا کر قبوں پر نصب کرایا جن سے حرم کی زینت میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ اس طرح 984ھ کو تعمیر مکمل ہوئی جبکہ 980ھ میں ابتدا ہوئی تھی۔

علاوہ ازیں حرم کے باہر بہنے والے دونوں برساتی نالے مٹی، ریت اور پتھروں سے اٹے پڑے تھے جن میں دروازہ سے باہر کی بارہ سیڑھیاں دب چکی تھیں اور صرف تین نظر آتی تھیں۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ وادی ابراہیم ہر دس سال بعد اپنی مٹی شہر سے باہر نشیبی علاقہ میں بہا کر لے جاتی تھی لیکن تقریباً تیس سال سے ایسا اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے نالہ مٹی سے بھر گیا تھا جس کی وجہ سے سیلاب کا پانی حرم میں داخل ہو کر نقصان کا باعث بنتا تھا۔ چنانچہ 14 جمادی الاول 983ھ کو زبردست سیلاب آیا جو حرم کے اندر داخل ہو کر کعبہ شریف کے دروازہ کے نصف تک بلند ہو گیا تھا۔ سیلاب کی شدت کے باعث سات وقت کی نماز باجماعت حرم شریف میں ادا نہ ہو سکی۔ سیلاب کے ختم ہونے پر حرم کی صفائی کرائی گئی کہ مزید دس سیڑھیاں ظاہر ہوگئیں۔ اسی طرح شمال کی جانب بہنے والے نالے کو بھی خوب گہرا کیا گیا۔ سلطان موصوف نے ہر دو تین سال بعد نالہ صاف اور گہرا کرنے کا حکم بھی دیا۔ حرم شریف کی تعمیر، تجدید اور نالہ کی کھدائی وغیرہ پر لکڑی کی قیمت کے علاوہ ایک لاکھ دس ہزار دینار صرف ہوئے۔

(اعلام الاعلام: ص: 412)

Marfat.com

سعودی حکومت کی توسیع

خلیفہ المقتدر کی توسیع کے 1070 سال گزر جانے کے بعد سلطان عبدالعزیز آل سعود نے حرم شریف کی توسیع کا فرمان جاری کیا کیونکہ قدیم زمانہ میں سفری سہولتوں کے فقدان کی وجہ سے حجاج کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہوتی تھی لیکن جیسے جیسے سفر کی سہولتوں میں اضافہ ہوتا گیا سبک رفتار گاڑیوں اور طیاروں نے سفر میں حیرت انگیز تبدیلی کر دی تو حجاج اور زائرین کی بہتات اور کثرت بھی ضروری تھی۔ ہزاروں کی بجائے لاکھوں حجاج کا اجتماع ہونے لگا۔ اس لئے حرم شریف کی توسیع ناگزیر تھی۔ چنانچہ 1370ھ مطابق 1938ء میں حرم شریف کی توسیع کا ایک جامع منصوبہ تیار کر کے یہ خدمت انجام دینا شروع کر دی۔ 6 صفر 1375ھ مطابق 1938ء کو تقسیم کار کے لئے تین کمیٹیاں بنا دی گئیں بعد ازاں تمام انتظامات مکمل ہو جانے پر 4 ربیع الثانی 1375ھ کو جیاد اور مسعی میں واقع مکانات اور دکانوں کو منہدم کرنے کا کام شروع ہوا۔ عمارات کے گرانے اور ملبہ اٹھانے کا کام بڑی سرعت سے کیا گیا۔ پھر بنیادیں کھودنا شروع کہیں پہلے مشرقی اور جنوبی سمت کی بیرونی بنیادیں کھودی گئیں جو کہ محلہ جیاد مسعی اور صفا سے غربی جانب ہے۔

جمعرات کے دن 23 شعبان 1375ھ کو نئی تعمیر کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے ایک ایمان افروز اور باوقار تقریب منعقد ہوئی جس میں جلالۃ الملک المعظم سلطان عبدالعزیز آل سعود اور ملک وزراء، علماء، معززین کے علاوہ اسلامی ممالک کے نمائندے بھی شریک تھے۔ سنگ بنیاد رکھنے کے بعد سیمنٹ اور بجری سے بنیادیں بھری گئیں۔ یہ کام پوری جاں فشانی اور سرعت سے جاری رہا۔ یہاں تک کہ ذی قعدہ ختم ہونے سے پہلے اس حصہ کی تمام بنیادیں مکمل ہو گئیں۔

اس طرح عرصہ دراز کے بعد حجاج کرام نے پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ سعی ادا کی کیونکہ گزشتہ کئی سالوں سے وہاں بازار بن گیا تھا۔ لوگوں کی آمدورفت کے علاوہ جانوروں اور گاڑیوں کی بھی بھیڑ رہتی تھی۔ اس سمت میں 1376ھ میں بنیادوں کا

Marfat.com

کام مکمل ہوگیا۔ پھر 1377ھ کے اوائل میں دوسری اطراف میں مکانات اور دکانیں گرانے کا کام شروع کیا گیا۔ مجموعی طور پر تعمیر و توسیع کا کام تین مرحلوں میں ہوا۔ پہلے برساتی نالہ حرم شریف سے جنوبی سمت میں زیر زمین تعمیر کیا گیا پھر مسعی کی دومنزلہ عمارت تعمیر ہوئی اور بعدازاں پرشکوہ دومنزلہ برآمدے بنائے گئے جن میں سے پہلا برآمدہ 10½ میٹر اور دوسرا 10 میٹر اونچا ہے۔ حرم شریف کی توسیع اور کعبہ شریف کی مرمت وغیرہ کی تکمیل 1385ھ میں ہوگی۔ اس طرح دس سال مسلسل کام جاری رہا۔ اس نئی سعودی توسیع میں بیک وقت تین لاکھ لوگ نماز ادا کرسکتے ہیں جب کہ قدیم تعمیر اور صحن حرم اس کے علاوہ ہے۔ (اخبار مکہ: ج:2 تعلیقات ص:330 تا 337)

خادم الحرمین شاہ فہد کی توسیع

حجاج کرام اور زائرین کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہونے کی وجہ سے حرم محترم تنگی داماں کا بزبان حال شکوہ کناں تھا۔ چنانچہ خادم الحرمین شریفین شاہ فہد نے عظیم الشان توسیع کا منصوبہ بنایا۔

جس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

مسجد الحرام کے جنوب مغربی جانب باب الملک عبدالعزیز اور باب العمرہ کے سامنے سابقہ سوق الصغیر کی جانب توسیع کے لیے 2 صفر المظفر 1409ھ مطابق 13 ستمبر 1988ء بروز سہ شنبہ کو سنگ بنیاد رکھا۔

جدید توسیع حسب سابق زمینی منزل یعنی تہہ خانہ پہلی منزل اور دوسری منزل اور چھت پر مشتمل ہے۔ مسجد الحرام کی چاروں منزلوں کا مکمل رقبہ 76000 مربع میٹر ہے۔ یہاں تقریباً 52000 لوگ بیک وقت نماز ادا کرسکتے ہیں۔ صحن کا رقبہ لگ بھگ 85800 مربع میٹر ہے۔

یہاں تقریباً 19000 لوگ بیک وقت نماز ادا کرسکتے ہیں۔ یہ اس طرح مسجد الحرام کا کل رقبہ جدید توسیع کے بعد 356000 مربع میٹر ہوگیا ہے جس میں تقریباً

Marfat.com

773000 لوگ عام دنوں میں اور دس لاکھ سے زائد لوگ حج عمرہ اور رمضان المبارک میں بیک وقت نماز ادا کر سکتے ہیں۔

مسجد الحرام کے بیرونی مرمرین فرش کا مجموعی رقبہ 75000 مربع میٹر ہے۔ اس کے علاوہ صفا مروہ سے قریب داہنی جانب 46000 مربع میٹر صحن بنایا گیا جس میں 65000 نمازیں کے لئے گنجائش پائی جاتی ہے۔ مسجد حرام کی چھت بھی نمازیوں کے لئے فراہم کر دی گئی جہاں 40000 نمازیوں کی گنجائش ہے۔ چھت تک جانے کے لئے ہر عمارت میں متعدد سیڑھیاں ہیں۔ ان کے علاوہ پورے حرم کے باہر ہر جانب سات خودکار برقی سیڑھیاں بھی تعمیر کر دی گئیں جن کے ذریعہ بیک وقت 15000 آدمی پہلی منزل اور چھت پر جا سکتے ہیں۔ بعد میں مزید چار الیکٹرانک سیڑھیاں بھی بنا دی گئیں۔

جدید توسیع میں قائم بڑا دروازہ باب الملک فہد پر دو بلند و بالا مینار تعمیر کئے گئے ہیں جن کی بلندی 89 میٹر ہے۔ سابقہ سات میناروں کے ساتھ بہت زیادہ مماثلت پائی جاتی ہے۔ ان کے اوپر دو سونے کے ملمع کئے ہوئے چاند نصب ہیں جن کا وزن تین ٹن اور بلندی چھ میٹر ہے۔ نئی توسیع میں 492 ستون قائم ہیں۔ گول ستونوں کا قطر 71 سینٹی میٹر اور مربع شکل والے ستونوں کا ہر ضلع 71 سینٹی میٹر ہے۔ ستونوں کی بلندی زمینی متزل میں 4.215 میٹر اور پہلی منزل میں 5.04 میٹر ہے۔

جدید تعمیر میں 10000 مکعب میٹر کنکریٹ 8500 ٹن سریا استعمال ہوا ہے۔ دیواریں 45000 مکعب میٹر مضبوطی پتھر سے تیار کی گئی ہیں۔

(تاریخ کعبہ ص:467)

برقی نظام کے کنٹرول کے لئے احتیاطی پاور اسٹیشن تعمیر کئے گئے۔ ان میں سے ہر ایک کی طاقت ایک میگاواٹ ہے۔ باب فہد کے سامنے بیرونی حصہ میں زیر زمین مردانہ اور زنانہ طہارت خانے اور وضو خانے کثیر تعداد میں بنائے گئے ہیں۔ 690 طہارت

Marfat.com

خانے دو منزلہ ان کے قریب ہی 669 وضو کی جگہیں بھی ہیں۔ جن کے لئے برقی سیڑھیاں لگی ہوئی ہیں۔

علاوہ ازیں صفا مروہ کے باہر بھی زیر زمین 1440 طہارت خانے اور 1056 وضو کی جگہیں بنائی گئی ہیں۔

مسجد حرام کے دروازے

مسجد حرام جو ایک وسیع و عریض صحن اور بلند و بالا پر شکوہ عمارت پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں قصی بن کلاب نے کعبہ معظمہ کے اردگرد کچھ فاصلہ پر مکانات بنوائے اور ہر دو مکانوں کے بعد راستہ رکھا تاکہ آنے جانے میں سہولت رہے۔ یہی کیفیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس عہد میں بھی تھی۔ پھر جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حرم کی تجدید و توسیع کرائی اور چاروں طرف دیوار بنوائی تو اس دیوار میں بھی راستوں کے برابر میں راستے رکھے پھر سیدنا عثمان غنیؓ رضی اللہ عنہ نے جب اپنے عہد خلافت میں حرم شریف کی توسیع کر کے برآمدے بنوائے۔ تو برآمدوں میں سابقہ روایت کو قائم رکھتے ہوئے جابجا دروازے رکھے لیکن وہ دروازے بھی صرف گزرگاہ کی شکل میں تھے۔ حتیٰ کہ خلیفہ ابو جعفر نے جب توسیع و تعمیر کی خدمت انجام دی تو متعدد دروازے بنائے اور انہیں مختلف ناموں سے موسوم بھی کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ کوئی باقاعدہ دروازہ تھا اور نہ ہی کسی خاص نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بعد کی توسیع و تعمیرات میں جن جن معززین کے مکانات حرم شریف میں داخل کیے گئے ان اطراف میں انہی کے نام کی نسبت سے دروازوں کے نام بھی رکھ دیئے گئے۔

مثلاً جہاں شیبہ بن عثمان کا مکان تھا جو دروازہ بنایا گیا اس کا نام باب بنی شیبہ رکھا چونکہ اسی راستہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ اسی لئے وہ دروازہ باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باب السلام کے نام سے بھی شہرت پذیر ہوا۔ اسی

Marfat.com

طرح دارالعجلۃ کی جگہ باب العجلہ اوردارالعباس کی جگہ باب العباس بنائے گئے۔

عمدۃ المؤرخین علامہ ازرقی خلیفہ ابوجعفر کی توسیع میں دروازوں کی تعداداور نام اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

(۱)باب بنی جمح:اس میں تین دروازے تھےاوراس کے نیچے سیلاب کا پانی تھا۔

(۲)باب نبی سہم:اس میں ایک ہی دروازہ تھا۔

(۳)(۴)دارالعجلہ:اس میں دودروازے تھےجن کا ایک ایک طاق تھا۔

(۵)باب الندوۃ

(۶)دارالحجیرہ بن ابی اہاب میں ایک دروازہ تھا اور

(۷)دارعمرو بن العاص میں بھی ایک دروازہ تھا یہ دروازے ابی الجعفر المنصور نے بنوائے تھے۔(اخبارمکہ ص:315)

علامہ ازرقی نے تیسری صدی ہجری کے ابتداء میں دروازوں کی تعداداسی طرح بیان کی ہے۔

مسجد حرام میں 23 دروازے جن کے اندر 43 در ہیں۔

مشرقی جانب سعی کی طرف 5 دروازے ہیں جن میں 11 در ہیں۔

باب بنی شیبہ

یہ بہت بڑا دروازہ ہے اسے باب بنی عبدالشمس بن عبد مناف بھی کہا جاتا ہے۔ اس دروازہ کی شہرت زمانہ جاہلیت اور اسلام میں قائم رہی۔اس میں دوستون اور تین دروازے تھے۔اس کی لمبائی 10 ذراع (تقریباً 15 فٹ یا 4 میٹر 57 میٹر) تھی۔ پیشانی پر رنگ برنگ گل کاری کی گئی تھی۔دروازہ کے اوپر منقش ساگوان کا عظیم الشان روشن دان بنا ہوا تھا جن پر سنہری مینا کاری کی گئی تھی۔اس کا طول 27 ذراع ½ 50 فٹ اور عرض ½3 ذراع (تقریباً 3 انچ 5 فٹ یا 1 میٹر 90 سینٹی میٹر) دروازہ کے دونوں طرف دیوار پر سرخ اور سفید سنگ مرمر لگا ہوا تھا۔دہلیز کے اندر چار زینے تھے جن سے اتر

Marfat.com

کر حرم میں داخل ہوتے تھے۔

2 باب القواریر

یہ باب دارالقواریر کے صحن کی طرف کھلتا تھا۔ اس میں ایک ہی در تھا۔ اس کا طول 10 ذراع (15 فٹ یا 4 میٹر 57 سینٹی میٹر) اور عرض 7 ذراع (½10 فٹ یا 3 میٹر 10 سینٹی میٹر) تھا۔

3 باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر آتے جاتے تھے۔ جو عطاروں کی گلی سے گزرتا تھا۔ سعی کی طرف سے اس کی طرف 5 سیڑھیاں تھیں۔ اس میں ایک ہی در تھا۔ طول 10 ذراع (تقریباً 15 فٹ یا 4 میٹر 57 سینٹی میٹر) اور عرض 7 ذراع ½10 فٹ یا 3 میٹر 10 سینٹی میٹر) تھا۔

4 باب العباس رضی اللہ عنہا

یہ دروازہ سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف واقع تھا۔ اس میں دو ستون تین در تھے۔ ہر ایک در 13 ذراع (19 فٹ 6 انچ یا 5 میٹر 94 سینٹی میٹر) بلند تھا۔ سامنے اور اندر سے منقش اور مینا کاری سے مزین تھا۔ دروازہ کے اوپر منقش ساگوان کا روشن دان تھا۔ جس پر سنہری کام کیا ہوا تھا۔ اس کا طول 26 ذراع (تقریباً 39 فٹ یا 11 میٹر 89 سینٹی میٹر) اور عرض ½3 ذراع (3 انچ 5 فٹ یا 1 میٹر 90 سینٹی میٹر تھا)

روشن دان کے اوپر والے کنارہ سے دروازہ کی دہلیز تک 23 ذراع (9 انچ 34 فٹ یا 10 میٹر 59 سینٹی میٹر) فاصلہ تھا۔ دروازہ کے دونوں طرف دیوار پر سفید، سرخ اور سبز سنگ مرمر لگا ہوا تھا۔ جس پر آب زر سے نقش ونگار کیا گیا تھا۔ دروازے کے باہر سات زینے تھے۔

Marfat.com

5 باب بنی ہاشم

یہ وادی کی جانب واقع تھا۔ اس کا عرض 21 ذراع (9 انچ 31 فٹ یا 9 میٹر 68 سینٹی میٹر) تھا۔ ان میں دوستون اور تین دروازے بنے ہوئے تھے۔ اندر اور باہر سے منقش تھا۔ سفید سبز اور سرخ سنگ مرمر سے مینا کاری کی گئی تھی۔ دروازہ کے اوپر 24 ذراع (36 فٹ یا 10 میٹر 97 سینٹی میٹر) لمبا روشن دان تھا جس کا عرض 3 ذراع (4½ فٹ یا 1 میٹر 37 سینٹی میٹر) تھا۔ وادی کی جانب سات زینے تھے۔

6 باب بنی عائذ

اس میں دوستون اور تین در تھے جن کی بلندی 13½ ذراع (2 انچ 20 فٹ یا 9 میٹر 15 سینٹی میٹر) اور چوڑائی 14 ذراع اور 18 انگل (تقریباً 22 فٹ یا 6 میٹر 70 سینٹی میٹر) تھی۔ دروازہ کے باہر نالہ میں 12 زینے بنے ہوئے تھے۔

7 باب بنی سفیان بن عبدالاسد

دو در پر مشتمل 13½ ذراع (2 انچ 20 فٹ یا 6 میٹر 15 سینٹی میٹر) اونچا اور 14½ ذراع 9 انچ، 21 فٹ یا 6 میٹر چوڑا تھا۔ بطن وادی میں دروازہ کے باہر 12 زینے بنے ہوئے تھے۔

8 باب الصفا

اس میں چار ستون اور پانچ دروازے تھے۔ لمبائی 13½ ذراع (3 انچ 20 فٹ یا 6 میٹر 15 سینٹی میٹر) تھی۔ البتہ درمیانی دروازہ 14 ذراع (21 فٹ یا 6 میٹر 40 سینٹی میٹر) اونچا اور 36 ذراع (44 فٹ یا 13 میٹر 40 سینٹی میٹر) چوڑا تھا۔ سامنے اور اندر سے منقش تھا۔ اور اس کے ملحقہ ستونوں کا نصف حصہ گل کاری سے مزین اور سنہری حروف میں یادگار عبارتیں لکھی ہوئی تھیں۔

سفید، سرخ اور سبز رنگ مرمر سے اس کی تزئین کی گئی اور سنہرے بیل بوٹے بنے

Marfat.com

ہوئے تھے۔اس کے باہر 12 سیڑھیاں تھیں۔

9،10 باب بنی مخزوم

اس میں دو در تھے جن کا طول ½13 ذراع (20 فٹ 3 انچ یا 6 میٹر 18 سینٹی میٹر) اور عرض 15 ذراع تھا (22 فٹ 9 انچ یا 6 میٹر 86 سینٹی میٹر) اور عرض 15 ذراع (22 فٹ 9 انچ یا 6 میٹر 86 سینٹی میٹر) تھا۔اس کے باہر 12 زینے تھے۔یہ دروازہ عبداللہ بن جدعان اور عبداللہ بن معمر بن عثمان التیمی کے مکانات کی طرف واقع تھا اور وہ دونوں مکان خلیفہ مہدی عباسی نے حرم شریف میں شامل کر دیئے تھے۔

12 باب ام ھانی

یہ دروازہ بنی شمس اور بنی مخزوم کے مکانات کی سمت تھا۔اس میں دوستون اور تین در تھے۔بلندی 13 ذراع اور 12 انگل (20 فٹ 3 انچ یا 6 میٹر 78 سینٹی میٹر) چوڑائی 14 ذراع اور 12 انگل (21 فٹ 3 انچ یا 6 میٹر 48 سینٹی میٹر) تھی۔

باب بنی جمح کے 6 دروازے ہیں۔

13 باب الاحیاء

اسے باب بنی حکیم بن حزام اور باب بنی زبیر بن العوام بھی کہا جاتا تھا۔اس میں ایک ستون اور دو طاق تھے۔اس کی بلندی 13 ذراع (20 فٹ 3 انچ 6 میٹر 17 سینٹی میٹر) اور چوڑائی 15 ذراع (22 فٹ یا 6 میٹر 86 سینٹی میٹر) تھی۔دروازہ کے باہر آٹھ سیڑھیاں تھیں۔

14 باب بنی جمح

اس میں دو دروازے تھے جن کی بلندی 10 ذراع (15 فٹ یا 4 میٹر 57 سینٹی میٹر) چوڑائی 15 ذاع (9 انچ 22 فٹ یا 6 میٹر 94 سینٹی میٹر) تھی۔دروازہ کے باہر سات زینے تھے اس کی آرائش وتزئین خلیفہ ابوجعفر نے کرائی تھی۔

Marfat.com

15 باب الخیاطین

یہ بھی دو دروازوں پر مشتمل تھا۔ بلندی 13 ذراع (20 فٹ 3 انچ یا 6 میٹر 17 سینٹی میٹر) اور چوڑائی 21 ذراع (31 فٹ 9 انچ یا 9 میٹر 18 سینٹی میٹر) تھی۔ دروازہ کے باہر سات زینے تھے۔

17،16 باب البختری بن ہاشم

یہ دروازہ ابی البختری بن ہاشم الاسدی کے مکان کی طرف تھا، جسے بعد میں دار زبیدہ میں داخل کرلیا گیا تھا۔ یہ دار زبیدہ اور مسجد کے درمیان ایک گلی کی طرف کھلتا تھا۔ اس میں ایک ہی در تھا جو 10 ذراع (15 فٹ یا 4 میٹر 57 سینٹی میٹر) بلند اور 5 ذراع (7 فٹ 16 انچ یا 2 میٹر 27 سینٹی میٹر) چوڑا تھا۔ ایک اور دروازہ بھی اس گلی میں کھلتا تھا۔ جو 10 ذراع (15 فٹ) بلند 4 ذراع اور 12 انگل (9 فٹ 10 انچ یا 2 میٹر 17 سینٹی میٹر) چوڑا تھا۔

18 باب بنی سہم

یہ شمالی سمت میں واقع تھا اس کا ایک ہی در تھا جو 10 ذراع (15 فٹ) بلند اور 7 ذراع چوڑا تھا۔ اس کے باہر 10 زینے تھے۔ بعد میں اس دروازہ کا نام باب العمرہ مشہور ہوگیا۔

19 باب عمرو بن عاص

یہ بنی سہم کے منارہ کے قریب تھا۔ 10 ذراع بلند (15 فٹ) اور 4 ذراع چوڑا تھا۔ اس کے باہر 7 زینے تھے۔

20 باب العجلہ

یہ دار العلجہ کی جگہ واقع تھا اور اس کے قریب ہی ایک اور دروازہ بھی تھا جو اس وقت بند کردیا گیا ہے۔

Marfat.com

21 باب قعیقعان

اسے باب مجیر بن ابی اھاب بھی کہا جاتا تھا۔ اس کا طول 10 ذراع اور عرض 9 ذراع اور 6 انگل تھا۔ اس کے باہر کھلا میدان تھا اور اندر اترنے کے لئے 6 سیڑھیاں تھیں۔ بعض مؤرخین نے 8 سیڑھیاں بھی ذکر کی ہیں۔

22 باب الندوہ

یہ دار الندوہ کی جانب تھا۔

23 باب شیبہ بن عثمان

اس میں ایک ہی در تھا جس کی بلندی 9 ذراع اور عرض 5 ذراع تھا۔ اس کے اندر 8 زینے اترنے کے لئے تھے۔ (اخبار مکہ ص 323 تا 329)

سلطان سلیم خان اور سلطان مراد خان کی تعمیر و توسیع کے بعد دروازوں کی تعداد 19 ہو گئی تھی۔

جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) باب السلام

باب السلام یا باب بنی شیبہ یہ دار شیبہ بن عثمان کی طرف واقع تھا جسے دار العلوم بھی کہتے تھے۔ حرم شریف کی توسیع کے باعث یہ دروازہ صحن حرم میں آ گیا۔

(شفاء الغرام: ص: 77)

امام تقی فاسی فرماتے ہیں

یہ وہی دروازہ ہے جس کی طرف سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف میں تشریف لائے اور باب بنی مخزوم سے صفا کی طرف تشریف لے گئے۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دور میں یہ دروازہ اس جگہ نہیں تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اسی راستہ سے ہوتی تھی۔

Marfat.com

164ھ میں خلیفہ مہدی عباسی نے حرم کی دوسری توسیع کے وقت اسے بنوایا اور اس پر ایک بلند و بالا عالی شان مینار بھی تعمیر کرایا۔ (شفاء الغرام ص:77)

(2) باب الجنائز

اسے باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باب الطاقان بھی کہا جاتا ہے۔ اکثر اسی دروازہ سے جنازے حرم شریف میں لے جا کر باب کعبہ کے سامنے نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی۔ اس کے منہدم ہو جانے پر 826ھ میں امیر مقبل القدیری نے اس کی نئی تعمیر کرائی جو 988ھ تک قائم رہی۔

علامہ قطب الدین لکھتے ہیں کہ ہمارے دور میں جنازے باب العباس سے داخل ہوتے اور باب السلام سے نکلتے تھے۔

(3) باب العباس

مسعیٰ کی طرف اس کے سامنے سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کا گھر تھا۔ اسی نسبت سے یہ نام رکھا گیا۔ 826ھ میں امیر مقبل القدیدی نے اس کی تعمیر و مرمت کرائی۔ اس کے تین در تھے اور ہر ایک در میں دو کواڑ تھے۔

(4) باب علی

اسے باب بنی ہاشم اور باب البطحا بھی کہا جاتا تھا۔ حرم شریف کے بالائی حصہ میں واقع تھا۔ اس کے بالمقابل مغرب میں باب الحزورہ ہے۔

826ھ میں امیر مقبل القدیدی نے تعمیر کرائی اس میں تین در تھے۔

(5) باب باذان

اس کا دوسرا نام باب بنی عائذ بھی ہے۔ نہر زبیدہ میں اترنے کے لئے تین مقامات پر سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جن میں سے ایک جگہ اس دروازہ کے قریب تھی۔ اور اسی نسبت سے یہ نام بھی مشہور ہوا کیونکہ باذان سیڑھی کے ذریعہ نہر میں اترنے کی جگہ کو

Marfat.com

کہا جاتا ہے۔

(6) باب العجلہ

قدیم زمانہ میں اس جانب ایک جگہ کا نام دار العجلہ تھا۔ اسی نسبت سے یہ نام رکھا گیا۔ اس کا ایک ہی در تھا۔ 826ھ میں امیر مقبل القدیدی نے اس کی مرمت کرائی۔

(اعلام الاعلام ص: 210، 211)

(7) باب الصفا

اس طرف قبیلہ بنی مخزوم آباد تھا جس کی وجہ سے فقہاء کرام نے اس کا نام بنی مخزوم بھی ذکر کیا ہے یہ دروازہ بہت بڑا تھا اور اس کے پانچ در تھے۔

(8) باب اجیاد صغیر

اسے باب الخلاقین بھی کہا جاتا تھا۔

(9) باب الرحمہ

اس سمت میں الملک المجاہد صاحب یمن کا مدرسہ تھا جس کی نسبت سے اس کا نام باب المجاہدیہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(10) باب مدرسہ شریف عجلان

اس طرف مدرسہ شریف عجلان تھا اور اسے باب بنی تیم بھی کہا جاتا تھا۔

(11) باب ام ھانی

سیدہ ام ھانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کا مکان اس طرف تھا۔ اسے باب الملاعبہ اور باب الفرج بھی کہا جاتا تھا۔ ان کے مکان کے قریب ہی زمانہ جاہلیت میں ایک کنواں بھی تھا۔ چنانچہ خلیفہ مہدی عباسی نے دوسری توسیع کے وقت یہ مکان اور کنواں حرم شریف میں شامل کر کے اس کے بدلے باب الحزورہ کے قریب حرم سے

Marfat.com

نکلتے ہی بائیں جانب کنواں بنوایا جس کے پانی سے لاوارث میت کو غسل دیا جاتا تھا۔ مکہ کے شرفاء سادات اور معززین شہر آل حسن بن علی وغیرہ اسی دروازہ سے حرم شریف میں داخل ہوتے تھے۔ مغربی جانب تین دروازے تھے۔

(اعلام الاعلام ص: 107)

(12) باب الحزورہ

جسے عوام باب العزورہ بھی کہتے ہیں۔ باب نبی حکیم بن حزام باب بنی الزبیر بن عوام اور خطہ حزامیہ کے متصل ہونے کی وجہ سے باب الحزامیہ بھی کہا جاتا تھا۔

(13) باب الابراہیم

ابراہیم نامی خیاط کی طرف منسوب یہ بہت بڑا دروازہ تھا۔ قدیم کتب میں اس کا نام باب الخیاطین بھی آیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ باب خیاطین اور باب نبی جمح دونوں کی جگہ ایک ہی بڑا دروازہ بنا کر باب ابراہیم کے نام سے موسوم کیا گیا۔

(14) باب لعمرہ

اس کا پہلا نام باب نبی سہم تھا لیکن جب تنعیم سے عمرہ کا احرام باندھ کر آنے والے زائرین عموماً اس دروازہ سے حرم میں داخل ہونے لگے تو یہ باب العمرہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ (اعلام الاعلام ص: 159)

(15) باب السدہ

کسی زمانہ میں اسے بند کر دینے کی وجہ سے یہ نام مشہور ہوا مگر دوبارہ کھول دینے کے بعد اسے باب عمرو بن العاص بھی کہا جاتا تھا۔

(16) باب الدریبہ

باب اسلام سے داخل ہوتے وقت دائیں جانب واقع ہے۔

Marfat.com

(17) باب السویقہ

دارالندوہ کے اضافہ کے سامنے واقع ہے۔

(18) باب الزیادہ

باب السویقہ سے حرم میں داخل ہوتے وقت دائیں جانب واقع ہے۔

(19) باب الباسطیہ

مدرسہ عبدالباسط کے متصل واقع تھا۔ اسے باب العجلہ بھی کہتے تھے۔

(اعلام الاعلام ص: 423، 424)

مطاف کا فرش

اسلام کی ابتداء تک مطاف کا فرش سادہ اور کچا تھا لیکن جب سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کعبہ شریف تعمیر کیا تو تعمیر سے بچے ہوئے پتھروں کا مطاف میں فرش بنا دیا جس کی چوڑائی 10 ذراع یعنی 15 فٹ 4 میٹر 57 سینٹی میٹر تھی اور وہ فرش امام فاکہی علیہ الرحمہ کے زمانہ تک قائم رہا۔ حج کے ایام میں اس پر ریت ڈال کر پانی کا چھڑکاؤ کر دیا جاتا تھا جس سے طواف کرنے والوں کو چلنے میں آسانی ہوتی تھی۔ ریت کا ذخیرہ باب بنی سہم کے قریب ہر وقت موجود رہتا۔ وقت ضرورت مطاف میں ڈال دی جاتی۔ دن میں کئی مرتبہ پانی کا چھڑکاؤ ہوتا۔ گرمیوں میں نوعمر لڑکے زمزم کے مشکیزے کندھوں سے لٹکائے طواف کرنے والوں کو پانی پلاتے تھے۔ (اخبار ام القریٰ ص: 5)

امام فاسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

631ھ میں المستنصر باللہ نے فرش تبدیل کرایا اور اس کا نام باب کعبہ کے قریب شاذروان کے ایک پتھر پر کندہ کیا گیا۔

766ھ میں ملک اشرف شعبان شاہ مصر نے نیا فرش بنایا۔ بعد میں ملک منصور الاجین المنصوری نے اس کی تجدید کرائی اور موصوف کا نام رکن یمانی اور حجر اسود کے

Marfat.com

درمیان ایک پتھر پر لکھ دیا گیا۔

امام موصوف نے مطاف کی مختلف جہات سے جو پیمائش کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پچیس سے 30 گز تک چوڑا تھا۔ (شفاء الغرام ص:98)

آب زم زم

یہ ایک لطیف و شیریں، خوش ذائقہ زود ہضم بے حد برکت فضیلت اور عظمت والا پانی ہے۔ جسے دنیا جہاں کے پانیوں پر برتری اور فوقیت حاصل ہے۔

وجہ تسمیہ

زم زم لغت میں اس کے حسب ذیل معنی بیان ہوئے ہیں۔

(۱) بہت زیادہ پانی

(۲) دور سے گنگناہٹ سنائی دینا

(۳) بکھری ہوئی چیز کو جمع کرنا

(۴) حفاظت کرنا

(۵) ماؤ زمزم و زمزام و زوازم اور زوزم میٹھے اور کھارے پانی کا امتزاج

(لسان العرب ج:12، ص:275)

ابتداء میں جب اس مقدس پانی کا ظہور ہوا تو اس سے گنگناہٹ کی آواز آرہی تھی اسی سبب سے اس کا نام زمزم ہوا ہے۔

امام نووی رقم طراز ہیں کہ پانی بے حد کثرت اور بہتات کے باعث اسے زمزم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ زم زم، زمزوم اور زمازم اسی وقت کہا جاتا ہے۔ جب پانی بہت زیادہ ہو۔ (مسلم شریف: جلد:1، ص:400)

زم زم کی دیگر اسماء

جس طرح زم زم بہت سے فوائد اور فضائل کا حامل ہے اسی طرح اس کے متعدد

Marfat.com

نام بھی منقول ہیں۔

عربی لغت کی شہرہ آفاق کتاب لسان العرب میں اس کے درج ذیل اسماء یہ ہیں۔

(۱)زمزم

(۲)مکتومۃ

(۳)مغنونۃ

(۴)شباعۃ

(۵)سقیا

(۶)الروا

(۷)رکعۃ جبرئیل

(۸)ہزمۃ جبرئیل

(۹)شفاء سقم

(۱۰)طعام طعم

(۱۱)حفیرۃ عبدالمطلب

(۱۲)زمزام اور

(۱۳)زوازم

(لسان العرب، ج:12، ص:166)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس کا نام شباعۃ مشہور تھا۔

(اخبار مکہ، ص:291)

بعض روایات میں اس کے یہ نام بیان کئے گئے ہیں۔

(1) مکتومۃ

(2)مضنونۃ

Marfat.com

(3)شباعۃ

(4)سقیا

(5)الرواء

(6)رکضۃ جبرائیل

(7)ھزمۃ جبرائیل

(8)شفاسقم

(9)طعام طعم

(10) حفیرہ عبدالمطلب

امام زبیری رحمۃ اللہ علیہ صاحب تاج العروس فرماتے ہیں۔

حدیث اور لغات کی کتابوں سے میں نے زمزم کے نام جمع کئے تو ان کی تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی۔(تاج العروس:ج:8،ص:328)

مؤرخ شہر علامہ جمال الدین محمد جاراللہ نے حسب ذیل اسماء ذکر کئے ہیں۔

(1)زمزم

(2)ھزمۃ جبرائیل

(3)سقیاءاللہ اسماعیل

(4)برکۃ

(5)سیدۃ

(6)نافعۃ

(7)مضمونۃ عرنۃ

(8)بشریٰ

(9)صافیۃ

(10)برۃ

Marfat.com

(11) عصمة

(12) سالمة

(13) میمونة

(14) مبارکة

(15) کافیة

(16) عافیة

(17) مغذیة

(18) طاہرة

(19) حرمیة

(20) مرویة

(21) مؤنسة

(22) طعام طعم

(23) شفاء سقم

(24) شباعة العیال

(25) شراب الابرار

(26) قریة النمل

(27) ھزمة اسماعیل

(28) حفیرة العباس

(جامع اللطیف: ص:169)

آب زمزم وہی چشمہ حیات ہے جس نے سیدہ ھاجرہ رضی اللہ عنہا کے قلب مغموم محزون کو راحت ورافت کی نوید جانفزا سے نوازا۔ بلکتے اور تڑپتے ہوئے ایک جاں بلب معصوم شیر خوار کو پیغام سنایا۔ یہ روح الامین علیہ السلام کی بندہ نوازی کا کرشمہ ہے جو

Marfat.com

2000 قبل مسیح سے آج تک فرزندان توحید کو سیراب کر رہا ہے۔ اس بے مثال پانی نے اپنے مقناطیسی اثر سے قبیلہ بنو جرہم کو اپنا انیس و ہم جلیس بنا کر ایک ویرانے کو اسلامی دنیا کا مرکز بنا دیا۔

اس اختصار کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام حکم خداوندی عزوجل سے اپنی عفت مآب زوجہ مکرمہ اور معصوم شیر خوار لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو عرب کے سنگلاخ ریگزاروں میں یکا و تنہا بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے گئے تو ان غریب الوطن ماں بیٹے کا توشۂ حیات چند ہی دنوں میں جواب دے گیا۔ معصوم بچہ پیاس کی شدت سے بے بس ہو کر زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ ماں کی ممتا جگر گوشہ کا تڑپنا بلکنا کب دیکھ سکتی تھی۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتی ہوئی کبھی اس پہاڑ پر چڑھ جاتیں اور کبھی اس پہاڑ پر کہ شاید کہیں سے بچے کی زندگی کی بقا کا کوئی ذریعہ ہاتھ لگ جائے اور اس بجھتے ہوئے چراغ کو جلا میسر آ جائے۔

اسی اثناء میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور اپنے پاؤں کی ٹھوکر یا ہاتھ کے اشارہ یا پر مارنے سے ایک چشمہ جاوداں جاری کر دیا۔

پانی دیکھا تو سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی جان میں جان آ گئی۔ ان کا پژمردہ چہرہ گلاب کی طرح کھل گیا۔ غم اور اداسی خوشی میں تبدیل ہو گئی۔ خود بھی شکم سیر ہو کر پانی نوش جان فرمایا اور فرزند دلبند کو بھی پلایا جس کی زندگی کا ٹمٹماتا ہوا چراغ پھر سے جگمگا اٹھا۔ آپ نے اپنے برتن بھی بھر لئے اور پانی کی حفاظت کی غرض سے چاروں طرف مٹی کی باڑ بھی بنا دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اگر ھاجرہ اسے بند نہ کرتیں تو آج یہ کنویں کی بجائے دریا کی شکل میں ہوتا اور دنیا کو سیراب کرتا۔

اسی پانی ہی کی کشش نے قبیلہ جرہم وہاں آ کر آباد ہو گیا اور تین سو اور بعض روایات

Marfat.com

کے مطابق پانچ سو سال تک وہاں حکمران رہا۔ بالآخر یہ قبیلہ اپنے فسق و فجور، ظلم و ستم اور حدود خداوندی کو توڑنے کے باعث ذلت و خواری کے ساتھ مکہ شریف کی پاکیزہ سرزمین سے بے دخل ہوا۔

یہاں سے رخصت ہوتے وقت اس نے کعبہ شریف کا خزانہ غلاف کعبہ اور قیمتی تلواریں چاہ زمزم میں ڈال کر اسے مٹی سے بھر کر زمین کے برابر کر دیا پھر پانچ سو برس کا طویل عرصہ اس حال میں گزر گیا۔

امتداد زمانہ اور سیلاب کی تباہ کاریوں نے اس کا نام و نشان بھی مٹا دیا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس چشمہ حیات سے مخلوق کو سیراب کرنا چاہا تو قریش کے نامور سردار اور سرور دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کو خواب کے ذریعہ اسے کھودنے کا حکم دیا۔ عبدالمطلب کا کہنا تھا کہ ایک رات مجھے خواب میں کسی نے کہا کہ طیبہ کو کھودیں۔ میں نے پوچھا طیبہ کیا چیز ہے؟ مگر وہ شخص جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ دوسری رات بھی خواب میں کوئی کہہ رہا تھا مضنونہ کھودیں میں نے پوچھا مقنونہ کیا چیز ہے مگر وہ شخص پھر غائب ہو گیا۔ تیسرے روز بھی خواب میں مجھے کہنے والے نے کہا کہ زمزم کو کھود کر صاف کریں۔ میں نے پوچھا زمزم کیا چیز ہے تو اس نے بتایا کہ یہ چشمہ ہے جس کا پانی کبھی کم نہ ہوگا اور اس کے کھودنے میں تمہیں کوئی زیادہ مشقت بھی نہیں اٹھانی پڑے گی اور نہ ہی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا یہ تمہارے باپ کی میراث ہے اور تم یہ پانی حاجیوں کو پلاؤ گے۔ میں نے التجا کی کہ اس جگہ کی نشاندہی کر دیجئے تو جواب ملا کہ جہاں چیونٹیوں کی بیس کثرت سے ہیں وہ اس کی جگہ ہے اور صبح جب تم وہاں جاؤ گے تو کوے کو چونچ سے زمین کریدتے ہوئے پاؤ گے چنانچہ اگلے روز علی الصبح عبدالمطلب اپنے بڑے صاحب زادے حارث کو ساتھ لے کر ہاتھ میں کدال اور پھاوڑہ اٹھائے حرم شریف میں پہنچ گئے۔ بشارت خدائے ذوالجلال کے مطابق دیکھا کہ ایک کوا اساف اور نائلہ کے بتوں کے قریب زمین کرید رہا ہے اور چیونٹیوں کی بیس بھی وہاں موجود ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ

Marfat.com

کی پیروی دونوں باپ بیٹا کنویں کی کھدائی میں مصروف ہو گئے۔ اگرچہ قریش ان کے مزاحم ہوئے کہ یہاں تو ہم اپنے بتوں کے نام قربانیاں کیا کرتے ہیں۔ یہ ہماری مقدس جگہ ہم اسے کھودنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے لیکن عبدالمطلب نے ان کی ایک نہ سنی اور اپنا مشن جاری رکھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنا گوہر مقصود پالیا اور پانی تک پہنچ گئے۔ انہیں جرہم کا وہ دفینہ بھی دستیاب ہوا جو انہوں نے مکہ مکرمہ کو خیرآباد کہتے وقت چاہ زمزم میں دفن کیا تھا۔ یہ خزانہ سونے کے دو ہرن بہت سی قلعی دار تلواریں اور قیمتی زرہوں پر مشتمل تھا۔ جب قریش نے دیکھا کہ عبدالمطلب اپنے مقصد میں فائز المرام ہو گئے ہیں اور انہیں بیش بہا قیمتی خزانہ بھی مل گیا ہے تو پھر انہوں نے مطالبہ کیا کہ یہ ہمارے باپ اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے لہٰذا ہمیں بھی اس خزینہ میں حصہ دار بنایا جائے اور زمزم کی حفاظت اور تقسیم میں ہمیں شریک کیا جائے مگر عبدالمطلب نے ان کے مطالبہ کو مسترد کر دیا اور خود ہی زمزم کی نگرانی کرتے رہے۔ جب یہ نزاع نازک صورت اختیار کر گیا تو سب نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ بنی سعد بن ہذیل کی کاھنہ جو ملک شام کی سرحد پر قیام پذیر ہے کو ثالث بنایا جائے اور اس کے فیصلے کو بلا چون و چرا تسلیم کیا جائے چنانچہ حسب معاہدہ عبدالمطلب اور قریش کے ہر قبیلہ سے چیدہ چیدہ آدمی اس مہم پر روانہ ہو گئے مگر راستہ طویل اور سنگلاخ تھا۔ پہاڑ اور غار بکثرت تھے سفر سخت کٹھن اور مخدوش تھا جب یہ قافلہ ایک لق و دق جنگل میں پہنچا تو ان کا پانی ختم ہو گیا اور پیاس کے مارے سب کی جان نکلنے لگی اور جن لوگوں کے پاس پانی تھا انہوں نے عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کو دینے سے انکار کر دیا کہ مکہ مکرمہ میں آب زمزم کے تم مالک بن بیٹھے ہو اور یہاں ہم سے پانی مانگتے ہو سخت پریشانی اور بے چینی کے عالم میں آخر چلنے ہی کا پروگرام طے ہوا۔

قدرت خداوندی کا کرشمہ کہ جب عبدالمطلب نے اونٹنی پر سوار ہو کر اسے اٹھایا تو نیچے سے نہایت شیریں اور عمدہ پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ خوشی کے مارے عبدالمطلب نے

Marfat.com

نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ تو سب نے شکم سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے برتن بھی بھر لئے حتیٰ کہ جن لوگوں نے پانی دینے سے انکار کیا تھا انہوں نے بھی اپنے مشکیزے بھر لئے۔ یہ عجیب و غریب ماجرا دیکھ کر قریش انگشت بدنداں ہو کر کہنے لگے۔ عبدالمطلب بس اب ہمارے نزاع کا فیصلہ ہو گیا۔ قسم بخدا اب ہم تمہارے ساتھ زمزم کے متعلق مخاصمت نہیں کریں گے۔ جس خدا نے تمہیں اس ویران جنگل میں پانی کا چشمہ مرحمت فرمایا ہے یہ اس کی شان کریمی ہے کہ تمہیں آب زم زم کی لازوال دولت سے نوازا ہے چنانچہ کاھنہ کے پاس جانے کی بجائے وہیں سے واپس لوٹ آئے۔ یہ واقعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولاوت باسعادت سے چالیس یا ستر برس پہلے پیش آیا تھا۔

(البدایہ والنھایہ ج:2،ص:245)

چاہ زمزم پر زمانہ جاہلیت میں دو بت اساف اور نائلہ رکھے ہوئے تھے۔ اساف مرد اور نائلہ عورت قبیلہ بنو جرہم سے تعلق رکھتے تھے اور یمن کے باشندے تھے۔ ان دونوں کی آپس میں محبت ہوگئی۔ جب یہ حج کرنے مکہ مکرمہ آئے تو لوگوں کی غفلت کے وقت حرم محترم میں بدفعلی کی جس کی پاداش میں رب کعبہ نے انہیں انسانی شکل وصورت سے محروم کر کے پتھر بنا دیا۔ لوگ اس واقعہ سے بے حد متاثر ہوئے اور انہیں وہاں سے اٹھا کر قریب ہی چاہ زمزم کے مقام پر پھینک دیا تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور گناہ کا انجام دیکھیں۔ ان کے مجسمے وہاں پڑے پڑے جب ایک زمانہ گزر گیا تو مشرکین نے انہیں بھی معبودوں کے زمرے میں شامل کریں اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ ان کے نام کی نذریں مانی جانے لگیں اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس قربانی کے جانور ذبح ہونے لگے۔ اسی وجہ سے جب عبدالمطلب وہاں زمزم کا کنواں کھودنے لگے تو قریش ان کے آڑے آئے تھے۔ (زرقانی ج:1،ص:65)

امام المؤرخین علامہ ازرقی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔

اساف بن بغاء اور نائلہ بنت ذئب نے جب حرم شریف میں بدکاری جیسے قبیح فعل

Marfat.com

کا ارتکاب کیا تو رب ذوالجلال نے انہیں پتھر بنا دیا۔ لوگوں نے ایک کو اٹھا کر صفا اور ایک کو مروہ پر پھینک دیا۔ رفتہ رفتہ ان کی عبادت شروع ہو گئی۔ بعد میں عمرو نے لوگوں کو ان کی عبادت پر پختہ کر دیا جب قصی بن کلاب کا دور آیا تو اس نے اساف کا بت کعبہ شریف کے قریب اور نائلہ کا بت چاہ زمزم کی جگہ نصب کر دیا۔ چنانچہ مشرکین طواف کعبہ کی ابتداء اساف بت سے کرتے اور نائلہ کے بت پر آ کر ختم کرتے اور ان دونوں کا استلام بھی کرتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے شاہ کونین رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ پر غلب نصیب فرمایا تو آپ نے ان دونوں بتوں کو نیست و نابود کر دیا۔ (اخبار مکہ: ص:75)

چاہ زمزم

یہ مقدس کنواں جو اپنی نرالی شان اور عزت و تکریم میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ابتداء میں تو صرف چند انچ گہرا تھا لیکن بعد ازاں عمیق و عریض کنواں بن گیا۔ اس معمولی اور مختصر سے چشمہ نے کنویں کی شکل کب اور کیسے اختیار کی؟

یہ ایک اہم اور تاریخی معمہ ہے۔

جب یہ پانی ظاہر ہوا تو سیدہ ھاجرہ نے مٹی کی ایک مختصر سے باڑ اس کے چاروں طرف بنا دی جس سے یہ ایک چشمہ بن گیا۔ پھر جرہم وہاں آ کر آباد ہوئے آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ پانی بھی ان کی ضروریات پوری کرتا رہا۔

علامہ ازرقی فرماتے ہیں۔

جب جرہم نے حرم محترم کی عزت و حرمت کو تاخت و تاراج کیا اور خزانہ کعبہ چوری چھپے اور اعلانیہ کھانے لگے۔ اور سنگین جرائم کے مرتکب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آب زم زم کی نعمت ان سے چھین لی۔ چشمہ خشک ہو گیا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سیلابوں نے اس کے نشانات کو نیست و نابود کر دیا جس کے باعث آب زم زم کا محل وقوع حتیٰ کہ وجود تک سے لوگ بے خبر ہو گئے ادھر جرہم کی مسلسل ظلم اور تعدی بڑھتی گئی۔ ان کے سردار عمرو بن حارث بن مضاض نے وعظ و نصیحت کے ذریعہ ان کی اصلاح کی انتھک کوشش کی

Marfat.com

مگر بے سود۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خزاعہ کو مسلط کر دیا۔ خزاعہ نے سخت ذلیل وخوار اور رسوا کر کے انہیں مکہ مکرمہ سے بے دخل کر دیا۔ اسی اثناء میں عمرو بن حارث نے قوم کی حالت بد سے بدتر ہوتی دیکھی تو کعبہ شریف کا قیمتی خزانہ سونے کے دو ہرن، بعض قیمتی تلواریں اور چند دوسری چیزیں راتوں رات زمزم کے چشمہ والی جگہ گہری کھود کر دفن کر کے مٹی ڈال کر جگہ برابر کر دی۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کے نشانات معدوم ہوتے چلے گئے۔ پھر صدیوں بعد جب اللہ تعالیٰ نے آب زم زم کی لازوال نعمت سے لوگوں کو بہرہ یاب فرمانا چاہا تو عبدالمطلب کو منتخب کیا اور خواب کے ذریعہ انہیں زمزم کھودنے کا حکم دیا۔ خواب کے نتیجے میں آپ نے اپنے بڑے لڑکے حارث کو ساتھ لے کر اس کی کھدائی شروع کی اور پانی آنے تک کھدائی جاری رکھی۔ یہاں تک کہ پانی کے ساتھ جرہم کا دفینہ بھی دستیاب ہو گیا۔ اس طرح چشمہ کنویں کی شکل اختیار کر گیا اور آج تک کنویں ہی کی صورت میں موجود ہے۔ (اخبار مکہ: 52، 53)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زمزم کا کنواں کعبہ شریف سے 38 ذراع یعنی تقریباً 57 فٹ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ (مسلم شریف: ج 1، ص: 40)

علامہ ازرقی تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے چاہ زمزم کی پیمائش کی اس کی گہرائی 60 ذراع یعنی 900 فٹ تھی۔ 223ھ اور 224ھ میں پانی کی مقدار میں بہت زیادہ کمی ہو گئی تھی بلکہ ناپید ہو گیا تھا۔ ان دنوں مجھے کنویں میں اترنے کا موقع بھی مل گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے تین بڑے غار نما سوت ہیں۔ ایک حجر اسود کی طرف سے جاری ہے۔ دوسرا جبل ابی قبیس یعنی صفا کی طرف سے آ رہا ہے اور تیسرا مروہ کی جانب سے۔ میں نے ایک غار یعنی سوت میں نماز بھی پڑھی۔ کنویں میں اس کے اندر سے مٹی گرتی رہی جس کے باعث پانی رفتہ رفتہ خشک

Marfat.com

ہو گیا۔ پھر 224ھ میں 9 ذراع یعنی ساڑھے 13 فٹ اسے اور گہرا کیا گیا۔ اس طرح اس کی کل گہرائی 69 ذراع یعنی ½103 فٹ ہوگئی۔ اس میں سطح زمین سے 40 ذراع تک پختہ چنائی تھی اور اس کے نیچے پہاڑ کرید کر کھودا گیا جس کی گہرائی 29 ذراع تھی۔ بعدازاں 225ھ میں اللہ تعالیٰ نے خوب بارشیں برسائیں اور سیلاب آئے جس سے آب زمزم میں فراوانی ہوگئی۔ کنویں کا منہ تین ذراع سے کچھ زائد چوڑا تھا۔ اسی طرح خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں بھی سالم بن الجراح نے اسے ایک ذراع یعنی ½1 فٹ مزید گہرا کیا تھا اور خلیفہ مہدی عباسی کے عہد میں بھی کچھ کھودا گیا تھا۔

(اخبار مکہ، ص:300)

غایۃ الاوطار میں ہے کہ

چاہ زمزم کی گہرائی 69 ہاتھ یعنی 103 فٹ 6 انچ اور اس کا منہ 4 ہاتھ یعنی 6 فٹ چوڑا ہے۔ (غایۃ الاوطار ج:1، ص:580)

علامہ تقی الدین فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں نے چاہ زمزم کے منہ کی بلندی کی پیمائش کی جو زمین سے اوپر تک پونے دو ذراع تھی۔ تقریباً دو فٹ ساڑھے 7 انچ اور قطر ساڑھے 4 ذراع تقریباً 6 فٹ 9 انچ اور منہ کا کل محیط تقریباً پندرہ ذراع یعنی 22 فٹ 6 انچ تھا۔

علامہ ازرقی اپنے عہد میں پانی پلانے کی کیفیت اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

لکڑی کے بیس پائے بنے ہوئے ہیں جن پر بیٹھ کر پانی پیا جاتا تھا۔ زمزم کے کنویں پر سب سے پہلے سنگ مرمر کا فرش اور سنگ مرمر کی جالی ابوجعفر نے اپنے عہد خلافت میں لگائی تھی۔ پھر مہدی عباسی نے اس کی ترمیم واصلاح کی۔

اس کے بعد عمر بن فرج الرخجی 220ھ المعتصم باللہ کے دور میں اسے تبدیل کیا اور صفا کی جانب سقایہ عباس بنایا۔ بیر زمزم کے قبہ کی چھت تبدیل کی اندر سے زروزی اور باہر سے نہایت عالی شان مینا کاری کرائی۔ دونوں جانب آہنی سلاخیں لگائیں جن سے

Marfat.com

قندیلیں لٹکائی جاتی تھیں۔(اخبار مکہ ص:300)

علامہ ازرقی عطا سے روایت کرتے ہیں۔

زمزم کے دو حوض تھے حجر اسود اور چاہ زمزم کے درمیان حوض پانی پینے کے لئے اور صفا کی جانب وضو کرنے کے لئے بنائے گئے تھے۔ایک آدمی کنویں سے پانی نکالنے پر مامور تھا۔(اخبار مکہ:299)

علامہ ابن جبیر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کا نقشہ اس طرح پیش کرتے ہیں زمزم کا حوض جس کی دیوار 3 فٹ موٹی 19 انگل اونچی اور 18 انگل چوڑی ہے۔صفا و مروہ کے درمیان قبہ عباس میں واقع ہے جہاں پہلے حجاج کو پانی پلانے کا انتظام تھا۔مگر اب دستہ دار گھڑوں میں زمزم بھر کر اس قبہ میں صبح رکھ دیا جاتا ہے تاکہ ٹھنڈا رہے اور رات کے وقت پلانے کے لئے باہر نکال لیا جاتا ہے۔(ابن زبیر ص:75)

علامہ تقی الدین فاسی لکھتے ہیں:

چاہ زمزم پر ایک مربع شکل عمارت بنی ہوئی ہے۔دیواروں کے اندر نو حوض ہیں جو ہر وقت زمزم سے بھرے رہتے ہیں۔لوگ ان میں سے وضو کرتے ہیں۔اس عمارت میں کعبہ شریف کی طرف والی دیوار میں سلاخ دار کھڑکیاں بنی ہوئی ہیں۔چھت پر مؤذنین کے لئے برآمدہ بنا ہوا ہے لیکن اس کار خیر کے انجام دینے والے کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ 822ھ میں یہ پوری عمارت اور حوض نئے بنائے گئے چھت پر مؤذنوں کے لئے نیا اور عمدہ برآمدہ تعمیر کیا گیا جس کے تمام اخراجات الشیخ علی بن محمد بن عبدالکریم جیلانی نزیل مکہ مکرمہ نے اپنی جیب خاص سے ادا کیے۔پہلا چبوترہ لکڑی کا بنا ہوا تھا جو بوسیدہ ہو گیا تھا نئی تعمیر تراشیدہ منقش پتھروں سے کی گئی تھی۔(اعلام الاعلام ص:204)

933ھ میں زمزم کے چبوترہ کو چاروں طرف سے سنہری نقش و نگار سے مزین کیا گیا اور ملک المظفر سلیمان کا نام کندہ کیا گیا۔

948ھ میں امیر خشقلدی نے چبوترہ کی تجدید کی۔فرش سنگ مرمر کا بنایا اور اس کی

Marfat.com

دوسری منزل بھی بنائی جس کا چھت منقش لکڑی سے بنایا۔1020ھ میں ایک مجنون نے کنویں میں چھلانگ دی جسے نکالنے کے لئے جدہ سے غوط خور بلائے گئے۔ سخت جدوجہد کے بعد اس کی لاش نکالی گئی۔ چنانچہ ایسے واقعات کی روک تھام کے لئے سلطان احمد خان کے حکم سے آہنی جنگلہ پانی کی سطح سے ایک میٹر اوپر لگایا گیا تا کہ پانی تک کوئی چیز نہ پہنچ سکے۔

چبوترہ کی شمالی دیوار پر دو حدیثیں اور سلطان عبدالحمید خان کا نام لکھا گیا۔

ماء زمزم شفاء من کل داع ...... آیة

مابینا و بین المنافقین انهم لا یتفلعون من زمزم ۔ السلطان عبدالحمید خان سنة ۱۲۰۱ھ

اور دروازہ پر یہ اشعار کندہ تھے

سرور لسلطان البسیطة والورا
عبدالحمید البر بحر المکارم
ونصر له ایضاً و فتح و رفعة
بتعمیر هذا الماثر المتقادم
حفیرة ابراهیم یوم ابن هاجر
ورکفنة جبریل علی عهد آدم

اور سامنے والی کھڑکی پر دو حدیثیں لکھی ہوئی تھیں۔

ماء زمزم لما شرب له ۔ لا یجمع ماء زمزم و نار جهنم فی جوف عبدالسلطان عبدالحمید خان سنة ۱۲۰۱ھ

یہ عمارت اور تحریریں علامہ رفعت پاشا کے عہد تک موجود تھیں۔

(مراۃ الحرمین ج 1، ص 258)

علامہ طاہر کردی تاریخ انصاری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

Marfat.com

رمضان المبارک 1028ھ میں چاہ زمزم کی شمالی اور غربی دیوار کے بہت سے پتھر گر گئے جس کے باعث پانی کا ذائقہ بہت زیادہ تبدیل ہوگیا۔ سوموار کے دن 14 شوال شیخ حرم آغا حسین الحبشی، مولانا السید الشریف ادریس بن الحسن، حکام شہر اور ماہرین فن تعمیر جمع ہوئے اور کنوئیں کی اصلاح اور مرمت کا پروگرام مرتب کر کے اسی دن کام شروع کر دیا اور بروز بدھ 16 شوال تک تمام کام مکمل ہوگیا۔ اسی طرح ذی الحجہ 1068ھ میں ایک مرتبہ پانی کی سخت کمی ہوگئی تھی۔ جب ڈول نکالا جاتا تو کیچڑ زیادہ اور پانی تھوڑا ہو جاتا تھا کئی مرتبہ کنوئیں کی صفائی اور کھدائی کرائی گئی مگر پانی کی قلت دور نہ ہوئی۔ صبح سے ظہر تک اور مغرب سے عشاء تک کنواں بند کر دیا جاتا مگر اس کے باوجود پانی حسب ضرورت جمع نہیں ہوتا تھا۔ اس سے پہلے اتنی شدید کمی کبھی واقع نہیں ہوئی تھی۔

(تاریخ القویم: ج:3، ص:98)

محمد بصیب البتونی لکھتے ہیں۔

1326ھ میں ایک ہندی نے چاہ زمزم میں چھلانگ لگا دی۔ جس کی نعش نکالنے کے لئے جدہ سے غوطہ خور بلائے گئے۔ مجنون نے بڑی مشکل سے اسے نکالا اور کنواں پاک کیا۔ علاوہ ازیں ہندی لوگ کفن کا کپڑا آب زمزم میں دھو کر ساتھ لے جاتے ہیں۔

(رحلۃ الحجازیہ: ص:127)

علامہ طاہر کردی الشیخ حسین باسلامہ کی کتاب تاریخ عمارۃ المسجد الحرام سے نقل کرتے ہیں۔

ہمارے زمانہ میں چاہ زمزم کی صورت اس طرح ہے کہ کنوئیں کا منہ گول ہے اور اسے بند کرنے کے لئے سنگ مرمر کا ایک بڑا پتھر رکھا ہوا ہے۔ یہ طریق اس لئے اختیار کیا گیا کہ 1332ھ میں افغانستان کے ایک آدمی نے کنوئیں میں چھلانگ لگا دی تھی۔ اسے نکالنے کے بعد سعودی حکومت نے ایسے واقعات کا سد باب کرنے کی غرض سے کنوئیں پر ایک وزنی پتھر رکھ دیا۔ کنوئیں کا منہ زمین سے 120 سینٹی میٹر اونچا ہے۔ قبہ

Marfat.com

کے اندر سنگ مرمر کا فرش بنا ہوا ہے۔ قبہ مربع شکل ہے جس کا ہر ایک ضلع گیارہ ذراع (تقریباً 16½ فٹ یا پانچ میٹر لمبا ہے) قبہ کی مشرقی دیوار میں دروازہ ہے۔ چھت کے اوپر نصف حصہ میں برآمدہ بنا ہا ہے اور نصف خالی ہے۔ برآمدہ کی چھت موٹی اور مضبوط لکڑی سے بنی ہوئی ہے۔ یہ برآمدہ رئیس المؤذنین کے لئے مخصوص ہے جس کی اذان کی آواز سن کر میناروں میں مقرر مؤذن اذان شروع کرتے ہیں۔ نیز رئیس المؤذنین نماز جمعہ اور عیدین میں تکبیر کے ذریعہ امام کی آواز مقتدیوں تک پہنچاتا ہے۔ اس وقت رئیس المؤذنین الشیخ عبدالعزیز بن علی رئیس ہیں۔

قبہ زمزم کے جنوب میں ایک کمرہ بنا ہوا ہے جس میں اغوات (ہجڑے جو مطاف کی صفائی پر مامور ہوتے ہیں) مطاف کی صفائی کا سامان رکھتے ہیں۔ مطاف میں حجر صفوان کا فرش بنا ہوا ہے۔ اس کمرہ میں مطاف میں رات کے وقت روشنی کرنے والی شمعیں بھی رکھی جاتی ہیں۔ مغرب سے نماز عشاء کے بعد تک اور صبح اجالا ہونے تک باب کعبہ کے سامنے شمعیں روشن کی جاتی ہیں۔ اسی کمرہ کے قریب چھت پر جانے کے لئے سیڑھی لگی ہوئی ہے۔

جلالۃ الملک المملکۃ العربیۃ السعودیۃ الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن الفیصل آل سعود کے حکم سے زمزم کی دو سبیلیں بنائی گئیں۔ ایک قبہ زمزم کے دروازہ کی جنوبی سمت اور دوسری اغوات کے کمرہ کی جنوب جانب ان ہر دو سبیلوں کی تعمیری خدمات الشیخ عبداللہ الدھلوی نے انجام دیں۔ انہیں بے حد خوبصورت اور دیدہ زیب سنگ مرمر سے تعمیر کیا۔ قبہ زمزم کے قریب حجرہ اغوات کے پاس والی سبیل 1345ھ میں اور قبہ زمزم کے قریب والی سبیل 1346ھ میں مکمل ہوئی۔ (تاریخ القویم ج 3 ص 85)

چاہ زمزم پر قبہ بن جانے کے باوجود دروازہ اور تالا نہیں تھا۔ چنانچہ 826ھ میں شیخ عبدالملک بن ابی بکر زمزمی نے خلیفہ وقت سے استدعا کی کہ نماز کے وقت بھی لوگ زمزم نکالنے اور پینے میں مشغول رہتے ہیں اور ان کے شور کے باعث امام صاحب کو

Marfat.com

کوفت ہوتی ہے لہٰذا دروازے اور تالے کا انتظام ہونا چاہئے جس پر خلیفہ کے حکم سے دروازہ لگایا گیا اور تالے چابی کا انتظام بھی ہوگیا۔ (تاریخ القویم ج:3،ص:86)

1383ھ میں مطاف کی توسیع کے باعث مذکورہ بالا عمارتیں مسمار کر دی گئیں اور زمزم کا کنواں زیرزمین بنا دیا گیا جس کے شمالی جانب نیچے اترنے کا راستہ تھا۔ سطح زمین سے تین سیڑھیاں چڑھ کر پھر 24 سیڑھیاں نیچے اترنا پڑتا تھا۔ سیڑھیوں اور کنویں کے درمیان کشادہ جگہ دو حصوں پر منقسم تھی۔ دائیں طرف مردوں کے لئے اور بائیں طرف عورتوں کے لئے مخصوص تھی۔ پانی پینے کے لئے دیوار کے ساتھ ایک بڑے پائپ میں 19 ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں جو تقریباً چار فٹ بلندی پر ہیں۔ ذی الحجہ 1898ھ میں مردانہ حصہ کے بائیں جانب بہت سی اور ٹونٹیاں لگا دی گئی تھیں۔

کنویں کا چھت مطاف کے اندر ہے۔ مردانہ اور زنانہ حصہ اور کنویں کے درمیان ایک بڑا آہنی دروازہ لگا ہوا ہے جو ایام حج میں بالکل بند رہتا ہے۔ کنویں میں بجلی کی دو موٹریں نصب ہیں جو باری باری چلائی جاتی ہیں۔ ایک آدمی ان کی نگرانی کے لئے ہر وقت موجود رہتا ہے۔ کنویں کا منہ ایک موٹے اور بڑے آہنی دروازہ سے بند ہے۔

حرم شریف کی سعودی تعمیر کے تہہ خانوں میں جو خلوات (کمرے) بنے ہوئے ہیں۔ ان میں بھی موٹر کے ذریعہ زمزم سپلائی کیا جاتا ہے۔ اتنی کثرت سے پانی نکلنے کے باوجود کمی کا وہم بھی نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ بعض دوسرے شہروں میں بھی کافی مقدار میں زمزم موٹروں کے ذریعہ بھیجا جاتا ہے چونکہ حجاج کی تعداد ہر سال بڑھتی رہتی ہے اور حج کے ایام میں طواف کے دوران سخت تکلیف ہوتی ہے۔ خصوصاً طواف زیارت میں بھیڑ کے باعث کعبہ شریف سے بہت دور بلکہ چاہ زمزم سے بھی باہر دور تک طواف کیا جاتا ہے۔ اس لئے سعودی حکومت نے پورا صحن حرم مطاف بنا دینے کا عظیم منصوبہ بنایا جس کے باعث 1399ھ مطابق 1979ء میں چاہ زمزم پر پورا چھت ڈال دیا گیا اور زمزم پینے کا انتظام باب عمرہ کی طرف تہہ خانے میں کر دیا گیا جہاں مرد اور عورتوں کے لئے

Marfat.com

تقریباً چھ سو ٹونٹیاں لگائی گئی ہیں جس کے باعث نہ تو زمزم پینے میں تکلیف رہی اور نہ ہی طواف کرنے میں دقت۔

امام ازرقی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ

قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ تمام روئے زمین سے میٹھا پانی خشک کر دیں گے مگر زمزم کا پانی اس وقت باقی رہے گا۔ (اخبار مکہ عنوان آب زمزم)

سقایۃ العباس

جس زمانے میں چاہ زمزم بند تھا۔ حجاج کو پانی پلانے اور وضو کرنے کے لئے حرم شریف میں کئی حوض بنائے گئے لیکن ان میں زیادہ مشہور سقایہ عباس رضی اللہ عنہما ہے کیونکہ یہ صدیوں قائم رہا اور حجاج اس سے فیض یاب ہوتے رہے۔ یہ حوض کعبہ شریف کے مشرق میں چاہ زمزم سے جنوب کی طرف حجر اسود سے 80 ذراع یعنی 36 میٹر 10 سینٹی میٹر کے فاصلہ پر واقع تھا۔ اسی جگہ عبدالمطلب بن ہاشم نے حجاج کے لئے سبیل بنوائی تھی۔ ان کے وصال کے بعد ابو طالب اس خدمت پر مامور ہوئے لیکن انہوں نے اپنے بھائی عباس رضی اللہ عنہ سے دس ہزار درہم ایک سال کے لئے قرض لئے مگر سال پورا ہونے پر قرض ادا نہ کر سکے۔ چنانچہ انہیں مزید ایک سال کی مہلت اس شرط پر مل گئی کہ اگر آمدہ موسم حج کے موقع پر آپ رقم ادا نہ کر سکے تو پھر سقایہ کے منصب سے دست بردار ہو جائیں لیکن دوسرا سال گزر جانے کے باوجود قرض ادا نہ کر سکے جس کی وجہ سے وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے چنانچہ اس وقت سے اب تک حجاج کو پانی پلانے کی خدمت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد انجام دے رہی ہے۔ ابتداء میں یہ حوض حجر اسود اور چاہ زمزم کے درمیان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ کے قریب تھا لیکن مطاف کی وسعت کے پیش نظر سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے 80 ذراع کے فاصلہ پر بنوایا۔ بعد میں محمد بن ہارون بن ابراہیم نے اس پر کمرہ بنا کر لکڑی کی چھت ڈال دی اور نالیاں سنگ مرمر کی بنوائیں۔ یہ عمارت 350ھ تک قائم رہی۔ پھر

Marfat.com

احمد بن محمد بن عیسیٰ نے اسے منہدم کر کے چار ستونوں پر منقش لکڑی کی چھت بنوائی جو چاروں طرف سے کھلی تھی۔ یہ تعمیر 373ھ تک قائم رہی۔ جعفر بن علی بن سلیمان عباسی نے جب حج کیا تو اسے پتھروں اور چونے سے بے حد مضبوط اور مستحکم تعمیر کرایا جو 430ھ تک قائم رہا۔ اس کے بعد عمر بن حسن نے اسے منہدم کر کے مکان کی شکل میں ساری عمارت نئی تعمیر کرائی اور شرقاً اور غرباً دو دروازے بھی رکھے۔ یہ عمارت 520ھ تک رہی۔ بعد میں ابراہیم عباسی نے اس کی تجدید کرائی۔ بعدازاں جو اولاد صفانی صاحب موصل نے اسے تعمیر کرایا اور اس پر قبہ بھی بنوایا جو 607ھ میں گر جانے کے باعث صاحب موصل اور خلیفہ الناصر الدین اللہ عباسی کی والدہ نے اس کی تجدید کرائی۔

674ھ میں ملک مظفر اور 720ھ میں محمد بن قلادون نے بھی اسے تعمیر کر دیا۔ 807ھ میں سلطان ظاہر برقوق نے اور 874ھ میں قایتبائی نے تجدید کرائی اور 894ھ میں دوبارہ تعمیر کرائی۔ 126ا ھ میں وزیر حسن پاشا نے اسے مرمت کرایا۔ بالآخر 1259ھ میں سلطان عبدالحمید خان کے حکم سے حوض کے گنبد میں ایک عظیم الشان کتب خانہ بنایا جس میں ہر موضوع اور فن کی بے شمار کتابیں رکھیں جس سے ہر خاص و عام استفادہ کرتا رہا۔ (تاریخ القویم ج:3 عنوان سقایۃ العباس)۔

مقام ابراہیم (علیہ السلام)

اللہ تعالیٰ نے مقام ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں بڑے اہتمام سے کیا ہے۔

یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایک زندہ جاوید معجزہ ہے جس کے ساتھ حسین و جمیل اسلامی اور تاریخی یادیں وابستہ ہیں۔ تاریخ اسلام کا یہ مہتاب اپنی نرالی شان کے ساتھ کعبہ شریف کے دروازہ کے سامنے گیارہ میٹر کے فاصلے پر جلوہ نما اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

رسول اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

Marfat.com

حجرِ اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو بند کر دیا ہے۔ ورنہ یہ مشرق سے مغرب تک ہر ایک چیز کو منور کر دیتے۔
(ترمذی شریف ج:1 ص:107)

جنت کا ایک یاقوت ایک تابناک تاریخ کا حامل ہے۔ اس کی عظمتوں، رفعتوں اور شرف و مجد کے روح پرور تذکرہ سے تاریخ کے اوراق لبریز ہیں۔ اسلامی عظمتوں کے اس عظمی شاہکار کے تاریخی پس منظر کو محدثین عظام، مفسرین اعلام اور امت کے مشاہیر مؤرخین نے نہایت تزک و احتشام اور بے حد اہتمام و احترام سے اپنے علمی شہ پاروں کی زینت بنایا ہے۔

اس عظیم المرتب پتھر کی خصوصیات و کیفیات عالم انسانی کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب کعبہ تعمیر فرمارہے تھے تو یہ پتھر حکم ربانی سے خود بخود اوپر نیچے ہوتا اور آگے بڑھتا تھا۔ اس طرح یہ تعمیر میں ممد و معاون ثابت ہوا۔ اس کی لطافت اور نظافت جس پر دنیا جہاں کی لطافتیں نظافتیں قربان ہو جائیں اور اس کی اثر پذیری اور جاذبیت کا یہ عالم ہے کہ اپنے کثیف و ثقیل بدن کے باوجود خلیل علیہ السلام کے نقش پا کو سینے سے سجالیا۔ جو اس کا قیمتی سرمایہ حیات اور مایہ افتخار بن گیا۔ اس کی تقدیس ایسی رفعتوں کو سمیٹے ہوئے ہے کہ جس کے سامنے ہمالیہ سرنگوں، کوہ قاف پابوس اور جبل ابی قبیس کی بلند و بالا جسامت بھی شرمندہ ہے۔

مقام ابراہیم علیہ السلام کیا ہے؟

مقام ابراہیم علیہ السلام کیا ہے۔ اس کی حقیقت کو جاننے کے لئے محدثین مفسرین اور مؤرخین کے قول نقل کرتا ہوں۔

(۱) یہی وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کعبہ شریف تعمیر فرمایا تھا۔

(۲) یہ وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے پاؤں رکھا اور آپ علیہ السلام کا

Marfat.com

سر مبارک بھو نے دھویا۔

(۳) سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب اپنی زوجہ محترمہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ملاقات کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو سواری سے اترتے چڑھتے وقت اسی پتھر پر پاؤں رکھتے تھے۔

(۴) یہ وہ پتھر ہے جو حجر اسود کی طرح جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اتارا گیا تھا۔

(۵) مقام ابراہیم، وسیع تر معنوں میں پورے حرم شریف پر اطلاق کرتا ہے۔

پہلا قول

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حجر اسود کی طرح یہ پتھر بھی حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے اتارا گیا تھا۔ (اخبار مکہ: ص: 229)

دوسرا قول

سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب اپنی بیوی اور بیٹے کی ملاقات کو تشریف لاتے تھے تو سواری سے اترتے اور چڑھتے وقت جس پتھر پر پاؤں رکھتے اس میں نشانات پڑ گئے تھے۔ اسی پتھر کو بعد میں آپ نے تعمیر کے وقت استعمال فرمایا تھا۔

(جواہرۃ النیرہ: ج: 1، ص: 189)

تیسرا قول

سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام مل کر کعبہ شریف کی تعمیر فرما رہے تھے جب دیواریں قدرے بلند ہو گئیں اور پتھر لگانے میں دشواری ہونے لگی تو خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے فرزند دلبند سے فرمایا: کوئی پتھر تلاش کر لاؤ جس پر کھڑے ہو کر سہولت سے دیواریں بنائی جا سکیں۔ چنانچہ ذبیح اللہ علیہ السلام یہ پتھر لائے اور خلیل اللہ علیہ السلام

Marfat.com

نے اسے پاڑ بنا کر حسب منشاء دیواریں بلند کر دیں۔

قدرت خداوندی کا کرشمہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ وہ سنگ خارا سخت جان ہونے کے باوجود ایسا گلبدان ہو گیا کہ آپ علیہ السلام کے قدوم میمنت لزوم کے انمٹ نقش پا کر حرزِ جان بنا لیا۔ جو آج بھی جلوہ گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے۔ آپ علیہ السلام کے پاؤں ٹخنوں تک پتھر میں گڑھ گئے تھے۔ جب آپ علیہ السلام تعمیر سے فارغ ہوئے تو اس پتھر کو کعبہ شریف کے متصل باب کعبہ سے حجر اسود کی جانب رکھ دیا۔ حضرت ابن عباس و جابر و قتادہ رضی اللہ عنہم سے یہی قول مروی ہے۔

(تفسیر روح المعانی: ج:1، ص:379)

چوتھا قول

مجاہد اور نخعی وغیرہ کا قول ہے کہ

مقام ابراہیم علیہ السلام کسی مخصوص جگہ کا نام نہیں بلکہ پورے حرم شریف کو مقام ابراہیم علیہ السلام کہا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مجاہد اور عطا سے بھی منقول ہے کہ اس سے مراد حج کے مقامات ہیں۔

یونہی شعبی اور ابی رباح سے روایت ہے کہ

اس سے مراد عرفات، مزدلفہ اور تینوں جمرات ہیں۔

اور وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى کا مصداق یہ ہے کہ

جہاں جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام دعا کے لئے کھڑے ہوئے ہیں تم بھی وہاں اللہ کریم سے گریہ زاری کر کے دعا مانگو۔

لیکن جمہور کے نزدیک پہلا قول ہی صحیح ہے اور احادیث بھی اس کی تائید و تصدیق کرتی ہیں۔ (روح المعانی ج:1 ص:380)

چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کا طواف کیا اور مقام

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہی ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے جس کے متعلق فرمان رب العزت ہے۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی

ارشاد ہوا۔

یہی وہ مبارک مقام ہے جسے نماز کی جگہ بنانے کا حکم ہوا ہے۔

(ابن ماجہ ص:212)

امام المحدثین امام بخاری علیہ الرحمہ اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین معاملات میں اللہ تعالیٰ نے میری رائے سے موافقت فرمائی ہے۔

(۱) مقام ابراہیم علیہ السلام کے متعلق میں نے بارگاہ رسالت میں گزارش کی کہ کیوں نہ ہم اسے نماز کی جگہ مقرر کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان ذی شان نازل فرمایا۔

"وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی"

(۲) امہات المومنین رضی اللہ عنہا کے پردہ کرنے کا مشورہ میں نے دربار مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا تو اللہ تعالیٰ نے پردہ کی آیات نازل فرمادیں۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ انور اپنی ازواجات مطہرات سے پھیرلیا ہے تو میں نے امہات المومنین سے کہا کہ اگر تم اس خیال سے باز نہ آئے تو خالق کائنات تم سے بھی اچھی بیویاں اپنے محبوب کو عطا فرمادے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ تحریم میں "عسی ربہ" کی آیت نازل فرمائی۔ (بخاری شریف ج:2،ص:644)

ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر مقام ابراہیم علیہ السلام

Marfat.com

کے پاس لے گئے اور فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) یہ مقام ابراہیم علیہ السلام ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہم اسے نماز کی جگہ کیوں نہ مقرر کر لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمیں ابھی تک اس بات کا حکم نہیں دیا گیا لیکن اسی دن سورج غروب ہونے سے پہلے ہی آیت نازل ہوگئی۔

(روح المعانی ج:1 ص:380)

حجتہ الوداع کے موقع پر جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس کھڑے ہو کر اس آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

"وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی"

پھر آپ اس طرح کھڑے ہوئے کہ مقام ابراہیم آپ کے اور کعبہ شریف کے درمیان تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کے دو نفل ادا فرمائے۔ بعد ازاں حجر اسود کا استلام کیا۔ (مسلم شریف ج:1 ص:395)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب بارگاہ خداوندی سے اعلان حج کا حکم ملا تو آپ نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا، قدرت خداوندی سے وہ اس قدر بلند اور اونچا ہو گیا کہ دنیا کے پہاڑوں کی بلندی اس کے سامنے ہیچ ہوگئی۔ یہ جبل ابی قیس سے بھی بلند ہو گیا۔ چنانچہ آپ کی آواز کو اللہ تعالیٰ نے اطراف و اکناف عالم اور عرش سے فرش تک پہنچا دیا۔ (تفسیر کبیر ج:1 ص:473)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر سے فارغ ہو کر اسے کعبہ شریف کے دروازہ کے متصل رکھ دیا مگر بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے موجودہ جگہ پر نصب فرمایا جہاں آج بھی جلوہ افروز ہے۔ علامہ ابن کثیر پہلے قول کو زیادہ صحیح قرار دیتے ہیں اور مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ کعبہ شریف کے متصل تھا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسے موجودہ جگہ نصب فرمایا۔ (ابن کثیر: ج:1، ص:171)

علامہ محمود الوسی نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ

جس جگہ اب مقام ابراہیم علیہ السلام نصب ہے یہاں سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے وقت اپنے لئے جھونپڑی بنائی تھی۔ جب کام سے فارغ ہوتے تو یہ پتھر اپنی جھونپڑی میں رکھ لیتے تھے لیکن آپ کے بعد اسے کعبہ شریف کے متصل نصب کر دیا۔ (روح المعانی: ج:1، ص:379)

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں 17ھ کو زبردست بارش ہوئی جس سے تباہ کن سیلاب آ گیا اور کعبہ شریف میں بھی پانی داخل ہو گیا۔ یہ سیلاب ''ام نہشل'' کے نام سے مشہور تھا کیونکہ اس سیلاب میں ام نہشل بنت عبیدہ بن سعید بن العاص ڈوب کر مر گئی تھی۔ سیلاب مقام ابراہیم علیہ السلام کو بھی بہا کر لے گیا اور مکہ کے نشیبی علاقہ میں جا پھینکا۔

چنانچہ بڑی جدوجہد کے بعد اسے تلاش کیا گیا اور پھر کعبہ شریف کے متصل نصب کر دیا اور اس حادثہ کی اطلاع امیر المومنین کو بھی دی گئی۔ انہیں اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا۔ آپ رضی اللہ عنہ رمضان شریف میں عمرہ کے لئے تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے اعلان فرمایا کہ اگر کسی کو مقام ابراہیم کی جگہ کا صحیح علم ہو تو آگاہ کرے چنانچہ مطلب بن ابی وداعہ نے کہا امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے مجھے اس کی صحیح جگہ کا علم ہے۔ اس بات کا مجھے پہلے ہی خدشہ تھا جس کے پیش نظر میں نے ایک مضبوط رسی سے اس کی مختلف مقامات سے پیمائش کر لی تھی۔ میں نے حجر اسود سے مقام ابراہیم علیہ السلام کا فاصلہ حطیم کے دروازہ سے اور چاہ زمزم سے اس کا فاصلہ ناپ لیا تھا اور وہ رسی میرے گھر میں محفوظ ہے۔

Marfat.com

خلیفہ المسلمین رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ میرے پاس تشریف رکھیں اور آدمی بھیج کر رسی منگوالیں جب وہ رسی آگئی تو ہر سمت سے ناپا تو یہی جگہ متعین ہوئی جہاں آج بھی مقام ابراہیم جلوہ فگن ہے۔اس کے باوجود حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے حاضرین سے بھی دریافت کیا کیا یہی جگہ تھی؟ تو سب نے اس بات کی شہادت دی۔تب "مقام وہاں نصب فرمادیا۔

کہا جاتا ہے کہ 202ھ میں بھی زبردست سیلاب آیا جس سے مقام ابراہیم ظاہر ہوگیا تھا اور لوگوں نے اس کا دیدار کیا۔(مصنف عبدالرزاق: ج:5،ص:47)

پانچواں قول

جب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے لخت جگر کی ملاقات کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے مگر وہ گھر پر موجود نہیں تھے ان کی بیوی عمارہ نے آپ کی عزت وتکریم اور بے حد تعظیم کی اور اس وقت کے دستور کے مطابق التجا کی کہ چچا جان آپ براق سے اتر کر استراحت کریں اور میں آپ کے گرد آلود سر کے بال دھونے کی سعادت حاصل کروں لیکن آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے نیچے اترنے کی اجازت نہیں چنانچہ نیک خصال بہو ایک پتھر لائی اور اسے آپ کے دائیں پاؤں کے نیچے رکھا۔آپ نے پتھر پر پاؤں رکھ کر سر کو دائیں جانب جھکا دیا اور بہو نے اسے دھویا۔پھر پتھر بائیں پاؤں کے نیچے رکھ کر سر کی دوسری جانب بھی دھوئی جہاں آپ نے پتھر پر پاؤں مبارک رکھے تھے وہاں ٹخنوں تک اس میں گڑھ گئے اور بہت گہرے نشانات مرتسم ہوگئے۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام گھر تشریف لائے تو زوجہ مکرمہ نے سارے واقعات سے آپ کو مطلع کیا اور یہ بات خصوصیات اور تعجب سے بتائی کہ جس پتھر پر انہوں نے پاؤں رکھے تھے اس میں اب بھی گہرے نشانات موجود ہیں۔سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اسے ایک معجزہ قرار دیا اور اس پتھر کو گھر میں عزت وتکریم سے محفوظ فرما لیا۔پھر جس وقت تعمیر بیت اللہ کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور

Marfat.com

دوران تعمیر پہاڑ بنانے کے لئے کوئی پتھر لانے کو کہا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے وہی پتھر لا کر پیش کر دیا۔ (روح المعانی: ج:9، ص:143)

توصیف قبہ و مقام

امام ارزقی اپنی کتاب اخبار مکہ ص278 میں رقم طراز ہیں کہ

مقام ابراہیم علیہ السلام کی جسامت صرف ایک ہاتھ (یعنی 18 انچ 45 سینٹی میٹر) جو مربع شکل ہے۔ اس کے نیچے اوپر دو طوق ہیں اور دونوں طوقوں کا درمیانی حصہ بقدر مقام کھلا ہوا ہے۔ سونے کا طوق خلیفہ متوکل علی اللہ نے چڑھایا تھا جس سے اس کا طول 21 انگل (40 سینٹی میٹر) ہو گیا جبکہ اس سے پہلے 14 انگل (26 سینٹی میٹر) تھا۔ قدم مبارک اندر دھنسے ہوئے اور ترچھے ہیں۔ ان کی گہرائی سات انگل اور دونوں قدموں کے درمیان دو انگل کا فاصلہ ہے۔ بیچ کا حصہ لوگوں کے چھونے سے گھس گیا ہے یہ مقدس پتھر ساگوان کی مربع شکل لکڑی پر رکھا ہوا ہے۔ اور اس کے اوپر ایک ساگوان ہی کا صندوق ہے جس کے نیچے دو زنجیریں بھی ہیں اور ان میں دو تالے ڈال دیئے جاتے ہیں۔

دنیا کا عظیم و جلیل سیاح ابن جبیر اندلسی 578ھ میں جب زیارت حرمین شریفین سے مشرف بار ہوا تو اس نے اپنے تاثرات اس طرح بیان کئے تھے۔

"مقام ابراہیم چاندی سے ڈھکا، قبہ کے اندر رونق افروز ہے۔ اس کی بلندی تین بالشت (یعنی 27 انچ یا 68 سینٹی میٹر) وسعت دو بالشت (یعنی 18 انچ یا 48 سینٹی میٹر ہے) اوپر کا حصہ نچلے حصہ سے زیادہ وسیع ہے۔ دونوں قدم اور انگلیوں کے نشانات بالکل واضح ہیں۔ اس کے لئے لوہے کا ایک قبہ زمزم کے پاس رکھا رہتا ہے اور حج کے زمانہ میں جب لوگوں کی کثرت ہو جاتی ہے تو لکڑی کا قبہ اٹھا کر لوہے کا قبہ رکھ دیا جاتا ہے۔ لکڑی کا قبہ منقش ہے اور قد آدم بلند ہے جو ہر جانب سے چار چار بالشت چوڑا ہے۔"

(سفرنامہ ابن جبیر: ص:2)

Marfat.com

علامہ قطب الدین اعلام الاعلام میں 985ھ کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں۔

لکڑی کے ایک صندوق میں مقام ابراہیم رکھا ہوا ہے۔ اس صندوق پر ایک آہنی پنجرہ رکھا جاتا ہے جو اسے چاروں طرف سے گھیر لیتا ہے اور اس کے اوپر قبہ بنا ہوا ہے اور قبہ کے مشرقی جانب ایک آہنی دروازہ ہے۔ صندوق پر ایک کپڑا بھی پڑا رہتا ہے۔ کپڑے پر سونے اور چاندی کی زردوزی کی گئی ہے۔ یہ کپڑا بقعے کی مانند ہے جو ہر سال غلاف کعبہ کے ساتھ بنایا جاتا ہے۔

جب کوئی آدمی زیارت کے لئے اندر جاتا ہے تو کپڑا ایک طرف کر کے صندوق کھول دیا جاتا ہے اور پاؤں مبارک کے نشانات ہیں۔ زمزم کا پانی ڈال کر تبرک کے طور پر پیتا ہے۔ اس کے قریب ہی مصلی شافعی ہے۔ (اعلام الاعلام ص:429)

یہ سلسلہ قدیم زمانہ سے چلا آ رہا تھا۔ چنانچہ خلیفہ مہدی عباسی 160ھ میں جب حج بیت اللہ کو گیا تو ایک دن دوپہر کے وقت جب کہ خلیفہ تنہا تھا۔ تو عبیداللہ بن عثمان بن ابراہیم الجمی آیا اور اس نے خلیفہ کی توجہ ایک عجوبہ روزگار چیز کی طرف مبذول کرائی۔ کہنے لگا میں ایک ایسا تحفہ لایا ہوں جو آپ سے پہلے کسی کو پیش نہیں کیا گیا۔ یہ کہتے ہوئے اس نے مقام ابراہیم کا پتھر خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

خلیفہ فرط محبت سے چونک اٹھا۔ اسے عقیدت سے چوما۔ اس پر ہاتھ پھیر کر تبرک حاصل کیا اور اس میں آب زمزم ڈال کر پیا اور برکت حاصل کی۔ ازاں بعد اسے واپس مقام ابراہیم کی جگہ لوٹا دیا۔ خلیفہ عبیداللہ بن عثمان کے اس فعل سے اس قدر مسرور ہوا کہ اسے بے شمار انعامات و کرامات سے نوازا اور وادی نخلہ میں ایک قطعہ زمین مرحمت کیا جو بعد میں سات ہزار دینار میں فروخت ہوا۔ (اعلام الاعلام ص 98)

علامہ قطب الدین دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ

ہمارے دور میں بھی مقام ابراہیم میں یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں

Marfat.com

مبارک کے نشانات میں آبِ زم زم ڈال کر زائرین کو پلایا جاتا ہے۔

(اعلام الاعلام: ص:429)

چنانچہ 161ھ میں خلیفہ مہدی عباسیؒ نے سب سے پہلے مقام ابراہیم کے لئے سونے کا طوق بنوایا جسے ایک ہزار دینار (تقریباً 2916 تولہ) پگھلا کر بنایا گیا تھا۔ وہ طوق مقام ابراہیم کے نیچے اور اوپر چڑھایا گیا تھا۔ 236ھ میں خلیفہ متوکل نے آٹھ ہزار مثقال سونا (تین ہزار تولہ) اور ستر ہزار درہم چاندی (تقریباً 26386 تولہ) کا نیا طوق بنوا کر پہلے طوق کے اوپر چڑھا دیا۔ 251ھ میں جعفر بن فضل عامل مکہ اور محمد بن حاتم نے مذکورہ طوق اتار کر اس کے دینار ڈلوا لئے تھے کیونکہ وہ اسماعیل بن یوسف علوی سے جنگ میں مصروف تھا۔ بعد ازاں 256ھ میں علی بن حسین عامل مکہ نے خلیفہ مہدی عباسی والا طوق اتار کر اس میں کافی مقدار میں سونا اور چاندی ملا کر دو طوق بنوائے جن میں سے ہر ایک کا وزن 1992 مثقال (تقریباً 747 تولہ) تھا۔ طوق کی تبدیلی اور تجدید اس لئے کی گئی تھی کہ خدام کعبہ نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ یہ مقدس پتھر کہیں ختم ہی نہ ہو جائے۔ اس لئے اس کے تحفظ کی خاطر خلیفہ المعتمد عباسی نے بشر خادم کو اس کی انجام دہی پر مامور کیا تھا۔ (مراۃ الحرمین ج:1، ص:243، 244)

علامہ حسین عبداللہ، امام تقی فاسی کی شفا الغرام کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ خلیفہ ہارون الرشید نے 179 میں مقام ابراہیم کے پتھر میں سوراخ کر کے چاندی پگھلا کر ڈلوائی تھی تا کہ پتھر اور اس پر چڑھا ہوا طوق مضبوط رہیں۔

(عمارۃ المسجد الحرام: ص:157)

شیخ حسین عبداللہ باسلامتہ اپنی کتاب تاریخ مسجد حرام کے صفحہ 151 پر لکھتے ہیں۔

مقام ابراہیم پانی کے پتھروں کی طرح ایک نرم قسم کا پتھر ہے۔ اس میں سختی نہیں ہے۔ یہ پتھر مربع شکل کا ہے طول وعرض اور بلندی پچاس سینٹی میٹر تقریباً 20 انچ ہے۔ اس کے بیچ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کے نشان ہیں۔ جو بیضوی

Marfat.com

مستطیل صورت میں دھنسے ہوئے ہیں۔ چونکہ لوگوں نے انہیں کثرت سے چھوا اور زمزم کا پانی بھر کر پیا ہے جس کی وجہ سے اب یہ گڑھے کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ میں نے 1332ھ میں شیخ محمد صالح شیبی کے ساتھ اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کیا۔ اس وقت یہ مقدس پتھر چاندی کے فریم میں تھا جس کا رنگ سیاہی سفیدی اور زردی کے بین بین تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں امام جوزی علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے اثرات بہت ہلکے ہیں جو اب تک موجود ہیں۔ اہل مکہ ان کے شناسا اور مداح ہیں۔

چنانچہ ابوطالب اپنے قصیدے میں کہتے ہیں

موطیٔ ابراھیم فی الصخو رطبة

علی قدمیه حافیا غیر ناعل

''پتھر میں ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشان ہیں جب کہ آپ ننگے پاؤں بغیر جوتے کے تھے۔''

امام ابن جبیر طبری نے اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آیت

(وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی)

میں لوگوں کو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کے پاس نماز پڑھیں۔ اس کا چھونے کا حکم نہیں دیا گیا۔ جن حضرات نے اس مقدس پتھر پر قدموں کے نشانات دیکھے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایڑی اور انگلیوں کے نشانات چھونے کی وجہ سے مٹ گئے ہیں۔

اس مقدس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں مبارک کے نشانات بڑے گہرے اور صاف تھے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کے پاؤں کا ٹخنوں تک نشان تھا۔

Marfat.com

زمانہ جاہلیت میں ابوطالب نے بھی اپنے قصیدہ میں ان کا ذکر کیا تھا۔
جو کہ یہ اشعار ہیں۔

وموطی ابراھیم فی الصخر رطبة
علی قدمیه حافیا غیر ناعل

ترجمہ: یعنی اس پتھر پر ابراہیم علیہ السلام کے دونوں پاؤں کے نشانات اب بھی تازہ بتازہ ہیں جن میں جوتی نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
میں نے خود ان مبارک پاؤں کی انگلیوں اور تلوے کے نشان کا دیدار کیا ہے۔ پھر لوگوں کے بکثرت چھونے سے وہ نشان ماند پڑ گئے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ
اس کی جانب نماز پڑھنے کا حکم تو ہے مگر اسے تبرک کے طور پر چھونے اور ہاتھ لگانے کا حکم نہیں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج:1 ص:171)

قبہ کی اصلاح و مرمت

اگرچہ تاریخی روایات سے یہ تو ثابت نہیں ہو سکا کہ مقام ابراہیم علیہ السلام پر قبہ کب اور کس نے بنایا تھا البتہ اس کی غرض و غایت اظہر من شمس ہے جب اسلام کا آفتاب عالمتاب چار دانگ عالم میں پوری تمازت سے چمکا اور مسلمان کثیر تعداد میں حرمین شریفین کی زیارت کو آنے لگے تو یہ مقدس پتھر کثرت سے چھونے کے باعث گھسنے لگا۔ جس کے پیش نظر اسے محفوظ کر دینا ضروری سمجھا گیا۔ ابتداء میں یہ پتھر کھلا رکھا رہتا تھا جیسا کہ 17ھ میں سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس کے سیلاب کی نذر ہو جانے کا واقعہ پیش آیا اور اسی طرح علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ 160ھ میں جب خلیفہ المہدی عباسی کے ورود مکہ معظمہ میں ہوا تو اس نے دار الندوہ میں اقامت اختیار کی۔ ایک دن دوپہر کے وقت جب کہ خلیفہ کے پاس اور کوئی آدمی

Marfat.com

نہیں تھا۔ عبیداللہ بن عثمان بن ابراہیم الحجبی نے اس مقدس پتھر میں آب زم زم ڈال کر خلیفہ کو پیش کیا۔ اس نے بڑی عزت وتوقیر سے اس تبرک کو حاصل کیا اور پھر اپنے اہل و عیال کو بھی یہ تحفہ پیش کیا۔

علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہمارے زمانہ 987ھ میں بھی زیارت کے وقت اس میں زم زم ڈال کر نوش کیا جاتا ہے۔ (اخبار مکہ ص:278)

البتہ ابن جبیر اندلسی نے 578ھ میں لکھا ہے کہ

زمزم کے قریب ایک آہنی قبہ رکھا ہوا ہے جو موسم حج میں مقام ابراہیم پر رکھا جاتا ہے اور اس کا لکڑی کا قبہ اٹھالیا جاتا ہے کیونکہ لکڑی کا قبہ طول وعرض میں آہنی قبہ سے بڑا ہے۔ (سفرنامہ ابن جبیر ص:72)

اسی طرح شیخ ابی عبداللہ یاقوت الحموی المتوفی 626ھ لکھتے ہیں۔

مقام ابراہیم پر قد آدم کے برابر لوہے کا خول ہوتا ہے جس پر غلاف بھی چڑھا ہے۔ ایام حج میں مقام ابراہیم کو کعبہ شریف کے اندر رکھ دیا جاتا ہے تاکہ طواف میں سہولت رہے۔ جب ایام حج گزر جاتے ہیں تو واپس اپنی جگہ لوٹا دیا جاتا ہے اور اس پر لکڑی کا صندوق رکھ دیا جاتا ہے جس میں دروازہ بھی ہے جو نماز کے اوقات میں کھولا جاتا ہے۔ (معجم البلدان ج:7، ص:257)

امام ازرقی نے لکھا ہے کہ

ابتداء میں قلعی پگھلا کر مقام ابراہیم کو محفوظ کیا گیا تھا۔ پھر مہدی عباسی کے دور میں جب یہ پتھر ٹوٹنے لگا تو خلیفہ کو صورت حال سے مطلع کیا گیا۔ چنانچہ خلیفہ نے ایک ہزار دینار بھیجے تاکہ ان کا طوق بنا کر مقام ابراہیم کو محفوظ کر دیا جائے۔ پھر 236ھ میں خلیفہ جعفر المتوکل علی اللہ نے اس کے اوپر ایک اور سونے کا طوق چڑھا دیا جو اس سے بھی زیادہ عمدہ اور مضبوط تھا۔ بعد ازاں 241ھ میں خلیفہ محمد المستنصر باللہ نے اس کے اردگرد

Marfat.com

چاندی چڑھادی۔(اخبار مکہ،ص:278)

امام ازرقی کی تاریخ مکہ مطبوعہ مکہ مکرمہ 1357ھ کی جلد دوم مقام ابراہیم کے زیر عنوان حاشیہ میں لکھا ہے کہ

1225ھ میں جب سعود بن عبدالعزیز حج کرنے آیا تو قبہ کو کھولا گیا۔ پتھر اور قدم کے نشانات تازہ بتازہ تھے جن کے دیدار سے لوگوں نے اپنی آنکھوں کو منور کیا۔ حاشیہ نگار کہتے ہیں کہ ہم نے بھی دیکھا۔ سفید پتھر مربع شکل کا ہے جس کا طول 20اانچ ہے اس پر زردی مائل کوئی دھات پگھلا کر چڑھائی گئی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ سونا تھا یا پیتل یہ فریم مربع شکل کا تھا۔

اور یہ آیات لکھی تھیں۔

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيْفًاؕ

وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شَاكِرًا لِاَنْعُمِهٖؕ

اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍؕ

وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَؕ

ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَؕ

قدمین مبارکین پر غبار پڑی ہوئی تھی۔ جالی اور جس پتھر میں دونوں قدم ہیں کے درمیان تقریباً چار انگل کا فاصلہ ہے۔

علامہ عباس کرارہ کہتے ہیں۔

ہمارے موجودہ زمانہ میں مقام ابراہیم علیہ السلام لکڑی کے صندوق میں رکھا ہے جس پر ریشم کا غلاف چڑھا ہوا ہے اور غلاف پر قرآنی آیات لکھی ہیں۔ اس تابوت کے باہر پیتل کا جالی دار قبہ رکھا ہوا ہے جو چار ستونوں پر قائم ہے۔ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مقصورہ جو موجودہ شکل میں ہے کس نے بنوایا تھا۔

Marfat.com

آیا 1112ھ میں ابراہیم نے بنوایا تھا یا سلطان عبدالعزیز عثمانی نے قبہ کی بلندی میں اضافہ کیا تو اس وقت یہ بنایا گیا۔ یا پھر اس کے بعد کسی وقت بنایا گیا اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ سعود بن عبدالعزیز نے 1225ھ میں جب قبہ کھولا تھا تو تمام مقصورہ گرانے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی انہوں نے آہنی جالی کو توڑا۔ انہوں نے صرف قبہ کی چھت تبدیل کرائی اور پردہ ڈالنے کا طریقہ ختم کرایا اور لکڑی کا صندوق بھی ہٹا دیا۔

(تاریخ القویم: ج:4، ص:46)

علامہ طاہر کردی جدید مقصورہ کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں۔

مکہ معظمہ سے ایک سو کلومیٹر پر واقعہ ایک پہاڑ سے کالا سنگ مرمر لایا گیا جس کا طول 160 سینٹی میٹر عرض 110 سینٹی میٹر اور بلندی 75 سینٹی میٹر ہے۔ اس پر مقام ابراہیم کو نصب کر کے اس پر چاندی کا طوق چڑھا دیا گیا پھر بلور کا ایک حسین و جمیل خول چڑھا کر اس کے باہر پیتل کا جالی دار مقصورہ نصب کر دیا گیا جس کا طول ایک میٹر 60 سینٹی میٹر۔ عرض ایک میٹر 10 سینٹی میٹر اور بلندی 3 میٹر ہے۔ پہلے چبوترہ کی نسبت اس کا طول و عرض بہت تھوڑا تھا۔ (تاریخ القویم: ج:4، ص:60)

منبر مبارک

حرم محترم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے مبارک دور میں منبر نہیں تھا۔ خطیب حرم شریف میں زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے کبھی کعبہ معظمہ کے سایہ میں اور کبھی حطیم کی جانب کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے پھر امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں منبر بنوا کر حرم شریف میں رکھا۔

علامہ ازرقی فرماتے ہیں۔

حرم محترم میں منبر پر سب سے پہلے معاویہ بن ابی سفیان نے خطبہ دیا۔ وہ منبر چھوٹا سا تھا اور اس کے تین زینے تھے۔ عرصہ دراز تک وہ حرم شریف کی زینت بنا رہا۔ گو اس کی مرمت تو کی جاتی رہی مگر اس میں کوئی تغیر تبدل نہ کیا گیا۔

Marfat.com

حتیٰ کہ 170ھ میں خلیفہ ہارون الرشید حج کرنے آیا تو اس نے ایک بیش بہا قیمتی اور نقش ونگار میں لاثانی منبر اپنے عامل موسیٰ بن عیسیٰ کے ہاتھ تحفہ بھیجا۔ یہ منبر نو سیڑھیوں کا تھا جو پہلے منبر سے بڑا اور اونچا تھا۔ اسے حرم شریف میں رونق بخشی گئی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پرانا منبر عرفات میں منتقل کر دیا گیا پھر واثق عباسی نے اپنے عہد میں تین منبر تیار کرائے ایک حرم محترم کے لئے دوسرا منیٰ اور تیسرا عرفات کے لئے۔

المنتصر بن المتوکل العباسی جب اپنے والد بزرگوار کے عہد حکومت میں حج کرنے آیا تو اس کے لئے ایک عظیم الشان منبر تیار کیا گیا جس پر کھڑے ہو کر اس نے خطبہ دیا۔ المنتصر نے اس کو حرم میں رکھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بھی متعدد منبر بنائے جاتے رہے۔

علامہ ابن جبیر اندلسی فرماتے ہیں۔

میں نے مقام ابراہیم کے سامنے منبر رکھا ہوا دیکھا جس کے چار پہیے تھے۔ جمعہ کے دن اسے رکن عراقی۔ اور حجر اسود کے درمیان والی دیوار کے ساتھ ملا کر رکھا جاتا۔ خطیب صاحب باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تشریف لاتے اور خطبہ ارشاد فرماتے۔ اس منبر کے چار زینے تھے۔ مقتدی عباسی کے وزیر نے بھی ایک انتہائی قیمتی اور بے حد خوبصورت منبر بنوایا جس پر ایک ہزار دینار خرچ ہوئے تھے۔ جب وہ منبر مکہ شریف پہنچا تو مصریوں کو یہ بات بے حد ناگوار گزری۔ انہوں نے خلیفہ مقتدی کی بجائے المستنصر عبیدی حاکم مصر کا خطبہ پڑھا اور اس نئے منبر کو آگ لگا کر جلا دیا۔ امیر مکہ محمد جعفر کبھی تو بنو عباس کا خطبہ پڑھتا اور کبھی ملوک مصر کا۔

766ھ میں ملک اشرف شعبان والی مصر نے منبر بنوایا جس پر 31 سال تک خطبہ دیا گیا پھر 797ھ میں ملک ظاہر برقوق والی مصر نے نیا منبر تیار کرایا۔ جو عرصہ دراز تک باقی رہا اور متعدد بار اس کی اصلاح اور مرمت کی گئی۔

کتاب اتحاف الوریٰ میں شیخ نجم الدین قرشی نے لکھا ہے کہ

797ھ میں ملک ظاہر نے جو منبر بھیجا تھا وہ شعبان بن حسین نے 766ھ میں

Marfat.com

تیار کیا تھا ملک ظاہر کا یہ منبر 8 ذی الحجہ 798ھ کو مکہ مکرمہ پہنچا۔ اسی طرح 815ھ میں مصر کے شاہ شیخو نے بھی لکڑی کا منبر حرم شریف کے نذر کیا جس پر یوم ترویہ کو پہلی بار خطبہ دیا گیا۔ بعدازاں 818ھ میں 7 ذی الحجہ کو حاکم مصر حسن انقذہ کے نئے منبر پر خطبہ پڑھایا گیا۔ پھر 966ھ میں قاہرہ سے الملک الناصر خوشقدم کا منبر لایا گیا جو لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اس پر ذی الحجہ کے دوسرے جمعہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ 877ھ میں الملک اشرف قایتبائی نے بھی لکڑی کا منبر بھیجا جس پر یکم ذی الحجہ کا خطبہ دیا گیا۔ 879ھ میں ایک منبر 25 ذی قعدہ کو حرم شریف میں پہنچا۔ یہ بھی لکڑی کا تھا۔ اسے باب السلام کے سامنے رکھا گیا اور یکم ذی الحجہ کو اس پر خطبہ پڑھا گیا۔ لکڑی کے منبروں میں یہ سب سے آخری منبر تھا۔ یہ تمام مرور زمانہ کے باعث ختم ہو گئے۔ (تاریخ مکہ:380،381)

سلطان سلیمان خان کا منبر

سلطان سلیمان خان بن سلطان خان کے منبر کو جو شرف ومجد اور اعزاز بارگاہ ذوالمنن سے مرحمت ہوا۔ اس کے قبل کے تمام منبر اس سے محروم ہیں۔ سلطان موصوف نے 966ھ میں جدت طرازی اور صناعی کا نادرۂ روزگار شاہکار سنگ مرمر کا عالی شان منبر تیار کرایا جو چمک دمک میں بے نظیر تھا۔ آج بھی بیت اللہ شریف کے سامنے مقام ابراہیم کے بالمقابل چاہ زمزم سے شمال مشرقی سمت جلوہ نما ہے۔ اس فقید المثال منبر کے تیرہ زینے ہیں۔ اس کے اوپر سنگ مرمر کے چار ستونوں پر چھتری نما لکڑی کا مستطیل قبہ بنا ہوا ہے۔ جس میں لگے ہوئے چاند کے کیلوں پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے۔ 431 سال کی مدت مدید گزر جانے کے باوجود نہ تو اس کی زردوزی کی زینت میں فرق آیا اور نہ ہی اس کی چمک، خوبصورتی اور دل آویزی میں کمی ہوئی۔ اس منبر میں حسن صنعت اور لطافت کا جو کرشمہ دیکھا گیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

صحن مسجد سے منبر کے چاند تک بلندی تقریباً 30 فٹ یا 9 میٹر 15 سینٹی میٹر ہے۔ اختلاف موسم کے باوجود خطیب کے چہرہ پر دھوپ نہیں پڑتی جو بنانے والے کے

Marfat.com

حسن ذوق اور مہارت فن کا نادر الوجود نمونہ ہے۔ گویا کہ اس نے جواہرات کو سلک مروارید میں پرو دیا ہے۔ اس مبارک منبر کی غربی جانب بیت اللہ شریف کی سمت یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

الحمد للہ رب العالمین: قد بنی سلیمان منبر البلد الامین

اور مشرقی جانب اس کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ صَدَقَ اللّٰهُ جَعَلَ اِسْمَهٗ 966 هجری

اس منبر پر سب سے پہلا خطبہ ابو حامد البخاری نے عید الفطر کا دیا تھا۔

1020ھ کو سلطان احمد خان کا عطیہ ہلال اس منبر کے اوپر لگایا گیا اور قبہ کی چھت پر اینٹوں کی جگہ تختیاں لگا کر ان پر چاندی کے پترے چڑھ دیئے گئے۔ بعد میں ان پر سونے کا پانی چڑھا دیا گیا۔

اس طرح حرم محترم میں سب سے پہلا منبر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رکھا اور اب تک سب سے آخری سلطان سلیمان خان عثمان کے منبر کو بقا نصب ہے۔ گویا کہ مسجد حرام میں یہ دلہن کی طرح رونق افروز ہے اور صدیاں گزر جانے کے باوجود اس میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ نہ یہ بوسیدہ ہوا اور نہ ہی خراب۔ (اخبار مکہ،333)

منیٰ

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ منیٰ کا میدان بہت تنگ نظر آتا ہے لیکن ایام حج میں حجاج کے لئے کشادہ ہو جاتا ہے تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ منیٰ اپنی اہل کے لئے اس طرح کشادہ ہو جاتا ہے جس طرح ماں کا رحم بچے کے لئے۔

(مراۃ الحرمین: ج:1،ص:44)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

اس کا یہ نام اس وجہ سے مشہور ہوا ہے کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام مناسک حج سے فارغ ہو کر حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے جدا ہونے لگے تو جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ آپ کو کوئی اور تمنا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا۔ اب صرف جنت کی تمنا ہے اور لفظ منیٰ تمنیٰ سے مشتق ہے۔ علاوہ ازیں یہ وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ منیٰ بمعنی یمنی الدماء یعنی ایسی جگہ جہاں قربانی کے جانوروں کا خون بہایا جاتا ہو۔

(اخبار مکہ: ماسمیت منی)

علامہ رفعت پاشا کا قول

علامہ رفعت پاشا نے 1318 ھ میں میدان منیٰ کی چوڑائی 638 میٹر بیان کی تھی۔

(مراۃ الحرمین ج: 1، ص: 325)

لیکن اس وقت اس کا عرض ڈیوڑھا ہو گیا ہے۔ 1393 ھ میں سعودی حکومت نے توسیع کا جو عظیم منصوبہ بنایا ہے جس کے باعث منی کے جنوب کی جانب واقع جبل شبیر کا بہت سا حصہ کاٹ کر کشادہ سڑکیں بنا دیں۔ علاوہ ازیں مسجد خیف کے قریب سے ایک سرنگ حرم شریف تک بنائی گئی ہے جو تمام تر ایئر کنڈیشن اور بجلی کی ٹیوبوں سے منور ہے۔ اس میں نہایت کشادہ پختہ سڑک بنی ہوئی ہے تاکہ پیدل چلنے والے حجاج کو آسانی ہو۔ مکہ مکرمہ سے منیٰ کا فاصلہ 7 کلومیٹر ہے جبکہ سرنگ کے راستے سے 5 کلومیٹر ہے۔

مزدلفہ

مزدلفہ زلف سے مشتق ہے جس کے معنی قریب اور نزدیک کے ہیں چونکہ اس جگہ پہنچ کر منیٰ کے قریب ہو جاتے ہیں جو حج کے مقامات میں سے ہے نیز زلف ہموار اور صاف زمین کو بھی کہتے ہیں اور یہ میدان بہ نسبت منیٰ وغیرہ کے زیادہ ہموار ہے۔ اس لئے اسے مزدلفہ کہتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا رضی اللہ عنہا کی اس جگہ ملاقات ہوئی اور ایک

Marfat.com

دوسرے کے یارومددگار بن گئے تھے جبکہ تعارف اس سے پہلے میدان عرفات میں ہو چکا تھا۔(اشعۃ اللمعات ج:2،ص:323)

علاوہ ازیں ازلاف کے معنیٰ اجتماع کے بھی ہیں چونکہ حجاج کرام اس جگہ نماز مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھتے ہیں۔اس لئے بھی اسے مزدلفہ کہتے ہیں۔اس نام کا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس مقام پر وقوف کر کے لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں اور وجہ بھی ممکن ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا رضی اللہ عنہا ایک دوسرے کے قریب ہوئے تھے۔(تفسیر کبیر:ج:4،ص:173)

مکہ مکرمہ سے مزدلفہ کا فاصلہ

مکہ مکرمہ سے مزدلفہ کا فاصلہ تقریباً 12 کلومیٹر ہے۔

مسعیٰ کی تعمیر نو

ایک دور میں مسعیٰ کی جگہ اور حرم شریف کے درمیان بلند و بالا مکانات اور مسعیٰ کے دونوں جانب بازار بن گیا تھا اور دکانوں کے اوپر بھی کئی منزلہ مکان بنے ہوئے تھے۔گویا کہ یہ عبادت گاہ ایک پر رونق بازار کی شکل اختیار کر چکی تھی۔لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے سعی کرنے والوں کو سخت تکلیف اور وقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

ادھر مسجد حرام کی پرشکوہ عمارت عرصہ دراز سے تعمیر و مرمت کی خواستگار تھی۔کسی بادشاہ یا امیر نے اس کی تجدید یا توسیع کے متعلق غور و فکر نہیں کیا۔

حالانکہ حج کے علاوہ بھی جمعہ اور عید کے موقع پر لوگوں کو جگہ کی تنگی کے باعث سخت تکلیف ہوتی تھی۔ایام حج میں دھوپ کی وجہ سے لوگ مجبوراً حرم کے متصل گلی کوچوں میں نماز پڑھتے تھے۔

چنانچہ سعودی حکومت 1375ھ میں حرم شریف اور مسعیٰ کی توسیع کے ایک جامع منصوبہ پر غور و خوض کے لئے انجینئروں کی میٹنگ بلائی جس میں مسعیٰ کے کام کو اس طرح انجام دینے کی سکیم طے پائی کہ وہ راستہ جو مسعیٰ سے گزر کر حرم کے سامنے سے گزرتا ہے

Marfat.com

اس جگہ کوئی عمارت میں داخل کر کے صفا کے باہر راستہ بنا دیا جائے چونکہ یہ راستہ سیلاب کی گزرگاہ تھی۔ جو حرم کے دروازہ سے حرم میں داخل ہوتا تھا جس نے کئی مرتبہ ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچایا۔ اس لئے سیلاب کا رخ پھیرنے کے لئے توسیع کی حدود سے باہر متبادل گزرگاہ یا نالہ بنانے کی تجویز پاس ہوگی۔

یہ مجوزہ کام 4 ربیع الثانی 1375ھ کو ایک عظیم الشان تقریب میں اس توسیع کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس موقع پر مختلف اسلامی ممالک کے مندوبین، مذہبی اور سیاسی رہنما اعلیٰ سرکاری افسران بھی موجود تھے۔ مسعیٰ کی دومنزلہ مکمل ہو جانے کے بعد طول وعرض اور جملہ کیفیت اس طرح ہے۔ صفا سے مروہ تک اندرونی حد 50۔394 میٹر عرض 20 میٹر پہلی منزل کی بلندی 12 میٹر اور دوسری منزل 9 میٹر ہے۔ مشرق کی جانب آٹھ دروازے ہیں جن کی کھڑکی نماز گزرگاہیں جن میں پیتل کی موٹی گرل لگی ہوئی ہے ان کی تعداد 74 ہے۔ (تاریخ حرمین کرارہ ص:152)

عرفات

لفظ ''عرفہ'' معروف سے مشتق ہے۔ اس میدان کو عرفات کہنے کی بہت سی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ میدان عرفات مکہ مکرمہ سے تقریباً 19 کلومیٹر دور ہے۔

علامہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

(۱) سیدنا آدم علیہ السلام اور اماں حوا رضی اللہ عنہا آسمان سے اترنے کے عرصہ دراز بعد اسی میدان میں اکٹھے ہوئے اور باہم تعارف ہوا۔

(۲) سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کو اس میدان میں مناسک حج سے آگاہ کرنے کے بعد دریافت کیا کہ آپ نے حج کے ارکان واحکام کو پہچان لیا؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔ ہاں میں نے پہچان لیا ہے۔

(ابن شیبہ ج 4 ص 358)

(۳) یہ جگہ اس قدر معظم ومحترم اور مشہور ہے کہ اس کی تعریف کئے بغیر بھی وہ

Marfat.com

اسے پہچان لیتے ہیں۔اس لئے اسے عرفات کہا جاتا ہے۔

(۴) اس میدان میں بندگان خدا عبادت اور دعاؤں کے ذریعہ اپنے رب کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔اگرچہ یہ مقصود دوسرے مقامات پر بھی حاصل ہوسکتا ہے لیکن یہ مقام ایک منفرد عظمت وجلالت کا حامل ہے جس سے دیگر مقامات خالی ہیں لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے عرفہ معروف سے مشتق ہوگا۔

(۵) بعض علماء کا کہنا ہے کہ ''عرف'' سے مشتق ہے یعنی اس میدان میں خوش آئند وروح پرور بو پائی جاتی ہے۔بخلاف منیٰ کے وہاں جانور وغیرہ ذبح کرنے کے باعث بوقدرے متعفن ہوتی ہے جبکہ عرفات اس چیز سے خالی ہے اس لئے اسے عرفہ یا عرفات کہتے ہیں۔(اشعۃ اللمعات ج:2،ص:338)

رئیس المفسرین علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفاسیر میں یہ روایات نقل کی ہیں۔

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج ادا کراتے ہوئے عرفات میں پہنچے تو دریافت کیا ''اعرفت'' کہا۔آپ نے پہچان لیا؟ کیونکہ اس سے پہلے بھی آپ عرفات میں جا چکے تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''عرفت'' میں نے اس میدان کو پہچان لیا ہے۔اس وجہ سے اس کا نام عرفہ ہوگیا۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔

علاوہ ازیں اس کا نام مشعر الحرام، مشعر الاقصیٰ، الال بروزن ہلال بھی ہے اور اس پہاڑی کو بھی عرفات کہتے ہیں جس کے درمیان جبل رحمت واقع ہے۔

(تفسیر ابن کثیر:ج:1،ص:241)

امام ضحاک اور سدی سے مروی ہے کہ

یہاں سیدنا آدم اور سیدہ حوا اکٹھے ہوئے اور ایک دوسرے کا تعارف ہوا۔اس

Marfat.com

سبب سے اس کا نام عرفہ مشہور ہوا۔ (روح المعانی: ج:2،ص:88)

مفسر امام فخر الدین رازی ارقام فرماتے ہیں۔

عرفات معرفت سے مشتق ہے اور اس میں آٹھ قول ہیں۔

(۱) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

جب سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے زمین پر اتارا تو سیدنا آدم علیہ السلام کو سراندیپ (لنکا) میں اور سیدہ حوا رضی اللہ عنہا جدہ میں ٹھہریں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو حج کرنے کا حکم فرمایا تو وہاں سیدہ حوا رضی اللہ عنہا کو پایا اور ایک دوسرے کا تعارف ہوا۔ اس لئے اس دن سے اس کا نام عرفات رکھ دیا گیا۔

(۲) سیدنا آدم علیہ السلام کو سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے حج کرنے کے طریقے سکھائے۔

جب عرفات میں قیام فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام نے دریافت کیا۔ اعرفت کیا آپ پہچان گئے ہیں؟ تو سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا: ''نعم'' اس وجہ سے اس کا نام عرفات ہوا۔

(۳) سیدنا علی، سیدنا ابن عباس، سیدنا عطاء، سیدنا السدی کا قول ہے کہ

سیدنا ابراہیم جب حج کے لئے عرفات پہنچے تو اس مقام کو پہچان لیا کیونکہ قبل ازیں انہیں اس کے نشانات اور اوصاف بتا دیئے گئے تھے۔

(۴) جبرائیل امین علیہ السلام نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج سکھائے اور جب انہیں عرفات میں لائے تو دریافت کیا اعرفت کیف طوف و فی ای موضع تقف قال نعم

(۵) جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی عفت مآب رفیقہ حیات اور فرزند ارجمند کو مکہ معظمہ کے مقام پر چھوڑ کر شام واپس تشریف لے گئے اور کئی سال بعد جب دوبارہ

Marfat.com

بیوی اور بیٹے سے ملاقات ہوئی تو عرفہ کے دن میدان عرفات میں ہوئی تھی۔اس سبب سے اسے عرفات کہا جاتا ہے۔

(۶)اس نام کا باعث یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ترویہ کی شب (یعنی آٹھویں ذی الحجہ کی رات) کو خواب دیکھا۔گویا کہ وہ اپنے فرزند ارجمند کو ذبح کر رہے ہیں۔صبح ہوئی تو آپ متفکر اور متردد تھے کہ خدا جانے یہ حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے یا شیطانی وسوسہ ہے۔پھر دوسری شب عرفہ کی رات کو خواب میں دیکھا کہ اپنے گوشہ جگر کو ذبح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ تب صبح کے وقت آپ علیہ السلام نے کہا ''عرفت یارب انہ من عندک''

اے میرے رب! میں نے پہچان لیا کہ یہ حکم واقعی تیری جانب سے ہے۔

اسی وجہ سے اس کا نام عرفات ہوا۔

(۷) حجاج کرام جب یہاں جمع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کا تعارف ہو جاتا ہے۔

(۸)اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے ساتھ مالا مال کرتے ہیں۔

مفسر موصوف فرماتے ہیں۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ عرفہ اعتراف سے مشتق ہے کہ جب حجاج عرفات میں قیام کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، جلالت، اس کی بے نیازی اور استغناء کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنی ذات کے متعلق غربت ذلت مسکینی اور محتاجی کا اقرار کرتے ہیں اور بھی کہا جاتا ہے کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا رضی اللہ عنہا نے یہاں وقوف کیا تو یہ دعا پڑھی۔

''رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ''

تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

''الان عرفتما انفسکما''

Marfat.com

اب آپ دونوں نے اپنے نفس کو پہچان لیا ہے۔

اور تیسرا قول یہ بھی ہے کہ

عرفات عرف سے مشتق ہے اور اس کے معنی پاکیزہ خوشبو کے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان پاک ہے۔

وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ

ان کے لئے اس کی خوشبو ہوگی۔

مطلب یہ ہوا کہ حجاج نے جب اس مقدس مقام میں اپنے گناہوں سے صدق دل سے توبہ کرلی تو وہ اب گناہوں کی نجاست سے پاک صاف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بے روح پرور پاکیزہ خوشبو پا رہے ہیں۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

خلوف هم الصائم عند الله الطيب من ريح السمك

(تفسیر کبیر ج 2،ص 171)

علامہ ابراہیم رفعت پاشا لکھتے ہیں۔

جبل عرفات ایک بڑی کمان کی مانند ہے جو ایک وسیع وادی کو گھیرے ہوئے ہے جس کی مسافت دو میل ہے۔ اس میں ایک چھوٹی سی جبل رحمت کے نام سے مشہور ہے جبکہ بلندی 30 میٹر اور طول 300 میٹر ہے۔ اس پر چڑھنے کے لئے غیر منظم بڑی بڑی 91 سیڑھیاں ہیں۔ پہاڑی پر چڑھتے ہی ایک تھڑا بنا ہوا ہے جس کا طول 15 میٹر اور عرض 10 میٹر ہے۔ اسے مسجد ابراہیم کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ یہ تھڑا اور سیڑھیاں 559ھ میں وزیر محمد بن علی بن المعصور المعروف الحواذ نے بنائی تھی۔ اسی طرح جبل رحمت کے دامن میں مسجد نما تھڑا بنا ہوا ہے جو مسجد صخرات کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن وہاں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ جبل رحمت کے اوپر 4 میٹر بلند ایک برج بنا ہوا ہے۔ حجاج

Marfat.com

کی رہنمائی کے لئے عرفات کی رات اس پر شمع روشن کی جاتی ہے۔

(مراۃ الحرمین ج:1،ص:44)

علامہ رشدی الصالح ملحس لکھتے ہیں۔

عرفات کی لمبائی اور چوڑائی 2 + 2 میل ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں مکہ مکرمہ کا ایک قبیلہ آباد تھا۔ جو کھیتی باڑی اور باغبانی بھی کرتے تھے مگر آج وہاں آبادی کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے۔ عرفات کے متصل مغربی جانب وادی عرفہ ہے جو دونشانات کے درمیان واقع ہے۔

یعنی حدود حرم اور حدود عرفات کے نشانات کے درمیان والی جگہ کو وادی عرفہ کہا جاتا ہے۔ (تعلیقات اخبار مکہ)

1404ھ میں منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کی چوڑائی اس طرح ہے۔

عرفات 2،896 ک م، مزدلفہ 3،700 ک م اور منیٰ 3،378 ک م

کعبہ شریف کے چاروں طرف صفیں

سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ

حرم شریف میں امام مقام ابراہیم کی جانب اونچی جگہ کھڑے ہوتے اور سامنے سترہ گاڑ لیتے کیونکہ تراویح کی نماز میں بعض لوگ شامل نہیں ہوتے تھے اور طواف میں مشغول رہتے۔ کعبہ شریف کی دوسری سمتیں نمازیوں سے خالی رہتیں لیکن عبدالملک بن مروان کے گورنر خالد بن عبداللہ نے رمضان شریف میں حکم دیا کہ امام صاحب مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑے ہوں اور کعبہ شریف کے چاروں طرف صفیں بنائی جائیں اور فرض نماز کی جماعت کے وقت طواف بند کرنے کا حکم بھی دیا۔ البتہ تراویح میں چار رکعتیں پڑھ لینے کے بعد طواف کرنے کا اختیار دیا گیا۔

جب کعبہ شریف کے چاروں طرف صفیں بنانے کا حکم صادر ہوا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ جو لوگ کعبہ شریف کی دوسری اطراف میں بیٹھے ہوں گے تو انہیں طواف ختم ہونے اور

Marfat.com

جماعت شروع ہونے کی اطلاع کیسے ہوگی۔

چنانچہ یہ طے ہوا کہ جب لوگ چھٹے چکر میں حجر اسود کے پاس پہنچیں تو چند غلام بلند آواز سے الحمد للہ واللہ اکبر کہیں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ طواف ختم ہونے والا ہے اور جب ساتواں چکر پورا ہو جائے تو ایک آدمی بلند آوز سے

"الصلوٰة رحمك الله"

کہہ دے۔ اس کے بعد یہ طریقہ ہمیشہ کے لئے اختیار کر لیا گیا۔

(اخبار مکہ: ص: 304)

مدینہ المنورہ کی تاریخ اور واقعات

مکۃ المکرمہ کی تاریخ اور اس میں ہونے والے واقعات کو ذکر کرنے کے بعد اب مدینہ المنورہ کی تاریخ اور اس میں چند ہونے والے واقعات ذکر کرتا ہوں پھر اس کے بعد حج وعمرہ کی ادائیگی کے بارے میں اقوال اور طریقہ عرض کروں گا۔

اس مقدس شہر کا قدیمی نام یثرب تھا۔ بعد ازاں رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف ہونے پر مدینۃ المنورہ جیسے دل آویز نام سے شہرت پذیر ہوا۔

جس کا تاریخی پس منظر کچھ اس طرح ہے۔

یثرب ثراب ثرب اور اثراب سے بنا ہے جبکہ اس کا مادہ ایک ہی ہے اور التثریب، التانیب والتعییر والاستقصاء فی اللوم ملامت کرنا، گناہ پر عار دلانا، طعن کرنا اور کسی جرم پر ذلیل کرنا وغیرہ معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(لسان العرب ج: 1 ص: 334)

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكَ

آج تم پر کوئی الزام نہیں۔

(تاج العروس ج: 1 ص: 163)

Marfat.com

امام زبیدی المتوفی 205ھ/820ء فرماتے ہیں

یثرب، یضرب کے وزن پر ہے۔ نخیہ ایک چھوٹی سی بستی کا نام تھا جس سے مدینہ منورہ مشہور ہوا یا مدینہ منورہ ہی کے ایک حصہ کا نام تھا۔

(تاج العروس ج:1،ص:193)

امام زین الدین المراغی المتوفی 816ھ/1413ء لکھتے ہیں۔

یثرب دراصل اس شہر کے غربی حصہ کی ایک بستی کا نام تھا جو پورے شہر کے لئے استعمال ہونے لگا جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر میں رونق افروز ہوئے تو اسے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مبارک نام سے پکارا جانے لگا اور پھر مختصر ہو کر ''مدینہ'' زبان زد عام ہو گیا۔ قدیم زمانہ میں اس کا محل وقوع ''عیون حمزہ رضی اللہ عنہ'' تھا جسے آج کل ''مشہد حمزہ'' کہا جاتا ہے۔ (معالم دار الهجرت:22)

چونکہ اس شہر خوباں کو پردۂ اخفا سے مصۂ شہود پر لانے اور اسے آباد کرنے والا سیدنا نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے یثرب نامی ایک فرد فرید تھا جس کے سر پر اس کی آباد کاری کا سہرا سجایا گیا۔ اس لئے شہر اسی کے نام کی مناسبت سے یثرب شہرت پذیر ہوا۔

(الوفاء الوفا: ج:1،ص:7)

محدث شہیر امام یحییٰ بن شرف الدین المتوفی 676ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔

یثرب لفظ تثریب سے بنا ہے جس کے معنی توبیخ اور ملامت کے ہیں چونکہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو عمدہ نام محبوب و مرغوب اور برے ناموں سے نفرت تھی۔ اس لئے خالق کائنات نے محبوب کائنات کی ناز برداری کرتے ہوئے اس مکروہ نام کو محبوب نام سے بدل دیا۔ (شرح مسلم: ج:1،ص:444)

امام شہاب احمد بن محمد القسطلانی المتوفی 923ھ لکھتے ہیں۔

یثرب التثریب سے ہے جس کے معنی توبیخ اور ملامت کرنے کے ہیں یا الثرب سے بنا ہے جس کے معنی فساد کے ہیں جبکہ دونوں لفظ قبیح اور برے ہیں چونکہ حضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ برے ناموں کو اچھے ناموں سے بدل دیتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب کی جگہ طابہ رکھ دیا۔

(ارشادالساری: ج،3،ص:332)

چنانچہ آپ کا ارشاد ہے۔

یقولون یثرب وھی المدینة

(صحیح البخاری: ج:1 ص:252)

منافق لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ اس کا نام مدینہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسی مکرم نام سے بار بار یاد فرمایا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

(مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ) (سورہ توبہ:102)

دوسری جگہ فرمایا

(وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ) (سورہ توبہ:101)

امام نووی المتوفی 676ھ فرماتے ہیں۔

مدینہ کے مادہ کے متعلق دو قول ہیں۔

(۱) یہ لفظ دان سے مشتق ہے جس کے معنی اطاعت وفرمانبرداری کے ہیں۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ مدینہ، مدن سے مشتق ہے جس کا معنی اقامت اختیار کرنا ہے اور شہر آباد کرنا وغیرہ۔ اس کی جمع مدن، مدن اور مدائن ہے۔

(شرح مسلم شریف، ج:1،ص 444)

علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور المتوفی 771ھ تحریر کرتے ہیں۔

مدینہ زمین کے اس معزز خطہ کو کہا جاتا ہے جہاں محفوظ محل یا قلعہ تعمیر کیا جائے اور المدینہ کی نسبت صرف فخر کون ومکان سرور زمین وزماں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے مبارک شہر کی طرف ہے اور اسی نسبت کے باعث اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اسے عزت و تکریم سے نوازا ہے۔ بنابریں اس محترم شہر کے باشندوں کو جب "مدینۃ الرسول" کی نسبت سے یاد کیا جائے گا تو وہ "مدنی" کہلائیں گے۔ اس کے برعکس مدینۃ المنصور کے رہنے والوں کو "مدینی" اور مدائن کسریٰ کے باشندوں کو "مدائنی" کہا جاتا ہے۔ (لسان العرب ج:3،ص:402)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ان اللہ سمی المدینة طابة (مسلم شریف:ج:ص:445)

اللہ تعالیٰ نے اس کا نام مدینۃ طابہ رکھ دیا ہے۔
رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اللہ امرنی ان اسمی المدینة طیبة

(مسند ابوداؤد طیالسی، ج:2،ص:204)

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس شہر کا نام مدینہ طیبہ رکھ دوں۔
سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

کانو اسمعون المدینة یثرب فسما ھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیبة (کنز العمال:ج:12،ص:23)

لوگ مدینہ کو یثرب کہتے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام طیبہ رکھ دیا۔
اس کے بعد بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ یہ نام استعمال ہونے لگا۔
جیسا کہ ابوحمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک سے واپس آرہے تھے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا

ھذہ طابة (بخاری شریف،ج:1،ص:252)

جب اس شہر خوباں کا مکروہ اور غلط نام، مبارک مسعود نام سے بدل دیا گیا تو آپ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اب جو آدمی مدینہ منورہ کو یثرب کہے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایک گناہ لکھا جائے گا۔ (مسند امام احمد)

ایک روایت میں ہے

جو آدمی مدینہ منورہ کو یثرب کہے تو اسے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنی چاہئے کیونکہ یہ طابہ ہے۔ (کنزالعمال: ج:12، ص:238)

ایک روایت میں ہے کہ

وہ آدمی تین مرتبہ استغفار کرے۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں یہ روایات بیان کی ہیں۔

جو شخص ایک دفعہ یثرب کہے تو اس کی تلافی اور تدارک کے لئے اسے دس دفعہ مدینہ کہنا چاہئے۔ (وفاء الوفا: 1، ص:8)

ایک روایت میں ہے کہ

جو آدمی مدینہ منورہ کو یثرب کہے تو اس غلطی کا کفارہ یہ ہے کہ وہ دس دفعہ مدینہ کہے۔ (کنزالعمال: ج:12، ص:229)

اس طرح لفظ 'یثرب'' شجر ممنوعہ قرار دیا گیا اور پھر یہ شہر خوباں ''مدینۃ المنورہ'' جیسے پاکیزہ نام سے ایسی آب وتاب اور آن بان سے آفاق عالم میں جگ مگایا کہ تا ابد اس کی تابندگی ودرخشندگی قائم رہے گی۔

مدینۃ المنورہ میں آبادکاری

وہ شہر خوباں جو مقصود ومطلوب مومن اور روحانی وایمانی مرکزیت کا حامل ہے۔ کس طرح اور کب معرض وجود میں آیا۔ اسے کس نے آباد کیا اور کتنی اقوام یہاں پر اقامت رہے۔

تاریخی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ

Marfat.com

یہ شہر 2200 قبل المسیح میں معرض وجود میں آیا تھا کیونکہ 2189 ق م میں جب حضرت اسماعیل علیہ السلام شیر خوارگی کے عالم میں۔ والدہ ماجدہ کے ہمراہ مکہ مکرمہ جاتے ہیں تو قبیلہ بنو جرہم کو پہلے سے وہاں موجود پاتے ہیں اور اسی زمانہ کے قریب عمالقہ میں سے یثرب بن قانیہ نے یہ شہر آباد کیا تھا۔

عمدۃ المؤرخین امام سید شہاب الدین بن عباس احمد السمہودی المتوفی 911ھ لکھتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کشتی نوح سے اترنے والے افراد کی تعداد اسی تھی۔ بابل کے اطراف میں جس جگہ یہ لوگ آباد ہوئے اس بستی کا نام سوق الثمانین (اسی لوگوں کا بازار) مشہور ہوا۔ ان میں مختلف بہتر زبانیں بولی جاتی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں عربی کا فہم وادراک عطا فرمایا اور وہ عربی بولنے لگے جب ان کی تعداد زیادہ ہو گئی تو انہوں نے نمرود بن کنعان بن حام کو اپنا بادشاہ مقرر کر دیا۔ ان ہی میں سے عاد اور عبیل بھی تھے جو عوض بن ارم بن سام کے بیٹے تھے جبکہ عبیل کے بیٹے یثرب نے یہ شہر آباد کیا تھا۔ (وفا الوفاء: ج:1)

امام ابوالجعفر محمد بن حبیب بن امیہ بن عمرو الہاشی البغدادی المتوفی 245ھ لکھتے ہیں کشتی نوح علیہ السلام سے اترنے کے بعد ان لوگوں نے اسی مکانات رہائش کے لئے بنا لئے پھر جب ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو انہوں نے ''بابل'' شہر آباد کر لیا جو 96 مربع کلومیٹر میں تھا۔ ان کی افزائش نسل کا سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ ایک لاکھ آبادی ہو گئی پھر انہوں نے نمرہ بن کنعان بن سحاریب بن نمرود بن کوش بن حام بن نوح کو اپنا بادشاہ مقرر کر لیا۔ ابتدا میں ان کی زبان سریانی تھی۔ پھر 72 مختلف زبانیں بولی جانے لگیں۔ اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے انہیں عربی زبان کا فہم بھی نصیب فرما دیا اور سب سے پہلے عاد اور عبیل نے عربی زبان میں کلام کیا۔ یہ دونوں عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اسی طرح ان قبائل میں ثمود اور جدیس جاثر بن ارم بن سام کے بیٹے عملیق، طسم اور امیم، لوذ بن ارم بن سام کے بیٹے تھے۔ جب یہ لوگ بابل سے

Marfat.com

نکل کر متفرق مقامات پر آباد ہوئے تو بنو عاد "شحر" کے مقام پر قیام پذیر ہوئے جو بعد میں اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں ہلاک ہو گئے۔ "بنو عبیل" مدینہ منورہ کے مقام پر آباد ہوئے۔ بعدازاں عمالیق بنو عبیل کو مدینہ منورہ سے بے دخل کر کے خود وہاں قابض ہو گئے۔ بنو عبیل وہاں سے نکلنے کے بعد "الجحفۃ" کے مقام پر آباد ہوئے مگر کچھ عرصہ بعد سیلاب میں غرق ہو گئے۔ اسی بنا پر اس مقام کا نام الجحفۃ مشہور ہوا۔

(کتاب الجر: 384، 385)

ابوالقاسم الزجاجی فرماتے ہیں کہ

مدینہ منورہ میں پہلے پہل آباد ہونے والا شخص یثرب بن قانیہ بن مھلائیل بن ارم بن عبیل بن عوض بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام تھا اور اسی کی مناسبت سے بستی کا نام یثرب مشہور ہوا۔ (وفاء الوفا: ج:1، ص:109، 110)

امام مسعودی المتوفی 346ھ نے بھی یثرب کا سلسلہ اسی طرح بیان کیا ہے جو پیچھے مذکور ہوا ہے۔ (مروج الذھب: ج:2، ص:127)

امام سہیل المتوفی 581ھ فرماتے ہیں کہ

نسب نامہ کے بعض اسماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اور سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

یثرب بن قاین بن عبیل بن مھلایل بن عوض بن عملاق بن لاود بن ارم (روض الانف: ج:2، ص:16)

مدینہ المنورہ میں سب سے پہلے آباد ہونے والی قوم عمالقہ تھی جس کا اصل وطن یمن تھا۔ وہاں سے نکل کر مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور دوسرے علاقوں میں آباد ہو گئی تھی۔ وہ لوگ قوی ہیکل اور دیو پیکر تھے شام اور شمالی حجاز کی زبردست طاقتور اور مضبوط قوم تھی جنہوں نے اپنی قوت بازو سے ان علاقوں کی ساری حکومتوں کو زیر نگیں کر لیا تھا۔

Marfat.com

قوم عمالقہ کا سلسلہ نسب

عرب العاربہ نو قبائل پر مشتمل ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ عاد، ثمود، امیم، عبیل، طسم، جدیس، عملیق، جرہم اور دیار

ان اقوام وقبائل میں سے طسم اور عملیق دونوں حقیقی بھائی لاود بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ (نہایت الادب ج:2،ص:292)

عمیق اور عمالقہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ جن کا تعلق قوم عاد سے تھا اور متفرق علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ عملیق مثل قندیل یا عملاق مثل قرطاس کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام

(تاج العروس: ج:7،ص:25)

قوم عمالقہ کی رہائش

قوم عمالقہ کا اصل وطن یمن اور اطراف یمن تھا۔ قرآن مجید میں اس علاقہ کو ''احقاف'' کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ یمن کے مشرقی پہلو میں واقع صحرائی ریگستان کو احقاف کہا جاتا تھا جس کے جنوب میں حضرموت واقع تھا۔ تقریباً دو ہزار سال قبل المسیح یہ قوم وہاں آباد تھی۔ قوم عمالقہ عظمت وجلالت جسمانی اور سیاسی برتری میں مشہور تھی۔ عالی شان اور خوبصورت عمارتیں بنانے میں بے حد ماہر باغبانی اور زراعت میں بھی خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔ ان کی آبادیوں میں شرقی پہلو صحرائی اور ریگستانی تھا جبکہ مغربی وجنوبی علاقہ یمن وحضرموت کے شاداب پہاڑوں اور سبزہ زار سے معمور تھا۔ گویا کہ ایک طرف کے حالات جفاکشی اور محنت کا مزاج پروان چڑھاتے اور دوسری طرف کے حالات ان کے لئے عیش وعشرت اور لطف ونشاط کے ذرائع فراہم کرتے تھے چونکہ یہ واقعات قدیم ترین سے تعلق رکھتے ہیں جن کا قطعی ثبوت فراہم کرنا مؤرخین کے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ علامہ ابن حزم اندلسی جیسے محقق اور شہرہ آفاق مؤرخ کو بھی اس تلخ

Marfat.com

حقیقت کا اقرار کرنا پڑا۔

وھذا کله دعوی لا یدریھا الا اللہ (جمرۃ انساب:462)

تاہم روایات میں شدید اختلاف و اضطراب کے باوجود چند مؤرخین کے اقوال سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن قتیبہ المتوفی 276ھ لکھتے ہیں۔

سام بن نوح علیہ السلام حجاز کے وسط اور اس کے گرد و نواح میں نیز یمن حضر موت اور عمان وغیرہ میں آباد تھے۔ قوم عاد کا مسکن احقاف تھا۔ طسم اور جدیس دونوں لاوز بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے تھے اور یمامہ میں مقیم تھے۔ ان کے بھائی عملیق بن لاوز کا قبیلہ حجاز اور شام آباد تھا۔

فمنھم العمالیق اھم تفرقوا فی البلاد و منھم فراعنة مصر والحیابرۃ (معارف ابن قتیبہ: 13 زیر عنوان سام بن نوح)

ان ہی میں سے عمالیق تھے وہ متعدد قومیں تھیں جو مختلف ممالک میں منتشر ہوگئی تھیں اور ان ہی میں سے مصر اور بابل کے بادشاہ تھے۔

علامہ ابن خلدون المتوفی 808ھ لکھتے ہیں۔

یقال لھم انتقلوا الی جزیرۃ العرب من بابل لماز حمھم فیھا بنو حام (کتاب العبر: ج 2، ص: 19)

کہا جاتا ہے کہ بنو حام کی مزاحمت کی وجہ سے عمالقہ بابل سے بھاگ کر جزیرۃ العرب میں آباد ہو گئے تھے۔

ان قوم عاد و العمالقة ملکوا العراق (ایضاً ج 2، ص: 295)

قوم عاد اور عمالقہ نے عراق پر بھی بادشاہی کی تھی۔

علامہ موصوف مزید لکھتے ہیں۔

نزلوھا (الحجاز) ایام ضروجھم من العراق امام النماردۃ من

Marfat.com

بنی حام (ایضاً: 27)

بنو حام کے بادشاہ کے خوف کی وجہ سے عمالقہ عراق سے بھاگ کر حجاز میں مقیم ہو گئے تھے۔ قوم عمالقہ عراق سے نکلنے کے بعد حجاز میں تہامہ میں قیام پذیر ہوئی۔

(کتاب العمر ج:2،ص:27)

امام احمد بن ابی یعقوب المتوفی 292ھ بیان کرتے ہیں۔

جب مصریوں نے عنانِ حکمرانی عورتوں کے ہاتھ میں دے دی تو شام کے عمالقہ بادشاہ ولید بن دومغ نے مصر پر حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ باقی ماندہ اہل مصر نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اس طرح ولید زمانہ دراز تک سلطنت کرتا رہا۔ پھر اس کے بعد عمالقہ کا دوسرا بادشاہ ریان بن ولید تخت نشین ہوا جو سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کا فرعون تھا۔ (تاریخ یعقوبی: ج:۱،ص:151)

یہ قوم زبردست طاقت ور جابر اور دیو پیکر تھی۔

امام لیث کا قول ہے۔

یہی جابرہ قوم ملک شام میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں آباد تھی اور امام ابن اثیر کا قول ہے کہ

یہ جابرہ قوم عاد کی بقیہ نسل تھی جو ملک شام میں اقامت گزیں تھے۔

امام ابن الجوانی کہتے ہیں

عملیق ابو العمالقہ فراعنہ اور بابل، مصر اور شام میں مقیم تھے۔

امام سہیلی کے بقول

ولید بن مصعب بن اشمیر بن لھو بن عملیق مصر کے عمالقہ بادشاہوں میں سے تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بادشاہ تھا اور الریان بن الولید بھی مصر کے عمالقہ بادشاہوں میں سے سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا فرعون تھا۔

(الصحاح للجوہری: "عمق" ج:4،ص:533)

Marfat.com

عملاق مثل قرطاس کا معنی ہے۔لوگوں کو دھوکا دینے والا مکار مکر و فریب کی کہاوت سنانے والا اور عملیق جور و ظلم اور زبردستی کرنے والا۔(تاج العروس عملق: ج:7،ص:25)

شاہان عمالقہ میں سے شام میں ولید بن دومغ اور بقول بعض مؤرخین کے ثوران بن ارشہ بن فادان بن عمرو بن عملاق مصر کے بادشاہ نے قبطی قوم کو غلام بنالیا اس کے بعد مصر کے عمالقہ بادشاہوں میں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں سنان بن الاشل بن عبید بن عوج بن عملیق، سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں الریان بن فوران اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ولید بن مصعب۔ بن ابی الھون بن الھلو ان تھے۔

(کتاب العبر: ج:2،ص:82)

مدینہ منورہ میں قوم عمالقہ کی آمد

مؤرخین کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ 1600 قبل المسیح اور 2200 قبل المسیح کے درمیانی زمانہ میں قوم عمالقہ نے آباد کیا تھا۔

(کتاب العبر،ج 2،ص 82)

اگرچہ غالب خیال یہ ہے کہ 2200 ق م میں یہ شہر منصۂ شہود پر آیا ہے۔قوم عمالقہ کا اصل وطن یمن کا شہر صنعا تھا۔ جب ان میں متعدد زبانیں بولی جانے لگیں تو وہ مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے۔کچھ قبائل مکۃ المکرمہ میں آباد ہوئے اور بہت سی قوموں کو تباہ و برباد کر کے علاقہ پر قبضہ جما لیا۔ان ہی میں سے یثرب، خیبر اور گردونواح کا بادشاہ تھا۔

(تاریخ ابو الفدا،ج 1،ص 98)

بعض روایات کے مطابق قوم عمالقہ اور جرہم یمن میں آباد تھے جہاں شدید قحط میں مبتلا ہونے کی وجہ سے پانی چارہ اور سرسبز و شاداب علاقوں کی تلاش میں تہامہ کی طرف چلے گئے۔ان ہی کے چند خاندان ''یثرب'' میں آباد ہوئے تھے۔

(مروج الذہب ذکر مکہ واخبارھا،ج 2،ص 46)

علاوہ ازیں ایک مرتبہ پھر قوم عمالقہ عراق میں بنو حام کے ظلم و تشدد کا شکار ہونے کی

Marfat.com

وجہ سے ترک وطن پر مجبور ہو گئی اور حجاز میں جا کر پناہ لی اور تیسری مرتبہ قبائل عمالقہ مدینہ منورہ میں اس وقت وارد ہوئے جب مکہ مکرمہ میں سمیدع بن لاوذ بن عملیق اور قحطانی قبائل کے درمیان زبردست جنگ ہوئی۔ سمیدع ظفریاب ہوا اور قحطانی قبائل کو مکہ چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں آباد ہونا پڑا۔ ان میں سے بنو عبیل بن مہلائل بن عوض بن عملیق مدینہ منورہ میں مقیم ہوئے۔ (کتاب العبر، ج:2،ص:27)

امام ابوالفرج الاصبہانی لکھتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں بنی اسرائیل سے پہلے قوم عمالقہ آباد تھی جو بڑی طاقت ور اور سرکش قوم تھی۔ دور دور تک ان کی بستیاں آباد تھیں۔ چند قبائل بنو ھف، بنو سعد، بنو الازرق اور بنو مطروق مدینہ منورہ (یثرب) میں بھی آباد تھے۔ ان ہی میں سے ''الارقم'' حجاز کا بادشاہ تھا۔ عمالقہ تیماء سے فدک تک تمام سرسبز و شاداب علاقوں پر قابض تھے مدینہ میں باغبانی اور زراعت ان کا پیشہ تھا۔ (کتاب الاغانی،ج:19،ص:95)

مدینہ منورہ میں بنی اسرائیل کی آمد

امام ابوالفرج الاصبہانی بیان کرتے ہیں۔

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے مختلف ممالک میں آباد سرکش اور جابر و ظالم قوم عمالقہ سے جہاد کرنے کے لئے فوج کشی کی تو ایک لشکر حجاز میں آباد عمالقہ کو قتل کرنے پر بھی مامور کیا اور اسے حکم دیا کہ بادشاہ سمیت تمام مرد و زن قتل کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اسرائیلی فوج نے بھرپور حملہ کر کے سب کو موت کی نیند سلا دیا مگر ایک حسین و جمیل شہزادے کو قتل نہ کیا اور طے پایا کہ اس کے متعلق جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام فیصلہ کریں گے اس پر عمل کیا جائے گا لیکن اس فوج کی واپسی سے پہلے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا وصال ہو چکا تھا اور قوم نے فوج کی اس غلطی کو ناقابل معافی جرم قرار دے کر ملک میں داخلے پر پابندی لگا دی۔ بالآخر وہ لشکر حالات سے مجبور ہو کر اپنے مفتوحہ علاقوں میں لوٹ گیا اور ان میں سے ایک قبیلہ مدینہ منورہ میں بھی داخل ہوا۔

Marfat.com

وکان ذالک الجیش اوّل سکنی الیھود المدینۃ

اور یہود کا پہلا لشکر تھا جو پہلی مرتبہ مدینہ میں آباد ہوا۔

امام موصوف مزید لکھتے ہیں۔

وہ لوگ زمانہ دراز تک مدینہ منورہ میں عیش وعشرت اور امن وسکون کی زندگی گزارتے رہے۔انہوں نے کئی قلعے بنالئے جاگیریں بنائیں اور زراعت کو فروغ دیا۔ پھر جب شاہ روم نے بنی اسرائیل کی شان وشوکت کو تاخت وتاراج کر دیا۔ یہودیوں کے ملک شام پر قبضہ کرلیا۔ بنی اسرائیل کو بے دردی سے قتل کر دیا اور ان کی عورتیں لونڈیاں بنالیں تو لُٹے پٹے بنی اسرائیل کے قبائل بنونضیر، بنوقریظہ اور بنو بہدل ذلیل و خوار ہوکر کسمپرسی کے عالم میں

ھار بین منھم الی من بالحجاز من بنی اسرائیل

رومیوں سے بھاگ کر حجاز میں مقیم بنی اسرائیل کے پاس جا کر پناہ لی۔ وہاں کی سبزہ زارزمیں اور لہلہاتے باغات دیکھ کرمنہ میں پانی آ گیا۔اس طرح بنونضیر اور ان کے ہمنوا لوگ بطحان میں اور بنوقریظہ، بنو بہدل اور ان کے ساتھی مہروز میں آباد ہو گئے۔

(کتاب الاغانی ج:19،ص:95)

امام اسماعیل ابوالفدا المتوفی 732ھ لکھتے ہیں۔

عمالقہ کی ایک قوم ملک شام میں آباد تھی جس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد سیدنا یوشع علیہ السلام نے جہاد کیا۔ اسی قوم سے مصر کے فراعنہ اور یثرب، خیبر اور نواحی علاقوں کا بادشاہ بھی تھا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ ملک حجاز کے بادشاہ اور اس کی قوم کو قتل کر کے نیست ونابود کر دو۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے عمالقہ کے ساتھ جنگ کر کے سب کو فنا کر دیا لیکن ایک شہزادے کا قتل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ تک مؤخر رکھا۔ جب فاتحانہ شان سے شام واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہے اور بنی اسرائیل نے شہزادے کو قتل نہ کرنے کے جرم میں

Marfat.com

اس لشکر کو ملک بدر کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے باہمی مشورہ سے اپنے مفتوحہ علاقوں میں واپس جانے کا فیصلہ کرلیا۔ اس طرح بنی اسرائیل یثرب، خیبر اور حجاز کے دوسرے علاقوں میں آباد ہو گئے۔

یہودی ان شہروں میں زمانہ دراز تک آباد رہے۔ یہاں تک کہ سیل عرم کے باعث اوس و خزرج یمن سے نکل کر یثرب میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل بخت نصر کے ظلم و تشدد کے باعث یثرب میں آباد ہوئے تھے۔

(تاریخ ابوالفداء ج:1، ص:198)

علامہ احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری المتوفی 279ھ/898ء لکھتے ہیں۔

جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تاخت و تاراج کر دیا اور بنی اسرائیل میں سے بعض کو جلاوطن پابند سلاسل کر دیا تو جلاوطن بنی اسرائیل کی ایک جماعت حجاز میں وادی القریٰ، تیماء اور یثرب میں آباد ہو گئی۔ یثرب میں جرہم اور عمالیق پہلے آباد تھے جن کا پیشہ کھیتی باڑی اور باغبانی تھا۔ بنی اسرائیل بھی ان کے ساتھ رہنے لگے اور ان سے شیر و شکر ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھتی گئی اور جرہم و عمالیق کی طاقت کمزور ہوتی گئی۔ بالآخر انہیں بزور شہر سے نکال کر بنی اسرائیل قابض ہو گئے۔ (فتوح البلدان)

عمالقہ جیسی قوی ہیکل اور ناقابل تسخیر قوم پر بنی اسرائیل نے کیسے غلبہ حاصل کیا۔ اس کی تفصیل امام ابن زبالہ سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس طرح بیان کرتے ہیں۔

قوم عمالقہ مختلف شہروں میں پھیل گئی اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور حجاز کے دیگر شہروں میں سکونت اختیار کر لی۔ پھر یہ لوگ سرکشی اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے۔ اسی اثناء میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون پر فتح عطا فرمائی تو انہوں نے شام پر لشکر کشی کی۔ وہاں بھی فتح و کامرانی نے آپ کی قدم بوسی کی۔ اس کے بعد حجاز میں مقیم قوم عمالقہ کی سرکوبی کے لئے بھی ایک لشکر بھیجا اور اسے حکم دیا کہ بادشاہ اور رعایا سب کو تہ تیغ کر دیں۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر اسرائیلی فوج نے قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ یہاں تک

Marfat.com

کہ عمالقہ کے بادشاہ الارقم بن الارقم کو بھی موت کی نیند سلا دیا۔ البتہ شاہی خاندان کے ایک نوجوان کی قابل رشک جوانی اور حسن و جمال کو دیکھ کر اسے قتل کرنے میں توقف کیا اور طے پایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اس کے متعلق مشورہ کیا جائے اگر وہ اس پری پیکر نوجوان کو قتل کرنے کا بھی حکم دیں تو قتل کر دیا جائے گا۔ جب یہ لشکر فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ ملک شام واپس لوٹا تو اس وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام رحلت فرما چکے تھے۔ تاہم ان کی کامرانی اور ظفریابی کے باعث لوگ بڑی خوشی اور گرم جوشی سے ان کے استقبال کو نکلے لیکن جب فوج نے اس بات کا انکشاف کیا کہ ایک جواں سال شہزادے کے قتل کو حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے مشورہ پر موقوف رکھا گیا ہے تو یہ سنتے ہی قوم سیخ پا ہو گئی اور سخت برہم ہو کر کہنے لگی کہ تم نے نبی کے حکم کی صریح نافرمانی کی ہے لہٰذا تمہیں اس ملک میں داخل ہونے کی اجازت ہرگز نہیں دی جائے گی۔ قوم کی ہٹ دھرمی سے مجبور ہو کر وہ لوگ حجاز کی طرف لوٹ گئے اور اپنے مفتوحہ علاقوں میں جا کر آباد ہو گئے۔

چونکہ بنی اسرائیل علم تورات سے بہرہ یاب تھے جس میں انہوں نے خاتم النبیین رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دارالہجرت کے اوصاف میں یہ بھی پڑھا تھا کہ وہ سرسبز و شاداب شہر ہوگا۔ اس لئے ان کی ایک جماعت نے پہلے تیما میں قیام کیا لیکن جب اسے مذکورہ اوصاف کے مطابق نہ پایا تو کچھ لوگ وہاں مقیم رہے اور باقی خیبر میں آباد ہو گئے لیکن وہاں بھی ان اوصاف کا فقدان پا کر ایک جماعت یثرب چلی گئی جس کا محل وقوع تورات کی تصریحات کے مطابق سبزہ نخلستان اور حروں کے درمیان دیکھ کر یقین کر لیا کہ یہی مقصود کائنات رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت ہوگا۔ یہ نووارد لوگ خاندان قریظہ اور نضیر سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے یثرب میں سکونت اختیار کر کے زراعت اور باغبانی کے کام کو فروغ دیا۔ بنو نضیر وادی مذنیب میں اور بنو قریظہ وادی مہروز میں آباد ہوئے۔ (اخبار مدینہ: 12 تا 14)

Marfat.com

اوس وخزرج کی مدینہ منورہ میں آمد

اوس وخزرج کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

حارث بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امری القیس بن ثعلبہ بن ماذن بن عبداللہ بن الازد بن الغوث بن نبت بن مالک ابن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان (کتاب الاغانی: ج،13، ص:105)

امام عبدالکریم بن ابوبکر السمعانی المتوفی 562ھ/1166ء لکھتے ہیں اوس وخزرج اور اہل یمن کا سلسلہ نسب قحطان سے جاملتا ہے اور وہ سب یعرب بن یشجب بن قحطان کی نسل میں سے تھے۔ (انساب للسمعانی ردیف: ق:444)

اوس وخزرج کے قبائل بھی متعدد بڑے بڑے خاندانوں پر مشتمل تھے اور ہر ایک قبیلہ کثیر التعداد افراد پر مبنی پانچ پانچ خاندانوں پر مشتمل تھا۔

اوس کے پانچ قبائل حسب ذیل تھے۔

(۱) عوف بن مالک

(۲) عمرو بن مالک اور اسی کو النبیت کہا جاتا تھا

(۳) مرۃ بن مالک

(۴) جشم بن مالک اور

(۵) امراؤ القیس بن مالک

ان سب کی والدہ ہند تھی جو اوس کے بھائی خزرج کی بیٹی تھی۔

(جمرۃ انساب العرب 232)

خزرج بھی پانچ بڑے قبائل پر مشتمل تھے

(۱) عمرو بن الخزرج

(۲) عوف بن الخزرج

(۳) جشم بن الخزرج

Marfat.com

(۴) کعب بن الخزرج اور

(۵) الحارث بن الخزرج

اور ان کی نسلیں بھی عظیم خاندانوں میں منقسم ہو چکی تھیں۔

(جمہرۃ انساب العرب:346)

جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ملک یمن میں ''سد مآرب'' ایک عظیم الشان ڈیم تعمیر کیا گیا تھا جس سے قوم سبا کے باغات اور کھیت سیراب ہوتے رہے اور بے پناہ پھل وغلہ کی پیداوار تھی۔ ایک روز کا ذکر کہ عمرو مزیقیا بن عامر بن حارثہ بن ثعلبہ بن امراؤ القیس بن مازن بن الازد بن غوث بن مالک بن زید کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان نے بند کی دیوار میں چوہے کو سوراخ کرتے دیکھا جس پر اسے بند کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہوا۔ اس لئے جان و مال کی حفاظت کے پیش نظر اس نے خفیہ طور پر ہجرت کرنے کی تیاری شروع کر دی طے شدہ پروگرام کے مطابق وہ اپنی آل و اولاد کے ساتھ یمن سے چل نکلا اور قبیلہ آرزد بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ یہ لوگ عک، نجران اور پھر مکہ مکرمہ میں جا کر آباد ہوئے۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں قوم جرہم آباد تھی۔ پھر معاش کی تنگی کے باعث ثعلبہ بن عمرو مزیقیا بن عامہ اپنی اولاد حارثہ اور اس کے بیٹوں اوس وخزرج اور دیگر لوگوں کے ہمراہ یثرب میں آ گیا۔ جہاں یہود آباد تھے۔ یہ لوگ شہر کے باہر اقامت گزین ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعداد میں افزائش بخشی اور انہیں عزت سے سرفراز کیا۔ ان کی شکوت وسطوت میں اس قدر اضافہ ہوا کہ انہوں نے اپنی قوت بازو سے یہود کو شہر سے نکال دیا اور خود قابض ہو گئے۔ (فتوح البلدان تاریخ یعقوبی ج:۱ ص 165)

ابتداء میں اوس وخزرج مدینہ کے باہر قیام پذیر تھے لیکن وہاں بھی معاشی مشکلات سے دوچار ہوئے نہ تو ان کے قبضہ میں باغات تھے نہ زراعت نہ ہی ان کے پاس اونٹ تھے اور نہ ہی کوئی اور چیز تھی وہ یہودیوں کے دست نگر ہو کر مظلومیت کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔ بالآخر مالک بن عجلان کی حکمت عملی اور خرد ودانش کے باعث شاہ غسان

Marfat.com

ابوجبیلہ کے ہاتھوں یہود کی بربریت اور معاشی تنگی سے نجات حاصل ہو سکی۔

(کتاب الاغانی: ج:19 ص:95،96)

علامہ احمد بن ابی یعقوب المتوفی 292ھ اور علامہ ابن کثیر المتوفی 774ھ نے بھی یہ روایت نقل کی۔ ہے اور لکھا ہے کہ عمرو بن عامر یا اس کی بیوی کاھن تھی اور اس نے بند کے ٹوٹنے کی پیشین گوئی کی تھی جس کے باعث انہوں نے قلب مکانی کا فیصلہ کیا تھا۔

(تاریخ یعقوبی: ج:1 ص:203)

امام ابی محمد عبدالملک بن ہشام المتوفی 213ھ/828ء مذکور واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

عمرو بن عامر اور قبیلہ رز دیمن سے نکلنے کے بعد پہلے بلاد عک میں آباد ہوئے وہاں کے باشندوں سے جنگ ہوئی نتیجتاً یہ لوگ مغلوب ہو کر مختلف شہروں کی طرف چل دیئے۔ چنانچہ آل جفنہ بن عمرو بن عامر ملک شام اوس اور خزرج یثرب میں، غزاء مرامیں، ازد السراۃ، سراہ میں اور آزو عمان، بلاد عمان میں آباد ہو گئے تھے۔

(سیرت ابن ھشام، اخبار مکہ: ج:1 ص:94)

بنابریں اوس وخزرج کا مدینہ میں ورود 115 ق م کے قریب ثابت ہوتا ہے جس زمانہ میں قبائل اوس وخزرج یثرب میں وارد ہوئے تو وہاں یہود کے حسب ذیل قبائل آباد تھے۔

(۱) بنوقریظہ

(۲) بنونضیر

(۳) بنومحمم

(۴) بنوزعورا

(۵) بنوقینقاع

(۶) بنوثعلبہ

Marfat.com

(۷)بنوعکوہ

(۸)بنوماعصہ

(۹)اہل زہرہ

(۱۰)اہل زبالہ

(۱۱)اہل یثرب

(اخبار مدینہ:17)

(۱۲)بنوماسلہ

(۱۳)بنوقمعہ

(۱۴)بنومزایہ

(۱۵)بنوزیداللات

(۱۶)اہل یثرب جنہیں اہل العیص کہا جاتا ہے۔

(عمدۃ الاخبار:21)

امام ابی الفرج الاصبہانی نے جن قبائل کا ذکر کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

(۱)بنوعکوہ

(۲)بنوثعلبہ

(۳)بنوزعورا

(۴)بنوقینقاع

(۵)بنوزید

(۶)بنونضیر

(۷)بنوقریظہ

(۸)بنوبہدل

(۹)بنوعوف

Marfat.com

(۱۰) بنوالقصیص

(کتاب الاغانی ج:19،ص:95)

یثرب سے شام تک سرسبز شاداب بستیوں میں یہود آباد تھے۔ خیبر، فدک، تبوک، تیما، مدین، وادی القریٰ اور حجر وغیرہ تجارت، زرگری، مہاجنی، لین دین اور سود کاروباران کے اہم پیشے تھے۔ (ارض القرآن:314،315)

یہود نے یثرب میں علمی درسگاہیں بھی قائم کر رکھیں تھیں جو ''بیت المدارِس'' کے نام سے مشہور تھیں اور ان میں تورات کی تعلیم دی جاتی تھی۔

(بخاری شریف ج:2،ص:1027)

پرشکوہ اور مستحکم قلعوں میں محفوظ، جاہ وجلال کے مالک یہود پر مظلوم ومقہور اوس اور خزرج کو کیسے غلبہ حاصل ہوا؟

یہ انقلاب آفریں اور حیرت انگیز داستان قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

یہود صاحب ثروت وصاحب اقتدار تھے۔ مال ودولت کی فراوانی نے انہیں درندہ صفت بنا دیا تھا۔ شرافت اخلاق سے بے نیاز ہو کر اوس وخزرج کی مظلوم عورتوں کی عزت وناموس سے کھیلنا ان کا محبوب مشغلہ تھا اور اپنے اس فعل بد پر فخر محسوس کرتے تھے۔ ان کا ایک رئیس فطیون سخت بدکار اور بدمعاش تھا۔ اوس وخزرج کی کوئی دوشیزہ شب زفاف اس کے پاس بسر کئے بغیر اپنے شوہر کے گھر نہیں جاسکتی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اوس وخزرج کے سردار مالک بن عجلان کی بہن عین شادی کے دن گھر سے بالکل باہر ننگی ہو کر بھائی کے سامنے سے گزری۔ یہ منظر دیکھ کر مالک شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا اور غیض وغضب سے آگ بگولا ہو کر بہن کے پاس آیا۔ اسے ملامت کرنے لگا لیکن بہن نے جواب میں کہا کہ کل جو کچھ میرے ساتھ پیش آنے والا ہے کیا اس سے بھی میری یہ حرکت زیادہ بری ہے۔ مالک بن عجلان نے بہن کا جواب سن کر دل ہی دل میں فطیون کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ دوسرے روز حسب دستور جب اس کی بہن دلہن بن کر فطیون

Marfat.com

کی خلوت گاہ میں گئی تو وہ بھی زنانہ لباس پہن کر سہیلیوں کے ساتھ اندر چلا گیا اور موقع پا کر فطیون کو قتل کر دیا۔ (وفا الوفاء: ج:1، ص:126، 127)

علاوہ ازیں اوس وخزرج کا قبضہ میں نہ کاشت کاری تھی اور نہ ہی چراگاہیں جس کی وجہ سے ان کی گزاران سخت تنگ تھی۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد مالک بن عجلان نے ایک وفد اپنے ہم نسب شاہ غسان ابوجبیلہ بن جفنہ بن عمرو بن عامر کے پاس اردن بھیجا جس نے شاہ کو اپنی قوم کی معاشی زبوں حالی اور یہود کے جور وستم کی دل گداز داستان سنائی اور اس سے مدد طلب کی۔ بعض روایات میں ہے کہ مالک بن عجلان، فطیون یہودی کو قتل کر کے وفد کے ساتھ خود شاہ غسان کے پاس گیا اور اسے واقعات سے آگاہ کیا تھا۔ مالک بن عجلان کی درد بھری داستان سن کر شاہ غسان نے اسے بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور یہود کو نیست ونابود کرنے کی تیاری میں مصروف ہو گیا۔ چند دن بعد ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر شہر سے باہر جبل احد کے شمال مغرب میں ''ذی حرض'' کے مقام پر خیمہ زن ہوا۔

ادھر یہود لشکر کی آمد کی اطلاع ملتے ہی قلعہ بند ہو گئے۔ مگر جبیلہ نے کمال دانش مندی اور عقل مندی سے کام لیا اور یہود کو دام فریب میں پھنسانے کے لئے ایک عالی شان مکان بنوایا جس میں بے حد پر تکلف دعوت کا انتظام کیا اور اوس وخزرج کو بیش بہا قیمتی تحفے عطا کئے۔ پھر یہود کے رؤسا کو بھی دعوت دی وہ لالچ وطمع کا شکار ہو کر شاہ غسان کے دام میں خود آ گئے۔ اس نے ایک ایک سردار کو چن چن کر قتل کیا۔ اس طرح تین سو پچاسی نامور سردار موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے جس سے یہود کی شان وشوکت خاک میں مل گئی۔ (معجم البلدان ج:7، ص:428)

بچے کھچے سرداروں کو مالک بن عجلان نے تہ تیغ کر دیا اور عام لوگ جو زندہ بچے انہوں نے مدینہ سے بھاگ جانے میں عافیت سمجھی اور بعض نے اوس وخزرج سے امان طلب کی اور ان کے دست نگر ہو کر مدینہ میں رہنا گوارہ کر لیا۔ اس طرح مدینہ میں اوس و

Marfat.com

خزرج کی حکومت کا سورج طلوع ہوا اور انہیں ہر لحاظ سے سکون وطمانیت نصیب ہوئی۔ یہود کی کمر ٹوٹ گئی اور ان کی تعداد انتہائی کم ہو گئی۔ اب جو گردش ایام نے پلٹا کھایا تو ذلت ورسوائی، تباہی اور بربادی یہود کا مقدر بن گئی اور عزت وثروت اور شکوت وتوانائی اوس وخزرج کے قدم چومنے لگی۔ ان ہر دو خاندانوں نے متعدد قلعے تعمیر کر لئے اور عرصہ تک اتفاق واتحاد اور یگانگت کے ساتھ خوشحالی اور فارغ البالی سے پرلطف زندگی گزارتے رہے لیکن بعد میں وہ بھی انتشار افتراق اور خانہ جنگی کا شکار ہو گئے۔ اپنی تمام تر توانائی اور نامور سردار باہمی جنگ وجدال میں تباہ کر دیئے۔ ان کی سب سے آخری اور انتہائی تباہ کن جنگ ''بعاث'' کے نام سے مشہور ہے جس میں دونوں خاندان تباہ وبرباد ہوئے۔ بالآخر جنگ سے چور چور بچے کھچے لوگ آپس میں صلح کرنے پر مجبور ہو گئے اور طے پایا کہ کسی ایک سردار کو دونوں خاندان متفقہ طور پر بادشاہ تسلیم کر کے امن وآشتی اور راحت ورافت کی زندگی بسر کریں چنانچہ قبیلہ عوف بن خزرج کے رئیس عبداللہ بن ابی بن سلول پر دونوں قبائل متفق ہو گئے اور اس کی تاج پوشی کے لئے جشن منانے کی تیاریاں کرنے لگے۔

سیرت ابن ہشام عنوان یثرت میں اسلام کا آغاز

اوس وخزرج میں بھی تاج پوشی کا رواج تھا اور رئیس تاج کے ساتھ کچھ پٹیاں بھی استعمال کرتا تھا جیسا کہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بیان سے واضح ہوتا ہے۔ اس شہر کے باشندوں نے فیصلہ کر لیا کہ اس (ابن ابی) کو تاج پہنا دیں اور اسے سلطنت کی پٹی باندھیں۔ (صحیح بخاری ج:2،ص:656، باب قولہ وتسمعن اوتوا الکتب)

امام ابن حجر عسقلانی المتوفی 852ھ لکھتے ہیں۔

یعنی رئیس کو مصعب کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے سر پر ایک پٹی علامت کے طور پر ہوتی تھی جو دوسرے نہیں باندھ سکتے تھے۔ (فتح الباری ج:8،ص:174)

Marfat.com

علامہ عینی اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

پٹی باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بادشاہ ہونے کا عمامہ باندھا جائے۔

(عمدۃ القاری ج:8،ص:534)

اوس وخزرج اگرچہ مشرک اور بت پرست تھے مگر یہود کے ساتھ میل جول کی وجہ سے کتب آسمانی اور نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے تذکرہ سے آشنا تھے۔ یہود سے رقابت وعداوت کے باوجود ان کے علمی فضل وکمال کے قائل تھے۔ یہود کا جب کبھی اوس وخزرج سے جھگڑا ہوتا تو وہ دھمکی دیتے کہ عنقریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہونے والے ہیں۔ پھر ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں قوم عاد وارم کی طرح تباہ و برباد کردیں گے۔

سیرت ابن ہشام عنوان یثرب میں اسلام کی ابتداء

امام زین الدین مراغی لکھتے ہیں کہ

اوس وخزرج کے درمیان ایک سوبیس سال تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا تھا۔

(معالم دار الہجرۃ:24)

اوس وخزرج کے قبائل

مدینہ منورہ میں اوس وخزرج کے قبائل کی تعداد بہت زیادہ تھی جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

اوس کے قبائل

بنوعبدالاشہل بن جشم بن الحارث اور بنوحارثہ بن الخزرج الاصغر بن عمرو بن مالک بن اوس حرہ۔ شرقیہ کی سمت مقیم تھے جہاں ان کے مکانات اور قلعے پائے جاتے تھے۔ بنو ظفر جو کعب بن الخزرج الاصغر میں سے تھے بقیع کے مشرق میں آباد تھے۔ جہاں ان کی مسجد البغلہ مشہور ہے۔ ان کے قریب ہی بنوخیم زعور بن جشم آباد تھے۔

Marfat.com

بنو عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس قبا میں آباد تھے اور ان کی بہت سی شاخیں تھیں۔ بنو معاویہ بن مالک بقیع الغرقد کے پیچھے مسجد اجابہ کے قریب آباد تھے۔ امراء القیس بن مالک بن اوس کے بیٹے واقف اور بنو اسلم مسجد فضیخ کے قبلہ سمت آباد تھے اور بنو سعد بن مرہ بن مالک بن اوس رائج میں آباد تھے۔ (عمدۃ الاخبار 26 تا 28)

خزرج کے قبائل

بنو حارث بن خراج الاکبر۔ وادی بطحان کے مشرق میں جبکہ حارث کے بیٹے جشم اور زید شیخ میں آباد تھے۔ بنو حطمہ وادی بطحان کے مغرب میں بنو حدارہ بن عوف بن الحارث، جزار سعد شامی میں بنو حدرہ بن بن عوف بن حارث بصہ کے قریب (بصہ کا موجودہ نام بوصہ ہے اور باب العوالی کے قریب واقع ہے) بنو سالم اور بنو غنم بن عوف بن عمر بن عوف بن الخزرج الاکبر حرہ غربیہ کی جانب مسجد جمعہ کے قریب آباد تھے۔ اس جگہ ان کا ایک قلعہ التوافل کے نام سے مشہور تھا جو مسجد نبی عطیہ کے پاس قبا میں واقع تھا۔ بنو سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن غنم بن سلمہ مسجد قبلتین کے پاس آباد تھے اور بنو عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ مسجد خربہ کے قریب پہاڑ کی جانب اور بنو حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ قاع کے مقام پر آباد تھے۔ بنو قش اور بنو عنان جو ثعلبہ بن ظریف بن الخزرج کی شاخیں تھیں۔ مسجد رائیہ کے قریب آباد تھے۔ بنو مالک بن النجار اور بنو غنم بن سالک مسجد نبوی کے مشرق میں آباد تھے۔ (عمدۃ الاخبار 29 تا 32)

مہاجرین کے قبائل

مہاجرین کے قبائل کی تعداد بھی کثیر ہے۔

(۱) بنو غفار بن ملیل بن ضمرہ بن عبد مناف بن کنانہ

(۲) بنو غفار بن لیث بن بکر

(۳) بنو عمر بن معمر بن لیث

Marfat.com

(۴)بنورحیل بن نعیم

(۵)بنوعتوارہ بن لیث

(۶)بنوضمرۃ بن بکر

(۷)بنوالدیل بن بکر

(۸)بنواسلم وبنومالک جواقصیٰ بن حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد سے تھے۔

(۹)بنوامیہ

(۱۰)بنوسہم

(۱۱)بنوہذبہ بن لاطم بن عثمان بن عمرو

(۱۲)بنومزینہ بنوذکوان

(۱۳)بنواوس بن عثمان بن مزینہ

(۱۴)بنوعامر بن ثور بن ثعلبہ

(۱۵)بنوجہنیہ بن زید بن السود بن الحرث

(۱۶)بنوجشم بن معاویہ

(۱۷)بنومالک بن حماد

(۱۸)بنوکعب بن عمرو

(۱۹)بنوالمطلق وغیرہ

(وفاالوفی،ج 1،ص 547)

دورحاضر کے قبائل

مدینہ منورہ میں اس وقت حسب ذیل قبائل آباد ہیں۔

(۱)قبیلہ مطیر

(۲)قبیلہ عتیبہ

(۳)قبیلہ جہنیہ

Marfat.com

(۴) قبیلہ بنی تمیم

(۵) قبیلہ بنی عطیہ

(۶) قبیلہ بن شہر

(۷) قبیلہ زہران اور

(۸) قبیلہ غامد

ان کے علاوہ قبیلہ حرب کی بہت سی شاخیں بھی آباد ہیں۔

(المدینہ......الیوم 312)

مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتداء

رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت کفر وشرک اور پرستش غیر اللہ کی تاریکی نے فہم وفراست کے چراغ گل کر رکھے تھے۔ انسانی ذہن عجائبات عالم کی رنگینیوں میں گم تھے۔ غور وفکر کی جولانیاں محسوسات کی چار دیواری میں بند تھیں اور عقل کی بلند پروازیاں ادراک ماوراء سے نا آشناء اور حریم معرفت سے کوسوں دور تھیں۔ قریش ہی نہیں پوری دنیا پر جہالت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں کہ دفعتہً افق مکہ پر برق تجلی کی تابانی نے نور حق کا اجالا کر دیا لیکن ابھی آفتاب عالم تاب رسالت کی کرنیں پھوٹی ہی تھیں کہ خیرہ چشموں کی آنکھیں تاب نظارہ نہ لا سکیں اور ہر جانب سے ظلم وستم کے بادل اُمڈ آئے تا کہ نور حق کی روح پرور روشنی کو کفر وشرک کے سیاہ اندھیروں میں چھپا دیں۔ یعنی رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت توحید کی ابتداء ہی سے مخالفت کے طوفان بپا ہو گئے مگر سیل صداقت برابر بڑھتا گیا جس نے سرزمین عرب کے گوشے گوشے کو بقعہ نور بنا دیا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی ایمان پرور صدا چہار دانگ عالم میں پہنچانے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار فرمائی۔ حج کے عالمی اجتماع سے بھی آپ نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور دور دراز شہروں اور ملکوں سے آئے ہوئے مختلف قبائل کی قیام گاہوں میں جا کر انہیں توحید وتفرید اور صدق واخلاص کی دعوت دینے کا معمول بنا رکھا تھا۔

Marfat.com

اسی دوران مدبر عالم اور کارساز تکوینیات نے اوس وخزرج کو معاشی اور اقتصادی پس ماندگی سے دوچار کردیا جس کے باعث وہ قریش سے معاہدہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ نبوت کے گیارہویں سال کا تذکرہ ہے کہ قبیلہ بنو عبدالاشہل کے کچھ لوگ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ آئے اور قریش سے مذاکرات کئے۔ اسی اثناء میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھٹا گھوپ اندھیرے میں شمع رسالت فروزاں کرنے کی غرض سے عقبہ کے مقام سے گزرے جہاں کچھ دل کش و دل آویز آوازیں سنائی دیں۔ وہ لوگ یثرب سے آئے ہوئے خزرج کے چشم و چراغ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ چند تعارفی جملوں کے بعد ہادی کل ختم رسل، دانائے سبل صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات قرآنیہ کی پرکیف و وجد آفریں تلاوت سے ان کے قلوب کو گرمایا اور دعوت اسلام پیش فرمائی۔

یہ لوگ اپنے ہم وطن یہود سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور فضل و کمالات کا ذکر سنتے رہتے تھے۔ ان کے دل ضد و عناد، تمرد مخالفت سے خالی اور ان کی زمین قلب توحید و رسالت کی تخم ریزی کے لئے ہموار اور تیار تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سن کر تھوڑی سی دیر کے لئے استعجاب میں پڑ گئے۔ کیا یہی وہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن سے یہود ہمیں ڈرایا کرتے تھے کہ امروز و فردا آفتاب رسالت طلوع ہونے کو ہے جس کے سایہ عاطفت میں اوس وخزرج کو تہس نہس کردیں گے پھر باہم مخاطب ہو کر کہنے لگے اسی دولت غیر مترقبہ کو حاصل کرنے کے لئے سوچ و بچار اور تاخیر سے قطع نظر نور اسلام اور متاع ایمان حاصل کرنے میں جلدی کرنی چاہئے تاکہ یہود ہم سب سے پہلے ایمان کی دولت سے مالا مال نہ ہونے پائیں۔ یہ کہتے ہوئے سب یک زبان ہو کر توحید خداوندی کی نغمہ سرائی کرنے لگے۔

یہ لوگ قریش کے ساتھ مادی اور معاشی معاہدہ کر کے دنیوی جاہ و جلال اور مال و منال سے بہرہ یاب تو نہ ہو سکے لیکن تاجدار مدینہ، راحت قلب وسینہ، صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے دست حق پرست پر ایمان کی بیعت کر کے دو جہاں کی شاہی کی لازوال نعمت سے سرفراز ہو گئے۔ (سیرت ابن ہشام طبقات ابن سعد ج:1،ص:217،219)

اس تاریخ ساز و انقلاب انگیز موقع پر حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ فلک رسالت پہ طلوع ہونے والے درخشندہ و تابندہ ستارے۔ ان ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں۔

(۱) ابوامامہ بن اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن النجار

(۲) عوف بن الحارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن النجار

(۳) رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن زریق

(۴) قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ

(۵) عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام بن کعب بن سلمہ السلمی

(۶) جابر بن عبداللہ بن رکاب بن النعمان بن سنان

(البدایہ والنھایہ: ج:3،ص:149)

یہ قدسی نفوس قافلہ جب وطن مالوف پہنچا تو ہر کس و ناکس کو یہ ایمان افروز مژدہ سنایا کہ وہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں جن کے انتظار میں سارا عالم چشم براہ تھا ہم نے ان کے چہرۂ انور کے نور تاباں سے اپنی آنکھیں منور کیں۔ ہمارے دلوں کو ان کے رخ زیبا کے دیدار سے سرور نصیب ہوا اور ہمارے کان ان کے معجزہ نما کلام سے لطف اندوز ہوئے۔ جب ان حضرات نے اہل وطن کو اس روح پرور اور فرحت انگیز بشارت سے روشناس کیا تو پھر گھر گھر میں آپ کا ذکر خیر ہونے لگا۔ ان کی شبانہ روز تبلیغ سے آمدہ سال دوگنی تعداد میں شمع رسالت کے پروانے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

جب دوسرا سال آیا تو اوس و خزرج کے بارہ نقباء سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام لائے۔ ان حضرات نے ایمان کی

Marfat.com

سعادت سے بہرہ یاب ہو کر دین حق کی حمایت اور اعانت کا عہد کیا۔

(البدایہ والنہایہ: ج:3،ص:149)

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

میں بھی ان نقیبوں میں شامل تھا جو محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر عقبہ کی شب بیعت سے مشرف ہوئے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کے وعدہ پر بیعت کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ چوری اور زنا نہیں کریں گے۔ قتل و غارت گری کے قریب نہیں جائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کریں گے اگر ہم اس پر کاربند رہے تو جنت کی ابدی نعمتیں ملیں گی اور خلاف ورزی کی صورت میں فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

(بخاری شریف ج:ص 550)

مدینہ منورہ کے نومسلم حضرات کی تعلیم وتربیت اور مسائل کی رہنمائی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو وفد کے ساتھ روانہ فرمایا۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

مکہ مکرمہ کے مسلمانوں میں سے سب سے پہلے سیدنا مصعب بن عمیر اور سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہما مدینہ باسکینہ میں تشریف فرما ہوئے جو لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ (بخاری شریف:558)

مؤرخین نے اس واقعہ کی تفصیل اسی طرح بیان کی ہے۔

ان بارہ نقباء میں پانچ حضرات وہی تھے جو گزشتہ سال ایمان لانے والی چھ انصاری صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت میں شامل تھے اور سات نئے افراد تھے جن کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسعد بن زرارہ

(۲) عوف بن الحارث

Marfat.com

(۳) رافع بن مالک

(۴) قطبہ بن عامر

(۵) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم اس سال جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ابن رباب تشریف نہیں لائے تھے۔

(۶) ذکوان بن عبدالقیس بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق

(۷) عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرم بن فہر

(۸) یزید بن ثعلبہ بن خزیمہ بن اصرم بن عمرو۔

(۹) عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان

(۱۰) ابوالہیثم بن التیہان

(۱۱) عویم بن ساعدہ

(۱۲) معاذ بن حارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک

جب یہ لوگ بیعت سے مشرف ہو کر وطن واپس ہونے لگے تو معلم اعظم ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی تعلیمات اور اسلامی احکامات سکھانے کے لئے ان کی طلب پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لیا۔ موصوف ہاشم کے پوتے اور سابقین اولین مہاجرین میں سے تھے۔ غزوہ بدر میں اسلامی لشکر کے یہی علمبردار تھے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچ کر سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر فروکش ہوئے۔ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے تبلیغ اسلام شروع کر دی اور مسلمانوں کی نماز باجماعت کا انتظام بھی کیا۔ اس طرح مدینہ منورہ کی تاریخ میں مسلمانوں کی امامت کا اعزاز سب سے پہلے انہی کو نصیب ہوا۔

حضرت مصعب بن عمر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ کا حلقہ روز بروز بڑھتا گیا۔ اسلام کے محاسن بیان کرنے اور قرآن مجید کی دل آویز تلاوت سے لوگوں کے دلوں کو مسحور کرتے قباء تک گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا اور روزانہ ایک دو نئے آدمی اسلام قبول کرتے۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کی تقریر دل پذیر سن کر قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی اسلام کے شیدائی بن گئے۔ جن کے اثر و رسوخ سے ان کا پورا قبیلہ عبد الاشہل حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ (سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد)

مدینۃ المنورہ میں جمعہ کا قیام

مدینہ منورہ میں جب نماز باجماعت کا انتظام ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نماز جمعہ ادا کرنے کی ترغیب دی۔

جیسا کہ امام ابن کثیر المتوفی 774ھ دارقطنی کے حوالہ سے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔ سیدنا رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ایک تحریر کے ذریعہ ارشاد فرمایا کہ مدینہ کے مسلمانوں کو جمع کر کے نماز جمعہ پڑھانا شروع کر دیں۔ (البدایہ والنہایہ ج:3 ص:151)

لیکن امام سہیلی المتوفی 581ھ فرماتے ہیں کہ

اسلام کی تاریخ میں پہلی مرتبہ سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ قائم کیا اور یہی صحیح ہے۔ (روض الانف ج:1 ص:269)

اور دوسری روایت میں ہے کہ

ابتداء میں جب سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ شروع کیا تو عموماً چالیس صحابہ کرام علیہم الرضوان اس میں شرکت کرتے تھے۔ بعد میں یہ تعداد بتدریج بڑھتی گئی۔ سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے اس ناقابل فراموش کارنامہ پر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تازیست انہیں نیک دعاؤں سے نوازتے رہے۔ نماز جمعہ کا اولین قیام نقیع کے علاقہ میں حرہ نبی بیاضہ میں ہوا جسے الخضمات کہا جاتا ہے۔

(السنن الکبریٰ ج:3 ص:177)

بعد ازاں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ نماز جمعہ قبیلہ بنو سالم میں ادا فرمائی جبکہ عرب کی تاریخ میں

Marfat.com

آپ کے اجداد میں سے کعب بن لوی نے ابتداً مکہ مکرمہ میں جمعہ قائم کیا اور خطبہ دیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

بعثت کی بشارت سنائی تھی۔ (روض الانف ج:1، ص:269)

سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور چند مقدس نفوس کا مکہ مکرمہ جانا سن 13 نبوی میں سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنی سال بھر کی کارگزاری بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرنے اور حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے 73 قدسی نفوس کے جلو میں مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ وہاں پہنچ کر اپنی آمد کی اطلاع کے ساتھ دیدار رخ زیبا کی درخواست بھی پیش کی۔ سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں منیٰ کی اس مبارک گھاٹی پر شب کو ملنے کا وعدہ فرمایا جہاں گزشتہ سال بارہ نقباء بیعت سے شرف بار ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ لوگ حسب وعدہ 12 ذوالحجہ کو دو تہائی شب گزر جانے پر مقام موعود پر پہنچ گئے۔ (البدایہ والنہایہ: ج:3، ص:207)

اور طلوع جمال پیکر وحسن ملال صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عم مکرم عباس کی معیت میں رونق افروز ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اگرچہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت کو بے حد محبوب رکھتے تھے۔ بیٹھتے ہی انصار سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم میں نہایت عزت اور وقعت والے ہیں اور ہم ان کے حامی اور مددگار ہیں۔ اب وہ تمہارے یہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اگر تم لوگ ان کی پوری طرح حمایت اور حفاظت کا حق ادا کر سکو اور مرتے دم تک اس پر قائم رہنے کا وعدہ کرو تو بہتر ورنہ ابھی سے صاف جواب دے دو۔ انصار باوقار نے جواباً عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بصر وچشم حاضر ہیں۔ آپ اپنے لئے اور خداوند تعالیٰ کے لئے جو چاہیں ہم سے عہد لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ پھر

Marfat.com

اسلام پیش کیا اور قرآن مجید کی تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ چاہتا ہوں کہ اس کی عبادت اور بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(البدایہ والنہایہ: ج:3، ص:160)

اپنے اور اپنے جانثار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے یہ چاہتا ہوں کہ ہمیں ٹھکانہ دو اور جس طرح تم اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح ہماری بھی حفاظت کرو اور خوشی ہو یا رنج، راحت ہو یا کلفت، افلاس ہو یا تونگری ہر حال میں میری اطاعت کرو اور جو کچھ میں کہوں اسے سنو۔ انصار ابرار نے عرض کیا اگر ہم یہ سب کچھ کر گزریں تو ہمیں اس کا صلہ کیا ملے گا؟ اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے بدلے تمہیں جنت کی لازوال نعمتیں ملیں گی۔ انصار باوقار نے یہ سب کچھ بشرو چشم قبول کیا اور بیعت سے شرف بار ہوئے۔ (مسند احمد: ج:19، ص:272، 273)

اس موقع پر ابوالہیثم بن تیہان کہنے لگے۔ یہود کے ساتھ ہمارے تعلقات پہلے سے چلے آرہے ہیں مگر اس بیعت کے بعد وہ منقطع ہو جائیں گے۔ اس لئے کہیں ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو اللہ تعالیٰ فتح و نصرت سے ظفریاب فرمائے تو آپ ہمیں تڑپتا چھوڑ کر مکہ مکرمہ واپس ہو جائیں۔ یہ سن کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا تمہاری جان میری جان ہے جس سے تمہاری جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے جس سے تمہاری صلح ہوگی اس سے میری صلح، اب تم میرے اور میں تمہارا ہوں۔ (البدایہ والنہایہ: ج:3، ص:16)

اس پر سب نے نہایت رضا اور رغبت کے ساتھ بیعت کرلی۔ اوس اور خزرج کے اس فقید المثال تعاون اور نصرت کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں انصار کے لقب سے نوازا۔

بیعت سے فارغ ہو کر فرمایا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب منتخب کئے تھے۔ میں بھی جبرائیل امین کے کہنے پر تم میں سے بارہ نقیب چنتا

Marfat.com

ہوں۔انتخاب کے بعد نقباء سے فرمایا تم اپنی قوم کے کفیل اور ذمہ دار ہو۔جیسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حوارئین کفیل تھے۔

نقباء کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) اسعد بن زرارہ

(۲) عبداللہ بن رواحہ

(۳) سعد بن الربیع

(۴) رافع بن مالک

(۵) ابو جابر عبداللہ عمرو

(۶) براء بن معرور

(۷) سعد بن عبادہ

(۸) منذر بن عمرو

(۹) عباد بن صامت

(۱۰) السید بن خضیر

(۱۱) سعید بن خیثمہ اور

(۱۲) رفاعہ بن عبدالمنذ ر رضی اللہ عنہم

یہ عظیم المرتبت اور جلیل القدر قافلہ بیعت وارشاد اور عہد و پیماں سے فارغ ہو کر وطن واپس ہونے لگا تو بے حد ادب و احترام کے ساتھ یہ درخواست مقصود کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں پیش کی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں قدم رنجہ فرما ہوں تو ''چشم ماروشن دل ماشاد'' ہم دل و جان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شگفتہ دھن ہوئے۔

ابھی تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ معظمہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ملی اور نہ ہی

Marfat.com

ہجرت کی جگہ صراحتاً بتائی گئی ہے جس وقت اور جس جگہ کا حکم ہوگا میں ہجرت کروں گا۔
انہی الفاظ مبارکہ کے ساتھ انصار باوقار کو الوداع کیا۔ (طبقات ابن سعد)

ہجرت مدینۃ المنورہ

تیرہ سال کا جاں گداز عرصہ کفار ناہنجار کے ظلم وتشدد سہتے گزر گئے۔ دعوت حق کے جواب میں ہر سو تلواروں کی جھنکار سنائی دے رہی تھی۔ بالآخر مسلمانوں کو دارالامان مدینہ منورہ میں ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی۔ اگرچہ مکہ معظمہ کے اطراف میں بعض صاحب ثروت مسلمان حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور تصرف کے لئے اپنی جان نثارانہ خدمات کی پیشکش کرتے رہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شکریہ کے ساتھ اسے مسترد فرما دیتے کیونکہ کارساز قضا وقدر نے اس شرف سے انصار کو مشرف کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس طرح نبوت کی ابتدا رویائے صالحہ سے ہوئی اس طرح ہجرت سے پہلے بھی رویائے صالحہ کا ظہور ہوا۔ ابتداءً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ہجرت کی جگہ دکھا دی گئی جو انتہائی سرسبز وشاداب مقام تھا مگر جگہ کا نام نہیں بتایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ شاید وہ مقام یمامہ یا ہجر ہو۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تردد میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے مدینہ منورہ کو ہجرت کے لئے مختص کر دیا۔ (بخاری شریف: ج:10، ص:551)

ادھر نبوت کے تیرھویں سال کا آغاز ہو چکا تھا۔ خوش آئند سال اپنی ابر نو بہاری کا جوبن دکھا رہا تھا۔ آسمان مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً پہ شبنم افشانی میں مصروف اور آفتاب عالم تاب رسالت جو کہ مکہ کے افق پر طلوع ہو چکا تھا۔ اب مدینہ باسکینہ کو مستفید کرنے اور نبوت کی نورانی شعاؤں سے دنیا جہاں کو بقعہ نور بنانے کا عزم عظیم لے کر ایک عالم گیر انقلاب کا آغاز کرتا ہے۔

27 صفر المظفر 13 نبوت بروز پنج شنبہ 12 ستمبر 621ء کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت میں کفار نابکار کے محاصرہ کے

Marfat.com

دوران در دولت سے تشریف لائے اور رات کی تاریکی میں سفر با سعادت سوئے مدینہ باسکینہ کا آغاز فرمایا۔ کعبۃ اللہ کو حسرت بھری نگاہوں سے الوداع کہتے ہوئے فرمایا۔

''مکہ تو مجھے ساری دنیا سے عزیز تھا لیکن تیرے فرزند مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔''

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں جبل ثور کی چوٹی پر تین دن غار ثور کو رونق بخشی اور منزل بامنزل سوئے مدینہ گامزن ہو گئے۔

عاشقان رسول کا انتظار واضطرار

مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں یہ فرحت انگیز خبر گونج رہی تھی کہ فخر کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ عاطفت وشفقت اس شہر پہ جلوہ فگن ہونے کو ہے۔ شاہ دوسرا کی سواری مکہ معظمہ سے سوئے بطحا رواں دواں ہے۔ مدینہ منورہ کے پیر وجواں، صغیر وکبیر، عورتیں اور بچے حتیٰ کہ اشجار واحجار بھی ہمہ تن چشم انتظار بنے ہوئے تھے۔ معصوم بچے سرور وانبساط اور فرحت ونشاط میں نغمہ سرا تھے۔

''رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد ہے''

انتظار کے بے تابی اور لقائے روح زیبا کا شوق اہالیان مدینہ منورہ کو ہر روز علی الصبح شہر سے دور راستہ میں لا کھڑا کر دیتا۔ مضطرب دل وجان اور بے تاب نگاہیں کوسوں دور تک اپنا گوہر مقصود تلاش کرتیں جب سورج میں تمازت اور گرمی میں شدت کا غلبہ ہو جاتا تو حسرت ویاس کے ساتھ واپس لوٹ جاتے۔ یہ ان کا معمول بن گیا تھا۔ ادھر وہ قدسی صفات قافلہ سنگلاخ راستوں کی جان لیوا صعوبتوں سے دوچار ہوتا پہاڑیوں اور وادیوں کے خاردار دامنوں سے گزرتا مدینہ منورہ کی سرزمین پر جلوہ ریز ہوتا ہے۔ اہل مدینہ نے ایسا پرخلوص اور پرتپاک استقبال کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ بتوں کی پرستش سے منہ موڑ کر باطل کی تیرہ وتار فضاؤں سے نکل کر اسلام کے سایہ رحمت میں پناہ لینے والے اپنے اور محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے امڈ آئے۔ ان عاشقان رسول

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کی گھڑیاں تڑپ تڑپ کر کاٹیں۔ ہجر کے دل گداز جاں سوز اور پرشوق لمحات بالآخر گزر گئے۔ مطلع نور نظر نواز اہوا۔ وہ خورشید جہاں تاب مہر رسالت، نورین، شمع صدق و یقین، جان حرم جلوہ نما ہوا۔ فخر موجودات، مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اہل مدینہ ہی نہیں شجر و حجر چرند پرند بلکہ موجودات کی ہر چیز نے خوشیاں منائیں۔ اہلیان مدینہ کی مسرتوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے خوشی سے تمتماتے چہروں شادمانی سے لبریز سینوں اور خوشی سے چھلکتے ہوئے آنسوؤں کی منظر کشی الفاظ میں نہیں ہو سکتی۔ ہر دل مہمان ذی شان کے لئے بے تاب و بے قرار اور ہر آنکھ اس تجلی کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے مضطرب تھی۔ ایک دن حسب معمول جب انتظار بسیار کے بعد گھروں کو جا چکے تھے تو ایک یہودی کی نگاہ اچانک اس قدسی صفات قافلہ پر پڑی جس کے لئے سب بے تاب اور بے چین تھے۔ وہ ضبط سخن نہ کر سکا اور بے ساختہ پکار اٹھا۔

اہل عرب تمہیں جس مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار تھا وہ تشریف لے آئے۔

جب حبیب، مدنی تاجدار یار غار صدیق باا عتبار کی معیت میں سفید براق پوشاک زیب تن کئے مدینہ کے افق پر بدر منیر بن کر چمکے ہر سمت اللہ اکبر کی ایمان افروز اور وجد آفرین صدا گونجنے لگی۔ انصار فرط سرور میں ہتھیار سجا سجا کر بے تابانہ گھروں سے نکل آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے لگے۔

(بخاری شریف: ج:1،ص:554)

جس دن مدینہ کریمہ کے افق پر سراجا منیرا اپنی عالمگیر درخشانی و تابانی کے ساتھ چمکا۔ مدینہ کی رنگینیوں اور نیرنگیوں میں عظیم انقلاب بپا ہو گیا۔ فضا معطر ہو گئی اور ہاتف نے رشد و ہدایت اور توحید و رسالت کے نشو و نما اور ارتقاء کی تاریخ سنہری حروف میں رقم کی۔

قباء میں آمد

مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں تقریباً تین میل کے فاصلہ پر انصار کے متعدد

Marfat.com

قبائل آباد تھے۔ اس بستی کا نام عالیہ اور قباء مشہور تھا۔ قبا ایک کنویں کا نام تھا جس کی نسبت سے بستی کا نام بھی قباء مشہور ہو گیا۔ (معجم البلدان ج:7،ص:20)

ان قبائل میں عمرو بن عوف کا خاندان بے حد ممتاز اور معزز تھا جس کے سردار کلثوم بن الہالم تھے۔ فخر کون و مکاں، سرور زمین و زماں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بستی میں ورود مسعود محمود ہوا تو آپ نے کلثوم بن الہدم کے گھر کو قدوم میمنت لزوم سے رونق بخشی، سارا خاندان جوش مسرت سے با آواز بلند اللہ اکبر پکار اٹھا۔ قسام ازل نے مہمان نوازی کا شرف اسی خاندان کے مقدر میں لکھا تھا کہ شاہ دوسرا، میزبان دو عالم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہی کی میزبانی کو شرف قبولیت سے نوازیں۔

انصار ہر طرف سے جوق در جوق آئے اور جوش عقیدت سے سلام محبت پیش کیا۔

(روض الانف: ج:2،ص:10)

بعض روایات میں ہے کہ

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں سیدنا سعد بن خیثمہ کے مکان میں راحت گزیں ہوئے تھے لیکن امام ابن ہشام المتوفی 213ھ اور امام ابن سعد المتوفی 230ھ نے دونوں روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام سیدنا کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے گھر تھا لیکن لوگوں کی ملاقات اور زیارت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سیدنا سعد بن خیثمہ کے گھر ہوا کرتی تھی۔ موصوف کے بیوی بچے نہ ہونے کی وجہ سے اپنا مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست گاہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ ان کے مجرد ہونے ہی کی وجہ سے ان کے مکان کا نام ''بیت العزب'' مشہور تھا۔

امام سہیلی المتوفی 581ھ/1185ء بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔

(روض الانف ج:2،ص:11)

جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ہجرت مدینہ کی اجازت مل گئی تو وہ مختلف جماعتوں اور گروہوں کی صورت میں مدینہ منورہ جانے لگے۔ سب سے پہلے یہ شرف سیدنا مصعب

Marfat.com

بن عمیر رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مبلغ اور معلم بنا کر بھیجا تھا۔ان کے بعد سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم پھر سیدنا بلال، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم پھر ان کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بیس افراد کی جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائے یہ جماعت ان کے خاندان کے افراد پر مشتمل تھی۔(بخاری شریف ج:1،ص:558)

بعض روایات میں ہے کہ

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بعد عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی حثمہ کے ساتھ ہجرت کی اور اس طرح عورتوں میں وہ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے ہجرت کی۔

ایک روایت کے مطابق حضرت عامر بن ربیعہ بھی دس افراد کی جماعت کے ساتھ مدینہ تشریف لائے تھے جن میں یہ حضرات بھی شامل تھے۔

عامر کی بیوی ام عبداللہ بن ابی حثمہ، ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ان کی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلمہ، ابوحذیفہ بن عتبہ، شماس بن عثمان بن الشرید اور عبداللہ بن جحش۔

(فتح الباری، ج:7،ص:260)

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے۔ان میں سے بعض حضرات سیدنا کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ کے ہاں رونق افروز تھے۔جن میں حضرت ابوعبیدہ حضرت مقداد حضرت خباب، حضرت سہیل، حضرت صفوان، حضرت عیاض، حضرت عبداللہ بن مخرمہ، حضرت عمیر بن عوف رضی اللہ عنہم شامل تھے۔(طبقات ابن سعد)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین دن بعد مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔

قباء پہنچ کر وہ بھی سیدنا کلثوم بن الہدم ہی کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔

Marfat.com

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم چودہ دن قبا میں قیام کرنے کے بعد مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔(مسلم شریف،ج:1،ص:270)

قدیم قبائل کے محلات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو اس وقت مختلف قبائل کے وہاں نو محلات پائے جاتے تھے۔جنہیں ''دار'' کہا جاتا تھا۔ہر ایک محل پوری بستی پر محیط ہوتا جس میں کھجوروں کے باغات اور زراعت کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگ آباد ہوتے تھے۔(البدایہ والنھایہ:ج:3،ص:201)

ان میں یہ ہیں۔

(۱) دار بنی اغنم

(۲) دار بنی بیاضہ

(۳) دار بنی دینار بنی النجار

(۴) دار بنی ساعدہ

(۵) دار بنی اسلم بن عوف

(۶) دار بنی عبدالاشہل

(۷) دار بنی مالک بن النجار

(۸) دار بنی الحارث بنی الخزرج اور

(۹) دار بنی خدرہ وغیرہ

بعدازاں جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کشادگی اور آسائش سے نوازا تو انہوں نے بھی متعدد ''دار'' بنائے اور بعض نے دوسروں سے بھی خرید لئے جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔

Marfat.com

(۱) دار عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

یہ محل مسجد نبوی شریف کے جنوب میں واقع تھا اور دار آل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور تھا۔ بعد میں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو والد گرامی قدر کی وراثت میں ملا تھا جس وقت ان کا حجرہ مسجد نبوی کی توسیع میں آ گیا تو انہوں نے اس دار میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ مسجد کے جنوب میں اس دار تک زیر زمین راستہ بھی تھا جو 888ھ میں بند ہو چکا تھا۔ بعد کے کسی دور میں دار کو مدرسہ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

جیسا کہ الشیخ عبدالقدوس الانصاری کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ 1353ھ/1934ء میں اس جگہ عظیم الشان مدرسہ قائم تھا۔ (آثار مدینہ:30)

(۲) دار جعفر رضی اللہ عنہ

یہ دار سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دار کے جنوب میں واقع تھا۔ بعد میں "دار نائب الحرم" سے شہرت پذیر ہوا۔ پہلے یہ حارث بن النعمان الانصاری کی ملکیت تھا پھر موصوف کو منتقل ہوا۔ نویں صدی ہجری میں عمارت منہدم ہو جانے کی وجہ سے میدان سا بن گیا۔ جیسے شیخ حرم النبوی الشجاعی شاہین الجمالی نے خرید کر مکان تعمیر کر لیا۔ بالآخر 1353ھ/1934ء میں اوقاف مسجد کے زیر تحویل آ گیا۔ (آثار مدینہ:30)

(۳) دار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

مسجد نبوی شریف کے مشرق میں سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دو مکان تھے جو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں تعمیر کئے تھے۔ ان میں سے ایک مکان بعد میں رباط (سرائے) کے طور پر استعمال ہوتا رہا اور موجودہ توسیع مسجد نبوی تک قائم تھا۔ جو "رباط سیدنا عثمان" کے نام سے مشہور تھا۔

(آثار مدینہ:30)

Marfat.com

(۴) دار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

مسجد نبوی شریف کے مشرقی جانب دار عثمان رضی اللہ عنہ کے شمال میں واقع تھا۔ اسی طرح دار ریطہ دار خالد بن الولید اور دار مروان بن الحکم وغیرہ کتنے ہی دار پائے جاتے تھے۔ (آثار مدینہ: 37)۔

مدینہ منورہ کے قلعے

عرب قوم جنگ جو ہونے کی وجہ سے ہر ایک قبیلہ نے اپنا اپنا قلعہ بھی بنا رکھا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قلع نہ گرائے جائیں کیونکہ یہ مدینہ منورہ کی زینت ہیں۔

(مجمع الفوائد: ج: 1، ص: 201)

مختلف قبائل کے تعمیر کردہ بعض قلعے حسب ذیل تھے۔

بنوانیف کا قلعہ الاجش قبا میں واقع تھا۔ حیان بن عامر کے دو قلعے ''نواحان'' کے نام سے مشہور تھے۔ بنی عبید کا قلعہ بیر عذق کے قریب دار حمید بن دینا میں تھا۔ دبرہ بن ثعلبہ کا قلعہ بیر عزف اور لمبقرعہ کے درمیان تھا۔

(عمدۃ الاخبار ص: 21)

شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی المتوفی 1377ھ/1957ء بیان کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ کے مشرق، مغرب اور جنوب میں زمین دوز سنگ خارا کے پہاڑ پائے جاتے ہیں۔ ان ہی کو حرہ اور لابہ کہتے ہیں۔ یہ پتھر سیاہ اور نہایت سخت ہوتے ہیں۔ انہی سے مدینہ منورہ کی عمارتیں پائی جاتی ہیں۔ اونچے پہاڑ بھی قریب میں واقع ہیں۔ بالخصوص سلع مگران کے پتھر سنگ خارا کی قسم کے نہیں ہیں اور نہ ہی اتنے مضبوط ہیں۔ پتھروں کی تجارت اور رگڑائی کرنے والے انہیں زیر زمین حروں میں سے بارود کے ذریعہ توڑ کر پھر پتھروں سے ٹکڑے کر کے گدھوں اور خچروں پر لاد کر تعمیر کے مقام تک پہنچاتے ہیں۔

Marfat.com

چھتوں میں شہتیر کے طور پر عموماً کھجور کے تنے ڈالے جاتے ہیں اور مضبوط بھی ہوتے ہیں البتہ جولوگ بہت زیادہ امیر ہوں وہ امیر اور عمارت بنوانا چاہیں تو چھت میں جاوی لکڑی کے تین تین، چار چار انچ موٹے شہتیر ڈالتے ہیں چونکہ جاوی لکڑی بہت گراں ہوتی ہے اس لئے عام طور پر کڑیوں میں استعمال نہیں ہوتی۔ البتہ دروازے، کھڑکیاں، طاقچے، طاق اور روشن دان وغیرہ اسی لکڑی کے بنائے جاتے ہیں۔ معمولی اور غریب لوگ مکانات کی چھتوں میں جھاؤ اور ببلو کی موٹی شاخیں لکڑی کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ کڑیوں پر کھجور کے ڈنٹھر (شاخیں) بچھا کر ان پر کھجوروں کے بورے بچھائے جاتے ہیں۔ جن پر گارا ڈال کر پھر خشک مٹی ڈال دی جاتی ہے۔

(نقش حیات: ص:85)

موجودہ دور میں ''پختہ اینٹ'' مٹی کے پختہ بلاک، سیمنٹ لوہے اور کنکریٹ سے مکانات تعمیر کئے جاتے ہیں۔ عمارتوں کی بلندی تک سامان پہنچانے کے لئے کرین استعمال ہوتے ہیں جبکہ چھت پر لینٹر ڈالنے اور کنکریٹ، ریت سیمنٹ پانی وغیرہ کو مکس کرنے کے لئے بھی خودکار مشین استعمال کی جاتی ہے۔ جدید تعمیراتی مشینری سے تعمیر کے کام میں بے حد سہولت اور مضبوطی آ گئی ہے۔

ان کے یہ تعمیراتی مراحل بے حد مشکل اور بناوٹ کے لحاظ سے خوبصورت ہوتے ہیں۔ جب عمارتوں کی طرف نظر کی جائے تو بے حد خوبصورت لگتے ہیں اور ان کی ڈیزائننگ کا ایک نرالہ انداز ہے ایسے لگتا ہے جیسے کاریگر نے اس کو سجانے میں وقت لگایا ہوگا۔ بہرحال مدینہ منورہ کی موجودہ تعمیرات بہت ہی خوبصورت ہے اور دیکھنے والے کو ایک انوکھا فن محسوس ہوتا ہے۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مقدس مکانات

مدینہ کریمہ کے باشندے اپنے پرانے تمدن میں فخر اور سرور محسوس کرتے تھے۔ سادگی عربوں کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ خوراک، لباس اور رہائش ہر چیز میں سادگی

Marfat.com

کارفرما تھی پھر شاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہی محلات نے اسے اور بھی تقویت پہنچائی آپ نے اپنی حرم سراؤں کے لئے جو مکانات تعمیر کیے وہ سادگی کا ایسا نادرالوجود نمونہ تھا جن کی مثال دنیا کے سلاطین وامراء کے مکانات میں ملنے کا وہم بھی نہیں ہوسکتا۔ فخر کون و مکان سلطان زمین وزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ دنیا کے خزانے قدموں پر نچھاور ہو رہے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ شہنشاہ کونین کا اعزاز حاصل ہونے کے باوجود فقر و زہد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سرمایہ افتخار تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حرم سراؤں کے لئے جو محلات تیار کرائے وہ کھجور کی شاخوں پتوں اور کچی اینٹوں سے بنے ہوئے تھے۔ مدینہ طیبہ میں جلوہ افروز ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کیا۔ اس سے فارغ ہو کر امہات المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکانات بنوائے۔ بعدازاں جب کوئی خاتون حرم نبوی میں داخل ہوتیں تو ان کے لئے علیحدہ حجرہ بنوالیا جاتا۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے تعمیر ہوئے جن کی کیفیت محدثین اور مؤرخین کے ارشادات کی روشنی میں سپرد قلم کی جاتی ہے۔

ازواج مطہرات کے حجرے مسجد شریف کے جنوب، مشرق اور شمال میں واقع تھے۔ حضرت عمران بن ابی انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چار حجرے کچی اینٹوں کے جن کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی جبکہ پانچ حجرے صرف مٹی اور کھجور کی ٹہنیوں کے تھے۔ ان کے دروازوں پر کمبل یا ٹاٹ کے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ پردے تین ذراع لمبے اور ایک ذراع چوڑے تھے یعنی ½4x½1 فٹ لمبے چوڑے تھے۔ 5ھ/626ء کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ دومۃ الجندل میں مصروف تھے تو اس دوران ام المومنین سیدہ ام سلمٰی رضی اللہ عنہا نے اپنا حجرہ کچی اینٹوں سے بنوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو پہلی نظر اسی پر پڑی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا یہ کیا ہے؟ انہوں نے بڑے ادب سے عرض کیا۔ اس سے لوگوں کی نظروں سے پردہ پوشی ہو جائے گی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام سلمیٰ (رضی اللہ عنہا) بے شک جس بری چیز پر مسلمان کا مال خرچ ہوتا ہے وہ تعمیر مکان ہے۔ (طبقات ابن سعد: ج:2،ص:284)

تمام حجرات کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے جبکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے دو دروازے تھے ایک مغرب کی طرف مسجد میں اور دوسرا شمال کی طرف تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ کا ایک ہی کواڑ عرعر یا ساج کی لکڑی کا تھا۔ دوسرے حجروں کے کواڑ نہیں تھے۔ (اخبار مدینہ:73،74)

سیدنا حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ کی مسجد نبوی شریف کے متصل کچھ جائیداد تھی۔ جو بوقت ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سمیت تمام حجرے انہی کی اراضی پر تعمیر ہوئے۔ (اخبار مدینہ:74)

امہات المومنین کے حجرات کی ترتیب اس طرح تھی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد کے جنوب مشرق میں تھا جہاں اس وقت سید الاتقیاء و لابرار مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ اطہر جلوہ نما ہے۔ اس کے متصل جنوب کی طرف قبلہ والی دیوار کے ساتھ سیدہ سودہ اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے مکانات تھے جبکہ سیدہ ام سلمیٰ، سیدہ ام حبیبہ، سیدہ زینب، سیدہ جویریہ، سیدہ میمونہ اور سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن کے مکانات شمال کی طرف واقع تھے۔

(سیرت النبی ج:1،ص:287)

یہ شاہی محلات جن میں سے ہر ایک دس ذراع (15 فٹ) لمبا چھ ذراع (9 فٹ) چوڑا تھا اور چھت اتنی اونچی تھی کہ آدمی بسہولت چھو لیتا تھا۔

Marfat.com

جیسا کہ حضرت حسن بن ابی الحسن البصری بیان کرتے ہیں۔

جب میں بالغ ہونے کے قریب تھا تو اپنی والدہ خیرہ رضی اللہ عنہا جو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھیں کے ساتھ ان حجروں میں جاتا تھا میں بآسانی چھت کو چھو لیتا تھا۔ (البدایہ والنھایہ: ج:3، ص:220)

ان حجروں میں رات کو روشنی کرنے کے لئے چراغ تک نہیں ہوتا تھا۔

(بخاری شریف: ج:1، ص:56)

الشیخ ابراہیم رفعت پاشا امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حجروں کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں۔ سید الابرار باذن پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ مبارکہ جو بیت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔ مسجد شریف کے جنوب مشرقی کونے میں تھا۔ اس کے جنوب میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا۔ ان دونوں کے درمیان ایک تنگ سا راستہ تھا۔ اس طرح جنوب میں محراب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تک مشرق میں باب النساء کی طرف اور شمال میں باب النساء اور باب الرحمۃ کے مابین منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے محاذات تک حجرے بنے ہوئے تھے۔ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی بھی حجرہ مسجد کے ساتھ ملا ہوا نہیں تھا۔ (مراۃ الحرمین: ج:1، ص:472)

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا عقد جب سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گیا تو انہوں نے مسجد نبوی سے کچھ فاصلہ پر مکان لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت تھی کہ ہمارے قریب رہیں۔ اس لئے اپنے مکان میں منتقل کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی۔ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے ہمارے لئے مکان کی جگہ حاصل کر لی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے پہلے ہی ہمیں بہت زیادہ اراضی دی ہے۔ مزید طلب کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہوتی ہے مگر جب سیدنا حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ خود حاضر خدمت اقدس ہو کر عرض کرنے لگے کہ میرا مال و دولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے جو چیز آپ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم قبول فرما لیتے ہیں۔ میرے نزدیک ترکہ چھوڑنے سے بدرجہ بہتر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خیر و برکت کی دعا سے نوازا اور سیدہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے قریب شمال میں اپنی لاڈلی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لئے ایک قطعہ اراضی حاصل کر لیا اور اس طرح سیدنا حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی مسجد کے متصل تمام جائیداد امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی نذر ہو گئی۔

(طبقات ابن سعد: ج:2، ص:234)

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں سیدہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف ایک کھڑکی تھی۔ جس نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اور ان کے اہل وعیال کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ (اخبار مدینہ: ص:75)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنا حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے وہ حجرہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ یا اسی ہزار درہم میں خرید لیا تھا۔ لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قابل رشک فیاضی کا کیا کہنا۔ جنہوں نے اسی مجلس میں وہ خطیر رقم غرباء و مساکین میں بانٹ دی اور اپنے لئے کچھ بھی نہ رکھا۔

(طبقات ابن سعد: ج:8، ص:284)

حضرت عطاء خراسانی کا بیان ہے کہ

جس وقت ولید بن عبدالملک کی طرف سے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مقدس حجروں کو منہدم کر کے مسجد نبوی میں داخل کرنے کا حکم نامہ مدینہ منورہ میں پڑھا گیا میں وہاں موجود تھا۔ اس بات سے اہلیان مدینہ کو سخت صدمہ پہنچا اور وہ زار و قطار رونے لگے۔ ان لوگوں کا رونا اس قدر رقت انگیز اور دل دوز تھا کہ میں نے کبھی کسی کو اتنی شدت سے روتے نہیں دیکھا۔ اس موقع پر سیدنا سعید بن مسیب کہہ رہے تھے واللہ! میری دلی چاہت تھی کہ ان مقدس حجروں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تاکہ مدینہ منورہ میں آئندہ پیدا

Marfat.com

ہونے والے اور اطراف و اکناف سے آنے والے مسلمان ان کی زیارت سے مشرف ہوتے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و تقویٰ اور سادگی سے عبرت حاصل کرتے اور انہیں مال کی کثرت اور باہم فخر کرنے سے نفرت ہوتی۔

حضرت عمران بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں نے مسجد نبوی شریف میں چند معززین کی جماعت دیکھی جس میں سیدنا ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، ابوامامہ بن سہل اور خارجہ بن زید وغیرہ شامل تھے۔ وہ لوگ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مکانات گرائے جانے کے دل دوز و جگر سوز واقعہ پر آنسوؤں کی ندیاں بہا رہے تھے۔ ان کی اشک بار آنکھوں نے داڑھیوں کو تر کو دیا تھا اور سیدنا ابوامامہ فرماتے تھے کاش یہ لوگ ان مکانات کو اسی حال میں چھوڑ دیتے۔ انہیں منہدم نہ کرتے آئندہ آنے والی نسلیں انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کرتیں اور ان کے دل میں تعمیرات کی نفرت اور سادگی کا جذبہ پیدا ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ غنائم سے نوازا تھا ان کی زندگی کتنی سادہ اور بے تکلف تھی۔

(طبقات ابن سعد: ج:2،ص:285)

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے تمام حجرے بشمول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے منہدم کر کے مسجد نبوی میں شامل کر دیئے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات بھی کچے، سادہ اور بے تکلف تھے لیکن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر، قرآن مجید کی تلاوت، نماز اور عبادت کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے انوار و برکات سے معمور تھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان مکانوں کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

تیرہ سو سال کا طویل زمانہ گزر جانے کے باوجود مدینہ منورہ کی تمدنی ترقی میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہ ہوئی۔ لوگ قدامت پسند ہونے کے باعث قدیم تمدن پر مسرور

Marfat.com

ہیں۔

جیسا کہ 1317ھ/ 1899ء میں علامہ ابراہیم رفعت پاشا مصری اور 1329ھ/1911ء میں الشیخ محمد لبیب البتونی کی تحریروں سے واضح ہوتا ہے۔

علامہ رفعت پاشا لکھتے ہیں۔

اب بھی مدینہ منورہ کے اکثر مکانات بے ترتیب پتھروں کے بنے ہوئے ہیں۔ چھوٹے اور تنگ کمرے ہیں۔ تعمیر میں ترتیب ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ دو تین منزلہ مکان بھی ہیں۔ گلیاں بھی بہت تنگ۔ جو دو میٹر سے زیادہ چوڑی نہیں ہیں۔ سڑکیں صرف چار میٹر چوڑی ہیں۔ البتہ امراء اور رئیس لوگوں کے مکانات خوبصورت اور مضبوط بنے ہوئے ہیں جن کے سامنے کا حصہ پختہ اینٹوں سے تعمیر شدہ اور دروازے زمین سے اونچے ہیں۔

غیر مسلم مؤرخین نے بھی اس تمدنی پسماندگی کا تذکرہ کیا۔

جیسا کہ ڈاکٹر گستاؤلی بان لکھتا ہے۔

مدینہ کی پیداوار وہاں کے باشندوں کے لئے کافی نہ ہونے کی وجہ سے اشیائے ضرورت درآمد کی جاتی ہیں۔ مدینہ میں مکانات تراشیدہ پتھروں کے ہیں جن کے درمیان فاصلہ نہیں ہے۔ تمام مکان جڑے ہوئے ہیں۔ کچھ مکان دو منزلہ بھی ہیں۔ سڑکوں اور گلیوں میں پتھروں کا فرش ہے۔ (حضارۃ العرب:54)

تعمیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جیسا کہ معلوم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ میں قدم مبارک رکھا تو سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کو اپنے قیام سے رونق بخشی۔ دعوت اسلام کی ہمہ وقتی مصروفیت، وفود کی ملاقاتوں کا لامتناہی سلسلہ اور جاں نثار مسلمانوں کے بہت سے دوسرے حل طلب مسائل کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے ایک مضبوط مرکز کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر تعمیر مسجد کا منصوبہ فوری طور پر بنا لیا۔

Marfat.com

اگر چہ کسی روایت سے قطعی طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ مسجد نبوی شریف کا سنگ بنیاد کس دن اور کون سی تاریخ کو رکھا گیا۔ البتہ مختلف روایات کی کڑیاں باہم ملانے سے تخمیناً تاریخ اور دن کا پتہ چل سکتا ہے۔ یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قباء میں ورود مسعود حسب ذیل تاریخ کو ہوا۔

بروز شنبہ 8 ربیع الاول 13 نبوت مطابق 20 ستمبر 222ء

(روض الانف: ج:2، ص:10)

صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتب احادیث اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں 14 دن قیام فرمایا۔

(صحیح بخاری ج:1 ص:560)

اور پھر قباء سے مدینہ منورہ کے لئے جمعہ کے دن روانگی فرمائی۔

(اخبار مدینہ:680)

اس اعتبار سے مدینہ کی روانگی کی تاریخ حسب ذیل ہوگی۔

بروز جمعتہ المبارک 22 ربیع الاول 13 نبوت مطابق 14 اکتوبر 622ء مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دن مختلف مقامات پر نماز پڑھتے رہے۔ کبھی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کی مسجد میں اور کبھی کسی دوسری جگہ بھی پڑھ لیتے۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد تعمیر کرنے کا پروگرام بنالیا۔

چنانچہ امام نورالدین علی بن سید ابوالحاسن عبداللہ بن شہاب الدین عباسی السمودی التوفی 911ھ/1505ء اور امام عمادالدین ابن کثیر التوفی 774ھ/1373ء کی بیان کردہ روایت کے مطابق

"وثبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العریش اثنتی عشرۃ لیلۃ حتی بنی المسجد"

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد نبوی شریف کی تعمیر حسب ذیل تاریخ کو

Marfat.com

شروع کی گئی تھی۔

بروز سہ شنبہ 4 ربیع الثانی 13 نبوت مطابق 16 اکتوبر 622ء یہ سنگ بنیاد کسی پر شکوہ اور فلک بوس عمارت کا نہیں۔ بلکہ ایک انتہائی سادہ سی مسجد کا رکھا جا رہا تھا۔ اگرچہ اس کی عمارت دنیوی نقش و نگار سے معراء نہیں تھی مگر اسلام کی شان شوکت کی نشانی۔ معراج انسانی کا نقطہ عروج، رضائے الٰہی کا مرکزی اور حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا مظہر جمیل تھا۔

بھلا اس سے زیادہ باعظمت عمارت، اس سے پاکیزہ تر تعمیر اور اس سے زیادہ مقدس جگہ کون سی ہو سکتی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سجدہ گاہ ہونے کا شرف نصیب ہوا ہے۔ جسے تبلیغ و تسلیم کا مرکز دینی سطوت کا نشان اور اسلام کی سر بلندی و سرفرازی کا سرچشمہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اسی کی کھجوروں کی بنی ہوئی بے نمود چھت پر شب و روز اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اس میں سجدہ ریز بندگان خدا بھی سادگی کا مرقع خلوص کے پیکر، ایثار کے مجسمے، شمع رسالت کے پروانے اور جان نثاران، شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانے تھے۔ جن کے لئے تمام نعمت و سعادت صرف دیدار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

جب اونٹنی بیٹھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری آل میں سے کس کا مکان قریب ہے؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرا مکان قریب تر ہے۔ یہ میرا مکان اور یہ اس کا دروازہ ہے۔ (صحیح بخاری ج:1 ص:556)

مسلم شریف کی روایت میں ہے۔

جب لوگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کے بارے میں جھگڑا ہونے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں بنو نجار کے ہاں اتروں گا جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الزہد باب الہجرۃ ج:2 ص:419)

Marfat.com

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔

مدینہ منورہ زادہا اللہ تنویرا میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورود مسعود ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی مدینہ میں واقع مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا بیٹھی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"ھذا ان شاء اللہ المنزل"

اس جگہ مسلمان نماز پڑھتے تھے اور وہ قطعہ اراضی سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے زیر کفالت دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھا جو وہاں کھجوریں خشک کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچوں کو بلایا اور اس جگہ مسجد بنانے کے لئے اس کھلیان کی قیمت دریافت فرمائی۔ ان بچوں نے قیمت لینے سے انکار کیا اور بلا معاوضہ ہبہ کرنے کی پیش کش کی مگر محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اسے مسترد فرما دیا۔

جیسا کہ بخاری شریف کی اس روایت سے عیاں ہے۔

فابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقبلہ منہما ھبۃ حتیٰ ابتاعہ منہما ثم بناہ مسجدا (صحیح بخاری، ج:1، ص:555)

"آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بلا قیمت قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ بالآخر ان سے قیمتاً خرید کر وہاں مسجد بنا دی۔"

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے ہاں قباء میں چودہ دن قیام فرمایا پھر قبیلہ بنو نجار کو طلب فرمایا۔ وہ لوگ ہتھیار سجا کر بڑی شان و شوکت کے ساتھ حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ جب ہم چشم شعور سے دیکھتے ہیں تو اب بھی وہ منظر ہماری آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگتا ہے۔

تو ہاں! رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف تھے اور بنونجار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سامان حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ کے سامنے اتار دیا۔

ابتدائی ایام میں جہاں نماز کا وقت ہوتا۔ وہیں نماز پڑھ لی جاتی۔ بعض اوقات بکریوں کے باڑہ میں بھی پڑھ لیتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونجار کے سرکردہ افراد کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ تم اپنا یہ باغ میرے ہاتھوں فروخت کر دو۔ انہوں نے جواباً عرض کیا۔ نہیں خدا کی قسم! ہم اس کا معاوضہ اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ (صحیح البخاری: ج:1، ص:561،560)

پہلی روایت میں لفظ مرید اور دوسری میں ''حائط'' استعمال ہوا ہے جبکہ بظاہر دونوں الفاظ کا اطلاق دو مختلف چیزوں پر ہوتا ہے۔ ''مرید'' اس جگہ کو کہا جاتا ہے جہاں کھجوریں خشک کی جائیں۔

اور امام اصمعی کہتے ہیں کہ

بھیڑ بکری اور اونٹوں کے باندھنے کی جگہ کو بھی مرید کہا جاتا ہے جبکہ حائط سرسبز و شاداب باغ کو کہا جاتا ہے۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ اس جگہ پہلے باغ ہو جو بعد میں مرید کی صورت اختیار کر گیا ہو۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہاں کچھ حصہ میں باغ تھا اور کچھ مرید کے طور پر استعمال ہو رہا تھا۔ (فتح الباری: ج:7، ص:246)

علاوہ ازیں پہلی روایت میں قیمتاً خریدنے کا ذکر ہے جبکہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں بلامعاوضہ پیش کرنے کا تذکرہ لئے۔ ان دونوں روایات کو اس طرح یکجا کیا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں نے ہبہ کرنے کی پیش کش تو ضرور کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بلاقیمت قبول فرمانے سے انکار کر دیا تو انہیں قیمت ادا کر دی گئی۔ جیسا کہ امام ابن سعد المتوفی 230ھ/844ء اور علامہ کرمانی نے امام زہری سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قطعہ اراضی دس دینار میں خریدا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہ رقم ادا کر دیں۔ (ارشاد الباری ج:3، ص:329)

امام نووی المتوفی 676ھ/1277ء اسی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں کہ وہ جگہ دس دینار میں خریدی اور رقم حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے ادا کر دی۔ (شرح مسلم: ج:1، ص:210)

وہ افتادہ اراضی جس میں قبور کھجور کے درخت ناہموار زمین اور برساتی نالہ تھا۔

(وفاء الوفا، ج:1، ص:233)

اس جگہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سیدنا اسعد بن ازارہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی پنجگانہ نماز اور جمعہ پڑھاتے تھے۔ اس پر چھت نہ تھی۔

(وفاء الوفاء، ج:1، ص:232)

اس ضمن میں امام ابن سعد المتوفی 230ھ/844ء بیان کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اس جگہ سیدنا اسعد بن ازارہ رضی اللہ عنہ نے ایک احاطہ کی شکل میں مسجد بنا رکھی تھی جو بغیر چھت کے تھی اور قبلہ بیت المقدس کی جانب تھا۔ جہاں حضرت اسعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ (معالم دار الہجرۃ:42)

حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی 852ھ/1422ء نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ نیز وہ لکھتے ہیں کہ جس جگہ اونٹنی بیٹھی تھی اسی مقام پر تعمیر مسجد کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر شریف نصب کرایا تھا۔ (فتح الباری: ج:7، ص:246)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اس جگہ کھجور کے درخت، بعض مشرکین کی قبریں اور کچھ ناہموار جگہ تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کھجوریں کاٹ دی گئیں۔ قبریں اکھاڑ کر ہڈیاں کر دی گئیں۔ (ہڈیاں نکال کر کہیں دوسری جگہ دفن کر دی گئیں) اور نشیب و فراز کو ہموار کر کے کھجوروں

Marfat.com

کے تنے قبلہ کی سمت یعنی شمال کی جانب ایک صف میں کھڑے کر کے دیوار بنا دی گئیں اور دروازہ کی چوکھٹ کھڑی کر کے دونوں جانب پتھروں کی دیواریں بنا دی گئیں۔

(صحیح البخاری: ج:1 ص:560)

اس افتادہ اراضی میں ایک برساتی نالہ بھی واقع تھا۔ جسے ختم کر دیا گیا۔

(طبقات ابن سعد وفاء الوفاء: ج:1 ص:233)

تعمیر مسجد کے لئے کچی اینٹیں بنانے کا انتظام جنت البقیع کے مشرق میں بیر ایوب کے قریب کیا گیا تھا۔ (وفاء الوفا: ج:1 ص:238)

صحابہ کرام علیہم الرضوان بڑے وقار انہماک، ولولہ اور جذبہ کے ساتھ اینٹیں لانے میں مصروف تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شانہ بشانہ کام میں مصروف تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے ولی جذبات کا اظہار مختلف اشعار سے کر رہے تھے اور رسول اعظم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آواز سے آواز ملا کر داد تحسین دیتے۔

هذا الحمال لا حمال خيبر
هذا البر ربنا واطهر

باربرداری اور محنت مشقت جو بار آور اور نتیجہ خیز ہو وہ تو یہی ہے نہ کہ خیبر سے کھجوروں کا بوجھ اٹھانا۔

اللهم ان الاجر اجر الاخرة
فارحم الانصار والمهاجره

(صحیح البخاری ج:1 ص:555)

اللهم انه لا خير الاخير الآخرة
فانصر الانصار والمهاجرة

(صحیح البخاری ج:1 ص:560)

Marfat.com

الا ان العیش عیش الاخرۃ
فاغفر للانصار و المھاجرۃ

(سنن ابن ماجہ:54)

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھنے میں مشغول تھے۔

الا یستوی من یعمر المساجدا
ید آب فیھما قائما و قاعدا

(فتح الباری:ج:7،ص:247)

''جو آدمی اٹھتے بیٹھتے تعمیر مسجد میں مصروف ہے اور جو شخص کپڑوں کی مٹی اور غبار سے بچاتا ہے دونوں کب برابر ہو سکتے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اینٹیں اٹھانے میں مشغول تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی زیادہ اینٹیں اٹھا رکھی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک تک پہنچی ہوئی تھیں۔ میں نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ اے اللہ تعالٰی کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم یہ اینٹیں مجھے دے دیں۔ میں پہنچا دیتا ہوں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

اینٹیں تو اور بھی بہت سی ہیں تم وہاں سے اٹھالاؤ یہ میرے لئے رہنے دو ایک موقع پر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اینٹیں مجھے دے دیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذھب فخذ غیرھا فلست بافقر منی الی اللہ

(مجمع الزوائد:ج:1،ص:67)

''تم دوسری جا کر لے آؤ۔ اللہ تعالٰی کی طرف نیکیاں حاصل کرنے میں تم مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہو۔''

Marfat.com

ان مزدوراں باصفا میں سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کچھ زیادہ ہی جاں فشانی اور مستعدی سے مصروف کار تھے۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ہم لوگ ایک ایک اینٹ لاتے مگر عمار دو دو اٹھاتے تھے۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ان پر پڑی تو شفقت اور تاسف بھرے لہجے میں ان کے وجود سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا۔

''افسوس کہ عمار کو باغیوں کی ایک جماعت قتل کرے گی۔ عمار انہیں جنت کی دعوت دیں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف بلائیں گے۔''

یہ سنتے ہی حضرت عمار رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے۔ میں فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (صحیح البخاری: ج:1، ص:394)

امام سہیلی اور علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی 852ھ/1422ء بیان کرتے ہیں کہ حضرت معمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ ایک اینٹ اپنی طرف سے اور ایک اینٹ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لاتے تھے۔ (روض الانف: ج:2، ص:13)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب مسجد نبوی شریف کا سنگ بنیاد رکھا جانے لگا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا پتھر اپنے دست اطہر سے نصب فرمایا۔ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پتھر لائے اور اس کے ساتھ رکھ دیا۔ بعد میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ اپنے ہاتھ سے پتھر رکھا اور پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے نصب کردہ پتھر کے ساتھ اپنے ہاتھ سے پتھر لگا دیا۔

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ

اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم غور فرمائیں یہ لوگ کس لگن کے ساتھ کام میں

Marfat.com

مصروف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! عائشہ! (رضی اللہ عنہا) یہ لوگ میرے بعد خلعت خلافت سے نوازے جائیں گے۔

امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح اور شیخین کی شرائط کے مطابق ہے۔

(زرقانی علی المواھب: ج:1، ص:366)

سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثار صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ تعمیر مسجد میں مصروف و منہمک تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گارا پسند نہ آیا۔ میں پھاوڑہ لے کر گارا بنانے لگا۔ جب اسے اچھی طرح گوندھ کر تیار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمایا اور فرمایا کہ یمامی گارا بنانے میں خوب مہارت رکھتا ہے۔ لہٰذا اس سے یہی خدمت لی جائے۔

(مجمع الفوائد: ج:1، ص:67)

امام ابن بخار المتوفی 643ھ/1245ء بیان کرتے ہیں۔

نبی معظم رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی بنیادیں پتھروں سے اٹھائیں اور دیواریں کچی اینٹوں سے بنوائیں اور مسجد کے تین دروازے رکھے۔ ایک جنوب میں دوسرا مغرب کی طرف باب عاتکہ جسے باب الرحمت بھی کہا جاتا تھا اور تیسرا مشرق کی جانب باب عثمان جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے تھے۔ پھر جب بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ قبلہ مقرر ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوب والا دروازہ بند کر کے اس کے برابر میں شمال کی طرف دروازہ بنا دیا۔ دوسرے دونوں دروازے اپنی جگہ قائم رہے۔ مسجد مربع شکل تھی۔

جس کا طول وعرض 70x70 ذراع تھا۔ (اخبار مدینہ:69)

پہلی تعمیر کے وقت دیواروں کی بلندی قدم آدم سے کچھ زیادہ تھی۔

(معالم دار الہجرۃ:45)

Marfat.com

مسجد نبوی کی پہلی تعمیر کا حدود اربع 105 مربع فٹ تھا۔ (اخبار مدینہ:69)

مسجد کے تین دروازے تھے اور چھت نہ تھی۔ (اخبار مدینہ:69،70)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے جنوب مغرب میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تعمیر ہوا۔

مسجد کے شمال مشرقی کونے میں اصحاب صفہ کا چبوترہ تعمیر کیا گیا۔

احادیث مبارکہ اور تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں چھت کے بغیر صرف دیواروں پر مشتمل مسجد بنائی تھی پھر جب صحابہ کرام علیہم الرضوان گرمی کی شدت سے دوچار ہوئے تو اس تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھت بنانے کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھت بنانے کی اجازت عطا فرما دی۔ چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر کھجور کے ستون کھڑے کئے اور ان کے اوپر کھجور کی لکڑی شاخیں اور اذخر وغیرہ گھاس ڈال دیا۔ (اخبار مدینہ:70)

جبکہ دیواریں صرف قد آدم کے برابر بلند تھیں۔

اس کیفیت کو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کچی اینٹوں کی بنی ہوئی۔ ستون کھجور کے تنوں کے اور چھت کھجور کی شاخوں کی تھی۔ (معالم دار الہجرہ:45)

جبکہ مسجد کی چھت 8ھ میں بنائی گئی تھی۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ

چھت صرف دھوپ سے بچاؤ کے لئے بنائی گئی تھی۔ مگر اس سے بارش کا پانی نہیں رک سکتا۔ اس لئے جب پانی ٹپکنے کے باعث صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دشواری کا سامنا کرنا پڑتا تو پھر محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض پرداز ہوئے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اجازت ہو تو چھت پر مٹی ڈال دی جائے کیونکہ بارش کی

Marfat.com

وجہ سے پانی ٹپکتا ہے۔(اور نماز کی ادائیگی میں دقت پیش آتی ہے)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مسجد عرش موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہے۔

(صحیح بخاری: ج:1،ص:64)

علامہ عماد الدین ابن کثیر المتوفی 774ھ 1373ء یعلی بن شداد سے روایت بیان کرتے ہیں:

انصار باوقار کچھ مال جمع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! مسجد کو مضبوطی سے تعمیر کرنے اور اسے مزین کرنے کی اجازت عنایت کی جائے۔ہم ان تنکوں کے نیچے کب تلک نماز پڑھتے رہیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

مابی رغبۃ عن الخی موسیٰ عریسی لعریش موسیٰ

(البدایہ والنہایہ: ج:3،ص:215)

''میں اپنے بھائی موسیٰ (علیہ السلام) کے طریق سے اعراض نہیں کرنا چاہتا۔بس یہ ایک چھپر ہے۔موسیٰ (علیہ السلام) کے چھپر کی طرح۔''

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ العلام کے جس چھپر کی مطابقت کے کاربند حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس کی نوعیت یہ تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوتے تو سر چھت کے ساتھ لگ جاتا تھا۔(وفاء الوفا: ج:1،ص:233)

امام زین الدین المراغی المتوفی 816ھ/1413ء بیان کرتے ہیں کہ بالآخر حالات اور ضرورت۔کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی، گارا لگانے کی اجازت دے دی تھی جس کے باعث لوگوں نے چھت پر مٹی ڈال کر بہتر بنادیا۔

(معالم دار الحرف:45)

لیکن بایں ہمہ مسجد نبوی شریف معمولی اور سادہ بناوٹ میں اپنی مثال آپ تھی۔اور

Marfat.com

عرش موسوی سے بھی کچھ زیادہ ہی سادہ تھی۔ بارش کے دوران چھت سے پانی ٹپکتا اور مسجد کیچڑ سے بھر جاتی لیکن نیاز مندی کا ایسا انوکھا مظاہرہ شاید چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہو کہ سرورکون ومکان سلطان زمین وزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور شمع رسالت پروانے اسی مٹی گارے میں خالق کائنات کے حضور جبین نیاز نہادہ ہیں اور اس کی کبریائی اور یکتائی کا وردنوک زبان ہے۔ وہ قدسی نفوس اس سادہ سی مسجد کی زینت تھے جن کے دامن ایمان کی تابانیوں، دین کی سرشاریوں، ذکر وفکر کی لذتوں، تسبیح وتہلیل کی حلاوتوں اور جلوۂ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی کیف سامانیوں جگمگا رہے تھے۔ اسی لئے انہیں مسجد کی سادگی میں کیف وسرور حاصل ہوتا تھا۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اس کیفیت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔ محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے مسجد نبوی شریف میں اعتکاف کیا اس اثناء میں رات کو بارش آگئی اور چھت سے پانی ٹپکنے لگا۔ کیونکہ چھت کھجور کی شاخوں کی تھی۔ اسی حالت میں نماز فجر ادا کی گئی۔

میں یہ حیرت انگیز منظر دیکھ رہا تھا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اسی پانی اور کیچڑ میں سجدہ ریز ہیں حتیٰ کہ نماز سے فارغ ہو جانے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس پیشانی پر کیچڑ کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ (صحیح بخاری، ج: 1، ص: 270)

مسجد نبوی کی سادگی بے مثل ومثال اور نادر الوجود ہونے کے باوصف اس کی عزت وعظمت اور شان بیان سے فزوں تر ہے۔ اس کی رفعت شان اور قدر ومنزلت کا کیا کہنا جس کے ذروں پر سرورکون ومکان سلطان زمین وزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدوں کے نشانات آج تک تابندہ ہیں۔

جیسا ابھی بیان ہوا کہ مسجد کا فرش خاکی بارش کے باعث کیچڑ کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔ ایک مرتبہ رات کو بارش ہوئی اور فجر کی نماز کیچڑ ہی میں پڑھی جا رہی تھی کہ ایک آدمی باہر سے کنکریاں کپڑے میں ڈال کر لایا اور اپنی نشست گاہ پر بچھالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر کنکریاں دیکھیں تو ناپسند فرمایا۔ (سنن ابوداؤد ج: 1، ص: 48)

چنانچہ اس کے بعد کنکریاں ڈالنے کا عام رجحان ہو گیا۔ جو بعد کے زمانہ میں بھی قائم رہا۔ پھر جب مسجد کے اندرونی حصہ میں فرش پختہ بنا دیا گیا تو صحن مسجد میں کنکریاں ڈالی جانے لگیں۔ بالآخر 1400ھ/1980ء میں کنکریاں ہٹا کر سارا فرش سنگ مرمر کا بنا دیا گیا۔

2 ہجری میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہونے پر بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ مقرر ہوا۔ جنوب والا دروازہ بند کر کے اس کے بالمقابل شمال میں دروازہ بنایا گیا۔ فتح خیبر 7ھ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اضافہ کیا۔ نئے اضافہ کے بعد طول وعرض 150x150 فٹ ہو گیا۔ (وفاء الوفا ج: 1، ص: 243)

مسجد نبوی کی دوسری مرتبہ تعمیر

سردار عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم 7ھ میں شجر یہودیت کو بیخ وبن سے اکھاڑ کر اور اسے نیست ونابود کر کے بے پناہ غنائم اور فاتحانہ شان کے ساتھ خیبر سے مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تجدید اور توسیع کا پروگرام بنایا کیونکہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر مسجد میں نمازیوں کے لئے گنجائش بہت کم تھی۔ علاوہ ازیں کھجور کے ستون، شہتیر اور شاخیں بوسیدہ ہو جانے کے باعث تجدید ناگزیر تھی۔

چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے متصل ایک انصاری کا مکان مسجد میں شامل کرنے کا پروگرام بنایا۔ اسے ترغیب وتحریص دی گئی کہ اگر تم اپنا مکان مسجد کی توسیع کے لئے ہمیں دے دو تو اس کے عوض تمہیں جنت کا محل ملے گا لیکن وہ اپنی ناداری اور غربت کے باعث ایسا نہ کر سکا جس کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو آدمی فلاں شخص کی جگہ خرید کر مسجد کی نذر کر دے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیں گے۔ جب یہ آواز سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گوش گزار ہوئی تو انہوں نے مسلمان سے بیس

Marfat.com

ہزار یا پچیس ہزار درہم میں وہ مکان خرید لیا۔ پھر یہ خوش کن خبر سنانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان یہ جگہ مسجد میں شامل کر دو۔ اس کا اجر تمہیں اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے۔

(سنن نسائی: باب مناقب عثمان ج:2،ص:53)

ترمذی شریف میں ہے:

نمازیوں کے لئے مسجد میں جگہ کی کمی کے باعث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی فلاں خاندان کا قطعہ اراضی خرید کر مسجد کشادہ کر دے اسے اس سے کہیں بہتر جنت کا محل عطا کیا جائے گا۔ چنانچہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے ذاتی مال سے خرید کر مسجد میں شامل کر دیا۔ (جامع ترمذی: ج:2،ص:211)

علامہ سمھودی المتوفی 911ھ طبرانی کی روایت اس طرح نقل کرتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب مکان سے فرمایا کہ اگر تم اپنا مکان مسجد کی توسیع کے لئے وقف کر دو تو تمہیں اس کے عوض جنت میں محل ملے گا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا پھر سید عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ مکان خرید لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ انصاری کے جس مکان کو جنت کے محل کے بدلے خریدنا چاہتے تھے وہ مجھ سے جنت کے بدلے میں خرید فرمالیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قطعہ اراضی بمعاوضہ جنت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے خرید کر مسجد میں شامل کر دیا۔ (وفاء الوفاء: ج:1،ص:241)

محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جیسی عظیم المرتبت عبادت کے لئے مسجد کی تعمیر اور توسیع کی دو مرتبہ خدمت سرانجام دی۔ پہلی دفعہ جب توسیع کی ضرورت پیش آئی تو ایک عام مسلمان کا مکان اس کی زد میں آتا تھا جسے حاصل کرنا ناگزیر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارہ ابرو پر مسلمان تن من دھن سب کچھ قربان کرتے تھے۔ زمین و مکان رضا الٰہی کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کر دینا تو معمولی سی بات تھی۔ مگر آپ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے تقدس اور علو شان کے پیش نظر جبر و اکراہ سے زمین حاصل کرنا تو کجا رضا و نو غبت اور قلبی مسرت کے پاس پیش کی جانے والی زمین بھی بلا معاوضہ قبول کرنے سے صاف انکار فرما دیا تھا۔

آپ کے اس مستحسن اقدام نے جہاں تعمیر مسجد کے لئے عدل و انصاف پر مبنی ایک زریں اصول فراہم فرمایا وہاں اس تصور کی بیخ کنی بھی ہو گئی کہ مسجد کی خاطر حقوق العباد کو پامال کر کے کسی کی جگہ پر غاصبانہ قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ انہی غیر متزلزل بنیادوں پر خلیفہ دوم امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لے کر آج تک بیسیوں مرتبہ مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کا عظیم الشان کام ہوا۔ مگر بلا معاوضہ اور جبر و اکراہ سے کبھی ایک انچ زمین بھی حاصل نہیں کی گئی اور نہ ہی معاوضہ دینے میں تنگ نظری اور بخل کا کبھی مظاہرہ ہوا۔ جب دوسری مرتبہ تعمیر کا کام شروع ہوا تو بنیادوں سے اوپر بھی تین ذراع پتھر کی دیواریں بنا کر بقیہ دیواریں پکی اینٹوں سے مکمل کی گئیں۔ تعمیر جدید میں اضافہ کے باعث طول اور عرض 100x100 ذراع ہو گیا۔ (وفاء الوفاء: ج: 1 ص: 239)

یعنی 150x150 فٹ۔

امام ابن النجار متوفی 643ھ/1245ء فرماتے ہیں کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی شریف دو مرتبہ تعمیر فرمائی پہلی تعمیر میں طول و عرض 100 ذراع سے کم تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فتح عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی توسیع اور تجدید کر کے اس کے اضلاع 100x100 ذراع کر دیئے اور مسجد کے درمیان میں صحن بنایا گیا۔ (اخبار مدینہ: 70)

امام ابن النجار نے طول و عرض 70x70 ذراع بھی لکھا ہے۔

(اخبار مدینہ: 70)

امام مراغی المتوفی 816ھ/1413ء نے امام یحییٰ کی روایت کے مطابق طول و عرض شرقاً غرباً 63 ذراع اور شمالاً جنوباً 54 ذراع بیان کیا ہے جبکہ دوسری جگہ شمالاً جنوباً

Marfat.com

اور شرقاً غرباً 60 ذراع کی روایت نقل فرمائی ہے۔ (معالم دار الہجرۃ:43)

علامہ سمہودی المتوفی 911ھ/1505ء فرماتے ہیں کہ تعمیر ثانی کے بعد مسجد کا طول وعرض 100x100 ذراع ہو گیا تھا اور یہ قول ابن النجار نے بھی نقل کیا ہے۔

(وفاء الوفاء: ج:1،ص:243)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقدس دور میں تعمیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دور میں مسجد نبوی سادہ ہوا کرتی تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقصد عجز وانکساری سربسجود ہو کر حق عبدیت ادا فرماتے رہے۔ جس کی نادر الوجود اور بے مثال سادگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین وطمانیت قلبی کو دوبالا کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت فرما جانے کے بعد خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کو اپنے حال پر برقرار رکھا۔ چند ستونوں کی تبدیلی کے سوا کوئی قابل ذکر خدمت انجام نہیں دی۔

جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے ستون کھجور کے تنے کے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صرف بوسیدہ ستون اور شاخوں کو تبدیل کرنے پر اکتفا فرمایا:

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب فی بناء المسجد ج 1 ص 47)

خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ کے بعد جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلعت خلافت سے نوازا گیا تو آپ نے مسلمانوں کی روز افزوں کثرت کے پیش نظر مسجد نبوی شریف کی توسیع ضروری سمجھی۔

جیسا کہ سیدنا نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں نے اپنے آقا اور مولا حبیب کل ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد نہ سنا ہوتا کہ ”مناسب ہے کہ ہم مسجد میں کچھ توسیع

Marfat.com

کریں تو اضافہ کرنے کی جرأت نہ کرتا۔'' (مسند احمد بحوالہ حیات الصحابہ رضی اللہ عنہم)

امام ابن النجار المتوفی 643ھ حضرت مسلم خباب رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنی جائے نماز پر بیٹھے ہوئے قبلہ کی سمت اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

لو زدنا فی مسجدنا (اخبار مدینہ:93)

اگر ہم مسجد میں اضافہ کر دیتے (تو کیسا اچھا ہوتا)

17ھ میں نمازیوں کی بہتات کے باعث سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ تقاضہ کیا جائے لگا کر مسجد تنگ اور چھوٹی ہے اسے کشادہ اور وسیع کرنا چاہئے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد کے مغرب شمال اور جنوب کی طرف توسیع کا پروگرام بنایا لیکن مشرق کی جانب امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حجرات منیفہ کے باعث اضافہ نہ کیا۔ سیدنا نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں مسجد شریف کی دیواریں کچی اینٹوں کی۔ چھت کھجور کی ٹہنیوں کی اور ستون کھجور کے تنے کے تھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ البتہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اضافہ بھی کیا اور تجدید بھی فرمائی اور اسے انہی بنیادوں پر استوار کیا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھیں۔ انہوں نے حسب سابق دیواریں کچی اینٹ اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی بنوائی لیکن ستون کھجور کے تنوں کی بجائے لکڑی کے بنوائے۔

بعد ازاں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد میں عظیم الشان اضافہ کیا۔ دیواریں منقش پتھروں اور گچ سے بنوائیں۔ ستون منقش پتھروں کے اور چھت ساگوان کی لکڑی کی بنوائی۔ (بخاری شریف: ج:1، ص:64)

مذکورہ روایت کے اس جملہ

وزاد فیه عمرو بناه علی بنیانه

Marfat.com

اورزیادہ کیا مسجد کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادوں پر تعمیر کیا، کی تشریح علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی 852ھ اس طرح کرتے ہیں کہ اس کی سادگی اور ہیئت کو برقرار رکھتے ہوئے صرف توسیع کی خدمت انجام دی۔

(فتح الباری کتاب الصلوۃ: ج،1،ص:540)

اور عمدۃ المحدثین علامہ خلیل احمد مہاجر المدنی المتوفی 1347ھ فرماتے ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کو قبلہ کی جانب کشادہ کیا لیکن دیواروں اور چھت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے مطابق کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں ہی سے بنوایا۔(بذل المجہود: ج،1،ص:261)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

مسجد کی تنگی کے باعث لوگوں نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے اسے کشادہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ انہوں نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے اسے کشادہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ چنانچہ انہوں نے توسیع کا کام شروع کر دیا۔ شمال اور جنوب میں حسب پروگرام توسیع کر دی لیکن مشرق میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حجرات طیبات اور مغرب میں سیدنا عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے باعث کام میں تعطل پیدا ہوا۔ اس مشکل سے عہدہ براء ہونے کی غرض سے خلیفہ موصوف سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ مسجد کی توسیع پروگرام میں ایک طرف امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مکانات اور دوسری طرف آپ کا مکان رکاوٹ کا موجب ہے۔ میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے مکانات کو منہدم کرنے کی جسارت تو نہیں کرسکتا البتہ آپ کے مکان کے متعلق تین تجاویز پیش کرتا ہوں آپ ان میں سے جو چاہیں قبول فرمالیں۔

(۱) آپ مکان میرے ہاتھ فروخت فرمادیں آپ کی منہ مانگی قیمت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔

Marfat.com

(۲) مکان کے عوض مدینہ منورہ میں جو جگہ آپ پسند فرمائیں گے وہ دے دی جائے گی۔
(۳) آپ اپنا مکان مسلمانوں کے لئے وقف فرما دیں۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس قضیے کو سلجھانے کے لئے کسی کو حکم بنالیا جائے تو بہتر ہوگا۔ چنانچہ فریقین نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم تسلیم کر کے ان کے سامنے معاملہ پیش کیا۔ موصوف نے فریقین کے بیانات سن کر فرمایا: میں تمہیں اس نوعیت کا ایک واقعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کی روشنی میں سناتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا۔ انہوں نے حسب ارشاد خداوندی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ اتفاق سے تعمیر کے مجوزہ حصہ کے ایک گوشہ میں کسی آدمی کا مکان پڑتا تھا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام نے اسے کہا کہ مکان کا معاوضہ ہم سے لے لیں تا کہ ہم بیت المقدس کی تعمیر بحسن وخوبی کر سکیں۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ آپؑ نے دوبارہ زیادہ سے زیادہ قیمت کی پیشکش کی۔ مگر وہ پھر بھی مکان دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام نے سوچا کہ یہ اللہ کا بندہ خواہ مخواہ اڑ گیا ہے کیوں نہ ہم زبردستی مکان منہدم کر کے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیں لیکن اس کے فوراً بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کہ ہم نے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم اس غرض سے دیا تھا کہ لوگ اس میں عبادت کریں گے لیکن آپؑ کا حقوق العباد کا خیال نہ کرتے ہوئے لوگوں کے مکان غصب کر کے عبادت گاہ بنانے لگے ہیں۔

حالانکہ کسی کا حق غصب کرنا میری شایان شان نہیں۔

اندریں حالات آپ بیت المقدس بند کر دیں۔ جب یہ اندوہگیں حکم ملا تو داؤد علیہ السلام نے بارگاہ خداوند اقدس میں دعا کی کہ پروردگار میں تو اس سعادت سے محروم رہا لیکن میری اولاد میں سے کسی کو توفیق مرحمت فرما کہ وہ اس مقدس گھر کی تعمیر کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں

Marfat.com

بیت المقدس کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچائی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ سنا تو وہ اپنے مطالبہ سے دست کش ہو گئے لیکن سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ المسلمین کے خلوص کے پیش نظر از خود برضاء و رغبت اپنا مکان ان کے حوالے کر دیا جیسے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منہدم کر کے مسجد کشادہ فرما دی۔

(وفا الوفا: ج:1 ص:342، 346)

قبل ازیں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کا ایک اور واقعہ بھی پیش آیا تھا کہ اس کے پرنالے کا پانی مسجد میں گرتا تھا جس سے نمازیوں کو اذیت پہنچتی تھی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسے اکھاڑ دیا تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

مذکورہ میزاب کا پانی راستہ میں گرتا تھا ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن مسجد میں تشریف لا رہے تھے کہ اس کا پانی پڑنے سے ان کے کپڑے خراب ہو گئے تھے جس کی وجہ سے اسے اکھاڑ دینے کا حکم دیا۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ دربار فاروقی میں تشریف لائے اور اس واقعہ پر نالش کی نیز فرمایا کہ یہ پرنالہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر اپنے دست اطہر سے اس جگہ نصب فرمایا تھا۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ) آپ نے اسے اکھاڑ پھینکا ہے۔ یہ سنتے ہی خلیفۃ المسلمین کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے ابوالفضل عم رسول مقبول آپ میری پیٹھ کو سیڑھی بنائیں اور اس پر کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں سے پرنالہ اسی جگہ نصب کر دیجئے تاکہ میری غلطی کی تلافی ہو جائے۔ چنانچہ اسی ترکیب سے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے پرنالہ اپنی جگہ دوبارہ لگا دیا۔

(وفاء الوفا: ج:1 ص:348، 347)

علامہ سمہودی ہر دو روایات میں اس طرح تطبیق دیتے ہیں کہ

Marfat.com

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کے دو حصے تھے۔ ایک ان کے زیر تصرف اور دوسرا مروان بن الحکم کے پاس تھا۔ دونوں کے الگ الگ پرنالے تھے ایک کا پانی مسجد میں اور دوسرے کا راستہ میں گرتا تھا۔

جبکہ مذکورہ واقعہ دونوں کا پیش آیا تھا۔ (وفاء الوفا: ج: 1، ص:348)

علاوہ ازیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا مکان جو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے مکان سے متصل تھا اس کا نصف حصہ ایک لاکھ درہم میں خرید کر مسجد میں شامل کر دیا تھا جبکہ اس کا بقیہ نصف سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں خرید کر مسجد کی توسیع فرمائی۔ (اخبار مدینہ، 96)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کی تین اطراف میں جو توسیع فرمائی اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ

مغرب کی سمت منبر شریف سے ساتویں ستون تک جنوب میں ستونوں کی موجودہ صف تک جبکہ شمال میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات کو قائم رکھتے ہوئے ان کے گرداگرد توسیع کر دی اور حجرات ان کے درمیان آ گئے لیکن مشرق میں حجرہ منیفہ کا تقدس برقرار رکھتے ہوئے اضافہ نہیں کیا۔ امام ابن نجار، امام زین العابدین مراغی اور امام سمہودی وغیرہ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اضافہ و توسیع کے بعد مسجد نبوی شریف کا طول 140 ذراع اور عرض 120 ذراع ہو گیا تھا۔

(اخبار مدینہ:94)

علامہ سمہودی اس کی تفصیل اس طرح بیان کرتے ہیں۔

مغرب کی جانب بیس ذراع جنوب میں دس اور شمال کی طرف سات ذراع کا اضافہ کیا ہے۔ (وفاء الوفا: ج: 1، ص:358)

علامہ سمہودی کے نزدیک تعمیر کی نوعیت

علامہ سمہودی کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کا حدود اربعہ 70100

Marfat.com

ذراع تھا بنا بریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طول میں 70 ذراع اور عرض میں 20 ذراع کا اضافہ کیا جبکہ صحیح یہ ہے کہ آپ نے طول میں جنوب کی طرف 10 ذراع اور شمال میں 30 ذراع اور عرض میں مغرب کی سمت 20 ذراع کی توسیع فرمائی۔

علامہ عبدالقدوس انصاری اس طرح تفصیل بیان کرتے ہیں۔

مغرب میں 10 میٹر جنوب میں 5 میٹر اور شمال 15 میٹر کا اضافہ کیا۔

(آثار المدینہ: 104)

علاوہ ازیں آپ نے چھت کو زمین سے گیارہ ذراع اونچا کر دیا۔

(وفاء الوفا: ج: 1، ص: 349)

اور چھت کے اوپر تین ذراع بلند دیوار بنوائی۔ قد آدم تک بنیادیں پتھر کی بنوائیں۔ چھ دروازے بنائے، مشرق میں باب عثمان کے علاوہ باب النساء مغرب میں باب عاتکہ کے قریب ہی باب السلام کا اضافہ کیا اور دو دروازے شمال میں بنوائے۔

(وفا الوفاء: ج: 1، ص: 395)

سیدنا ابن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ کی تجویز پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وادی عتیق سے سنگ ریزے لا کر مسجد میں ڈالنے کا حکم دیا۔

بطیحا

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کے تقدس اور عظمت کے تحفظ کی خاطر ایک جدت یہ بھی کہ مقام صفر کے قریب مشرق میں ایک چبوترہ بنوا دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ جسے شعر پڑھنا ہو یا کوئی دنیوی گفتگو کرنی ہو تو مسجد سے نکل کر وہاں چلا جائے۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بعض لوگ مسجد میں بلند آواز سے دنیوی گفتگو کرتے اور بعض شعر پڑھتے ہوئے پائے گئے جنہیں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تنبیہ فرمائی تھی۔ یہ کون نہیں جانتا کہ مسجد دربار الٰہی اور جلوہ گاہ رحمت ہے پھر ایسے مقدس اور متبرک دربار میں دنیا کی باتیں کس قدر نامناسب نازیبا عقل و خرد سے بعید اور

Marfat.com

بے حد مذموم جسارت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ مسجد کے اندر دنیوی اور غیر اسلامی گفتگو سے پوری طرح اجتناب کرنی چاہئے کیونکہ اس سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں بے حد حساس اور سخت گیر تھے وہ مسجد کی معمولی سی بے حرمتی کو بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کسی کی بلند آواز سنی تو تیزی سے اس کے قریب ہو کر فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ تم کہاں کھڑے ہو۔ (سنن نسائی شریف: بحوالہ اسلام میں نظام مساجد:185)

سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ایک مرتبہ خلیفۃ المسلمین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سیدنا احسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے ہیں آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف تیز نظر سے دیکھا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ کبیدہ خاطر نہ ہوں میں تو مولائے کل ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں مسجد کے اندر شعر سنایا کرتا تھا۔

اس مجلس میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما ہے۔ چنانچہ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا آپ رضی اللہ عنہ بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے میرے حق میں یہ تعریفی جملہ سنا ہوگا۔

اللهم ايده بروح القدس

اے اللہ! تو جبرائیل امین کے ذریعہ حسان کی مدد فرما۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق وتوثیق کرتے ہوئے فرمایا۔

اللهم نعم

البتہ وقت ضرورت حمد باری تعالیٰ، نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی حقانیت وصداقت پر مشتمل اشعار احترام مسجد کو ملحوظ رکھتے ہوئے پڑھنا جائز بھی ہیں۔

Marfat.com

جیسا کہ امیر المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا احسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں ایک منبر بنوایا تا کہ اس پر کھڑے ہو کر کفار کی ہجو میں شعر پڑھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوتے تھے۔

ان اللہ یؤید حسان بروح القدس

(ترمذی شریف ابواب لآداب باب فی انشاء الشعرج:2،ص:111)

مسجد نبوی شریف میں توسیع اور اضافہ کا لامتناہی سلسلہ جس کا آغاز خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا تھا اور جسے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دوہرا کر اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ مسجد نبوی میں خواہ کتنی ہی توسیع کر دی جائے اور اس کی حدود کو جتنا بھی پھیلا دیا جائے اس تمام تر عمارت پر مسجد نبوی ہی کا اطلاق ہوگا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس سے تعمیر شدہ مسجد کا حصہ اور بعد میں توسیع کردہ عمارت فضائل ومناقب، برکات ودرجات اور اجر وثواب کے اعتبار سے بالکل یکساں اور مساوی ہے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے ارشادات مستقبل میں ہونے والی توسیع کی برملا نشاندہی کرتے ہیں گویا کہ مسجد شریف میں توسیع اور اضافہ کی اجازت کا پروانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی مرحمت فرما چکے تھے۔

چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میری مسجد کو صنعاء (یمن) تک وسیع کر دیا جائے تب بھی یہ میری مسجد ہی رہے گی۔ (اخبار مدینہ:94)

اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر مسجد نبوی میرے دروازہ تک کشادہ ہو جائے تو مجھے دروازہ کے پاس ہی نماز پڑھنے میں کوئی عذر مانع نہیں ہو سکتا۔

ایک روایت میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ میری مسجد ہے اور اس میں جو اضافہ کیا

Marfat.com

جائے گا وہ بھی اس کے حکم میں ہوگا اور اگر اسے صنعاء تک وسیع کردیا جائے تو بھی میری ہی مسجد رہے گی۔ (اخبار مدینہ:94)

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ہی فرامین کی روشنی میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر مسجد نبوی شریف کو ذوالحلیفہ تک وسیع کردیا جائے تب بھی یہ مسجد نبوی ہی کہلائے گی۔ اس کی منقبت اور رفعت شان برقرار رہے گی۔

(وفاء الوفا: ج:1، ص:352)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تعمیری خصوصیات

(۱) پہلے مسجد شریف کا طول و عرض 100x100 ذراع تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اضافہ سے 120x140 ذراع ہوگیا۔

(۲) قبل ازیں مسجد کا رقبہ 2475 مربع میٹر تھا جبکہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے 1100 مربع میٹر کا اضافہ کیا۔ جس سے مسجد نبوی کا مجموعی رقبہ 3575 مربع میٹر ہوگیا۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد میں چھت تقریباً 9 فٹ اونچی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے 11 ذراع اونچا کردیا۔

(۴) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ستون کھجور کے تنوں کے بنائے تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لکڑی کے بنوادیئے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین دروازے رکھے تھے جبکہ لوگوں کی سہولت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین دروازوں کا اضافہ کرکے چھ دروازے کردیئے۔

(۶) دنیوی گفتگو اور شعر گوئی کے لئے مسجد کے ایک گوشے میں علیحدہ جگہ بنادی تاکہ مسجد کا تقدس برقرار رہے۔

Marfat.com

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مقدس دور میں تعمیر و توسیع

جب حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مقدس دور آیا اور فتوحات اسلامی کا غیر متناہی سلسلہ جس کا تابناک سہرا تاریخ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سر سجایا۔ اب وہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو چکا تھا۔ شمع رسالت کے پروانے، عشق نبوی کے دیوانے حجرہ مقدسہ مطہرہ کے دیدار کے شوق میں بے تابانہ دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے اور بالخصوص جمعۃ المبارک کو مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ہوتا لیکن مسجد نبوی شریف اپنی وسعتوں کے باوجود دیوانگان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دامن میں سمالینے سے قاصر تھی۔ زائرین حجرہ مطہرہ کا اصرار اور حالات کا تقاضہ تھا کہ مسجد نبوی شریف کا دامن اور بھی وسیع ہو اور اس کی تنگی دامن کو لامحدود وسعتوں سے ہمکنار کیا جائے چنانچہ حالات کی نزاکت اور مسلمانوں کے پیہم اصرار کے باعث خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ اس مقدس اور عظیم المرتبت کام کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہو گئے اور مسجد نبوی شریف کے شایان شان تجدید، توسیع اور تزئین کا عزم مصمم فرمالیا۔

احادیث و آثار میں عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد فاروقی رضی اللہ عنہ کی تعمیر کی کیفیت اور عثمانی رضی اللہ عنہ تجدید کی نوعیت کو اس طرح اجاگر کیا گیا ہے۔

سیدنا نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار مدینہ راحت قلب وسینہ معطر پسینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مسعود میں مسجد شریف کی دیواریں کچی اینٹوں کی، چھت کھجور کی ٹہنیوں کی اور ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی اضافہ نہیں کیا۔ البتہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد کی ہیئت اور کیفیت کو برقرار رکھتے ہوئے اس طرح اضافہ کیا کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرح کچی دیواریں اور کھجور کی ٹہنیوں کی چھت بنوائی۔ البتہ کھجور کے

Marfat.com

تنے کے بجائے لکڑی کے ستون بنوائے۔ بعدازاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قابل قدر اضافہ اور عظیم الشان تبدیلیاں کیں۔ انہوں نے منقش پتھروں اور گچ سے مضبوط اور مزین دیواریں بنوائیں۔ ستون بھی منقش پتھروں سے دیدہ زیب بنوائے اور چھت ساگوان کی لکڑی کی بنوائی۔ (بخاری شریف ج:1،ص:64)

ابوداؤد شریف کی روایت میں یہ بھی ہے کہ

کھجور کے ستون بوسیدہ ہوگئے تھے اس لئے سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے پختہ بنوادیئے۔ (ابوداؤد شریف ج:1،ص:47)

سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد شریف کی تجدید اور توسیع کا پروگرام بنایا تو لوگوں کو یہ بات پسند نہ آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار مسجد کو تعمیر کے نئے قالب میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس پر خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تعمیر مساجد سے متعلق فضائل سے روشناس کیا کہ جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے مسجد تعمیر کی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایسا ہی محل بنائیں گے۔ (مسلم شریف ج:1،ص:201)

امام بغوی فرماتے ہیں

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے مسجد کی وسعت اور اضافہ پر ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ انہیں منقش پتھروں کی جدت سے اختلاف تھا۔ (فتح الباری ج:1،ص:544)

مؤرخین عظام کا بیان ہے کہ

24ھ میں جب امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے تو لوگوں نے شکایت کی کہ مسجد نبوی شریف تنگ ہونے کی وجہ سے جمعہ کے دن لوگوں کو مسجد میں جگہ نہیں ملتی اور وہ باہر میدانوں میں نماز پڑھتے ہیں۔ اس لئے مسجد کشادہ کرنی چاہئے۔ خلیفہ موصوف نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دانشور اور اہل

Marfat.com

الرائے حضرات کا اجلاس طلب فرمایا۔ انہیں صورت حال اور مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کر کے مشورہ طلب کیا۔ تمام حضرات نے تعمیر مسجد کرنے پر اتفاق کیا۔

کابینہ کے فیصلہ کے بعد رائے عامہ معلوم کرنے کی غرض سے آپ نماز ظہر کے بعد منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا۔

اے لوگو! میں نے مسجد نبوی شریف کو شہید کرنے اور توسیع کے ساتھ اسے تعمیر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ میں اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہ ہوں جو میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد تعمیر کرے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں محل عطا فرمائیں گے اور تعمیر مسجد کی خدمت انجام دینے میں میرے پیش رو مجھ سے سبقت لے گئے۔ یعنی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تعمیر جدید اور اضافہ بھی کیا۔ علاوہ ازیں میں نے ''شوریٰ'' سے منظوری بھی کر لی ہے۔ مسجد کی تجدید اور توسیع پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ کی اس تقریر دل پذیر سے لوگوں کے دلوں سے شبہات کا غبار زائل ہو گیا اور اس مقدس کام کی انجام دہی کے لئے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو متفقہ طور پر انچارج بنا دیا گیا۔ اگلے روز معمار بلا کر کام شروع کرا دیا اور خلیفۃ المسلمین بنفس نفیس کام میں تعاون اور نگرانی کرنے لگے۔ آپ صائم الدھر اور قائم اللیل تھے (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے اور راتیں عبادت میں بسر کرنے والے تھے) آپ کام کی نگرانی کی خاطر ہر وقت مسجد میں موجود رہتے چونکہ اب کی باہر دیواریں مٹی گارے کی بجائے چوانے سے مضبوط تعمیر کرنے کا پروگرام تھا۔ اس لئے نخلہ میں چونا تیار کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ (وفاء الوفا: ج:1 ص:355)

امام ابن شیبہ نے حضرت مالک رحمہ اللہ علیہ سے سیدنا کعب احبار رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح بیان کی ہے کہ جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی شریف کی تعمیر شروع کر دی تو اسے دیکھ کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے کاش! یہ تعمیر مکمل نہ ہونے پائے اگر اس کی ایک سمت مکمل ہو جائے تو دوسری گر جائے تا کہ اس کی تعمیر کا

Marfat.com

سلسلہ جاری ہی رہے۔ لوگوں کے لئے یہ بات بڑی تعجب انگیز تھی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ابو اسحاق آپ ایسا کیوں کہتے ہو؟ جبکہ خود آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہم سے بیان کی ہے۔

''اس مسجد میں ایک نماز دوسری کسی بھی مسجد میں پڑھی جانے والی ہزار نمازوں سے افضل ہے سوا کعبۃ اللہ کے۔''

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات بالکل درست ہے اور میں اب بھی اس کی تصدیق کرتا ہوں لیکن جو فکر مجھے کھائے جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ انتہائی اندوہناک فتنہ آسمان سے نازل ہونے والا ہے جو بالکل تیار ہے۔ اس کے اور زمین کے درمیان صرف ایک بالشت فاصلہ باقی ہے لیکن اس کا اظہار تعمیر مسجد تک موقوف ہے جس وقت یہ عمارت پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گی تو پھر اس کے ظہور میں دیر نہیں لگے گی۔ لوگوں کو تشویش لاحق ہوئی اور وہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے درپے ہو گئے کہ آپ اس فتنہ کی حقیقت سے ہمیں جلد اور ضرور آگاہ کریں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت المناک فتنہ ہے۔ ایک آدمی نے دریافت کیا۔ کیا انہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرح قتل کر دیا جائے گا؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس کی ہولناکی اور سنگینی اس سے لاکھوں گنا زیادہ ہوگی۔ ان کی شہادت کے بعد عدن سے روم تک ہر جگہ قتل کا بازار گرم ہو جائے گا۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

تعمیر کی تکمیل کے ساتھ ہی ہر سو فتنہ بپا ہو گیا اور بالآخر امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔ (وفاء الوفا: ج: 1، ص: 357)۔

تاریخ کے وقائع میں یہ واقعہ انتہائی روح فرسا، دل دوز جاں سوز اور کربناک ہے کہ خلیفہ عادل اقلیم شہادت کے تاجدار سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو انتہائی مظلومیت اور بے کسی کے عالم میں شہید کر دیا گیا۔ ظالم لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شمع

Marfat.com

حیات بجھادی۔ اس جگر فگار موت پر عالم امکان بھی ماتم کدہ بن گیا کائنات اراضی و سماوی نے خون ناحق پر آنسو کی ندیاں بہادیں۔ کارکنان قضا وقدر نے پکار کر کہا جو خوف آ شام تلوار آج بے نیام ہوئی ہے اب یہ قیامت کی صبح تک بے نیام ہی رہے گی اور فتنہ و فساد کا جو دروازہ کھلا ہے اب یہ حشر تک کھلا رہے گا۔ (بخاری شریف کتاب الفتن ملخصاً)

خلیفہ عادل امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد کی تجدید، تزئین اور توسیع کا عظیم الشان کام ابتدائے ربیع الاول 29ھ کو شروع کیا اور محرم الحرام 30ھ کے ابتداء میں دس ماہ کی جدوجہد اور محنت شاقہ سے پایہ تکمیل کو پہنچا اس تعمیر کے بعد اپنی شہادت کے پانچ سال قبل اس یادگار خدمت کی انجام دہی سے عہدہ برآ ہو چکے تھے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا المناک سانحہ 35ھ/656ء میں رونما ہوا۔ (وفاء الوفا، ج:1، 356)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مقدسہ میں اضافہ تعمیر

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شمال جنوب اور مغرب میں توسیع کی مشرق میں حسب سابق ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مقدسہ جو کہ آرام گاہ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم ہے کی وجہ سے توسیع نہ کی۔

جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ مسجد کے مغرب میں واقع سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے مکان کا نصف حصہ خلیفہ ثانی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم میں خرید کر مسجد میں شامل کر دیا تھا۔ اس مکان کا بقیہ نصف خلیفہ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم کے عوض خرید کر مسجد میں شامل کیا۔

(وفاء الوفا، ج 1، ص: 360)

اسی سمت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ ذی شان مکان بھی واقع تھا جس کے دروازے کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے دروازہ کے علاوہ مسجد کی جانب جتنے دروازے ہیں انہیں بند کر دیا جائے۔

(بخاری شریف ج 1، ص: 552)

Marfat.com

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

فخر کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخری ایام میں حجرہ مطہرہ سے برآمد ہوئے تکلیف کی شدت کے باعث سر مبارک پر کپڑے کی پٹی باندھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا۔

کوئی شخص ابوبکر بن ابوقحافہ سے زیادہ جان ومال کے ساتھ مجھ پر احسان کرنے والا نہیں ہے۔

"ولو کنت متخذا من الناس خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن خلة الاسلام"۔

"اور اگر میں انسانوں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہی کو خلیل بناتا لیکن اسلامی دوستی افضل ہے۔"

اور وہ تمام کھڑکیاں جو مسجد کی طرف کھلتی ہیں انہیں بند کردو لیکن ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی کھڑکی بند نہ کی جائے۔ (صحیح بخاری ج:1 ص:67)

ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں اپنے مکان میں مسجد کی جانب روشن دان بنالوں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پرانوار سے لطف اندوز ہوسکوں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست مسترد فرمادی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ اپنے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بڑی فراخ دلی سے اجازت عطا فرما دی ہے جبکہ ہمیں محروم فرمارہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا۔ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو میں نے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حکم خداوندی عزوجل سے اجازت دی ہے مجھے اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ (وفاء الوفا: ج: ص:350)

حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ تعالیٰ کے حبیب

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مسجد کی طرف دروازے کھولنے کی اجازت دے رکھی ہے اور بعض کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عباس (رضی اللہ عنہ)! نہ میں نے اپنے حکم سے کھلے رہنے کی اجازت دی اور نہ ہی بند کرائے ہیں بلکہ یہ سب کچھ حکم خداوندی عزوجل سے ہی کیا گیا ہے۔ (طبقات ابن سعد: ج:2،ص:332)

بعض روایات میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے تمام لوگوں کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا تھا۔

لیکن علماء کرام علیہم الرحمہ فرماتے ہیں کہ

یہ واقعہ بہت پہلے کا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے صرف چند یوم پہلے صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دروازہ کھلا رہنے کی اجازت دی تھی۔

(زرقانی: ج:1،ص:252)

اور علامہ بدرالدین عینی رقم طراز ہیں کہ

امام ترمذی نے

"قال سدوا الابواب الاباب علی"

والی روایات کو غریب قرار دیا ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں

وہی حدیث زیادہ صحیح ہے جس میں باب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھلا رہنے کا فرمان ہے۔

امام حاکم نے اس روایت کے ایک راوی مسکین بن بکیر کو منفرد کیا ہے۔

جبکہ ابن عساکر کہتے ہیں کہ

یہ راوی کا محض وہم ہے۔ (عمدۃ القاری: ج:4،ص:245)

Marfat.com

یہ واقعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور برتری کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے۔

لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات مستعار کے آخری ایام میں بعض ضرورتوں اور مجبوریوں کے پیش نظر مذکورہ مکان ام المومنین سیدہ حفصہ بنت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چار ہزار درہم میں فروخت کر دہ ساری رقم اپنے ہاں آئی ہوئی مسلمانوں کی ایک جماعت پر خرچ کر دی تھی۔ بعد ازاں جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تعمیر مسجد کی خدمت انجام دے رہے تھے تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ یہ مکان ہمیں دے دیں تا کہ مسجد کی توسیع بحسن وخوبی ہو جائے۔ ہم اس کے اس سے کشادہ اور وسیع مکان آپ کو دے دیں گے۔ چنانچہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے خوشی کے ساتھ مکان تبدیل کر لیا اور انہیں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بے حد کشادہ حویلی دے دی گئی۔ (فتح الباری ج:7، ص:14)

مذکورہ مکان باب السلام اور باب الرحمۃ کے درمیان واقع تھا موجودہ تعمیر مسجد میں وہ جگہ دروازہ سے کافی اندر واقع ہے جس کی نشاندہی کے لئے ایک تختی آویزاں تھی جس پر جلی حروف میں عبارت لکھی ہوئی تھی۔

"هذه خوخة ابوبكرن الصديق"

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے مکان کا بقیہ حصہ بھی خرید کر مسجد میں شامل فرما دیا۔ (اخبار مدینہ:98)

امام عادل موصوف نے مسجد کی دیواریں منقش پتھروں سے مضبوط بنوائیں جن میں مٹی گارے کی جگہ چونا استعمال کیا۔ چھت ساگوان کی خوبصورت بنائی اور ستون منقش پتھروں کے بنوائے جن میں لوہے اور سیسہ کے راڈ رکھے گئے۔ ستونوں کے لئے پتھروں کی تراش خراش اور ڈیزائن بنانے کی خدمت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے انجام دی۔ ستونوں کی بلندی سابقہ کھجور کے ستونوں کے برابر تھی اور مسجد میں چونا کی

Marfat.com

سفیدی بھی کرائی۔ نیز مشرق اور مغرب میں دو کھڑکیاں بھی رکھی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے شمال کی طرف 50 ذراع کا اضافہ کیا۔ جنوب میں موجود دیوار تک اور مغرب میں صرف ستونوں کی ایک صف کا اضافہ کیا۔ (معالم دارالہجرۃ:48)

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منبر شریف سے مغرب کی جانب ساتویں ستون تک اضافہ کیا تھا۔ یعنی انہوں نے ستونوں کی دو صفیں بڑھادی تھیں جبکہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مزید ایک صف کا اضافہ جس کی انتہا آٹھواں ستون ہے پھر ان کے بعد مغرب کی جانب ولید بن عبدالملک نے دو ستونوں کا اضافہ کیا جس کے بعد آج تک مغرب میں اضافہ نہیں ہوا۔ (وفاء الوفا: ج:1، ص:358)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ منیفہ کی جالی شریف سے مسجد کی مغربی دیوار تک ستونوں کی کل 13 صفیں تھیں۔ جالی شریف اور منبر شریف کے درمیان چار ستون ہیں جبکہ منبر شریف سے مغرب میں پانچ ستونوں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کردہ مسجد کی آخری حد ہے اور ان ستونوں کے اوپر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

حد المساجد النبوی

اسی طرح منبر شریف سے مغرب میں پانچویں ستون کے بعد سے ساتویں ستون تک دو صفوں کا اضافہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا اور ساتویں سے آٹھویں تک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اور ان کے بعد موجودہ مغربی دیوار تک ولید بن عبدالملک کا اضافہ ہے۔ البتہ نئی توسیع کے لئے سعودی حکومت مصروف کار ہے۔

امام مظلوم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تعمیر جدید میں حسب ذیل چھ دروازے بحال رکھے۔ مشرق میں باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم جسے باب جبرائیل کہا جاتا ہے اور باب النساء مغرب میں باب مروان جسے باب السلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور باب عاتکہ جسے باب الرحمۃ بھی کہا جاتا ہے جبکہ دو دروازے شمال کی جانب بھی تھے۔

(وفاء الوفا: ج:1، ص:359)

Marfat.com

نگران کے نام مذکور نہیں۔ تعمیر جدید اور اضافہ توسیع کے بعد مسجد شریف کا طول و عرض کتنا ہو گیا تھا۔

اس کے متعلق علامہ ابن النجار المتوفی 643ھ اور امام زین العابدین مراغی المتوفی 816ھ لکھتے ہیں۔ طول 160 ذراع یعنی 240 فٹ اور عرض 150 ذراع یعنی 225 فٹ (معالم دار الہجرۃ:47)

حالانکہ امام ابن النجار نے توسیع فاروقی کے بعد طول 140 ذراع بیان کیا اور توسیع عثمانی میں 50 ذراع کا اضافہ بھی تحریر کیا ہے۔ (اخبار مدینہ:94)

یونہی امام المراغی بھی اضافہ فاروقی کے بعد طول 140 ذراع اور عرض 120 ذراع بیان کرتے ہیں اور عثمانی اضافہ کے بعد 160 ذراع اور 150 ذراع تحریر کیا ہے۔ (معالم دار الہجرۃ:46،47)

امام کیلئے مقصورہ

امام ابن النجار المتوفی 643ھ اور امام زین الدین المراغی المتوفی 816ھ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اندوہگیں شہادت کے واقعہ کے بعد سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے امام کے کھڑا ہونے کے لئے کچی اینٹوں سے ایک مقصورہ بنایا اور اس میں ایک دریچہ رکھا تا کہ امام کو مقتدی دیکھ سکیں۔ خلیفہ موصوف بھی اسی میں کھڑے ہو کر فریضہ امام انجام دیتے تھے۔ (اخبار مدینہ:97)

لیکن امام سمھودی نے مقصورہ کی اولین تعمیر کے متعلق متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں۔

عبدالحکیم بن عبداللہ بن حطب سے روایت ہے کہ مروان بن الحکم پہلا شخص ہے جس نے مسجد میں امام کے لئے منقش پتھروں سے مقصورہ بنوایا۔

اور مالک کی روایت میں ہے کہ

جب یمانی نے مروان پر نیزہ سے حملہ کیا تو اس کے بعد انہوں نے مقصورہ بنوالیا

Marfat.com

تھا۔

جبکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جب ایک خارجی نے حملہ کیا تو انہوں نے مسجد میں مقصورہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔

بہر حال یہ مقصورہ 654ھ/1265ء میں مسجد نبوی شریف میں پہلی آتشزدگی میں جل گیا تھا۔ (وفاء الوفاء، ج:1، ص:362)

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعمیری خصوصیات

(۱) اضافہ فاروقی میں مسجد کا طول و عرض 120x140 ذراع تھا جبکہ عثمانی اضافہ کے مطابق 150x160 ذراع ہو گیا۔

(۲) قبل ازیں مسجد کا رقبہ 3575 مربع میٹر تھا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے 496 مربع میٹر اضافہ کیا جس سے مجموعی رقبہ 4071 مربع میٹر ہو گیا۔

(۳) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام دیواریں منقش پتھروں کی چونے سے بنوائیں۔

(۴) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ستون لکڑی کی بجائے منقش پتھروں کے بنوائے اور ان کے بیچوں بیچ لوہا اور سیسہ رکھا۔

(۵) مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں کی بجائے عمدہ اور مضبوط ساگوان کی بنوائی۔

(۶) مسجد کو پہلی بار چونا کرایا

(۷) حسب مطابق چھ دروازے رکھے۔

(۸) امام کی حفاظت کے لئے مقصورہ تعمیر کرایا۔

ولید بن عبدالملک کی تعمیر و تجدید

خلیفہ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تعمیر و توسیع کے بعد خلیفہ رابع سیدنا علی

Marfat.com

المرتضٰی رضی اللہ عنہ بعدازاں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید بن معاویہ مروان بن عبدالحکم اور عبدالملک بن مروان میں سے کسی نے بھی مسجد نبوی شریف کی تجدید یا توسیع کی خدمت انجام نہیں دی۔ جب ولید بن عبدالملک کا عہد خلافت شروع ہوا تو موصوف نے ربیع الاول 87ھ/705ء ہشام بن اسماعیل مخزومی کو امارات مدینہ سے سبکدوش کر کے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو امارات کا عہدہ تفویض کیا جبکہ اس وقت ان کی عمر 25 سال تھی۔ (تاریخ طبری ج:5،ص:427)

88ھ/706ء خلیفہ ولید بن عبدالملک نے امیر مدینہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نام فرمان جاری کیا کہ مسجد نبوی شریف کی تجدید توسیع اور آرائش وزیبائش کا کام شروع کر دیں۔ مسجد کے ملحقہ مقام مکانات خرید کر مسجد کشادہ کریں۔ اگر کوئی شخص مکان دینے سے انکاری ہو تو معززین شہر سے اس کی قیمت کا صحیح اندازہ لگا کر اسے نقد ادا کر دیں اور جو آدمی معاوضہ لینے سے بھی انکار کرے تو وہ رقم فقراء میں تقسیم کر دیں اور مکان جبراً لیا جائے اس معاملہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان ذی شان رضی اللہ عنہ کے عمل سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے بھی منہدم کر کے وہ جگہ مسجد میں شامل کر لیں۔

(البدایہ والنہایہ،ص:74،ج:9)

اکثر حضرات نے اپنے مکانات بلا جبر واکراہ مناسب معاوضہ وصول کر کے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر دیئے۔

البتہ سیدنا عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہن کا حجرہ مقدسہ فروخت کرنے سے انکار کیا کیونکہ سرور کونین رحمت دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے مدتوں سکونت سے اسے رونق بخشی تھی مگر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ حکم شاہی کی بناء پر اسے چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ اس سے اس طرح مفاہمت ہوئی کہ مکان والی جگہ مسجد کا دروازہ بنا دیا جائے جس سے موصوف کے خاندان کو مسجد میں آمد ورفت کی

Marfat.com

سہولت میسر ہو اور مکان کا جتنا حصہ توسیع سے بچ جائے وہ ان کی ملکیت رہے۔

مزید برآں یہ کہ متاثرہ حصہ کے عوض دارالعتیق بھی دیا جائے گا۔

(اخبار مدینہ:99)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم سے 88ھ تا 91ھ مسجد نبوی شریف کی مشرق مغرب اور شمال کی جانب توسیع کی۔

پہلی مرتبہ مسجد نبوی کی محراب تعمیر کرائی اور چاروں کونوں پر مینار بنوائے۔ اہلیان مدینہ منورہ نے ایک عظیم مقصد کی خاطر اپنے مکانات کا نذرانہ پیش کر دیا جس پر نہ تو بے گھر ہونے کا ڈر تھا اور نہ ہی تعمیر نو کی صعوبتوں سے رنجیدہ خاطر تھے لیکن جب انہیں بتایا گیا کہ خلیفہ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرات طاہرات کے انہدام کا حکم بھی دیا ہے تو وہ لوگ اس جگر فگار خبر سے دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ انہیں یہ کب گوارا تھا کہ جن مقدس مکانات کو سراج منیر صلی اللہ علیہ وسلم نے برسوں اپنی سکونت سے رونق بخشی ان کا وجود ہی معدوم کر دیا جائے۔ وہ اس المیہ کو نہ صرف اپنے لئے بلکہ پوری امت کے لئے ناقابل تلافی نقصان سمجھتے تھے لیکن یہ حقیقت ہے کہ جہاں شاہی فرامین میں لچک کا عنصر معدوم ہوتا ہے وہاں وقتی اور شخصی مصلحتوں کو مذہبی اور ملی عظیم تر مقاصد پر قربان کرنے کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے۔ چنانچہ ان متبرک حجروں کو مسجد میں تبدیل کرنے سے ایک ایسے عظیم المرتبت صدقہ نے جنم لیا جس کے فیوض سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تا ابد مستفیض ہوتی رہیں گی۔

مسلمانوں کے احساسات اور تاثرات تاریخ کے آئینہ میں کثیر ہیں۔ ان کا ملاحظہ فرمائیں۔

امام حافظ ابن کثیر المتوفی 774ھ رقم طراز ہیں۔

امام ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ ربیع الاوّل 88ھ میں ولید بن عبدالملک نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نام فرمان جاری کیا کہ مسجد نبوی شریف کو شہید کر کے

Marfat.com

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے شامل کریں اور ہر طرف سے اضافہ کریں تاکہ اس کا رقبہ 200x200 ذراع ہو جائے جو شخص خوشی سے مکان بیچ دے اسے قیمت ادا کر کے خرید لیں اور جو شخص اسلوبی سے نہ دے معززین اس کی قیمت طے کرا کے اس کے حوالے کر دیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا رہنما اصول آپ کے لئے کافی ہے۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دس جید فقہاء کرام، معززین اور اہلیان مدینہ کو جمع کر کے خلیفہ کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ یہ اندوہناک خبر سن کر وہ سخت رنجیدہ اور پریشان ہوئے اور کہنے لگے۔ اے کاش! یہ لوگ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سادہ حجروں کو اسی حال میں چھوڑ دیتے تاکہ بعد میں آنے والی نسلیں انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کرتیں۔ شہنشاہ کونین رحمت دارین صلی اللہ علیہ وسلم اس دار فانی میں کس قدر سادگی کے ساتھ زندگی بسر فرما گئے ہیں۔ یہ حجرے جن کی دیواریں کچی اینٹوں کی، چھتیں کھجور کی ٹہنیوں کی اور وہ بھی بہت نیچی اور دروازوں پر ٹاٹ کے پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ اگر انہیں اسی حالت میں قائم رکھا جاتا ہے تو حجاج زائرین اور مسافران سادہ رہائش گاہوں کو دیکھ کر دنیا کی زیب و زینت سے متنفر ہوتے اور ضرورت سے زائد مکان بنانے پر دولت صرف نہ کرتے لیکن جب حجرے منہدم کرنے کی کارروائی شروع کی گئی تو اہلیان مدینہ کی رقت انگیز اور کربناک حالت قابل دیدنی تھی۔ ان کی آہ و فغاں اور چیخ و پکار سے دل دھل جاتے تھے۔ ہر آدمی اشک بار اور جگر فگار تھا۔ نالہ و فریاد اور غم والم سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آج یوم الوصال ہے۔

(البدایہ والنہایہ: ج:9، ص:74، 75)

حضرت عطاء کہتے ہیں

جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حجرے بھی منہدم کر کے مسجد میں شامل کر لئے جائیں گے تو ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی اور میں نے اس

Marfat.com

دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو روتے نہیں دیکھا۔ (معالم دار الہجرۃ:50)

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں

افسوس کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کو باقی رکھا جاتا اور بعد میں آنے والے مسلمان جو مکانات ومحلات بنانے میں بے حد اسراف کرائیں گے وہ شہنشاہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچی کوٹھڑیوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتے۔ (معالم دار الہجرۃ:50)

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا حجرہ مقدسہ جو ان کی اولاد در اولاد کے زیر تصرف تھا، منہدم کر کے مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ اسی طرح شمال کی جانب سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تین حویلیاں جنہیں ''القرائن'' کہا جاتا تھا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا کا دار القراء اور سیدنا ہاشم بن عتبہ بن وقاص رضی اللہ عنہ کے کئی مکانات اور مغرب کی سمت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ، ابی سرہ بن ابی رہم سیدنا عمار بن یاسر اور سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کے بعض مکانات بھی شامل کر لئے گئے۔ (وفاء الوفا: ج:1 ص:367)

صالح بن کیسان بیان کرتے ہیں کہ

صفر المظفر 88ھ میں مسجد نبوی شریف کو شہید کرنے کا کام شروع ہوا۔ اسی اثناء میں ولید بن عبدالملک نے مسجد نبوی شریف کی مثالی اور قابل قدر تعمیر وتوسیع کے لئے قیصر روم سے امداد طلب کی۔ تعمیر مسجد کے عظیم الشان منصوبہ سے موصوف کو آگاہ کیا کہ قدیم عمارت کے انہدام اور تعمیر جدید کے اخراجات کا پورا کرنا ہماری بساط سے باہر ہے۔ لہٰذا آپ بھی اس لافانی صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔

چنانچہ قیصر روم نے بڑی فراخ دلی اور فیاضی کے ساتھ ایک لاکھ مثقال سونا جن کا وزن (گیارہ من سے کچھ زائد ہوتا ہے) ایک سو ماہر کاریگر، نفیس اور منقش پتھروں سے لدے ہوئے چالیس اونٹ اور قدیم مسمار شدہ شہروں اور قصبوں سے مینا کاری کئے ہوئے بہت سے پتھر ولید کے پاس بھیج دیئے۔ (تاریخ ابن خلدون ج 2 ص 243)

Marfat.com

امام زرین کی روایت کے مطابق شاہ روم کے امدادی سامان کی تفصیل اس طرح ہے۔ چالیس ماہرین فن تعمیر قبطی، بڑی تعداد میں فسیفساء (جواہرات کے ٹکڑوں سے مینا کاری کیے ہوئے پتھر) قندیلیں لٹکانے کے لئے کثیر تعداد میں چاندی کی زنجیریں اور اسی ہزار مثقال سونا (پچھتر ہزار تولہ) (اخبار مدینہ:98)

حضرت صالح کیسان فرماتے ہیں

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد شریف کے انہدام اور تعمیر کے کام کا مجھے نگران مقرر فرمایا۔ بنابریں مسجد منہدم کرنے کے لئے مزدور اور کاریگر اہلیان مدینہ منورہ سے لئے گئے۔ یہ کام ظفر المظفر 88ھ میں شروع ہوا۔ سب سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے مکانات گرائے گئے۔ اسی دوران شاہ روم کے بھیجے ہوئے کاریگر وغیرہ پہنچ گئے۔ جنہوں نے محنت، جان فشانی اور پوری لگن سے کام شروع کر دیا۔

(تاریخ طبری:ج:5،ص:436)

امام ابن زبالہ نے انہدام کی تاریخ 91ھ بیان کی ہے جبکہ تعمیر تین سال تک جاری رہی۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ

کام کی ابتداء 88ھ میں اور تکمیل 91ھ میں ہوئی۔ (معالم دار الہجرۃ:51)

امام عماد الدین ابن کثیر المتوفی 774ھ رقم طراز ہیں کہ

تعمیر مسجد کے لئے جب مشرقی دیوار کی بنیادیں کھودی جا رہی تھیں۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں سے پاؤں نظر آئے جنہیں دیکھ کر لوگ پریشان ہوئے کہ کہیں یہ پاؤں مبارک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ہوں مگر تحقیق و تجسس سے معلوم ہوا کہ پاؤں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ:ج:9،ص:75)

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد شریف کی بنیادیں پتھروں کی

Marfat.com

بنوائیں۔ دیواریں تراشیدہ منقش پتھروں کی چونے سے کھڑی کیں۔ ستون پتھر کے بنوائے جن میں لوہا اور سیسہ بھرا ہوا تھا۔ دیواروں پر جواہرات اور مرمر کے ٹکڑوں کے جاذب نظر اور دل ربا میناکاری کرائی۔ انہیں لگانے کے لئے خاص قسم کا مصالحہ بنوایا۔ چھت ساگوان کی بنوا کر سونے سے نقش ونگار کرایا۔

جو کاریگر دیواروں پر بیل بوٹے بنانے میں فن کی نفاست کا جتنا عمدہ مظاہرہ کرتا سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرط مسرت میں اسے یومیہ مزدوری کے علاوہ تیس درہم انعام عطا فرماتے۔ (اخبار مدینہ:100)

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جب قبلہ وال دیوار بنوانے لگے تو قریش انصار عرب اور دیگر معززین کو بلا لیا کہ ان کی موجودگی میں سنگ بنیاد رکھا جائے تاکہ کسی کے دل میں کوئی شبہ اور وسوسہ پیدا نہ ہونے پائے۔ چونکہ اس سے پہلے مسجد میں محراب کی علامت نہیں تھی اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محراب بھی بنوائی اور منڈھیر پر خوبصورت کنگرے بنوائے اور پرنالے رانگ کے بنوائے۔

علاوہ ازیں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دیواروں پر مختلف سورتیں اور آیتیں لکھوائیں۔ قبلہ والی دیوار پر باب السلام سے باب جبرائیل تک سورہ فاتحہ سورہ والشمس اور قل اعوذ برب الناس لکھوائی۔ یونہی صحن مسجد کی قبلہ والی دیوار یعنی پیشانی پر خوبصورت اور بیش بہا قیمتی پتھروں کے جڑاؤ سے یہ عبارت کندہ کروائی۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لا اله الا الله وحده لا شريك له محمد عبده و رسوله . ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون . امر عبدالله امير المومنين بتقوى الله و طاعته والعمل بكتاب الله عزوجل و سنة نبيه محمد صلى الله عليه وسلم و لصلة الرحم و تعظيم ما صغر الجبابرة من حق الله

Marfat.com

سبحانہ و تصغیر ما عظموا من الباطل و احیاما اما توامن الحقوق وامات ما احیوا من العدوان و الجوروان یطاع اللہ سبحانہ و یعصی العباد فی طاعۃ اللہ فالطاعۃ للہ سبحانہ و لا ھل طاعۃ لا طاعتہ الاحد فی معصیۃ اللہ یدعوالی کتاب اللہ سبحانہ و سنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم والی العدل فی احکام المسلمین والقسم بالسویۃ فی فیھم ووضع الاخماس فی مواضعھا التی امر اللہ سبحانہ بھالذوی القربیٰ و الیتامیٰ والمساکین وابن السبیل (اخبار مدینہ:102،101)

ولید بن عبدالملک کی تعمیر سے پہلے مسجد کے مینار بنانے کا طریقہ رائج نہیں تھا۔ ولید ہی نے سب سے پہلے مینار بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مسجد کے چاروں کونوں میں مینار بنا دیئے گئے۔ بعدازاں جب خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مناسک حج سے فراغت کے بعد زیارت مدینہ منورہ آیا۔ موصوف نے مروان کے مکان میں قیام کیا اس دوران بادشاہ نے دیکھا کہ مینارہ باب السلام پر مؤذن کے چڑھنے سے اہل خانہ کی بے پردگی ہوتی ہے۔ بنابریں اس نے مینار کو مسجد کی چھت تک گرا دینے کا حکم دیا۔

(اخبار مدینہ:100)

امام ابن زبالہ نے بقیہ تین میناروں کی بلندی 60 ذراع بیان کی ہے جبکہ ان کی دوسری روایت کے مطابق بلندی کی تفصیل اس طرح ہے۔

جنوب مشرقی اور شمال مشرقی مینار 55,55 ذراع اور شمال مغربی مینار 53 ذراع بلند تھے جبکہ ہر ایک مینار کی چوڑائی 8x4 ذراع تھی۔ (وفاء الوفا:ج:1،ص:373)

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کو تین اطراف سے کشادہ کیا حجرہ مقدسہ کو شامل کر لینے کے بعد مشرق سے مغرب تک چھ ستون، شمال کی جانب چودہ ستون اور مشرق میں سات ستونوں کا اضافہ کیا۔ (اخبار مدینہ:100)

Marfat.com

تعمیر مکمل ہو جانے پر رقبہ حسب ذیل تھا۔

شمالاً جنوباً طول 200 ذراع (300 فٹ) شرقاً غرباً عرض قبلہ کی سمت 200 ذراع (300) فٹ اور شمال کی طرف 180 ذراع (270 فٹ)

(اخبار مدینہ:100)

ولید بن عبدالملک کی تعمیری خصوصیات

(۱) اضافہ عثانی کے باعث مسجد کا طول وعرض 150x160 ذراع ہو گیا لیکن (ولید بن عبدالملک کی تعمیر و توسیع کے بعد پیمائش اس طرح) تقریباً 200x200 ذراع

(۲) اس سے پہلے مسجد کا رقبہ 4071 مربع میٹر تھا۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک 2369 مربع میٹر اضافہ کیا جس سے مجموعی رقبہ 6440 مربع میٹر ہو گیا۔

(۳) ولید نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حجرات مقدسہ کو منہدم کر کے مسجد نبوی کو کشادہ کیا۔

(۴) ولید بن عبدالملک پہلا شخص ہے جس نے مسجد کی تزئین میں بے حد مبالغہ کیا۔ دیواریں اور چھت جواہرات اور آب زر کی مینا کاری سے مرصع کرائے۔

(۵) مسجد میں محراب کی ابتداء ولید بن عبدالملک نے کی جبکہ اس سے پہلے مساجد میں محراب نہیں ہوتے تھے۔

(۶) خلیفہ موصوف نے مسجد نبوی شریف کی دیواروں پر آیات قرآنی لکھنے کی طرح ڈالی۔

(۷) موصوف نے پہلی مرتبہ مسجد نبوی شریف کے مینار تعمیر کرائے۔

خلیفہ المہدی عباسی کی توسیع

علماء مؤرخین کا بیان ہے کہ ولید بن عبدالملک کی توسیع کے بعد عرصہ تک کسی خلیفہ

Marfat.com

نے مسجد کی تعمیر و توسیع کی خدمت سرانجام نہیں دی۔ یہاں تک کہ ابوجعفر عبداللہ المنصور محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو اقتدار حاصل ہوا۔ خلیفہ موصوف کی خدمت میں مدینہ منورہ سے حسن بن زید نے لکھا کہ مسجد نبوی شریف جنوب مشرقی حصہ سے کشادہ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ خلیفہ نے جواباً کہا فی الحال توقف کریں۔ مگر اتفاق سے اسی دوران خلیفہ کا انتقال ہو گیا اور وہ کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کر سکا۔ پھر 185ھ میں ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المہدی کو جانشین مقرر کیا گیا۔ خلیفہ موصوف 161ھ میں فریضہ حج ادا کرنے کے بعد زیارت مدینہ کریمہ سے مشرف بار ہوا۔ وہاں پہنچ کر جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا اور اسے مسجد نبوی شریف کی تعمیر و توسیع کا حکم دیا اور اس مقدس کام میں عبداللہ بن عاصم بن عمر بن عبدالعزیز اور عبدالملک بن شبیب الغسانی کو معاون مقرر کیا۔ (اخبار مدینہ:104)

لیکن ابھی اس عظیم المرتبت کام کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ نوشتہ ازل نے عبداللہ بن عاصم کا پروانہ موت پیش کر دیا۔ خلیفہ نے اس کی جگہ عبداللہ بن موسیٰ الحمصی کے تقرر کا حکم صادر فرمایا۔ (وفاء الوفا: ج:1، ص:380)

چنانچہ ان کی نگرانی میں مسجد کی توسیع کا عظیم الشان کام شروع ہوا۔ مشرق، مغرب اور جنوب میں کوئی اضافہ یا تبدیلی کے بغیر شمال میں ایک سو ذراع تک اضافہ کیا۔ اس حصہ کو کشادہ کرنے کی خاطر متعدد مکانات خریدے گئے۔ جن میں دار عبدالرحمٰن بن عوف جو دار ملیکہ کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔ دار شرجیل بن حسنہ، بقیہ دار عبداللہ بن مسعود اور دار المسور بن مخرمہ الزہری شامل ہیں۔ جس طرح سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کی پیشانی پر خلیفہ ولید بن عبدالملک کا نام وغیرہ لکھوایا تھا۔ اسی طرح خلیفہ مہدی کی توسیع کی تاریخ اور نام وغیرہ ان الفاظ میں تحریر کیا گیا۔

"امر عبداللہ المهدی امیر المومنین اکرمه الله واعز نصره بالزیادة فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم و احکام

Marfat.com

عـمـلـه ابتغاء وجه الله عزوجل والدار الاخرة احسن الله ثوابه بـاحسـن الثواب والتوسعة لمن صلى فيه من اهله و ابنائه من جـميع المسلمين فاعظم الله اجر امير المومنين فيما نوى من حسنته في ذالك و احسن ثوابه بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ."

علاوہ ازیں سورہ فاتحہ اور آیت

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللهِ اِلٰى آخِرِهٖ

لکھنے کے بعد یہ عبارت لکھوائی۔

وكـان مبتـداء ما امربه عبدالله المهدى امير المومنين اكرمه الله مـن الزيادة فى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سـنتـه اثـنيـن و ستين و مائة و فرغ منه سنة خمس و ستين و مائة (اخبار مدینہ:104)

اس عظیم الشان کام کی ابتداء 162ھ میں ہوئی اور 165ھ میں بحسن وخوبی پایہ تکمیل کو پہنچا۔(اخبار مدینہ:104)

امام ابن زبالہ کے بیان کے مطابق خلیفہ مہدی نے آل عمر کے مکان کا وہ دروازہ بند کر دیا جو مسجد شریف میں کھلتا تھا اور اس کی جگہ لوہے کی ایک کھڑکی لگا دی جس کے لئے مسجد کے اندر تین زینے بھی بنوائے۔اسی طرح مقصورہ شریف کے فرش کو مسجد شریف کے فرش کے برابر کر دیا۔(وفاء الوفا:382،ج:1)

خلیفہ مہدی کی توسیع وتعمیر کے بعد مسجد شریف کے طول میں 100 ذراع یعنی 150 فٹ کا اضافہ ہوا اور مجموعہ طول 300 ذراع یعنی 450 فٹ ہو گیا۔قبل ازیں مسجد شریف کا مجموعی رقبہ 6440 مربع میٹر تھا۔جبکہ خلیفہ موصوف نے 2450 مربع میٹر کا اضافہ کیا۔اس طرح مجموعی رقبہ (8890) مربع میٹر ہو گیا۔

مشہور روایات کے مطابق اس کے بعد کسی خلیفہ نے تعمیر یا اضافہ نہیں کیا۔البتہ امام

Marfat.com

زین الدین مراغی نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ 202ھ میں خلیفہ مامون الرشید نے تعمیر کی خدمت انجام دی ہے جس کی تائید امام سہیلی کے قول سے بھی ہوتی ہے لیکن دیگر مؤرخین اس کا انکار کرتے ہیں۔

امام مراغی کا کہنا ہے کہ

ہوسکتا ہے کہ خلیفہ موصوف نے صرف تجدید کی ہو اور اضافہ و توسیع نہ کی ہو اس طرح دونوں روایات کی توجیہہ ہوسکتی ہے۔ (معالم دار الہجرۃ:54)

خلیفہ موصوف کی توسیع سے پہلے کی جانے والی توسیعات کے باعث مسجد نبوی شریف کا جنوبی حصہ عریض اور مشرق و مغرب کی سمت سے مسجد بیضوی ہوتی گئی اور مذکورہ بالا اضافہ سے شمال میں گولائی اور نمایاں ہوگئی۔ 576ھ میں ملک الناصر الدین اللہ نے مسجد نبوی شریف کے ذخائر اور بعض آثار قدیمہ کی حفاظت کی غرض سے صحن مسجد میں ایک چبوترہ بنانے کا حکم دیا جس کے تیار ہو جانے پر حسب ذیل چیزیں محفوظ کر دی گئیں۔

مقصود کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ چادر اور تہبند یہ دونوں چیزیں وصال کے وقت آپ کے وجود اطہر پر تھیں۔ دیباج کی کناری سے بنا ہوا اطیالسی جبہ، مصحف عثمانی، غلاف کعبہ کا ٹکڑا جائے نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، جھنڈے، بعض ہتھیاروں کے دستے اور کئی ایک صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار کی محفوظ شدہ چیزیں۔

(تاریخ الحرمین للعباس کرارہ:179)

مسجد نبوی میں آتش زدگی

خداوند اقدس کی شان بے نیازی انسانی عقل و فہم اور ادراک سے انتہائی بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن مقدس مقامات کی عزت و عظمت کو بڑھا کر انہیں ہم دوش عرش مجید کر دیا انہیں بھی ایسی ناگہانی آفات سے دوچار کیا جن سے وہ پیوند زمین ہو کر رہ گئے۔ اسی نوعیت کا دل دوز و جاں گداز واقعہ 654ھ میں پیش آیا۔ جس میں مسجد نبوی شریف جل کر خاکستر ہوگئی۔

Marfat.com

یکم رمضان المبارک 654ھ شب جمعہ کا واقعہ ہے کہ ابوبکر الفراش بن اوحد مسجد میں غربی جانب واقع گودام سے کچھ سامان نکالنے کی غرض سے چراغ لے کر داخل ہوا۔ اس کی غفلت کے نتیجہ میں چراغ سے سامان کو آگ لگ گئی۔ (یا چوہے کے چراغ اٹھنے کے باعث آگ بھڑک اٹھی) اور آن واحد میں نہ صرف اس کمرہ میں پھیل گئی بلکہ پوری مسجد شریف کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ خادم موصوف جل کر لقمہ اجل بن گیا۔ مسجد مبارک لکڑی کے ستون جل جانے اور پتھر کے ستون گر کے بے رحم شعلوں کی زد سے نہ بچ سکے۔ البتہ صحن میں واقع چبوترہ بالکل محفوظ رہا۔ بہت سے قرآن مجید، نادر اور نایاب کتابیں قیمتی اور تاریخی صندوق اور مسجد کی اور ایک چیز جل گئی تھی۔ (معالم دار الہجرہ 68)

اس جان کاہ حادثہ اور ناقابل نقصان کی اطلاع فوری طور پر خلیفہ المستعصم باللہ ابی احمد عبداللہ بن المستنصر باللہ کو دی گئی لیکن جنگی مصروفیات کے باعث خلیفہ کا جواب موصول ہونے میں طویل عرصہ گزر گیا۔ اسی دوران 656ھ میں خلیفہ موصوف کو قتل کر دیا گیا بعد ازاں ملک المنصور نور الدین علی بن الملک المعز عز الدین ایبک الصالحی المصری اور ملک المظفر شمس الدین یوسف صاحب یمن کی طرف سے تعمیراتی سامان پہنچا اور تعمیر شروع ہوئی۔ ابھی باب السلام تک کام ہوا تھا کہ ملک المنصور نور الدین علی کو معزول کر دیا گیا۔ جس کے باعث کام میں تعطل پیدا ہو گیا۔ اس کی جگہ ملک المظفر سیف الدین قطز المعزی یعنی محمود بن ممدود کو 657ھ جو عنان حکومت کے سپرد کی گئی۔ ملک موصوف کی والدہ ماجدہ سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کی بہن تھیں۔ سلطان موصوف کے حکم سے 658ھ میں صرف باب السلام سے باب الرحمۃ تک تعمیر کا کام ہوا پھر اسی سال الظاہر رکن الدین بیبرس الصالحی المعروف البند قداری مصر کے بادشاہ مقرر ہوئے جن کے عہد حکومت میں باب الرحمت سے شمال میں مسجد کے انتہا تک اور مشرق میں باب النساء تک دیواریں مکمل کر کے پوری چھت بنائی گئی۔ جو آتش زدگی سے پہلے کی طرح دوہری چھت تھی۔ اسی طرح 655ھ میں سلطان المستعصم باللہ کے عہد حکومت میں شروع ہونے

Marfat.com

والی تعمیر 658ھ میں سلطان ظاہر رکن الدین بیبرس کے دور میں مکمل ہوئی۔

(معالم دارالہجرۃ 70)

سلطان ظاہر رکن لادین نے مصر سے ترپن 53 کاریگر لوہا، رصاص اور دیگر تعمیراتی سامان امیر جمال الدین محسن الصالحی کی سربراہی میں بھیجا اور دیگر اخراجات کے لئے نقدی بھی عنایت کی۔ (وفاء الوفا 432،ج:1)

ملوک مصر کی تعمیری خدمات

عرصہ دراز کے ملک الناصر محمد بن الملک المنصور رقلادون الصالحی کے عہد حکومت میں 705 میں مسجد شریف کی چھت کی تجدید ہوئی اور شمالی چھت کی طرز پر مشرقی اور مغربی چھت بنا کر ایک ہی چھت کردی گئی۔ (معالم دارالہجرہ 71)

727ھ میں ملک الناصر محمد مذکور نے مسجد کے جنوبی یعنی قبلہ والے حصہ میں دو برآمدوں کے اضافہ کا حکم دیا۔ جو مکمل ہو جانے سے بہت نفع بخش ثابت ہوئے۔ 831ھ میں چھت کمزور ہو جانے کے باعث گرنے کا اندیشہ ہوا تو سلطان الاشرف برسبائی نے ذی قعدہ 831ھ میں چھت کی تجدید کرائی۔ یہ عظیم الشان خدمت قبرص کے امیر مقبل القدیدی کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئی۔ 853ھ میں چھت کمزور ہو جانے کے باعث ملک الظاہر جقمق نے امیر بردبک الناصر المعمار کے ذریعہ اس کی تجدید کرائی۔

879ھ میں بھی سلطان موصوف نے کچھ ستون اور برآمدوں کی اصلاح تجدید اور مرمت کی خدمت انجام دی۔ اسی طرح 881ھ میں امیر جدہ خواجہ الشمسی شمس الدین ابن الزمن کی نگرانی میں بھی اصلاح و مرمت کا کام انجام دیا گیا۔

(وفاء الوفا 433،ج:1)

دوسری مرتبہ آتش زدگی کا سانحہ

13 رمضان المبارک 886ھ کی شب کا واقعہ ہے کہ مسجد نبوی شریف اپنی بے

Marfat.com

مثال عظمتوں اور رفعتوں کے باوجود ایک مرتبہ پھر آگ کے بے رحم شعلوں کی نذر ہوگئی۔ ہوا یوں کہ مذکورہ رات کو باد و باراں کی شدت اور کڑک وچمک کا خوفناک سماں بنا تھا۔ اسی اثناء میں رات کے آخری حصہ میں رئیس المؤذنین، صدر المدرسین الشیخ الشمسی شمس الدین محمد الخطیب اعلان سحری کے لئے منارہ شرقیہ یمانیہ (یعنی روضہ منیفہ کے قریب والے) پر چڑھے ہی تھے کہ آسمانی بجلی مینار پر گرنے سے آگ بھڑک اٹھی اور آن واحد میں ساری مسجد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مؤذن موصوف اس حادثہ میں جاں بحق ہو گئے۔ امیر مدینہ شیخ زین الدین فیصل الحجازی اور دیگر شہری فوراً مسجد میں پہنچ گئے۔ آگ بجھانے کے لئے بھرپور کوشش کی گئی لیکن آگ کی شدت کے سامنے ساری تگ و دو بیکار ثابت ہوئی۔ خطہ اراضی کا یہ مقدس ومتبرک مقام آگ کا بحر عمیق دکھائی دیتا تھا۔

تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ کَالۡقَصۡرِ ۝

کا سماں تھا۔ انتہائی بڑے بڑے شرارے گرد و نواح کے مکانوں پر گولہ باری کر رہے تھے۔ اور اس ناگہانی آفت سے بچاؤ کی کوئی تدبیر مفید ثابت نہ ہوسکی۔

حجرہ مقدسہ کی چھت، متعدد ستون، منبر مبارک، نادر اور نایاب قرآن مجید والا صندوق نادر کتب کا علمی ذخیرہ اور بہت سے اشخاص آگ کی نذر ہو گئے۔ روضہ مقدسہ اور مسجد نبوی شریف کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ صحن میں واقع چبوترہ کے سوا ہر ایک چیز آگ کی چیرہ دستیوں کی نذر ہوگئی۔ اس اندوہناک حادثہ کی اطلاع 17 رمضان المبارک کو سلطان قایتبائی کی خدمت میں پہنچائی گئی لیکن موصوف کی جانب سے ہدایات وانتظامات کئے جانے سے پہلے ہی امیر مدینہ قضات، معززین اور عام باشندگان مدینہ منورہ نے ملبہ اٹھانے اور صفائی کا کام ازخود شروع کر دیا۔ باب جبرائیل کے علاوہ دوسرے دروازوں کی جگہ عارضی دروازے بنائے گئے۔ پختہ اینٹوں سے وقتی طور پر منبر بنایا گیا اور محراب نبوی والی جگہ نماز پڑھانے کا انتظام کیا گیا۔ مسجد مبارک کو ملبہ سے پاک وصاف کر لینے کے بعد حجرہ مقدسہ اور اس کے گرد و نواح کی صفائی کا کام شروع ہوا۔

Marfat.com

ابتداء میں حجرہ مقدسہ اور مسجد کے درمیان عارضی طور پر دیوار کا پردہ بنا دیا گیا تا کہ اس مقدس مقام کے در و دیوار کی خستہ و شکستہ حالت عوام کی نظروں سے اوجھل رہے۔ یہ روح فرسا واقعہ نقل کرنے بعد علامہ سمھودی لکھتے ہیں۔

در حقیقت مسلمانوں کی عملی بدحالی کے باعث عبرت اور موعظت کی خاطر یہ حادثہ وقوع پذیر ہوا۔

جیسا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيَاتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا

اور ہم ڈرانے کے لئے یہ نشانات ظاہر کرتے ہیں۔

"ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ يَا عِبَادِ فَاتَّقُوْنَ"

ایسے واقعات سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے کہ اے میرے بندہ مجھ سے ڈرتے رہو۔ (وفاء الوفا: ج: 1 ص: 465 تا 458)

سلطان قایتبائی جب اس اندوہناک سانحہ سے آگاہ ہوا تو موصوف نے امیر سنقر جمالی کی سربراہی میں ایک سو ماہر کاری گر جن میں تعمیر کرنے والے لکڑی اور لوہے کا کام کرنے والے، رنگ و روغن کرنے والے اور دیگر عمارتی کام کے ماہر شامل تھے اور سامان اٹھانے کے لئے کثیر تعداد میں خچر اور گدھے بھیجے۔ علاوہ ازیں الاشرفی الشجامی شاہین اور امیر قاسم الفقیہ شیخ الحرم کے ہاتھ بیس ہزار دینار نقد ارسال کئے اور بہت بڑی تعداد میں تعمیر کا سامان اور آلات بھی فراہم کئے۔ ادھر امیر خواجہ الشمسی شمس الدین بن رمن نے تین سو کاریگر اور دیگر خدمات انجام دینے والے اور ایک بار برداری کے لئے دو سو اونٹ اور ایک سو خچر فراہم کر رہے تھے۔ جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے تو تعمیر نو کے لئے پہلی دیواریں گرا کر نئے سرے سے بنانے کا فیصلہ ہوا۔

چنانچہ ماہ ربیع الاول 887ھ میں دوسری مرتبہ سلطان اشرف قایتبائی کی طرف سے تعمیر کا کام شروع ہوا۔ منارۂ رئیسہ جس پر بجلی گرنے کا سانحہ پیش آیا تھا اسے بنیادوں

Marfat.com

تک صاف کر دیا گیا۔ اسی طرح باب السلام تک قبلہ والی دیوار باب جبرائیل تک مشرقی دیوار اور مغرب میں باب الرقہ تک دیواریں اکھاڑ دینے کے بعد تعمیر شروع کر دی گئی۔ معمولی سی توسیع کے ساتھ نئی دیواریں بنا کر منارہ رئیسہ بھی تعمیر کر دیا گیا اور روشنی کے لئے متعدد کھڑکیاں بنائی گئیں۔ تمام برآمدوں پر برابر کی چھت بنائی گئی۔ نئی تعمیر میں ستونوں کے اوپر پختہ اینٹوں سے ڈاٹیں بنائی گئیں جبکہ پہلے ستون چھت تک بلند تھے۔ محراب عثمانی کو وسیع کر کے اس کے اوپر خوشنما گنبد بنایا گیا اور نقش و نگار سے مرصع کر دیا گیا۔ مؤذن کے لئے اذان کی جگہ تعمیر کرائی روضہ مقدس کی دیواروں پر ایک گنبد بنا کر اس کے اوپر بڑے گنبد تعمیر کرائے۔

علاوہ ازیں باب السلام کے اندر بھی دو گنبد بنوائے اور باب السلام کو سفید اور سیاہ سنگ مرمر کے حسن و جمیل امتزاج سے منقش کر دیا گیا۔ (وفاء الوفا: ج: 1 ،ص: 455)

اس طرح اس پر شکوہ تعمیر پر سلطان اشرف قاتیبائی نے ایک لاکھ بیس ہزار دینار خرچ کئے۔

فجز اہ اللہ احسن الجزاء (تاریخ الحرمین للعباس کرارہ: 174)

یہ عظیم الشان تعمیر 890ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔

(المدینہ الیوم 37)

تعمیر قایتبائی کی خصوصیات

(۱) روضہ مقدسہ کے گنبد بنوائے گئے

(۲) پہلی مرتبہ برآمدوں کی ڈاٹیں بنائیں گئیں

(۳) مؤذن کا چبوترہ پہلی مرتبہ تعمیر ہوا

(۴) روشنی کی خاطر متعدد کھڑکیاں بنائی گئیں جبکہ اس سے پہلے کبھی کھڑکیاں نہیں رکھی گئی تھیں۔

Marfat.com

آلِ عثمانی کی تعمیر کردہ خدمات

آلِ عثمان کی خلافت کے دور میں بھی حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر و مرمت اور تزئین و آرائش کی ناقابل فراموش خدمات انجام دی گئی ہیں۔ اگرچہ تعمیر کی تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں تاہم اختصار اور اجمال کے ساتھ ان کا دلبا تذکرہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ 974ھ میں سلطان سلیمان خان نے مسجد نبوی شریف کی مغربی دیوار نئی بنوائی اور اسے نقش و نگار سے مزین کیا۔ علاوہ ازیں سلطان موصوف 938ھ میں مسجد کے وسط میں ایک نیا محراب بنوایا۔ جسے محراب سلیمانی یا محراب حنفی کہا جاتا ہے۔

(آثارالمدینہ:105)

980ھ میں سلطان سلیم ثانی نے بھی تعمیر و مرمت کی خدمات انجام دیں۔ سلطان اشرف قایتبائی کی تعمیر کردہ مسجد شریف کی عظیم الشان عمارت کو اللہ تعالیٰ نے صدیوں تک دوام بخشا۔

1263ھ میں چار سو سال بعد جب چھت بوسیدہ ہوگئی اور گرنے کا اندیشہ ہونے لگا تو شیخ داؤد پاشا شیخ الحرم نے سلطان عبدالمجید عثمانی کو استنبول میں صورتحال سے آگاہ کیا۔ چنانچہ سلطان موصوف نے کاریگر انجینئر، تعمیراتی سامان اور دیگر ضروریات کی چیزیں بھیجنے کا حکم صادر کیا۔ (المدینہ......الیوم:37)

طے پایا کہ مسجد کو بنیادوں سے از سر نو تعمیر کیا جائے۔ وادی عقیق سے پتھر منگوائے گئے اور کچھ حصہ مسجد کا منہدم کیا گیا۔ جب اس کی تعمیر مکمل ہو جاتی تو مزید کچھ حصہ منہدم کر کے اس کی تعمیر شروع کر دی جاتی۔ اس طرح 1265ھ میں شروع ہونے والا تجدید و تعمیر کا عظیم المرتبت کام 1277ھ تک دس سال کے طویل عرصہ میں بے حد شان و شوکت کے ساتھ تکمیل پذیر ہوا۔ آج بھی مسجد نبوی شریف کا قدیم حصہ سلطان عبدالمجید کی تابندہ و پائندہ تعمیری یادگار کا دلکش منظر پیش کر رہا ہے۔

(تاریخ الحرمین للعباس کرارہ:176)۔

Marfat.com

یہ مرقع حسن و تجمل 1893 مربع میٹر پر مشتمل ہے۔(المدینہ فی التاریخ:84)

سلطان موصوف نے صرف شمال کی جانب ہی اضافہ کیا تھا۔اس طرف ایک نیا دروازہ بھی بنوایا جو سلطان موصوف کے نام کی مناسبت سے باب المجیدی کے نام سے شہرت پذیر ہوا۔(آثار المدینہ:107)

موصوف نے صحن مسجد میں واقع چبوترہ ختم کر کے حوض بنوایا جس میں عین الزرقاء سے پانی لایا گیا اور ایک خوبصورت فوارہ بھی نصب کر دیا جو بے حد دل فریب اور دیدہ زیب منظر پیش کرتا تھا۔(المدینہ فی التاریخ:84)

ترکوں نے تعمیر مسجد نبوی پر مال و زر ہی خرچ نہیں کیا بلکہ اپنے خلوص عشق اور احترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجسم کر دیا اور ہر نقش محبت و خلوص کا آئینہ دار ہے۔امتداد زمانہ کے باوصف اس تعمیر میں ترکوں کے دل دھڑکتے نظر آتے ہیں۔ہر پتھر اور ہر زاویے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جھلک رہی ہے۔کہا جاتا ہے کہ ترکوں نے تعمیر مسجد کے لئے اس بات کا التزام کیا کہ ہر معمار حافظ کلام پاک ہو۔کام شروع کرنے سے پہلے ہر معمار غسل کرتا۔دو نوافل ادا کرتا اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا۔ہر ایک معمار تقویٰ کا پیکر اور پاکیزگی کا نمونہ تھا۔سلطان موصوف نے ساری چھت کی نقاشی اور طلائی کا کام بے نظیر کرایا۔چھت میں جا بجا 6 اور 9 فٹ اونچے ہشت پہلو شیشے کے دوہرے دروازے ہیں جن پر دیدہ زیب خوبصورت گنبد بنوائے۔ان ہی بلند و بالا دروازوں سے سورج کی روشنی مسجد مقدس کو ضیا بار کرتی ہے۔در کی کمانیں بے جوڑ ایک ہی پتھر سے تراشی ہوئی ہیں۔فولادی سلاخوں سے سیسہ پلا کر کمانوں کو باہم مربوط کر دیا گیا ہے۔آج بھی باب السلام سے باب الرحمۃ تک مغرب میں اور بشمول روضہ منیفہ باب جبرائیل سے باب النساء تک سرخ پتھر کی عمارت موصوف کی ناقابل فراموش یادگار ہے۔موصوف نے قبلہ والی دیوار میں رنگین آئینوں کے بلند و بالا روشن دان (اگزاسٹ فین) کے قائم مقام بنوائے۔(آئینہ حرم:87)

Marfat.com

تعمیر وتجدید کے مجموعی مصارف ساڑھے سات لاکھ عثمانی گنی اور جنی دونوں صحیح ہوئے تھے جو سات کروڑ روپیہ کے مساوی ہیں۔ (آئینہ حرم:88)

سلاطین عثمانیہ نے مسجد نبوی شریف کی ایسی پرشکوہ عمارت تعمیر کرائی جس کے درو بام پر گردش ایام اثر انداز نہ ہو سکی۔ باب السلام سے مقام جبرائیل تک ساری دیوار قرآن پاک کے سنہری حروف سے مزین اور اسماء مقدس نہایت دیدہ زیب خطاطی میں نقش کئے گئے۔ چھت میں واقع گنبدوں میں مختلف آیات وسورہ نہایت اعلیٰ خط میں تحریر کرائیں۔ جن کے حسن وزیبائش میں نظر ڈوب کر رہ جاتی ہے۔ ہر نقش محبت کا آئینہ دار ہر سطح خلوص کا مظہر اور ہر گوشہ عقیدت کی تصویر ہے۔

اس قدیم تعمیر کو رنگا رنگ جاذب نظر اور خوشنما فانوسوں سے آراستہ کر دیا گیا جب بجلی کے قمقموں کی روشنی ان کے حسین وجمیل ٹکڑوں سے آنکھیں چار کرتی ہے تو ایک ایک شیشے کے ٹکڑے سے مختلف روشنیاں پھوٹتی نظر آتی ہیں۔ ذرا سی جنبش سے ہر ٹکڑا کبھی سبز کبھی قرمزی اور کبھی نیلا نظر آتا ہے۔ جھل مل، جھل مل کرتے یہ فانوس زائرین کو دعوت نظارہ دیتے اور عقیدت ومحبت کا نقش جمیل پیش کرتے ہیں۔ ماہرین فن تعمیر کا اندازہ ہے کہ ترکوں کی اس عظیم الشان تعمیر کو پانچ سو سال تک شکست وریخت کا کوئی اندیشہ نہیں۔

سعود کے خاندان کی تعمیری خدمات

سعادت مند سلطان عبدالمجید عثمانی کی تعمیر کو ایک صدی گزرنے کے بعد مرمت و اصلاح کی ضرورت پیش آئی۔ جس وقت خاندان سعود کا مہتاب سعادت نشان سرزمین حجاز کو اپنی تابندگی و درخشندگی سے جگمگانے لگا تو مسجد نبوی شریف کی پرشکوہ عمارت مجموعی حیثیت سے پائیدار ہونے کے باوجود کہن سالی اور گردش ایام کی ستم ظریفوں کا بزبان حال سے شکوہ کر رہی تھی۔ دیواروں کا سینہ بعض مقامات سے شق کئی ستون اور سرورقد مینار مخدوش حالت میں مدد کے طلب گار تھے اور مسجد تنگی داماں کی شکایت بھی کر رہی تھی۔ ان حالات کے پیش نظر سلطان عبدالعزیز بن سعود نے ایک جامع اور عظیم الشان منصوبہ

Marfat.com

تیار کیا۔ اور حجاز کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی ماہر انجینئر طلب کئے۔ تاکہ مسجد نبوی کی شایان شان اور مسلمانان عالم کی دلی خواہش کے مطابق تعمیر کی خدمات انجام دی جا سکے۔ نیز یہ طے پایا کہ قدیم تعمیر کی قیمتی اور خوبصورت اشیاء کو برقرار رکھا جائے۔ موصوف نے بڑی فراخدلی سے یہ اعلان کیا کہ اس منصوبہ کی تکمیل کی خاطر جتنی رقم درکار ہو شاہی خزانہ سے فراہم کی جائے۔ چونکہ ہر دور کا فن تعمیر جداگانہ، ہر زمانے کی تعمیر کے نقوش فرزانہ ہوتے ہیں جیسے لباس کی وضع قطع تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ افکار و خیالات بھی تغیر پذیر ہوتے ہیں۔ اسی طرح فن تعمیر بھی جدت کا خوگر ہوتا ہے۔ چنانچہ دور جدید کے انداز تعمیر کو ملحوظ رکھتے ہوئے پرانے دور سے جداگانہ فن تعمیر کا مظاہرہ دکھایا۔ تاریخ نے جب ماضی سے پلٹ کر دیکھا تو مسجد نبوی فن تعمیر کا نادر نمونہ اور موجودہ دور کی حسین و جمیل عمارت نظر آئی۔ مسجد کی زیبائش و آرائش اور تزئین و تحسین کا احاطہ کرنے سے قلم عاجز اور زبان اس کی شایان شان تعریف و توصیف سے قاصر ہے۔ وہ پر کیف و سرور اور دل کش و دلربا منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا دل فریب و دیدہ زیب نظارہ آنکھیں ہی کر سکتی ہیں۔ ورنہ دیکھے بغیر اس کی آرائش و زیبائش کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ مسجد کی یہ پرشکوہ عمارت اس پر شاہد عدل ہے کہ سلطان عبدالعزیز کے دل میں عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ شعلہ زن اور اس کا دل حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھا اور موصوف اسلام اور حرمین شریف کا مخلص خدمت گار تھا۔ 1368ھ میں سلطان موصوف نے اس فقید المثال منصوبہ اور ایمان افروز خوشخبری سے مسلمانان عالم کو آگاہ کرنے کی غرض سے ایک کھلا خط شائع کیا۔ جو 4 صفر المظفر 1368ھ اور 12 شعبان 1368ھ کو اخبار "المدینہ" میں شاعت پذیر ہوا۔ اس جامع منصوبہ کی تکمیل اور نگرانی کے لئے پچاس افراد پر مشتمل ایک مستقل شعبہ قائم کیا گیا جو شعبہ تحریر حسابات، خزانہ امانت اور انجینئرنگ پر محیط تھا۔ ایک ورکنگ کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں مدینہ منورہ کے معززین اور نامور حضرات شامل تھے۔ دکانوں اور مکانات کی قیمت کا صحیح تخمینہ لگا کر مالکان کو معاوضہ

Marfat.com

ادا کرنا اوران کی خوشنودی کا خاص خیال رکھنا اس کمیٹی کے فرائض میں شامل تھا۔ پتھروں اور سنگ مرمر کی تراش خراش کے لئے مکینیکل آلات پر مشتمل ایک کارخانہ ذوالحلیفہ میں قائم کیا گیا۔ ماہرین فن تعمیر کے زیر نگرانی چار سو سے زائد عملہ کام کرتا تھا۔ تعمیر میں سہولت بہم پہنچانے کی خاطر کرین، ہیوی گاڑیاں اور مختلف اقسام کے جدید ترین آلات بھی فراہم کئے گئے۔ جنہیں چالیس گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ مدینہ منورہ کی بندرگاہ ینبوع اسی کام کے لئے وقف کردی گئی تاکہ جہاز عمارتی سامان لکڑی لوہا، سیمنٹ وغیرہ پہنچاتے رہیں۔ جہازوں سے سامان ساحل تک پہنچانے کے لئے تیس سے زائد کشتیاں بھی مصروف کار تھیں۔ مختلف ممالک سے جہازوں۔کے ذریعہ لایا جانے والا سامان 30,000 ٹن سے زائد تھا۔ مکینیکل آلات کی مرمت اور صفائی کے لئے بھی ایک فیکٹری قائم کی گئی جس میں کام کرنے والے مکینک، انجینئر کاریگر اور مزدور تمام تر سعودی عرب کے باشندے تھے۔ (تاریخ الحرمین للعباس کرارہ:88تا90)

اس جلیل القدر کام کے نگران اعلیٰ الشیخ محمد صالح قزاز اور الشیخ محمد بن لادن المتوفی 1382ھ مقرر ہوئے۔ (المدینۃ المنورہ فی التاریخ:85)

جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے تو 5 شوال 1370ھ کو مسجد شریف کی بیرونی دیوار، ملحقہ مکانات اور دکانیں منہدم کرنے کا کام شروع ہوا۔ مسمار شدہ عمارتوں کا ملبہ شہر سے باہر منتقل کیا جانے لگا۔ 14 شعبان 1372ھ کو باب الرحمت کی جانب والی غربی دیوار کی بنیادیں کھودنے کی ابتداء ہوئی جبکہ 14 رمضان المبارک کو 1372ھ کو باقاعدہ تعمیر شروع ہوئی۔ ایک پرہجوم اور باوقار تقریب میں تعمیر جدید کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ تعمیر کی مقدس خدمات انجام دینے میں 12 مصری ایک شامی اور ایک پاکستانی انجینئر تھے۔ جن کے ماتحت دو سو سے زائد مصری اور شامی ماہرین مصروف کار تھے۔ پاکستانی، سوڈانی، یمنی اور حضر موتی مزدوروں کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ پندرہ سو سعودی مزدور بھی خدمت پر مامور تھے۔ تعمیر جدید میں اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا کہ حتیٰ المقدور قدیم

Marfat.com

تعمیر کے ساتھ مشابہت اور مطابقت کو برقرار رکھا جائے۔ اسی فارمولے کے پیش نظر نئی عمارت کو پرانی عمارت کے برابر اونچا رکھا گیا۔ البتہ امتیازی شان کو اجاگر کرنے کی خاطر سعودی تعمیر میں ستونوں کی رنگت کو ریاض الجنۃ کے ستونوں کے ہم آہنگ بنایا گیا۔ ریاض الجنۃ میں واقع ستون سفید رنگ کے ہیں جبکہ بقیہ ستون سرخ ہیں۔ نئے ستون کنکریٹ کے بنے ہوئے ہیں جن کی بنیادیں نہایت گہری کھود کر کالے سنگ مرمر سے بے حد مضبوط بنائی گئیں۔ ستونوں اور چھت کے سنگھ میں بے حد نفیس منقش پیتل کی عربی طرز کی جالیاں لگائی گئیں۔ جن پر خوبصورت قندیلیں آویزاں ہیں۔ ڈاٹیں ایسی عمدگی اور مضبوطی سے بنائی گئی ہیں کہ کسی بھی سمت دیکھنے میں ذرا برابر اونچ نیچ نظر نہیں آتا۔ چھت بھی نقش ونگار سے مرصع ہے۔ چھت میں کچھ روشن دان رکھے گئے تھے تاکہ بوقت ضرورت مسجد کو ایئر کنڈیشن بنانے کے لئے برقی آلات نصب کئے جائیں۔ دیواروں میں عربی طرز کی خوشنما اور دل کش کھڑکیاں اور انتہائی منقش ومزین دروازے مسجد شریف کی خوبصورتی کو دوبالا کرتے ہیں۔ دروازوں پر مختلف آیات کندہ ہیں۔

([illegible] 190تا192)

سعودی تعمیر وتوسیع کی تفصیلات

(1) دیواروں سے ملحق چوکور ستون	474
(2) گول ستون	232
(3) دروازے	10
(4) کھڑکیاں	44
(5) محراب دار ستونوں کی ڈاٹیں	189
(6) مغربی دیوار کی لمبائی	128
(7) مشرقی دیوار کی لمبائی	128
(8) شمالی دیوار کی لمبائی	91 میٹر

Marfat.com

(9) دیواروں اور ستونوں کی بنیادوں کی گہرائی 5 میٹر

(10) میناروں کی بنیادوں کی گہرائی 17

(11) میناروں کی بلندی 70 میٹر

راقم الحروف نے سعودی تعمیر کو ان اوصاف سے متصف پایا ہے۔ سعودی تعمیر ستونوں کی بناوٹ اس طرح ہے۔ سیاہ رنگ کے سنگ مرمر کی کرسی پر بلند و بالا سفید ستون ایستادہ ہیں جن کی چوٹی پر بے حد نفیس اور دیدہ زیب پیتل کی جالی ہے جس کے چاروں طرف منصوعی پتھر میں تین تین ستارے ہشت پہلو بنے ہوئے ہیں۔ ان کے بیچ و بیچ شیشے کے خول میں دو دو سفید ٹیوب لائٹ نصب ہیں جن کی پیشانی پر یہ آیت مبارکہ لکھی ہوئی ہے۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... الی آخرہ

یہ ٹیوبیں جب رات کو جلتی ہیں تو سارے حرم میں خنک روشنی پھیل جاتی ہے اور حرم بقعہ نور بن جاتا ہے۔ جا بجا روشنیوں سے یہ معلوم ہوتا ہے جیسے حرم کی دیواروں میں ستارے جڑ دیئے گئے ہوں۔ ستونوں کے چاروں طرف ایسی ہی جالی اور شمعیں نصب ہیں جبکہ ہر دو محرابی ڈاٹوں کے سنگم میں چھت کے قریب گول سفید ٹیوب لگی ہے جس کا قطر تقریباً 19 انچ ہوگا چند سال قبل تک پوری مسجد شریف میں سرخ قالین بچھے تھے۔ البتہ ریاض الجنہ کے امتیاز کو برقرار رکھتے ہوئے سبز قالین جلوہ نما تھے۔ مگر اب ساری مسجد میں سبز قالین پائے جاتے ہیں۔ تمام مسجد صناعی اور عقیدت کا حسین امتزاج معلوم ہوتی ہے۔ جنوبی دیوار کے ساتھ بہت سے ایئر کنڈیشن لگا دیئے گئے ہیں اور مزید لگانے کا پروگرام بھی ہے۔

مصارف کی تفصیلات

خدام حرمین شریفین کارپردازان سعودی حکومت نے مسجد نبوی زاد اللہ تعظیماً و تشریفاً و تکریماً کی توسیع اور تعمیر نو کے لئے ملحقہ مکانات اور دکانیں خطیر رقم خرچ کر کے حاصل

Marfat.com

کیں، ہر شخص کو منہ مانگی قیمت سے نوازا۔ جبر و تشدد کی بجائے رضا و رغبت کو ترجیح دی گئی اور کسی کی حق تلفی کیے بغیر معقول معاوضہ ادا کر کے املاک حاصل کی گئیں جو سو دو کانوں اور دو سو مکانوں پر مشتمل تھی۔

املاک کے مجموعی مصارف

(۱) املاک کے مجموعی مصارف 30 ملین ریال (تین کروڑ ریال)

(۲) تعمیر کے مصارف 25 ملین (اڑھائی کروڑ ریال)

میزان 55 ملین

تعمیر میں استعمال ہونے والے بعض سامان کی تفصیل اس طرح ہے۔

(1) لوہا 1500 ٹن

(2) چپس 250 ٹن

(3) منقش و غیر منقش پتھر 1,50,000 عدد

رمضان المبارک 1372 ھ میں شروع ہونے والی عظیم الشان تعمیر اول 1375 ھ میں تکمیل پذیر ہوئی۔ مسجد نبوی شریف کی قبلہ والی دیوار کی حفاظت اور بنیادوں کو پانی سے محفوظ رکھنے کی غرض سے باہر کی طرف کنکریٹ کا ایک مضبوط پشتہ بنایا گیا جس کی بنیادیں چار میٹر گہری ہیں۔

مسجد شریف میں آنے کے لئے چاروں طرف کشادہ اور صاف ستھری سڑکیں بنائی گئیں جس کے باعث زائرین اور نمازی حضرات کو بے حد سہولت اور آسائش حاصل ہو گئی ہے۔ (تاریخ الحرمین للعباس کرارہ: 192 تا 196)

اس وسیع و عریض، دیدہ زیب اور پر شکوہ عمارت نے تعمیر کے مراحل ابھی طے کئے ہی تھے کہ حجاج اور زائرین کی بے پناہ ہجوم کے پیش نظر تنگی داماں کی شکایت کرنے لگی۔ منتظمین حرم نبوی اور ارباب اقتدار ایک مرتبہ پھر توسیع کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ 1393 ھ میں شاہ فیصل شہید نے ایک اور جامع منصوبہ کے

Marfat.com

تحت مسجد نبوی شریف کی مغربی جانب توسیع کا حکم دیا جس کے مطابق پچاس ملین ریال کے عوض ملحقہ تمام املاک خرید کر انہیں مسمار کر دیا گیا اور شارع العینی تک بازار منڈیاں اور مکانات سب کو مسجد میں شامل کر لیا گیا۔ یہ قطعہ اراضی شرقاً غرباً 165 میٹر لمبا تھا۔ جبکہ اس کا مجموعی رقبہ 5550 مربع میٹر تھا۔ سعودی تعمیر میں قدیم عمارت کے مشرق مغرب اور شمال کے بعض حصے منہدم کر کے از سر نو تعمیر کئے گئے اور بہت سا نیا رقبہ مسجد میں شامل بھی کیا گیا۔

جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

قدیم عمارت کا نو تعمیر شدہ رقبہ 6247 مربع میٹر

جدید تعمیر کا رقبہ 6024 مربع میٹر

سعودی توسیع کا مجموعی رقبہ 12271 مربع میٹر

(آثار المدینہ: 112)

اس وقت مسجد نبوی شریف زادھا اللہ وتعظیماً کی توسیع تعمیر کا ایک ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہو چکا ہے جس سے فخر صادق محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کو تابندگی حاصل ہوتی ہے۔

''اگر مسجد نبوی ذی الحلیفہ تک وسیع ہو جائے تب بھی اس پر مسجد نبوی کا ہی اطلاق ہوگا۔''

آج سعودی حکومت جس جانفشانی، خلوص، جذبہ ایمانی اور محنت شاقہ کے ساتھ مصروف کار ہے وہ انتہائی قابل قدر اور لائق صد تحسین و توصیف ہے۔

شاہ فہد کی عظیم الشان تعمیر و توسیع

جب سعودی عرب اور دنیا جہان میں فضائی سفر کا سلسلہ عام ہو گیا تو اس کے بعد حج اور عمرہ ادا کرنے والوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ شروع ہو گیا۔ 1375ھ میں عازمین حج کی تعداد ایک لاکھ تھی جو 1390ھ میں 10 لاکھ ہوئی اور اس کے بعد 20

Marfat.com

لاکھ تک جا پہنچی۔ بعض ماہرین کی پیش گوئی ہے کہ آئندہ عشرے میں عازمین کی تعداد پچاس لاکھ ہو جائے۔ 1393ھ میں شاہ فیصل مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں عارضی طور پر جو شیڈ تعمیر کرائے تھے ان کا مستقل حل تلاش کرنا ابھی باقی تھا۔ چنانچہ 1402ھ میں خادم الحرمین شریفین شاہ فہد نے ایک مرتبہ پھر مسجد نبوی شریف کی توسیع کا فرمان جاری کیا۔ شاہ کی نگرانی میں تین سال کے جائزے اور مطالع کے بعد مسجد کی توسیع کا منصوبہ تیار کرلیا گیا جس کے نتیجے میں مسجد کو اس کے موجودہ رقبے کے مقابلہ میں پانچ گنا توسیع تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی مسجد کے مقابلہ میں توسیع ایک سو گنا تھی۔ 9 صفر المظفر 1405ھ کو خادم حرمین شریفین شاہ فہد نے اس عظیم الشان توسیعی منصوبے کا سنگ بنیاد رکھا اور اس منصوبے کی تکمیل کی مدت چھ سال مقرر کی۔ شاہ فہد کی خواہش تھی کہ ایک ایسا مرکز تیار کیا جائے جہاں زائرین اور عبادت گزاروں کے لئے بہترین سہولیات مہیا کی جاسکیں۔ چنانچہ ایک ماسٹر پلان تیار کیا گیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے پورے مدینہ منورہ کو مسجد میں شامل کرلیا گیا اور پھر تعمیراتی کام شروع کر دیا گیا اور جو عمارتیں قدیم کھڑی تھیں ان کو منہدم کر دیا گیا۔ 17 محرم الحرام 1406ھ کو مسجد کی توسیع کے لئے بنیادوں کی کھدائی کے ساتھ ہی تعمیراتی کام کا آغاز ہوا۔

عظیم الشان توسیع کے بعد کل رقبہ

جب عظیم الشان توسیع اپنے اختتام کو پہنچی تو اس وقت کل رقبہ اس طرح تھا۔

(۱) توسیع کے بعد گراؤنڈ فلور 82000 مربع میٹر

(۲) تہ خانوں کا رقبہ 29000 مربع میٹر

(۳) چھت پر جگہ 67000 مربع میٹر

(۴) وضو خانے 4520 مربع میٹر

(۵) غسل خانے 1808 مربع میٹر

Marfat.com

(۶) بیت الخلاء 452 مربع میٹر

(۷) شاور 113 مربع میٹر

(۸) تہ خانوں میں جانے والی بڑی بڑی سیڑھیاں 34 مربع میٹر

(۹) چھوٹی سیڑھیاں 96 مربع میٹر

(۱۰) تہ خانوں کی اونچائی 4½ مربع میٹر

اس عظیم الشان توسیع سے پہلے مسجد نبوی کا رقبہ 82000 مربع میٹر تھا اور توسیع کے بعد 1,65,500 مربع میٹر ہو گیا ہے جو قدیم مدینہ منورہ شہر کے رقبے کے تقریباً برابر ہے۔ (ابواب تاریخ مدینہ منورہ ص:222)

مسجد نبوی شریف کی شمال، مغرب اور جنوب کی سمت زیر زمین بیت الخلاء بنائے گئے ہیں جن میں بعض چار منزلہ ہیں اور بعض دو منزلہ۔ دوسری اور چوتھی منزل کے لئے خودکار برقی سیڑھیاں ہیں جبکہ پہلی اور تیسری کے لئے عام سیڑھیاں ہیں۔

مسجد نبوی شریف کے دو اطراف شمال اور مغرب میں دور دور تک کھلا کشادہ اور وسیع وعریض فرش بنایا گیا ہے جو ہجوم کے زمانہ میں نماز کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

نمازیوں کے لئے گنجائش

شاہ فہد کی عظیم الشان توسیع اور تجدید کے بعد مسجد نبوی شریف میں بیک وقت پانچ لاکھ نمازیوں کی گنجائش ہے۔

(۱) مسجد کے اندر اور تہ خانوں میں 2,75000 نمازی

(۲) مسجد کے باہر وسیع صحنوں میں 2,50,000 نمازی

(۳) مسجد کی مرمری چھت پر 90,000 نمازی

(ابواب تاریخ مدینہ منورہ: ص:227)

اس توسیع وتجدید کے منصوبے کا سنگ بنیاد 1985ء میں خادم الحرمین الشریفین کے ہاتھوں رکھا گیا تھا۔ جو 1992ء میں تکمیل پذیر ہوا۔ 30 ملین سعودی ریال آس

Marfat.com

پاس کی زمین حاصل کرنے کے معاوضہ میں ادا کئے گئے جبکہ 30 ملین ریال مسجد نبوی شریف کی توسیع وتجدید پر صرف ہوئے۔ (ابواب تاریخ مدینہ منورہ: ص:228)

ایئر کنڈیشنڈ سسٹم

مسجد نبوی شریف مکمل طور پر ایئر کنڈیشنڈ بنادی گئی ہے۔ مسجد سے سات کلومیٹر کے فاصلہ پر چھ پلانٹ لگائے گئے ہیں جہاں سے ایک ٹنل کے ذریعہ یخ بستہ ہوا مسجد تک پہنچتی ہے اور مسجد میں مطلوبہ ٹمپریچر مہیا کیا جاتا ہے۔ ان مشینوں کی پیداواری صلاحیت 17000 ٹن ہے۔

ان میں سے پانچ مستقل طور پر استعمال میں رہیں گے جبکہ چھٹا اچانک ضرورت پڑنے پر کام آنے کے لئے بند رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ پانچ 2.5 میگاواٹ کے جنریٹر صرف مسجد کے استعمال کے لئے الگ سے بجلی پیدا کرتے ہیں۔

(ابواب تاریخ مدینہ ص 228)

مسجد نبوی کی تعمیرات تاریخ کے آئینہ میں

مسجد نبوی شریف کے یوم تاسیس سے اس وقت تک 1407ھ سال گزر چکے ہیں۔ اتنا طویل زمانہ گزر جانے کے باوجود صرف چند بار تعمیر وتجدید اور توسیع کی ضرورت پیش آئی جو کہ آپ نے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا۔

اب چند سطور میں اہم نکات ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) پہلی مرتبہ مسجد نبوی شریف کی تعمیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے سال فرمائی۔ اس وقت اس کی بنیادیں پتھروں کی دیواریں کچی اینٹوں کی، ستون کھجور کے تنوں اور چھت کھجور کی شاخوں کی تھی۔ طول شمالاً جنوباً 35 میٹر اور عرض شرقاً غرباً 30 میٹر تھا۔

(۲) 7ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ تعمیر وتوسیع فرمائی جس سے

Marfat.com

طول و عرض برابر ہو گیا۔100x100 ذراع کی پیمائش کے مطابق کل رقبہ 2475 مربع میٹر ہو گیا۔

(۳) 17ھ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے توسیع اور تجدید فرمائی۔ آپ نے 4 میٹر جنوب 10 میٹر مغرب اور 15 میٹر شمال میں اضافہ فرمایا جو مجموعی طور پر 1100 مربع میٹر تھا۔ اس طرح کل رقبہ 3575 مربع میٹر ہو گیا۔

(۴) 29ھ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نہایت مضبوط اور عالی شان تعمیر و توسیع کی خدمات انجام دیں۔ مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں اضافہ فرمایا۔ جنوب کی سمت موصوف کے اضافہ کے بعد آج تک اضافہ نہیں ہوا۔ آپ نے 496 مربع میٹر اضافہ کیا جس کے بعد کل رقبہ 4071 مربع میٹر ہو گیا۔

(۵) 88ھ میں ولید بن عبدالملک نے مغرب اور مشرق میں معمولی اضافہ کیا اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حجرات کو مسجد میں داخل کیا۔ تعمیر کی تکمیل 91ھ میں ہوئی۔ 2369 مربع میٹر کا اضافہ کیا بنابریں کل رقبہ 6440 مربع میٹر ہو گیا۔

(۶) 161ھ میں خلیفہ مہدی عباسی نے شمال کی جانب اضافہ کرایا جس کی تکمیل 165ھ میں ہوئی۔ یہ اضافہ اور توسیع 2450 مربع میٹر پر مشتمل تھی جس کے باعث کل رقبہ 8890 مربع میٹر تک جا پہنچا۔

(۷) 655ھ میں مسجد کی آتش زدگی کے باعث خلیفہ المستعصم نے تجدید کا کام شروع کرایا جو سلطان الظاہر، بیبرس البند قداری کے عہد سلطنت میں مکمل ہوا۔

(۸) 705ھ، 706ھ اور 729ھ میں ملک الناصر محمد بن قلادون نے مشرقی اور مغربی چھت تبدیل کرائی اور جنوبی چھت کے دو برآمدوں کا اضافہ کیا۔

(۹) 831ھ میں ملک اشرف برسبائی نے مذکورہ دونوں برآمدوں کی تجدید کرائی۔

(۱۰) 835ھ ملک الظاہر نے روضہ مقدسہ اور مسجد کی چھت کا بعض حصہ نیا بنوایا۔

(۱۱) 879ھ میں ملک قایتبائی نے تعمیر و توسیع کی خدمات سرانجام دیں۔ موصوف نے

Marfat.com

120 مربع میٹر اضافہ کیا جس کے باعث مسجد نبوی شریف کا مجموعی رقبہ 9010 مربع میٹر ہو گیا۔

(۱۲) 974ھ میں سلطان سلیمان نے مینارہ سلیمانیہ نے باب رحمت کے برابر میں غربی دیوار مکمل بنوائی۔ سلطان موصوف نے 938ھ میں محراب سلیمانی اور محراب نبوی کی تعمیر بھی کرائی۔

(۱۳) 980ھ میں سلطان الثانی نے تعمیر مسجد نبوی کی خدمات انجام دی۔

(۱۴) 1265ھ میں سلطان عبدالمجید نے عظیم الشان تعمیر شروع کرائی جس کا سلسلہ 1277ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا اور اس تعمیر میں شمال کی جانب دروازہ بنوایا جو ''باب المجیدی'' سے موسوم ہوا۔ سلطان موصوف نے 1293 مربع میٹر کا عظیم الشان اضافہ کیا اور مسجد نبوی شریف (10303) مربع میٹر کی وسعت کی حامل ہو گئی اور اسے عروس المسجد بنا دیا۔

(۱۵) 1348ھ میں شاہ عبدالعزیز آل سعود نے کچھ ترمیم اور اصلاح کی خدمات انجام دی اور توسیع کا فرمان جاری کیا۔

(۱۶) 1354ھ میں مصری حکومت کے محکمہ اوقاف نے ترمیم واصلاح کرائی۔

(۱۷) 1370ھ شاہ عبدالعزیز آل سعود نے تعمیر و توسیع کا فقید المثال کام شروع کرایا جو انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ اوائل 1375ھ کو تکمیل پذیر ہوا۔ آل سعود کی توسیع 6024 مربع میٹر پر محیط تھی جس نے مسجد نبوی شریف کے دامن کو 16327 مربع میٹر وسعتوں کا حامل بنا دیا۔

(آثار المدینہ: 104 تا 110)

توسیعی مراحل اور پیمائش

مسجد نبوی شریف کی عدم النظیر عمارت جو اپنے دامن میں لامحدود وسعتوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ بارہا تجدید و توسیع کے مراحل طے کر چکی ہے اور ابھی کتنے طے کرنے ہیں یہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس وقت مختلف ادوار کی توسیع کی پیمائش انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی پیمائش	2475 مربع میٹر
(۲) امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اضافہ	1100 مربع میٹر
(۳) امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اضافہ	496 مربع میٹر
(۴) خلیفہ ولید بن عبدالملک کا اضافہ	2369 مربع میٹر
(۵) مہدی عباس	2450 مربع میٹر
(۶) ملک اشرف قایتبائی	120 مربع میٹر
(۷) سلطان عبدالمجید عثمانی	1293 مربع میٹر
(۸) سعودی حکومت کا پہلی مرتبہ اضافہ	6024 مربع میٹر
کل میزان	16327 مربع میٹر

سعودی توسیع کے بعد پیمائش کی نوعیت حسب ذیل ہے:

عمارت کی سعودی توسیع
6024 مربع میٹر

ہر سہ اطراف ہیں جن حصوں کی دوبارہ توسیع ہوئی۔ ان کی مجموعی پیمائش
6247

12271 مربع میٹر سعودی توسیع

(آثار المدینہ: 110، 111)

محراب نبوی شریف

مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے بعد عرصہ دراز تک محراب کی علامت نہیں تھی۔ پہلی مرتبہ مساجد کے محراب سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے بنوائے تھے۔ پہلے پہل کسی ایک جگہ امام کے لئے جائے نماز بچھا دی جاتی تھی۔ یوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے۔ پھر آپ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کے مطابق کعبۃ اللہ قبلہ قرار دے دیا گیا۔ حضرت جبرائیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی شریف کے درمیان حائل درختوں پہاڑوں اور تمام پردوں کو ہٹا دیا گیا جس کے باعث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کو سامنے دیکھ رہے تھے جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا آپ اپنا چہرہ مبارک قبلہ سمت فرمالیں چنانچہ آپ نے میزاب کعبہ کی سیدھ میں قبلہ متعین کرلیا پھر جبرائیل امین نے وہ تمام اشیاء اپنی اپنی جگہ لٹا دیں۔

(اخبار مدینہ:70)

تحویل کعبہ کے بعد چودہ پندرہ دن تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلی السوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بچھایا جاتا رہا۔ بعدازاں محراب والی جگہ متعین ہوئی۔

(وفاء الوفا: ج:1 ص:264)

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے اس خشک تنے کے پاس امامت کے لئے کھڑے ہوتے جس کے ساتھ خطبہ کے وقت تکیہ لگایا کرتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ)

امام سہودی بیان کرتے ہیں

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تین متفرق جگہوں پر کھڑے ہوکر نماز پڑھاتے رہے۔ تحویل قبلہ سے پہلے جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر نماز پڑھاتے تھے وہ جگہ اس طرح معلوم کی جاسکتی ہے کہ آدمی اسطوانہ عائشہ کی سیدھ میں شمال کی جانب اتنے فاصلہ پر کھڑا ہوکر باب جبرائیل کندہ کے برابر ہو جائے تو وہ جگہ آپ کے مصلیٰ ہوگی۔ بعدازاں جب قبلہ بیت اللہ شریف مقرر ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوب کی طرف رخ کر کے اسطوانہ عائشہ کے سامنے کچھ دن نماز پڑھائی۔ پھر اسطوانہ حنانہ کے پاس کھڑے ہوکر امامت فرمانے لگے۔ چنانچہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 88ھ میں اسی مقام پر محراب بنوادی لیکن نبی کریم صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں محراب کی علامت نہیں تھی۔

(وفاء الوفا: ج:1،ص:264)

اس وقت مسجد نبوی شریف میں چار خوشنما اور دل کش محرابیں پائی جاتی ہیں۔ محراب نبوی، محراب عثمانی، محرر، تہجد اور محراب حنفی یا محراب سلیمان۔

علامہ محمد بسیب البتنونی لکھتے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے موجودہ محراب والی جگہ 15 شعبان سن 2 ہجری کو پہلی مرتبہ نماز پڑھائی تھی۔ اس وقت محراب نبوی بے حد خوبصورت، دیدہ زیب اور انتہائی دلکش مینا کاری سے مرصع ہے جو

آيَةٌ مِنْ آيَاتِ اللهِ

کا صحیح مصداق ہے۔ نقش و نگار اور صنعت کے اعتبار سے فقید المثال ہے۔

(رحلۃ الحجازیہ:241)

محراب نبوی سرخ سنگ مرمر اور شرمیائی رنگ کے حسین امتزاج سے مزین ہے۔ پیشانی پر قرآنی آیات خط ثلث میں آب زر سے لکھی ہوئی اس کی زیبائش کو دوبالا کرتی ہیں۔ محراب کے دونوں جانب دو حسین و جمیل ستون اس کے حسن کو نکھارتے ہیں۔ محراب کے غربی حصہ میں

هذا مصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم

لکھا ہوا ہے۔

(آثار المدینہ:94)

محراب کے اوپر ایک دائرہ میں

هذا محراب رسول الله صلى الله عليه وسلم

لکھا ہوا ہے۔ محراب کے دونوں جانب ایک انچ موٹی، پیتل کی خمدار خوشنما سیڑھی بنی ہوئی ہے جو محراب کے استحکام اور زیبائش کا کام دیتی ہے۔ محراب کے دونوں جانب

Marfat.com

گزرگاہوں کے اوپر کمان نما آہنی تختی پر ریاض الجنۃ والی سمت یہ حدیث لکھی ہے۔

"ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة"

اور اسی تختی کی قبلہ سمت۔

من زار قبری وجبت لہ شفاعتی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

لکھا ہے۔ مغربی گزرگاہ کے اوپر اندر کی جانب یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔

ان الایمان لیارز الی المدینة کما تارز الحیة الی حجرھا

اور اس تختی کے دوسری سمت یہ حدیث مرقوم ہے۔

قال السلام شفاعتی یوم القیامة حق، فمن لم یومن بھالم یکن اھلھا .

ایک اور حدیث کا بھی نقل ہونا ذکر ہے۔

من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی

(السکینہ باخبار المدینہ:74)

محراب حنفی

یہ محراب منبر نبوی شریف سے مغرب میں واقع ہے۔ 860ھ میں الشیخ طوغان نے بنوایا تھا۔ عہد نبوی سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ ایام حج کے علاوہ امام محراب نبویؐ میں امامت کراتے اور ایام حج میں ہجوم کے باعث محراب عثمانی میں کھڑے ہوتے تھے لیکن شیخ طوغان کی خواہش تھی کہ حنفی مسلک کے لوگ علیحدہ امام کی اقتداء میں نئے محراب میں نماز پڑھیں چنانچہ وہ دولت مصریہ کے زمانہ میں اس کوشش میں کامیاب ہوگیا کہ شافعی مسلک کے امام محراب نبوی میں اور حنفی مسلک کے امام نئے محراب میں جماعت کرائیں جبکہ نماز وتر اوتیح بیک وقت دونوں محرابوں میں پڑھائی جاتی تھی۔ یہ سلسلہ 1229ھ تک سلطان محمود کے دور تک جاری رہا۔ بعدازاں محمد علی پاشا جب زیارت مدینۃ المنورہ

Marfat.com

کے لئے آیا تو اس کی مخلصانہ کوششوں کے باعث یہ طے پایا کہ بجائے دونوں محرابوں میں ہر ایک نماز علیحدہ علیحدہ دو امام پڑھائیں۔ مناسب ہوگا کہ ایک دن رات کی نمازیں شافعی مسلک کے امام محراب نبوی میں پڑھائیں اور سب لوگ ان کے پیچھے نماز ادا کریں۔

938ھ میں اس محراب کی تعمیر جدید سلطان سلیمان نے کرائی اور اسے سفید اور سیاہ سنگ مرمر کے حسین امتزاج سے بنوایا جو خوبصورتی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اس کے بعد یہ محراب سلیمانی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ محراب کی پیشانی پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ ؕ وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ ؕ قُلۡ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوۡا مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ الخ ۔ صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ وَ صَدَقَ بِنَبِيِّهِ الۡكَرِيۡم

اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ تا وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۔ صدق الله اللهم صل على سيدنا محمد و آله

(رحلة الحجازیہ:429)

یہ عبارت نہایت خوبصورت انداز کے ساتھ لکھی ہوئی ہے اور دیکھنے والے کا دل اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ جب دیکھتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس حیات دل میں سما کر آنکھوں سے آنسو لاتی ہے۔

منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم منبر بننے سے پہلے موجودہ محراب کے قریب غربی جانب کھڑے ہو کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو خطبہ سے مشرف فرماتے تھے۔ جب طویل قیام

Marfat.com

کے باعث تھکان محسوس ہوتی تو وہاں نصب شدہ کھجور کے تنے کے ساتھ سہارا لیتے لیکن جب ضعف پیری کے باعث تھکان زیادہ محسوس ہونے لگی اور مجمع بھی بڑھ گیا تو منبر بنانے کی تجویز پیش ہوئی۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر میں جب کبر سنی کے باعث ضعف زیادہ ہو گیا تو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ارشاد فرمائیں تو میں آپ کے لئے ایک ایسا منبر تیار کر دوں جیسا میں نے ملک شام میں بنتے دیکھا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سکون وطمانیت سے بیٹھ سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور منبر بنانے کی اجازت مرحمت فرما دی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو زینوں کا منبر تیار کر لیا گیا۔

(سنن ابوداؤد شریف کتاب الجمعہ باب فی اتخاذ منبر: ج ۱، ص 108)

حضرت ابوزناد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز کھجور کے تنے کے پاس خطبہ ارشاد فرماتے تھے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

ان القيام قد شق علي وشكا ضعفا في رجلي

مجھ پر قیام شاق گزرتا ہے اور میرے پاؤں میں ضعف آ گیا ہے۔

اس پر فلسطین کے باشندے تمیم داری رضی اللہ عنہ نے گزارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک منبر بنا دوں جیسا کہ میں نے ملک شام میں دیکھا ہے۔ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب الرائے کا اجلاس طلب فرمایا اور اس معاملہ میں ان سے مشورہ لیا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی کلاب نامی میرا ایک غلام بہت اچھا کاریگر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کہو منبر بنا دے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے غلام کو غابہ (جنگل کا نام) میں آثلہ کی لکڑی

Marfat.com

کاٹنے بھیج دیا۔ چنانچہ کلاب نے لکڑی لاکر منبر بنایا جس کے دو درجے اور ایک نشست گاہ تھی۔ پھر منبر اس مقام پر رکھا گیا جہاں آج بھی نصب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز اس پر راحت وطمانیت سے تشریف فرما ہوئے۔ (اخبار مدینہ: 79 تا 80)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

مسجد پر چھت ڈالنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے خشک تنے کے پاس نماز کے لئے کھڑے ہوتے اور اسی تنے کے پاس خطبہ بھی ارشاد فرماتے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ایک آدمی نے عرض کیا۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ایسی چیز بنا دیں جس پر کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو خطبہ دیں تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرسکیں اور ارشادات عالیہ بھی سن سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرما کر اجازت عنایت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین زینوں کا منبر تیار کرلیا گیا۔ (سنن ابن ماجہ: 102)

سیدنا عباس بن سہل بن سعد الساعدی اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز ایک دو شاخہ لکڑی سے تکیہ لگا لیتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ کے قریب واقع تھی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو کوئی ایسی چیز بنا دیں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ پڑھیں اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرسکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا کرلو۔ حضرت سہل کہتے ہیں مدینہ منورہ میں صرف ایک ہی ماہر کاریگر تھا۔ میں اسے ساتھ لے کر جنگل کو گیا اور آثل کی لکڑی لاکر منبر تیار کرا دیا۔

(طبقات ابن سعد ج:2، عنوان منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ایک عورت نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ میرا ایک غلام

Marfat.com

نجار ہے۔ کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی ایسی چیز بنوا دوں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر خطبہ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس طرح تجھے پسند ہو۔ (بخاری شریف کتاب الصلوۃ ج:1،ص:64)

دوسری روایت میں ہے

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے پاس آدمی بھیجا کہ اسے کہو اپنے غلام نجار سے لکڑی کا منبر بنوا دے تاکہ میں اس پر بیٹھوں۔ (بخاری شریف کتاب الصلوۃ: ج:1،ص:64)

حضرت ابو حازم بن دینار سے روایت ہے کہ

کچھ آدمی حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ وہ باہم اختلاف کر رہے تھے کہ منبر کی لکڑی کس درخت کی ہے چنانچہ انہوں نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے اس کی حقیقت دریافت کی تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ منبر کس درخت کی لکڑی کا ہے اور بخدا پہلے ہی دن جب اسے رکھا گیا تو میں نے دیکھا تھا اور مجھے اس دن کا بھی علم ہے جبکہ پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر جلوہ افروز ہوئے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی فلاں عورت کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اپنے بڑھئی غلام کو کہو کہ میرے لئے لکڑی کا ایسا منبر بنا دے جس پر میں بیٹھ کر لوگوں سے خطاب کرسکوں۔ چنانچہ اس انصاری عورت نے اپنے غلام کو ایسا کرنے کو کہا۔ وہ غابہ سے جھاؤ کی لکڑی لایا اور اس سے منبر تیار کر کے اس عورت کے پاس لے آیا۔ پھر مذکورہ عورت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منبر پہنچا دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منبر اس مقام پر رکھ دیا گیا جہاں آج بھی موجود ہے۔

(بخاری شریف ج:1،ص:125)

ایک روایت میں ہے کہ

Marfat.com

جس بڑھئی نے منبر بنایا تھا اس کا نام "باقوم" تھا اور اسی کاریگر نے قریش کے دور میں کعبہ شریف تعمیر کیا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ج:3، ص:183)

علاوہ ازیں علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ

ابن سعد کی تصریح کے مطابق منبر سن 7 ہجری میں بنایا گیا مگر یہ روایت محل نظر ہے کیونکہ اس سلسلہ کی روایات میں حضرت عباس اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہما کا ذکر پایا جاتا ہے جبکہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہما فتح مکہ کے بعد 8 ہجری میں اور سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ 6 ہجری میں مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے اور امام ابن نجار نے منبر بنانے کی قطعی تاریخ 8 ہجری قرار دی ہے۔ (فتح الباری: ج:2، ص:399)

بعض تاریخی روایات سے یہ معلوم بھی ہوتا ہے کہ لکڑی کا منبر تیار ہونے سے پہلے عارضی طور پر مٹی گارے سے منبر بنایا گیا جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے۔ (فتح الباری ج:2، ص:399)

منبر مبارک کی تعریف و توصیف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان قوائم منبری رواتب في الجنة

(مصنف عبدالرزاق ج:3، ص:182)

میرے منبر کے پائے جنت کے درجات ہیں۔

قوائم منبری رواتب في الجنة ۔

(سنن الکبریٰ ج:5، ص:248)

میرے منبر کے پاس جنت کے مراتب ہیں۔

وضع منبری علی ترعة من ترع الجنة و ما بين منبری و بيتي روضة من رياض الجنة

(کنز العمال: ج:12، ص:335)

میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر رکھا جائے گا اور میرے

Marfat.com

منبر اور گھر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک ہے۔

منبری هذا علی ترعة من ترع الجنة

(سنن الکبریٰ: ج:5، ص:247)

میرا یہ منبر جنت کے دروازے پر ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ منبر پر جلوہ افروز تھے اور فرمایا میرے پاؤں اس وقت جنت کے دروازے پر رکھے ہوئے ہیں۔

(معالم دار الہجرۃ: 65)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔

ان قدمی علی ترعة من ترع الحوض

(لسان العرب: ج:8، ص 33)

بے شک میرے دونوں پاؤں حوض کے ایک دروازے پر ہیں۔

امام محمد بن مکرم ابن المنظور المصری المتوفی 771ھ فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ منبر مبارک کے قریب نماز اور ذکر و تسبیح میں مشغولیت جنت میں جانے کا موجب ہے۔ اس اعتبار سے گویا کہ وہ آدمی جنت کے ایک حصہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ (لسان العرب ج:8، ص:33)

خشک تنے کی گریہ وزاری

رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جب منبر تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف معمول جمعہ کے دن خشک تنے کے پاس سے گزر کر منبر پر رونق افروز ہوئے ہی تھے کہ وہ خشک لکڑی فراق محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں زار و قطار رونے لگی کیونکہ وہ اس سعادت عظمیٰ اور اس سرچشمہ راحت سے محروم ہو گئی۔ وہ مقدس و معجز جسم اس سے مس ہوا تھا جو سعادت اور عظمت کی نعمت بے پایاں اسے حاصل تھی۔ اس سے وہ یکسر محروم

Marfat.com

گئی۔اس دل فگار صدمہ کی شدت سے اس کا وجود شق ہو گیا اور رونے کی ایسی ہیبت ناک آواز آنے لگی جیسے گابھن اونٹنی آواز نکالتی ہے۔اس حیرت انگیز اور محیر العقول واقعہ سے تمام حاضرین پر بھی رقت طاری ہو گئی۔(سنن دارمی:ج:1،ص:24)

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس خشک تنے سے تکیہ لگایا کرتے تھے منبر آ جانے کے بعد ہم نے اس سے ایسی آواز سنی جیسے گابھن اونٹنی ولادت کے وقت آواز نکالتی ہے۔چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر کر اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا دست شفقت اس پر پھیرا اور وہ خاموش ہو گیا۔

(بخاری شریف کتاب جمعہ:ج:1،ص:125)

امام ابن النجار المتوفی 643ھ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت کا آخری حصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنے کے پاس سے گزر کر منبر پر تشریف فرما ہونے لگے تو اس لکڑی نے چلانا شروع کر دیا۔اس کی آواز گائے کے بچھڑے کی طرح تھی اور تین مرتبہ یہ خوفناک آواز سنی گئی جس پر لوگ کھڑے ہو گئے۔بعض آدمی ایڑھیاں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے کہ کیا ہو گیا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دست اقدس پھیرا جس پر وہ خاموش ہو گیا۔(ابن ماجہ:102)

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی 852ھ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت سنن دارمی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں۔

رسول اعظم نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس خشک تنے کو پیار اور محبت سے چپ کرا دیا تو اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔اگر تیری چاہت ہو تو تجھے سابقہ حالت پر لوٹا دیا جائے اور پھر سرسبز و شاداب اور پر از میوہ و بہار ہو جائے اور اگر تیری خواہش ہو تو تجھے بہشت جاوداں میں بٹھا دیا جائے جنت کی نہروں اور چشموں سے سیراب ہو کر جنت کی

Marfat.com

ابدی بہاروں سے لطف اندوز ہو۔ تیرا پھل جنت میں اولیاء و اتقیاء اصفیاء و ازکیاء کھائیں۔

اس نے جواب میں عرض کیا۔ یا نبی الرحمت صلی اللہ علیہ وسلم میں جنت میں جانا پسند کرتا ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مخاطب ہوکر فرمایا: اس نے جنت الخلد کو اختیار کرلیا ہے۔ (سنن داری: ج:1،ص:23)

قاضی عیاض اندلسی المتوفی 544ھ مذکورہ بالا روایت کا آخری جملہ ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں۔

اختیار دار البقاء علی دار الغناء (الشفا قاضی عیاض: ج:1،ص:200)

اس نے جہاں فانی پر عالم جاودانی کو ترجیح دی۔

چنانچہ اسی جگہ پر منبر کے نیچے گڑھا کھود کر اسے دفن کردیا گیا اور اب وہ جنت کی لازوال نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ (معالم دار الہجرۃ:61)

کھجور کے خشک تنے کے رونے کا واقعہ مشہور و معروف ہے اور اسلاف نے تواتر کے ساتھ اسے نقل کیا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک بڑی جماعت نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ (شفاء: ج:1،ص:201)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر مبارک خلفاء راشدین کے زمانہ میں اپنی ہیت میں موجود رہا۔ بعدازاں 50ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلی مرتبہ اس میں چھ زینوں کا اضافہ کیا جیسا کہ مؤرخین کی روایت سے ظاہر ہے۔ امام محمد بن محمود بن النجار المتوفی 643ھ بیان کرتے ہیں۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے گورنر مدینہ مروان بن الحکم کو لکھا کہ منبر مبارک کو زمین سے اونچا کردیا جائے۔ چنانچہ گورنر موصوف نے کاریگر بلا کر چھ زینے بنوائے اور ان کے اوپر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر مبارک نصب کردیا۔ اسی طرح منبر شریف نشست گاہ سمیت نو درجات کا ہوگیا۔ منبر شریف میں نہ تو اس سے پہلے کسی نے اضافہ کیا

Marfat.com

تھا اور نہ ہی بعد میں۔ (اخبار مدینہ: 81)

علامہ احمد شہاب الدین الخفاجی لکھتے ہیں کہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جب زیارت مدینہ منورہ کو آئے تو منبر مبارک پر قباطی چار چڑھائی۔ پھر شام لوٹ جانے کے بعد امیر مدینہ مروان کو لکھا کہ منبر شریف بلند کر دو۔ چنانچہ امیر موصوف نے منبر میں چھ درجے بڑھا دیئے۔ اس طرح کل نو درجے ہو گئے۔

(نسیم الریاض: ج:3، ص:61)

محدث شہیر امام عبدالرزاق المتوفی 211ھ سیدنا اسلم رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کرتے ہیں۔

باقوم نجار نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین زینوں کا منبر بنایا تھا۔ بعد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے اس میں اضافہ کر دیا تو اس وقت سورج کو گہن لگ گیا۔ (مصنف عبدالرزاق: ج:3، ص:182)

علامہ اسماعیل بن عمر بن کثیر المتوفی 774ھ نے واقدی سے اس سلسلے کی دو روایات نقل کی ہیں۔

یحییٰ بن سعید بن دینار نے اپنے باپ سے یوں روایت بیان کیا ہے کہ سن 50ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر مبارک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عصا مبارک کو دمشق لے جانے کا ارادہ کیا۔ جب سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے امیر المومنین سے کہا کہ یہ اقدام صحیح نہیں ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور عصا مبارک کو مدینہ منورہ سے باہر نہ لے جائیں۔ انہوں نے اس مشورہ کو قبول کیا اور منتقلی کا ارادہ ترک کر دیا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اس پر معذرت کر لی البتہ منبر میں چھ درجے بڑھا دیئے۔

(البدایہ والنہایہ ج:8، ص:450)

امام ابن النجار المتوفی 642ھ بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر مبارک کا طول دو ہاتھ ایک بالشت اور تین انگل، عرض ایک ہاتھ درمیان والا حصہ جس کے ساتھ تکیہ لگاتے تھے۔ ایک ہاتھ لمبا اور دو بازو جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے بیٹھتے وقت ہاتھ رکھتے تھے وہ ایک بالشت اور دو انگل اونچے تھے۔ (اخبار مدینہ: 81)

منبر مبارک کے تینوں جانب پانچ لکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ منبر کی یہ کیفیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں قائم رہی۔

(معالم دار الہجرۃ 66)

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے

رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد نبوی شریف تعمیر فرمائی تو اس کے صرف تین دروازے تھے چونکہ تعمیر مسجد کے وقت قبلہ بیت المقدس تھا اس لئے ایک دروازہ جنوب میں دوسرا مشرق میں جسے باب عثمان اور باب جبرائیل بھی کہا جاتا ہے اور مغرب میں باب عاتکہ جسے باب الرحمۃ بھی کہتے تھے بنائے گئے۔ بعد ازاں جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ قبلہ مقرر ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوبی دروازہ بند کر کے اس کے برابر شمالی دروازہ بنا دیا۔ (رحلۃ الحجازیہ 429)

ایک روایت میں ہے کہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد نبوی شریف تعمیر فرمائی تو ایک دروازہ صرف عورتوں کے لئے رکھا اور حکم دیا کہ اس دروازہ سے کوئی مرد داخل نہ ہو۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس دروازہ سے نہ کبھی داخل ہوتے دیکھا اور نہ ہی نکلتے دیکھا۔

(مسند ابوداؤد طیالسی ج 2 ص 205)

Marfat.com

1250ھ میں سلطان محمود نے باب النساء کے اندر مسجد کے کچھ حصہ میں لکڑی کی جالی نصب کرادی تاکہ عورتیں علیحدہ اور پردہ میں نماز پڑھیں۔ تاہم جالی میں چار گزر گاہیں بھی بنوائیں جن سے آمدورفت میں آسانی ہو۔ (مرآۃ الحرمین: ج:1، ص:467)

علامہ عبدالقدوس انصاری نے 1353ھ میں مذکورہ مالی کا ذکر کیا ہے جس پر سبز اور زرد رنگ کیا ہوا ہے لیکن سعودی توسیع کے دوران اسے ختم کردیا گیا تھا۔

(آثار المدینہ:98)

امام ابن النجار لکھتے ہیں

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے چھ دروازے بنوائے۔ مشرقی دیوار میں باب عثمان کے علاوہ ایک دروازہ اور بنوایا۔ مغربی دیوار میں باب عاتکہ کو قائم رکھا اور دار مروان بن الحکم کے قریب ایک نیا دروازہ بنایا گیا اسی طرح شمالی دیوار میں بھی دو نئے دروازوں کا اضافہ کردیا۔ (آثار المدینہ:94)

امام سمہودی المتوفی 911ھ لکھتے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مشرق کی جانب باب عثمان کو برقرار رکھا اور باب النساء کا اضافہ کیا اور مغرب میں باب عاتکہ کے علاوہ باب السلام بنایا اور دو دروازے شمال کی جانب بھی بنائے۔ (وفاء الوفا: ج،1، ص:495)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے توسیع اور تجدید کے وقت دو دروازے بند کردیئے اور چار باقی رکھے۔ (آثار المدینہ:104)

امام زین الدین مراغی المتوفی 816ھ رقم طراز ہیں۔

ولید بن عبدالملک نے توسیع مسجد کے وقت 20 یا 24 دروازے رکھے تھے۔ لیکن بعدازاں ان کی تعداد خاصی کم کردی گئی۔ (معالم دار الہجرۃ:75)

باب الرحمۃ

یہ قدیم وقت سے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر کے وقت سے چلا آرہا ہے۔

Marfat.com

امام سمھودی المتوفی 911ھ فرماتے ہیں۔
اسے باب الرحمۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ جمعہ کے خطبہ میں مصروف تھے کہ مغربی دروازہ سے ایک آدمی داخل ہوا اور اس نے بارش نہ ہونے کے باعث خشک سالی کا شکوہ کیا اور باران رحمت کے لئے دعا کی التماس کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور فوری طور پر بارش شروع ہوگئی جو مسلسل ایک ہفتہ جاری رہی۔ پھر آمدہ جمعہ کو وہ شخص اسی دروازہ سے آیا اور بارش کی بندش کے لئے استدعا کی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا۔ چونکہ مذکورہ شخص اس دروازے سے داخل ہوا اور بارش کی رحمت کا موجب بنا۔ اس لئے اسی دروازہ کو باب الرحمۃ کہا جانے لگا۔

باب السلام

اسے باب المروان بن الحکم اور باب الخشوع بھی کہا جاتا تھا۔ یہ دروازہ جسے ولید بن الملک نے بنوایا تھا۔ مروان بن الحکم کے مکان کے سامنے ہونے کی وجہ سے باب المروان سے مشہور ہوا۔ (وفاالوفاء، ج:1، ص:503)

باب عثمان رضی اللہ عنہ

اسے باب جبرائیل بھی کہا جاتا ہے اور اسی دروازہ سے یعنی اسی راستے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ اسے باب عثمان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے سامنے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مکان واقع تھا اور اسی سمت میں آل عثمان کے دیگر مکانات بھی تھے۔ اسی نسبت سے یہ باب عثمان کے نام سے مشہور ہوا۔

(معالم دار ہجرت 75)

اسے باب جبرئیل کہنے کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں جن میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ غزوہ احزاب کے بعد غزوہ بنو قریظہ کا پیغام خداوندی عزوجل لے کر جب جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے تو وہ گھوڑے پر سوار تھے اور اسی دروازہ کے قریب کھڑے تھے۔ اسی بنا پر اسے باب جبرائیل کہا جانے لگا۔ (وفاء الوفاء ج:1، ص:498)

Marfat.com

باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ دروازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ انور کے برابر میں ہونے کی وجہ سے اس نام کے ساتھ شہرت پذیر ہوا۔ بعد میں اسے بند کر دیا گیا اور دیوار میں لکڑی کی جالی دار کھڑکی بنادی گئی جس سے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ انوار کی زیارت کر لیتے تھے۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے قریب جنازہ پڑھانے کا اہتمام کیا تھا کیونکہ مسجد میں جنازہ پڑھانے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔

(معالم دار الہجرۃ:75)

باب علی رضی اللہ عنہ

چونکہ یہ دروازہ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے حجرہ کے سامنے واقع تھا اس لئے اس نام سے موسوم ہوا مگر بعد میں حجرہ منیفہ کی دیوار بناتے وقت اسے بند کر دیا گیا۔

(معالم دار الہجرۃ:76)

باب ریطہ

اسی کو باب النساء کہتے ہیں۔ یہ دروازہ ریطہ بنت ابی العباس السفاح کے مکان کے بالمقابل واقع ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم ہوا مگر اسے باب النساء سے دائمی شہرت نصیب ہوئی جس کی وجہ یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک دروازہ عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے تو بہتر رہے گا۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب تجدید و توسیع کی خدمات انجام دی تو مشرق کی سمت باب جبرائیل سے کچھ فاصلہ پر جو دروازہ رکھا اسے باب النساء کے نام سے نوازا۔ اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عورتوں کے احترام کے پیش نظر اس دروازہ سے نہیں گزرتے تھے۔ (معالم دار الہجرۃ:76)

Marfat.com

امام زین الدین مراغی المتوفی 816ھ کا بیان ہے کہ
اس دروازہ پر ایک تختی پر الفسیفساء سے آیت الکرسی لکھی ہوئی تھی۔
(معالم دار الہجرۃ:77)

مشرقی دیوار میں پانچواں دروازہ اسماء بنت حسین بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے مکان کے سامنے تھا لیکن امام الناصر الدین اللہ نے جب 589ھ میں مشرقی شمالی مینار کی تجدید کرائی اور دیوار بھی نئی بنائی گئی تو یہ دروازہ بند کر دیا گیا۔
(معالم دار الہجرۃ:77)

البتہ امام سمہودی المتوفی 911ھ کا کہنا ہے کہ
علامہ ابن جبیر الاندلسی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دروازہ اور دوسرے دروازے بھی 580ھ سے پہلے بند ہو چکے تھے کیونکہ ابن جبیر کا سفر 580ھ میں ہوا ہے اور انہوں نے ان دروازوں کا ذکر نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بند ہو چکے تھے۔ (وفاء الوفا: ج:1 ص:500)

علاوہ ازیں امام زین الدین مراغی بیان کرتے ہیں کہ
شمالی دیوار میں بھی چار دروازے تھے مگر اس وقت ان میں سے صرف باب السقایہ باقی ہے جسے امام الناصر الدین اللہ کی والدہ ماجدہ نے 590ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ مغربی دیوار میں آٹھ دروازے تھے چھ بند کر دیئے گئے اور دو کھلے رہے۔ اس سمت واقع باب عاتکہ، عاتکہ بنت عبداللہ بن یزید بن معاویہ کے مکان کی طرف ہونے کی وجہ سے اس نام سے مشہور ہوا۔ اسی کو بعد میں باب الرحمۃ کہا جانے لگا۔ (معالم دار الہجرۃ:80)

مینار پُر انوار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانے میں مسجد نبوی شریف کے مینار نہیں تھے۔ سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 101ھ نے جب مسجد نبوی شریف کی تعمیر و توسیع کی خدمت سر انجام دی تو ان کے قابل ستائش کارناموں میں سے

Marfat.com

یہ بھی قابل قدر کارنامہ تھا کہ مسجد کے چاروں کونوں میں مینار بنوائے۔ مروان بن الحکم کے مکان کے قریب باب السلام پر جو مینار بنایا گیا تھا اس پر چڑھنے سے مکان کے اندر نظر پڑتی تھی۔ چنانچہ سلطان سلیمان بن عبدالملک حج کے بعد زیارت مدینہ منورہ کو حاضر ہوا اور مروان امیر مدینہ کے مکان میں قیام کیا۔ سلطان موصوف نے دیکھا کہ موذن جب مینار پر اذان کے لئے چڑھتا ہے تو وہ سامنے نظر آتا تھا۔ اس لئے سلطان نے اس مینار کو منہدم کر دینے کا حکم دیا تا کہ اہل خانہ کی بے پردگی نہ ہو۔ بعدازاں زمانہ دراز تک تین مینار ہی مسجد کی زینت بنے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مؤرخین نے تین میناروں کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ امام ابن زبالہ بیان کرتے ہیں کہ

مسجد نبوی شریف کے تین مینار تھے جن میں ہر ایک 60 ذراع (یعنی 90 فٹ) بلند تھا۔ موصوف دوسرے مقام پر ان کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں جنوب مشرقی مینار 55 ذراع (82 فٹ 9 انچ) شمال مشرقی مینار 55 ذراع اور شمال مغربی مینار 53 ذراع (79 فٹ 9 انچ) بلند ہیں جبکہ ہر ایک مینار 8x8 ذراع چوڑا ہے

علامہ ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور میں میناروں کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں جنوب مشرق میں محراب کے قریب مینار واقع ہے جبکہ شمال مشرق اور جنوب مغرب میں دو بہت چھوٹے مینار ہیں۔ بعد میں کسی وقت مذکورہ دونوں مینار بھی بلند کر دیئے گئے۔ جیسا کہ علامہ سمہودی کے زمانہ میں مؤذنہ رئیسہ یعنی جنوب مشرقی مینار سطح زمین سے چاند تک 77 ذراع (یعنی 115 فٹ 9 انچ) بلند تھا۔ ایک مرتبہ اس پر بجلی گرنے سے اکثر حصہ منہدم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعمیر جدید کی گئی اور دوسرے مینار سے اونچا کر دیا گیا پھر اس میں کچھ خلل واقع ہو جانے کی وجہ سے سلطان اشرف الشجاعی شاہین الجمالی نے منہدم کر کے تعمیر نو کا حکم دیا۔ بنابریں پانی کی سطح تک گہری بنیادیں کھود کر بے حد مضبوط کرایا اور بلندی میں اضافہ کر کے 120 ذراع (180 فٹ) اونچا کر دیا۔ مینار

Marfat.com

سنجاریہ جو شمال مشرق کونے میں تھا۔70 ذراع (105 فٹ) اور شمال مغربی مینار جو مینار الخشبیہ کے نام سے مشہور تھا72 ذراع (158 فٹ) بلند تھا۔ان کی یہ پیمائش مینار کی چوٹی پر نصب ہلال سے مسجد کے باہر سطح زمین تک تھی۔

706ھ میں سلطان الملک الناصر محمد بن قلادون کے حکم سے باب السلام پر چوتھا مینار بھی تعمیر کر دیا گیا جس کی بلندی 95 ذراع تھی۔(142 فٹ 9 انچ)

(وفاء الوفا: ج:1،ص:373)

1372ھ میں جب شاہ فیصل شہید نے توسیع کی قابل قدر خدمت انجام دی تو شمال مشرق اور شمال مغرب میں نئی طرز کے دو مینار بھی بنوائے جبکہ جنوب مشرق اور جنوب مغرب والے مینار سابقہ حالت میں قائم رکھے۔اس طرح اس وقت مسجد نبوی شریف کے چار مینار ہیں دو قدیم اور دو جدید ہیں۔

صفہ اور اصحابہ صفہ

صفہ، سائبان اور سایہ دار جگہ کو کہا جاتا ہے اور اس سے مراد مسجد نبوی شریف میں واقع وہ سایہ دار جگہ ہے جہاں فقراء مہاجرین اقامت پذیر تھے۔جن کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

والصفة الظلة (لسان العرب ردیف، ج:9،ص:195)

امام نووی 676ھ فرماتے ہیں

اصحاب صفہ زہد و تقویٰ کے پیکر، غریب و نادار ہونے کی وجہ سے مسجد نبوی شریف میں اقامت گزیں تھے۔مسجد کے آخر میں مسجد سے علیحدہ ایک سایہ دار جگہ بنی ہوئی تھی جس میں وہ رہتے اور سوتے تھے۔(تہذیب الاسماء واللغات ج:4،ص:177)

ان قدسی نفوس نے اپنی آنکھوں کو محبوب عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا کے دیدار پر انوار کے لئے کانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات طاہرات کی سماعت کی خاطر اور جسم و جان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔وہ اسلام کے معزز مہمان تھے۔(فتح الباری ج:11،ص:286)

Marfat.com

یہ دل کے اغنیاء اور ایمان کے اصفیاء جن کے افلاس و ناداری کی وجہ آفریں اور فکر انگیز داستان ان ہی میں سے ایک فرد فرید سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا کہ ان کے پاس چادر تک نہ تھی فقط تہبند تھا یا کمبل جسے اپنی گردن میں باندھ کر لٹکا لیتے تھے اور وہ بھی اس قدر چھوٹا ہوتا کہ کسی کے آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا اور کسی کے ٹخنوں تک اور ہاتھ سے اسے تھامے رکھتے کہ کہیں ستر کھل نہ جائے۔ (بخاری شریف باب نوم الرجال فی المسجد: ج:1،ص:63)

سیدنا عبد الرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اصحاب صفہ فقیر تھے۔ اس لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تقسیم فرما دیتے تھے۔ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو اور جس کے ہاں تین کا ہو وہ چوتھے کو اپنے ہمراہ لے جائے۔

(بخاری شریف: کتاب مواقیت الصلوٰۃ ج:1،ص:84)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

میں بھی اہل صفہ میں شامل تھا شام کے وقت ہم سب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک دو دو کو اغنیاء صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سپرد فرما دیتے اور جو باقی رہ جاتے انہیں اپنے ساتھ شریک طعام فرماتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم لوگ مسجد میں سو جاتے۔

(فتح الباری: ج:11،ص:287 کتاب الرقاق)

محمد بن سیرین فرماتے ہیں

جب شام ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کو لوگوں پر تقسیم فرماتے۔ کوئی دو آدمی لے جاتا اور کوئی تین اور کوئی دس آدمی لے جاتا یونہی سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہر روز اسی اسی آدمی اپنے ہمراہ لے جا کر انہیں کھانا کھلاتے۔

(حلیۃ الاولیاء: ج:1،ص:341)

Marfat.com

سیدنا معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

میں بھی اصحاب صفہ میں شامل تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر اصحاب صفہ کو انصار پر تقسیم فرما دیتے تھے۔ ایک ایک دو دو اور تین تین ایک انصار کے ساتھ چلے جاتے جب چار فقراء اور پانچویں حضور صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تم میرے ساتھ چلو۔ (فتح الباری: ج:11،ص:286)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

حضور دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جن حضرات کے باغات ہیں وہ اپنے ہر دس خوشوں میں سے ایک خوشہ مساکین کے لئے مسجد میں لایا کریں۔

(طحاوی شریف ج:2،ص:173)

چنانچہ انصار باوقار اپنے باغات سے فقراء و مساکین اصحاب صفہ کے لئے کھجور کے خوشے لاکر سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش فرماتے جو ان کے نگران اور منتظم تھے۔ صفہ ہی کے قریب دو ستونوں سے بندھی ہوئی ایک رسی سے لٹکا دیتے۔ جنہیں اصحاب صفہ چھڑی سے جھاڑ کر بوقت ضرورت کھاتے تھے۔

(اخبار مدینہ:88)

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

اصحاب صفہ بعض اوقات بھوک کی شدت کے باعث اس قدر لاغر اور ضعیف ہو جاتے تھے کہ نماز کی حالت میں بھی بے ہوش ہوکر گر جاتے تھے۔ باہر سے آنے والے بدوی انہیں پروانہ اور مجنوں سمجھتے لیکن محسن کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے دامان شفقت میں پناہ دینے اور ان کی دل جوئی اور دلداری سے عزم و ثبات میں پختگی سے ہمکنار فرماتے اور انہیں ان وجد آفریں اور ایمان افروز کلمات سے نوازتے اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کیسے کیسے انعامات تیار کر رکھے ہیں تو تم آرزو کرتے کہ یہ فقر و فاقہ کا سلسلہ اور بھی طویل ہو جائے۔

Marfat.com

(ترمذی شریف ابواب الزھد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج 2، ص 62)

سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے برگزیدہ اور پسندیدہ اور رفیع المرتبت ذی شان شخصیات کے متعلق ملاء اعلیٰ (ملائکہ مقربین) نے یہ پیغام رسانی کی ہے کہ وہ حضرات ظاہر میں خدائے عزوجل کی رحمت واسعہ کا خیال کر کے مسرور و محظوظ ہو جاتے ہیں مگر خداوند ذوالجلال کے عذاب و عقاب کی شدت کے خوف سے ان کے دل مغموم ومحزون ہیں۔ وہ شب و روز خدا کے مقدس اور پاکیزہ گھروں یعنی مساجد میں ذکر و فکر میں مصروف و مشغول اور منہمک رہتے ہیں ان کی زبانیں رحمت خداوندی عزوجل کی امیدوار رجاع کی آئینہ دار اور مالک حقیقی کے دیدار کے لئے ان کے قلوب اضطراب سیمابی میں مبتلا ہیں۔ لوگوں پر ان کا بار نہایت ہلکا اور خود ان کے نفوس پر بے حد بھاری اور گراں ہے۔ زمین پر نہایت وقار اور طمانیت اور سکون کے ساتھ چلتے ہیں۔ ان میں تکبر غرور اور خود آرائی کا نام ونشان تک نہیں۔ ان کی چال سے تواضع انکساری اور مسکنت جھلکتی ہے۔ تلاوت قرآن ان کا ورد زبان، پرانے اور بوسیدہ کپڑے زیب تن کئے رب کریم کی خصوصی رحمتوں سے ہر وقت مالا مال ہوتے رہتے ہیں۔ حفاظت خداوندی ان پر سایہ فگن ہے۔ ان کی روحیں دنیا میں ہیں مگر دل آخرت کی لگن میں۔ فکر آخرت نے انہیں دنیا کی عارضی خوشیوں سے بے پرواہ کر دیا ہے۔ قبر اور آخرت کے لئے ہر وقت رخت سفر باندھے تیار کھڑے ہیں۔ ایسے ہی قدسی نفوس سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ)

یہ وعدہ اس کے لئے ہے جس کے دل میں میرے سامنے پیش ہونے اور میرے عذاب کا خوف شعلہ زن ہے۔ (مستدرک حاکم: ج: 3، ص: 355)

Marfat.com

اصحاب صفہ کی تعداد

اصحاب صفہ کی تعداد میں کمی زیادتی ہوتی رہتی تھی۔ ان میں سے کسی کی شادی ہو جانے سفر اختیار کر لینے اور موت و مرگ کے باعث کمی ہو جاتی تھی اور اسی طرح نئے طالبان حق غربت و مسکنت کے باعث ان میں شامل ہوتے رہتے تھے۔ اس لئے مختلف روایات کے پیش نظر اگر ایک وقت میں ان کی تعداد ستر تھی تو کسی وقت وہ چار سو تک کی عظیم جماعت پر مشتمل ہوتے تھے۔ حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سب کے نام تفصیل سے ارقام فرمائے ہیں جن میں سے چند مقدس ہستیاں یہ ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ

(۲) حضرت ابوبشر کعب بن عمر

(۳) حضرت عمیر بن عوف

(۴) حضرت حبیب بن سیان

(۵) حضرت ثوبان

(۶) حضرت عبداللہ بن انیس

(۷) حضرت معاذ بن حارث

(۸) حضرت جب بن جنادہ

(۹) حضرت ثابت دریفہ

(۱۰) حضرت عتبہ بن مسعود

(۱۱) حضرت عدیم بن ساعد

(۱۲) حضرت عبداللہ بن عمر

(۱۳) حضرت ابولبابہ

(۱۴) حضرت سلمان فارسی

(۱۵) حضرت سالم بن عمیر

Marfat.com

(۱۶) حضرت حذیفہ بن یمان

(۱۷) حضرت مسطح بن اثاثہ

(۱۸) حضرت ابودرداء

(۱۹) حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ

(۲۰) حضرت صفوان بن بیضاء

(۲۲) حضرت عکاشہ بن محصن

(۲۳) حضرت ابوعبیس

(۲۴) حضرت حجاج بن عمر

(۲۵) حضرت جناب بن ارت

(۲۶) حضرت مسعود بن ربیع

(۲۷) حضرت عبداللہ بن مسعود

(۲۸) حضرت مقداد بن عمر

(۲۹) حضرت عمار بن یاسر

(۳۰) حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح

(۳۱) حضرت بلال بن رباح

(۳۲) حضرت صہیب بن سنان

(۳۳) حضرت زید بن خطاب

(۳۴) حضرت ابومرثد

(۳۵) حضرت ابوکبشہ

(۳۶) حضرت ابوعبس

(۳۷) حضرت اویس بن ثابت

(۳۸) حضرت مجذر بن دمار

Marfat.com

(۳۹) حضرت عامر بن فہیرہ

(۴۰) حضرت ابو رجانہ

(۴۱) حضرت ذوالشمالین

(۴۲) حضرت ابوالہیثم

(۴۳) حضرت رافع بن معلی

(۴۴) حضرت سعد بن خثیمہ

(۴۵) حضرت عبداللہ بن رواحہ

(۴۶) حضرت عاصم بن ثابت

(۴۷) حضرت عبداللہ بن جحش

(۴۸) حضرت عویم بن ساعدہ

(۴۹) حضرت بن ابی بلتعہ

(۵۰) حضرت ابورویحہ

(۵۱) حضرت عباد بن بشر

(۵۲) حضرت ابوایوب

(۵۳) حضرت خالد بن زید

(۵۴) حضرت عتبان بن مالک

(۵۵) حضرت سلامہ بن سلامہ

(۵۶) حضرت مقداد (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

(مدینۃ الرسول 163)

توحید و رسالت کے ان سرمستوں کو نہ بھوک کی پرواہ تھی نہ لباس کا ہوش، وہ بادہ الست سے مخمور، ابدی و سرمدی کیف سے سرشار رہتے تھے۔ دنیوی ہوس اور اس عارضی عیش و عشرت کا خیال ان کے قلب مطہرہ پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ انہوں نے زندگی کی متاع

Marfat.com

عزیز، اسلام کی سربلندی و سرفرازی اور سرور کونین رحمت عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ علائق دنیا سے اس طرح کنارہ کش ہو گئے کہ پھر دنیوی عیش وطرب، جاہ وجلال اور مال ومنال انہیں اپنی طرف راغب نہ کرسکا۔ وہ قدسی نفوس اور صاحب تقویٰ برگزیدہ انسان انس سادہ سی مسجد کی زینت تھے۔ جن کے دامن ایمان کی تابانیوں، دین کی سرشاریوں ذکر وفکر کی لذتوں، تسبیح وتہلیل کی حلاوتوں اور جلوہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی کیف سامانیوں سے جگمگا رہے تھے۔ مسجد کے شمال مشرقی میں مساکین مہاجرین کے لئے ایک چھپر بنا ہوا تھا جسے صفہ کہا جاتا تھا اور وہاں قیام کرنے والے غرباء کو اصحاب صفہ کا لقب ملا۔ اس وقت وہ چبوترہ کی شکل میں ہے جو زمین سے نصف میٹر بلند 1·2 میٹر لمبا اور 8 میٹر چوڑا ہے۔ اس کے چاروں طرف تانبے کا جالی دار گھیرا بنا ہوا ہے۔ اس سے چار میٹر کے فاصلہ پر جنوب کی طرف اغوات کا چبوترہ اور مشرق میں گودام ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک چبوترہ شیخ حرم یعنی امام صاحب کی نشست گاہ بنی ہوئی ہے۔ (آثار المدینہ:99)

صفہ کے جنوب میں مقصورہ شریف کے متصل ایک اور تھڑا بنا ہوا ہے جس میں محراب تہجد واقع ہے۔ (رحلۃ الحجازیہ:240)

ضعفاء مہاجر مسلمین اور فقراء شاکرین جو اپنے فقر پر فقط صابر ہی نہیں بلکہ امراء اور اغنیاء سے کہیں زیادہ رضا الٰہی پر شاکر اور مسرور تھے ان کی رہائش کے لئے رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جگہ مخصوص فرمائی تھی۔ یہ نفوس قدسیہ اسی مقام پر اقامت گزیں تھے۔

ریاض الجنۃ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مقدس کا ایک عظیم المرتبت حصہ عظمت شان اور رفعت مقام میں منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زبان وحی ترجمان سے

Marfat.com

ریاض الجنۃ کا لقب نصیب ہوا۔اس منبع رشد و ہدایت اور مرکز انوار وتجلیات کے مشرق میں سرورکون ومکان سلطان ذی شان رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرۂ منیفہ اور مغربی انتہا پر منبر مبارک جلوہ نما ہے۔

سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے۔

مابین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ و منبری علی حوضی (بخاری شریف ج 2،ص 159)

میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

مابین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ

(سنن الکبریٰ ج 5،ص 246)

میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

مابین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ

(کنز العمال ج 12،ص 260)

میرے گھر اور مصلے کے درمیان جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

سیدنا عبداللہ بن زید المازنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

ما بین منبری الی حجرتی روضۃ من ریاض الجنۃ

(کنز العمال ج 12،ص 260)

''میرے منبر سے میرے حجرے تک جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔''

گھر سے مراد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا وہ مقدس حجرہ ہے جس میں سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک بنی ہوئی ہے۔

(نسیم الریاض ج 3،ص 61)

Marfat.com

حضور انور نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جو شخص جنت کے باغات میں سے کسی باغ میں نماز پڑھنے کا خواہش مند ہو تو اسے میری قبر اور میرے منبر کے درمیان نماز پڑھ لینی چاہئے۔

(کنز العمال: ج:12، ص:260)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی تشریح علماء وکرام کے تین اقوال ہیں۔ اوّل یہ کہ اس مقدس خطہ میں عبادت جنت کے باغ کا حصول کا ذریعہ ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا مورد ہونے کے اعتبار سے یہ حصہ ایسا ہی ہے جیسا جنت کا باغ جس طرح جنت میں اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمتیں ہر وقت نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اسی طرح اس مقام پر بھی ہمہ وقت رحمتوں کی بارش کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور تیسرا قول اس طرح ہے کہ یہ جگہ درحقیقت جنت کا ٹکڑا ہے جو دنیا میں منتقل کیا گیا اور قیامت کے دن یہ حصہ جنت میں چلا جائے گا۔ اکثر علماء کرام کے نزدیک تیسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ (شرح صحیح مسلم: ج:1، ص:446)

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی 852ھ لکھتے ہیں۔

"کروضة من ریاض الجنة فی نزول الرحمة و حصول السعادة"

"سعادت کے حصول اور خصوصی رحمتوں کے نزول کے باعث یہ قطعہ جنت کے باغات سے ایک باغ کی مانند ہے۔"

ممکن ہے اس سے مراد یہ ہو کہ اس میں عبادت جنت کے حصول کا باعث ہے۔ اگرچہ اس پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ عبادت جہاں کی جائے وہ جنت کا موجب ہوتی ہے پھر اس قطعہ کی کیا تخصیص ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خطہ شرف ومجد سے دوسرے مقامات سے افضل اور برتر ہے۔ اس میں مومن انسان، جنات اور فرشتے بکثرت ذکر خداوندی میں مصروف و

Marfat.com

مشغول رہتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ جنت کے باغ سے مماثلت اور مطابقت رکھتا ہے اور تیسرا قول یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن یہ اراضی اسی طرح جنت میں داخل ہو جائے گا۔ (فتح الباری ج:4، ص:100)

علامہ قسطلانی المتوفی 923ھ فرماتے ہیں

اس میں تین احتمال پائے جاتے ہیں۔ یہ مقدس خطہ جسے ریاض الجنۃ کہا جاتا ہے حجر اسود کی مانند جنت کی چیز ہے یا یہ جگہ جنت میں منتقل ہو جائے گی جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطوانہ جنانہ کو جنت میں منتقل کر دیا تھا یا یہ کہ اس جگہ عبادت و بندگی جنت کا موجب ہوگی۔ (ارشاد الساری ج:2، ص:347)

یہ مقدس و متبرک معزز و محترم قطعہ مسجد نبوی شریف میں اعجاز و امتیاز کی نرالی شان کا مظہر ہے اگرچہ ساری مسجد حسن و تجمل کا پیکر اور آرائش و زیبائش کا حسین مرقع ہے مگر اس حصہ کی تزئین اور لطافت و نظافت کو انتہائی نفیس سبز قالین نکھارتے ہیں اور اس میں واقع سفید ستون منارہ نور کے مترادف ہیں۔ ریاض الجنۃ میں نوافل پڑھنے اور تلاوت کرنے والوں کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے۔ مختلف اقسام کے قلمی اور مطبوعہ دیدہ زیب وخوشنما قرآن مجید جنوب کی سمت بنی ہوئی الماریوں میں رکھے رہتے ہیں۔ ریاض الجنۃ اور فاروقی و عثمانی اضافہ مسجد کے درمیان ایک میٹر بلند پیتل کا دل کش جنگلا حد فاصل کا کام دیتا ہے۔ اسی قطعہ میں محراب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور آٹھ عظیم الشان ستون اس حصہ کی عظمت کو دوبالا کرتے ہیں جن کی تعریف و تحسین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان سے ظاہر ہے۔ (رحلۃ الحجازیہ:241)

اس جنت نظیر خطہ میں بیش بہا قیمتی اور دیدہ زیب فانوس دلربا روشنی سے اسے بقعہ نور بنائے ہوئے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل تک اس میں سبز قالین امتیازی شان کی عکاسی کرتے تھے لیکن 1400 سے سرخ قالین بچھا دیئے گئے ہیں۔ ریاض الجنۃ کا طول 22 میٹر اور عرض 15 میٹر ہے۔ (رحلۃ الحجازیہ:240)

Marfat.com

ستون ہائے رحمت

ریاض الجنۃ میں واقع آٹھ ستون مثالی اور تاریخی نوعیت کے حامل ہیں جنہیں ستونہائے رحمت کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ستون نور کا مینار، فضیلت کا مرکز، سعادتوں کا مظہر، سرور و کیف کا مصدر، قبولیت دعا کی جگہ اور نجات و مغفرت کا آئینہ دار ہے۔ یہ تاریخی ستون ان ناموں سے یاد کئے جاتے ہیں۔

(۱) اسطوانہ حنانہ

(۲) اسطوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(۳) اسطوانہ ابی لبابہ رضی اللہ عنہ

(۴) اسطوانہ سریر

(۵) اسطوانہ محرس

(۶) اسطوانہ وفود

(۷) اسطوانہ تہجد

(۸) اسطوانہ جبرائیل علیہ السلام

صحابہ کرام علیہم الرضوان ان ستونوں کے پاس بڑے اہتمام سے نوافل ادا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری ج: 1، ص: 72)

ان ستونوں کے پاس نوافل پڑھنا اور دعا کرنا مستحسن اور مقدس عمل ہے۔ بشرطیکہ سہولت کے ساتھ ایسا کرنا ممکن ہو۔ البتہ فرض نماز کے لئے صف اوّل کا التزام کرنا ضروری ہے اور نفل نماز کے لئے ریاض الجنۃ کے مخصوص ستون زیادہ موزوں ہیں۔

(وفاء الوفا: ج: 1، ص: 263)

اسطوانہ ابی لبابہ رضی اللہ عنہ

اسے اسطوانہ توبہ بھی کہا جاتا ہے یہ ستون اسطوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متصل

Marfat.com

مشرق حجرہ منیفہ سے دوسرا ہے جبکہ منبر مبارک سے چوتھا ہے۔قبلہ کی جانب سے تیسرا اور شمال کی طرف سے پانچواں ہے۔اس ستون اور حجرہ مقدسہ کے درمیان بیس ذراع (یعنی 30 فٹ) کا فاصلہ ہے۔(اخبار المدینہ:91)

سیدنا ابولبابہ بشیر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ انصاری قبیلہ اوس کے چشم و چراغ اور نقباء انصار میں سے تھے۔بتقاضائے بشریت ان سے ایک غلطی سرزد ہوگئی تھی جس کی پاداش میں انہوں نے اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھ دیا تھا۔اس لئے ان کے نام سے یہ ستون مشہور ہوا اس واقعہ کی تفصیلات یوں ہیں۔جب قبیلہ بنو قریظہ کے یہود نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد شکنی کا ارتکاب کیا تو آپ نے ان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو اکیس روز تک جاری رہا۔بالآخر تنگ آ کر انہوں نے وطن چھوڑ کر ملک شام چلے جانے کی اجازت چاہی لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرارتوں کے پیش نظر اجازت نہ دی بلکہ ارشاد فرمایا کہ صلح کی صورت صرف یہ ممکن ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تمہارے متعلق جو فیصلہ کریں۔اس پر راضی ہو جاؤ۔انہوں نے درخواست کی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بجائے یہ کام ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جائے چونکہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال اور جائیداد بنو قریظہ میں تھے۔اس لئے ان سے امید وابستہ تھی کہ وہ ہمارے معاملہ میں رعایت کریں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست پر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔جب وہ ان کے پاس پہنچے تو بنو قریظہ کے سب مرد وزن ان کے قدموں پر گر پڑے اور سخت گریہ وزاری اور آہ و بکا کرنے لگے اور منت سماجت کر کے کہنے لگے کہ اگر ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اتر آئیں تو کیا ہمارے معاملہ میں کچھ نرمی فرمائیں گے چونکہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو معلوم تھا کہ ان کے معاملے میں نرمی برتنے کی رائے نہیں ہے۔بنابریں کچھ ان لوگوں کی گریہ و زاری اور کچھ اپنے اہل و عیال کی محبت سے متاثر ہو کر بتقاضائے بشریت حلق کی طرف اشارہ کیا۔یعنی تم سب قتل کر دیئے جاؤ گے۔گویا اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز

Marfat.com

فاش ہو گیا مگر فوراً رقت طاری ہوگئی اور سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں خیانت ہو گئی ہے۔ اس بے ساختہ حرکت سے اس قدر ندامت اور پشیمانی کا غلبہ ہوا کہ واپس آ کر اپنے آپ کو مسجد کے ستون کے ساتھ ایک وزنی زنجیر سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی اسی طرح بندھا رہوں گا۔ خواہ اسی حالت میں موت آ جائے۔ چنانچہ سات روز مکمل اسی طرح بندھے کھڑے رہے۔ ان کی بیوی اور بیٹی ان کی نگہداشت کرتی تھیں۔ انسانی ضرورت اور نماز کے وقت کھول دیتیں اور فارغ ہونے کے بعد پھر باندھ دیتی تھیں۔ کھانے پینے کے قریب تک نہ جاتے تھے یہاں تک کہ غشی طاری ہو جاتی بھوک کی شدت اور ضعف کے باعث شنوائی جاتی رہی اور قریب تھا کہ بینائی بھی جواب دے جائے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا اگر وہ پہلے ہی بارگاہ رسالت پناہی میں حاضر ہو جاتے تو میں ان کے لئے غفور الرحیم سے استغفار کرتا لیکن اب تو انہوں نے اپنے آپ کو بارگاہ خداوندی عزوجل میں باندھ رکھا ہے۔ اس لئے اذن خداوندی عزوجل کے بغیر میں بھی نہیں کھول سکتا اور ان کی ندامت اور خلوص دل کا ثمرہ تھا کہ قرآن مجید نے ان کی توبہ قبول ہونے کا مژدہ سنایا اور یہ توبہ قرآن مجید کا جزو بن گئی۔ چنانچہ سات روز کے بعد سحری کے وقت جبرائیل علیہ السلام یہ آیات لے کر تشریف لائے۔

"یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ الخ"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ مذکورہ ستون بھی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے قریب واقع تھا۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ضیا پر بشاشت اور ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے مسرور اور شادان نظر آ رہے ہیں۔

Marfat.com

ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ (رضی اللہ عنہ) کی توبہ قبول فرمالی ہے۔

یہ خوش کن خبر سن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بشارت سنائی اور زنجیر کھولنے کی پیش کش کی مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اب رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خود آزاد فرمائیں گے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح کے لئے تشریف لائے تو اپنے دست اطہر سے انہیں کھول دیا۔ (اخبار مدینہ 90،89)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف بیٹھے تو اس ستون کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بستر یا چارپائی بچھائی جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستون سے تکیہ لگاتے تھے۔ (سنن ابن ماجہ 127)

اسطوانہ حنانہ

اسے اسطوانہ حنانہ اور اسطوانہ مخلقہ بھی کہا جاتا ہے۔ رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف تیار ہونے سے پہلے کھجور کے جس تنے سے سہارا لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کے باعث اس نے رونا اور چلانا شروع کر دیا تھا۔ اس رونے ہی کی وجہ سے اسے حنانہ کہا جاتا ہے۔ اسے مخلق کہنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرکب خوشبو خلوق اسے بہت زیادہ لگائی جاتی تھی۔ اس وجہ سے اسے مخلق کہا جاتا ہے۔ یہ ستون محراب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل امام کے دائیں جانب واقع ہے۔ (وفاء الوفا: ج: 1، ص: 263)

اسطوانہ سریر

یہ ستون حجرہ مقدسہ مطہرہ کی جالی کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اسطوانہ ابی لبابہ رضی اللہ عنہ کے متصل مشرق کو ہے۔ منبر شریف سے مشرق کو چوتھا۔ حبیبہ حبیب خدا سیدہ عائشہ

Marfat.com

صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے بالکل قریب ہونے کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چارپائی اور چٹائی جس ستون کے قریب بچھاتے تھے وہ اسطوانہ سریر کے نام سے موسوم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی تھی جسے عمل اعتکاف پر بچھا دیا جاتا اور چٹائی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات بسر فرماتے دن کو اسے پاؤں مبارک کے نیچے رکھ لیا کرتے تھے۔ (وفاء الوفا: ج:1،ص:317)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ تو گاؤ تکیہ تھا نہ ہی استراحت کے لئے نرم و گرم بستر، جو ذات بابرکات وجہ تخلیق کائنات تھے انہوں نے دنیا کے خزانے پائے استحقار سے ٹھکرا دیئے اور سادگی کو پسند فرمایا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے دوران دروازے کی طرف سر مبارک کر لیتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کنگھی کرتی تھی۔ (بخاری شریف ج:1،ص:271)

اسطوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا

اسے اسطوانہ القرع اور اسطوانہ مہاجرین بھی کہا جاتا ہے۔ امام ابن زبالہ فرماتے ہیں۔ تحویل قبلہ کے بعد محراب کی جگہ مقرر ہونے سے پہلے بارہ پندرہ دن تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ مصلیٰ بچھایا تھا۔ (اخبار المدینہ:91)

اکثر مہاجرین صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نشست اس جگہ رہتی، نوافل اور ذکر و اذکار میں مصروف رہتے تھے۔ اسی وجہ سے اسے اسطوانہ مہاجرین بھی کہا جاتا ہے۔

(اخبار المدینہ:91)

اسطوانہ جبرائیل علیہ السلام

یہ ستون اس وقت جالی مبارک کے اندر واقع ہے جس کے باعث اس سے تبرک حاصل کرنا ممکن نہ رہا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے اور عموماً اس جگہ تشریف فرما ہوتے تھے۔

(وفاء الوفا: ج:1،ص:321)

Marfat.com

اسطوانہ وفود

یہ اسطوانہ محرس سے شمال میں پہلا ستون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نواحی بستیوں اور مختلف ممالک کے وفود باریابی کے لئے حاضر ہوتے تو اس ستون کی جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی زیارت سے مشرف فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار گوہر بار سادگی کا مرقع پاکیزگی کا مظہر، نور کا سرچشمہ، اخلاق کا منبع اور لطف وکرم کا خزینہ تھا۔ جو ظاہری شان وشوکت سے بے نیاز تھا۔ بنا بریں اس کا نام اسطوانہ وفود مشہور، نیز جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعتیں بھی اس مقام پر خدمت اقدس میں حاضری دیتی تھیں۔ (وفاء الوفا: ج: ا ص: 319)

اسطوانہ تہجد

یہ ستون سیدہ فاطمہ الزہرا، رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے شمال میں واقع ہے۔ اس کے بالمقابل اصحاب صفہ کا چبوترہ ہے۔ اس مقام پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرماتے تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ۔

حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت چٹائیوں کا حجرہ بنا لیتے اور اس میں نماز تہجد پڑھتے اور صبح انہیں اٹھا لیتے تھے۔ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر نماز تہجد پڑھنے لگے مگر چند دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے باہر تشریف نہ لائے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے اس بات کا خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں تم پر تہجد فرض نہ ہو جائے اور تم اسے ادا نہ کر سکو لہذا نفل نماز گھروں میں پڑھو۔

(مسلم شریف ج 1 ص 266)

Marfat.com

اسطوانہ محرس

اسے اسطوانہ حرس اور اسطوانہ علی رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے۔ حرس کے معنی پاسبانی کے ہیں۔ حضور ذو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جب دولت کدہ میں تشریف لے جاتے تو اس مقام پر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے کوئی آدمی پہرہ دینے کی غرض سے آ بیٹھتے۔ عموماً یہ خدمت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انجام دیتے اور اکثر اوقات نوافل بھی اسی ستون کے پاس پڑھتے تھے۔ اس لئے ان کے نام سے منسوب ہو گیا۔ (معالم دار الہجرۃ:60)

حضور دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پر انوار

کن فیکون کے لاریب امر تخلیق کی زد میں جو بھی آیا تھا اس کے گلے کا ہار بن گئی اور اللہ تعالیٰ نے کل من علیہا فان کی اس پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔

عالم کون و مکاں میں خالق اور مخلوق کے سوا تیسری کوئی جنس ہی نہیں۔ خالق ازل سے ہے اب تک قائم دائم رہے گا اور مخلوق کے مقدر میں فنا ہے۔ بقا کا تصور ہی عنقا ہے۔ خواہ کتنا ہی کوئی جاہ و جلال اور شان و شوکت کا حامل ہو تخت و تاج کا مالک ہو یا انبیاء و اتقیاء ہوں حتیٰ کہ باعث تخلیق کائنات سرور کون و مکان، سلطان زمین و زماں صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں کل نفس ذائقۃ الموت سے کسی مفر نہیں۔ وہ روح فرسا و جاں گداز دل دوز جاں سوز، کربناک و اندوہناک سانحہ جس نے دنیائے دول کو نبوت و رسالت کے فیوض و برکات اور وحی ربانی کے انوار و تجلیات سے محروم کر دیا۔ 12 ربیع الاول 11ھ مئی 632ء بروز دوشنبہ دوپہر کا اندوہگیں واقعہ ہے کہ آفتاب عالمتاب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ظاہری آنکھوں سے روپوش ہو گیا اور رخ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آراء نے نقاب برزخ اوڑھ لیا۔

(البدایہ والنہایہ ج:5،ص:256)

Marfat.com

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر بن جانے کے بعد اپنے حجرہ میں عام گھریلو شب خوابی کے کپڑوں میں رہتی تھی جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تدفین بھی حجرہ مقدسہ میں ہوگئی تو پھر میں پردے کا اہتمام کرنے لگی کیونکہ اس سے قبل میرے خاوند اور والد استراحت فرما تھے اور اب ایک غیر محرم بھی وہاں استراحت فرما ہو چکے تھے۔ اس مجبوری کی وجہ سے اور زائرین کے ہجوم کے پیش نظر حجرہ مقدسہ میں دیوار بنا کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ اپنی رہائش کے لئے اور دوسرا مزارات مقدسہ کی خاطر۔ (طبقات ابن سعد: ج:2، ص:396)

لحد مبارک بن جانے کے بعد گنبد خضریٰ کی تعمیر و تکمیل کے تدریجی مراحل کا نقطہ آغاز یہی تھا کہ حجرہ انور کی ہیئت ترکیبی میں تبدیلی واقع ہوئی۔ بعد ازاں 22 جمادی الثانی 13ھ بروز دوشنبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ واصل باللہ ہوئے۔ تو ان کی قبر بھی اپنے محبوب آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بنائی گئی اور یکم محرم 24ھ کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی آقا دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں راحت گزیں ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد ج:3، ص:52)

حماد بن زید کی روایت کے مطابق گنبد خضراء کا دوسرا تدریجی مرحلہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا۔ جنہوں نے حجرہ مقدسہ کی دیواروں اور چھت کی تجدید و ترمیم کی خدمات ادا فرمائیں۔ (طبقات ابن سعد ج 2، ص 396)

مزارات مقدسات کی ترتیب

سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ خواب دیکھا جو اپنے والد گرامی قدر سے بیان کیا کرتی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ تین چاند میری گود میں آ گئے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعبیر یہ ارشاد فرمائی کہ روئے زمین کی

Marfat.com

تین مقدس اور برگزیدہ ہستیاں تیرے حجرہ میں سپرد خاک کی جائیں گی۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا فانی سے ظاہری پردہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں ہوئی جس پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

هذا خير اقمارك

یہ ان تین میں سے بزرگ ترین قمر ہیں۔

(مؤطا امام مالک باب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج:2،ص:533)

حجرہ مطہرہ میں واقع تین مزارات طاہرات کی ترتیب کی متعدد صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

امام ابن النجار المتوفی 642ھ نے چھ اور علامہ سمھودی المتوفی 911ھ نے آٹھ مختلف صورتیں لکھی ہیں۔ جن میں حضرت مزاحم کا حسب ذیل قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے جنہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں حجرہ مقدسہ کے اندر داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی اور انہوں نے اس طرح ترتیب بیان کی۔

قبلہ کی جانب پہلی قبر شریف رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس مغرب کی جانب اور پاؤں مبارک مشرق کو ہیں اور چہرہ انور قبلہ یعنی جنوب کی طرف ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے برابر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا سر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ کے برابر ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کی سیدھ میں پایا جاتا ہے۔ (وفاء الوفا: ج:2،ص:391)

علاوہ ازیں امام حاکم نے محمد بن ابوبکر سے بھی اس سے ملتی جلتی روایت بیان کی ہے۔

جس میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر [redacted] اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

کندھوں کے برابر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے برابر میں ہے۔ (وفاء الوفا: ج:2 ص:391)

ام ابن سعد التوفی 230ھ عبید اللہ بن ابی یزید اور عمرو بن دینار سے روایت نقل کرتے ہیں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجرہ مقدسہ کی تعمیر کی خدمت انجام دی چونکہ دیواروں کی بلندی بہت تھوڑی تھی۔ اس لئے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے انہیں از سر نو بنوایا اور اونچا کر دیا۔ (طبقات ابن سعد ج:2 ص:396)

بعد میں حجرہ مقدسہ کی اصلاح و مرمت کا تھوڑا بہت کام ہوتا رہا مگر کوئی قابل ذکر خدمت انجام نہیں دی گئی۔

البتہ 588ھ ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ حجرہ شریف کی مشرقی دیوار گر جانے پر انہوں نے تعمیر کرائی۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل بیان کرتے ہیں کہ

میں نے معمول بنا رکھا تھا کہ رات کے آخری حصہ میں نماز تہجد کے لئے مسجد نبوی شریف میں داخل ہو کر پہلے آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں حاضر ہو کر ہدیہ سلام پیش کرتا پھر اپنی نشست گاہ پر جا کر نماز تہجد ادا کرتا اور نماز فجر تک وہیں بیٹھ کر درود شریف اور دیگر وظائف میں مصروف رہتا۔ میں حسب معمول ایک شب گھر سے نکلا۔ جب کہ باران رحمت کا نزول بھی ہو رہا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب پہنچا ہی تھا کہ فضاؤں کو معطر کرنے والی دل آویز خوشبو محسوس ہوئی۔ میں نے زندگی بھر ایسی نفیس اور قابل رشک خوشبو کبھی نہیں پائی۔ بہر حال میں حجرہ پر ضیاپر سلام پیش کرنے حاضر ہوا لیکن یہ دیکھ کر میری حسرت کی انتہا نہ رہی کہ اس بقعہ نور کی ایک دیوار زمین بوس ہو گئی ہے۔ اس وقت یہ راز افشا ہوا کہ وہ باد مشک بار قبر اطہر سے پھوٹ رہی

Marfat.com

تھی۔ میں نے موقع غنیمت سمجھا اور حجرہ مطہرہ کے اندر جا کر سلام بارگاہ خیر الانام علیہ التحیات والسلام میں پیش کیا اور کچھ دیر وہیں ٹھہرا رہا۔ اتنے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ آ پہنچے جنہیں اس اندوہگیں واقعہ کی اطلاع ہو چکی تھی۔ ان کے حکم سے ایک قباطی چادر سے اس جگہ پردہ کر دیا گیا۔ موصوف نے نماز فجر سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کے مشہور سعادت معمار وردان کو بلایا تاکہ دیوار تعمیر کر دی جائے۔

(وفاء الوفا: ج: 1، ص: 387)

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بنیادیں کھود کر پوری دیوار از سر نو تعمیر کرنے کا کہا۔ وردان کھودائی کے دوران دو پاؤں دیکھ کر ششدر رہ گیا اور عالم استعجاب میں حاضرین کو آواز دی۔ گورنر مدینہ اور دوسرے لوگ یہ ماجرا دیکھ کر سراسیمہ ہو گئے اور اس اشتباہ میں پڑ گئے کہ مبادا یہ پاؤں مبارک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ہوں لیکن پاؤں پر بال مبارک دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بول اٹھے کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں یہ پاؤں مبارک میرے جد امجد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ حجرہ مقدسہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے ان کی قبر بنیادوں کے نیچے تک کھودی گئی تھی۔ (اخبار مدینہ: 138)

ایک روایت میں ہے کہ

جب پاؤں مبارک کوئی نہ پہچان سکا تو سب غمگین اور پریشان ہو گئے۔ اسی دوران حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے انہیں پہچان لیا اور کہنے لگے۔ خدا کی قسم! یہ پاؤں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز نہیں بلکہ یہ سیدنا فاروق اعظم کے پاؤں ہیں۔

(طبقات ابن سعد: ج: 3، ص: 170)

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ گورنر مدینہ نے وردان معمار سے کہا جو کچھ دیکھا ہے اسے پردہ پوش کر کے دیوار بنا دیں۔ جب دیوار مکمل ہو گئی تو اندر صفائی کرنے کے لئے متعدد آدمی تیار ہو گئے۔ یہ سعادت حاصل کرنے کا ہر آدمی خواہش مند تھا لیکن

Marfat.com

گورنر مدینہ لوگوں کے ہجوم کے ذریعہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے سے گریزاں تھے۔ اس لئے مزاحم نامی ایک غلام کو حکم دیا کہ تم حجرہ مقدسہ میں داخل ہو کر مرقد اقدس پر پڑی مٹی اور اینٹ روڑے صاف کرو۔ چنانچہ مزاحم روشن دان کے ذریعہ اندر داخل ہوا۔ جھاڑو سے صفائی کی اور وہ چادر بھی نکال دی جس کا پردہ بنایا گیا تھا۔

(معالم دار الہجرۃ: 82)

الحاج محی الدین لکھتے ہیں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ امیر مدینہ نے شکستہ حصہ دیوار پر فوراً پردے ڈال دیئے اور حجرہ اقدس کے اطراف مضبوط بنیادوں پر مخمس سنگی دیوار نقش و نگار سے مزین اسی طرح تعمیر کی کہ اس دیوار کے شمالی کونے بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جا ملے اس دیوار کی تعمیر کا یہ مقصد تھا کہ حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خام دیواریں ہر طرف سے محفوظ ہو جائیں نیز بیت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مماثل بیت اللہ بھی نہ ہونے پائے۔ اس عمارت کو ''حضاد مزود'' کہا جاتا تھا۔ اس طرز کی تعمیر آج تک کہیں بھی نہ ہو سکی اور تنہا یہ عمارت اپنی یکتائی تعمیر کی مظہر ہے اب تک آرام گاہ نبوی معہ وزراء حبیب اللہ نظروں سے مستور تھے۔ اب بیرونی خام دیوار حجرہ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی سب سے پوشیدہ ہو گئی۔ (آئینہ حرم: 102)

علامہ یاقوت حموی المتوفی 626ھ اور علامہ ابن حوقل تحریر فرماتے ہیں

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ پنج گوشہ دیوار میں کوئی دروازہ نہیں رکھا گیا اور نہ ہی اندر جانے کے لئے اس وقت کوئی دروازہ پایا جاتا ہے۔

(معجم البلدان ج:7 ص:424)

امام زین الدین مزاغی المتوفی 816ھ بیان کرتے ہیں

پنج گوشہ دیوار اور چھت کے درمیان تقریباً چار ذراع کا فاصلہ تھا جس میں لکڑی کی جالی لگا دی گئی۔ حجرہ پر انوار اور چار دیواری کے درمیان فاصلہ میں یکسانیت نہیں ہے۔

Marfat.com

مشرق اور مغرب میں برابر کا فاصلہ ہے جب کہ قبلہ یعنی جنوب میں زیادہ اور شمال کی طرف اس سے کم ہے اور حجرہ نبویہ کا دروازہ سیاہ پتھروں سے بند کیا ہوا ہے۔

(معالم دار الہجرۃ:53)

193ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کے گورنر مدینہ ابوالبحر کے عہد میں مسجد نبوی شریف کی چھت تعمیر و مرمت کے لئے اتاری گئی تو حجرہ انور کی چھت بھی منہدم پائی گئی۔ اس کی سات لکڑیاں سکتہ تھیں۔ ان کی جگہ نئی لکڑیاں ڈال کر چھت کی اصلاح و مرمت کر دی گئی۔ (وفاء الوفا، ج:1،ص:399)

پھر خلیفہ متوکل نے گورنر مکہ و مدینہ اسحاق بن سلمہ کو حجرہ انور کی تعمیر تجدید اور تزئین کا حکم دیا جس نے یہ خدمت انتہائی نفاست اور عمدگی کے ساتھ انجام دی۔ دیواروں کے چاروں طرف سنگ مرمر لگایا جو زمانہ دراز تک باقی رہا۔ بعد ازاں 548ھ میں خلافت المقتضی میں وزیر جمال الدین بن زنگی نے تجدید کرائی۔ دیواروں کے چاروں طرف قد آدم تک سنگ مرمر لگایا۔ صندل اور آبنوس جیسی نفیس اور بیش بہا قیمتی لکڑی کی جالی بنوا کر مذکورہ پنج گوشہ احاطہ کے باہر نصب کرائی جالی کی بلندی مسجد کی چھت کے برابر تھی جس میں مختلف سورتیں اور آیتیں لکڑی ہی میں کڑھی ہوئی تھیں۔ تعمیر و تزئین کی خدمت ابوالغنائم البغدادی معمار نے انجام دی۔ (اخبار مدینہ:139)

اسی سال یعنی 548ھ میں ایک اور واقعہ بھی پیش آیا کہ حجر مقدسہ میں دھماکہ کی آواز سنی گئی۔ مگر اس کی حقیقت معلوم نہ ہو سکی۔ چنانچہ امیر مدینہ قاسم بن مھنا الحسینی کو واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ موصوف نے کہا کہ صورت حال معلوم کرنے کے لئے کسی آدمی کو حجرہ کے اندر اتارا جائے اس پر سب متفکر ہوئے کہ کون سا ایسا متقی پرہیزگار آدمی ہو جو یہ خدمت ادا کر سکے۔ بالآخر سب کی نظر انتخاب شیخ المشائخ امام العارفین والاتقیاء الشیخ عمر النسائی پر پڑی۔ موصوف موصل کے باشندے تھے لیکن عرصہ دراز سے مدینہ منورہ میں رہائش پذیر تھے۔ جب انہیں اس مقصد سے آگاہ کیا گیا تو فرمایا اس مقدس خدمت کی بجا

Marfat.com

آوری کے لئے چند دن کی مہلت کی ضرورت ہے تا کہ میں تیار کرسکوں۔ چنانچہ موصوف نے کئی دن تک خورد و نوش ترک کر دیا اور ہمہ وقت ذکر خداوندی میں مصروف و مستغرق رہے۔ پھر جب داخل ہونے کو تیار ہو گئے تو لوگوں نے رسیوں کے ذریعہ مسجد کی چھت کے نیچے سے حجرہ شریفہ اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے تعمیر کردہ پنج گوشہ احاطہ کے درمیان اتارا۔ پھر وہ حجرہ مطہرہ میں داخل ہوئے۔ موصوف اپنے ساتھ روشن شمع بھی لے گئے تھے۔ انہوں نے اندر جا کر دیکھا کہ حجرہ شریفہ کی دیوار اور چھت کا کچھ حصہ مزار مبارکہ پر گر پڑا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اچھی طرح صفائی کی اور اپنی ریش مبارک سے قبور مقدسہ پر جھاڑو دیا۔ (معالم دار الہجرۃ:83)

امام ابن النجار المتوفی 643ھ بیان کرتے ہیں

554ھ کے دوران امیر مدینہ قاسم بن محصنا ہی کے عہد میں حجرہ مقدسہ طاہرہ کے اندر سے بہت شدت کی بو آنے لگی۔ اس کی اطلاع امیر کو دی گئی تو انہوں نے حجرہ مطہرہ کے اندر کسی آدمی کو اتارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حجرہ شریفہ کے خدام میں سے بیان الاسود الخصی منتظمین عمارہ مسجد نبوی میں سے ہارون الشاذی صوفی اور الصفی الموصلی پنج گوشہ دیوار کے اندر اتارے گئے۔ انہوں نے حجرہ مقدسہ اور چار دیواری کے درمیان ایک مردہ بلی پڑی دیکھی جس سے بد بو پھیل رہی تھی۔ اسے نکالا اور صفائی کر کے خوشبو لگا دی۔ اس طرح بو کا ازالہ ہو گیا۔ وہ لوگ بروز ہفتہ 11 ربیع الاول 554ھ کو اندر اتارے گئے تھے۔ (اخبار مدینہ:142)

امام سمہودی المتوفی 911ھ روضہ اقدس کے اندرونی حصہ کی چشم دید کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں۔

میں نے روضہ پرضیا کے اندرونی حصہ کو مربع شکل تراشیدہ سیاہ پتھروں سے تعمیر شدہ پایا۔ پتھر رنگ اور قسم کے اعتبار سے کعبۃ اللہ کے پتھروں سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ بیت عائشہ رضی اللہ عنہا یعنی حجرہ مقدسہ اور پنج گوشہ احاطہ کی مغربی دیوار یں

Marfat.com

ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ان کے درمیان فاصلہ نہیں ہے۔البتہ مشرقی دیوار اور حجرہ شریفہ کی دیوار کے درمیان شمال کی طرف ایک ذراع اور جنوب کی جانب تین ذراع کا فاصلہ ہے۔اسی طرح جنوب کی جانب بھی دونوں دیواروں کے درمیان یکسانیت نہیں۔ان کے مابین مشرق کی طرف ایک ذراع کے قریب جب کہ مغرب کی طرف مواجہہ شریف سے کچھ آگے صرف ایک بالشت کا فاصلہ ہے۔بیت عائشہ رضی اللہ عنہا یعنی حجرہ شریفہ کے شمال میں مثلث شکل کی دیوار بنی ہوئی ہے جس کا مثلث زاویہ سے 8 ذراع (12 فٹ) کا فاصلہ ہے۔حجرہ مقدسہ میں کسی بھی سمت دروازہ نہیں ہے۔نہ کھلنے والا اور نہ ہی بند شدہ تعمیر کی یہ کیفیت مسجد نبوی شریف میں دوسری آتش زدگی 882ھ کے بعد دوبارہ تعمیر کی بیان کردہ ہے جو پنج گوشہ دیوار حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بنوائی تھی وہ اس وقت مفقود ہے۔(وفاء الوفا: ج:1،ص:401)

مشہور سیاح ابن بطوطہ لکھتے ہیں ۔

روضہ اقدس کی شکل ایسی نادر واقع ہوئی ہے کہ اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔عمارت سنگ دخام بدیع کی گول وضع کی ہے۔پتھروں کا جڑاؤ نہایت نادر و پاکیزہ اور مصفا و شگفتہ ہے جس کا گارا مشک اور دیگر خوشبوؤں سے آمیختہ ایسی خوبی سے لگا ہوا ہے کہ باوجود امتداد زمانہ کے اب تک اس کے استحکام میں کوئی فرق نہیں آتا۔

(سفرنامہ ابن بطوطہ:147)

روضہ انور کی جالی مبارک

حجرہ مقدسہ پر مشتمل مقصورہ شریف کے چاروں طرف نفیس اور دیدہ فریب جالی مبارک لگی ہوئی ہے جو سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حجرہ پر بھی محیط ہے۔667ھ میں پہلی مرتبہ سلطان رکن الدین ظاہر بیبرس نے جالی بنوائی تھی۔موصوف نے زیارت حرمین شریفین سے شرف یاب ہونے کے موقع پر مقصورہ شریف کے گردا گرد جالی دار احاطہ قائم کرنے کا عزم کیا تاکہ حجرہ مقدسہ کی حفاظت اور زیبائش و آرائش میں اضافہ

Marfat.com

ہو۔ سلطان سعادت نشان بنفس نفیس اسی کے ذریعہ مقصورہ کی پیمائش کر کے وہ رسیاں اپنے ساتھ مصر لے گیا اور 668ھ میں دیدہ زیب دل فریب لکڑی کی جالی بنوا بھیجی جس میں مشرق و مغرب اور جنوب میں تین دروازے تھے۔ حجرہ انور کے شمال میں واقع مقام تہجد کو بھی جالی گھیرے ہوئے تھی۔ جالی تقریباً گیارہ فٹ بلند تھی۔ 794ھ میں سلطان عادل زین الدین کتبغا نے جالی کو مسجد کی چھت تک اونچا کر کے شمال کی سمت ایک اور دروازہ بنوادیا۔ (معالم دار الہجرۃ:84)

729ھ جالی کے اوپر لکڑی کی چھت بنا کر ریشمی کپڑا چڑھا دیا۔ یہ جالی 218 سال تک مسجد نبوی شریف کی زینت بنی رہی۔ پھر 886ھ میں دوسری مرتبہ آتش زدگی میں جل کر خاکستر ہوگئی۔ (تاریخ حرمین 3:2)

732ھ میں جب سلطان الناصر حج کی سعادت سے سرفراز ہوا حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ میں حاضری دی۔ موصوف نے مقصورہ شریف کے اندر عورتوں اور بچوں کی بھیڑ دیکھی۔ جو مسجد کے تقدس کو بری طرح پامال کر رہے تھے بادشاہ یہ منظر دیکھ خاموش رہا اور کوئی کارروائی نہ کی۔

822ھ میں قاضی النجم بن لجی قاضی شام مناسک حج ادا کرنے کے بعد زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوا۔ انہوں نے بھی منصورہ میں زائرین کا ہجوم دیکھا جو آداب مسجد سے بے نیاز ہو کر بے حرمتی کے مرتکب تھے۔ قاضی صاحب مسجد کی بے حرمتی کو برداشت نہ کر سکے اور جالی کا دروازہ بند کرنے کا فتویٰ دیا لیکن گورنر عراق کی مخالفت کے باعث فتویٰ پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ 828ھ میں قاضی موصوف وزارت کے عہدہ پر فائز ہو گئے تو انہوں نے دروازہ بند کرا دیا جسے آج تک دوبارہ نہیں کھولا گیا البتہ قندیل چلانے والے خدام یا خواص کے لئے زیارت کی غرض سے کھولا جاتا ہے۔

830ھ میں ملک اشرف برسبائی نے دیکھا کہ لوگ مقصورہ شریف کی دیوار کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کے خیال سے پیٹھ لگائے ہاتھوں سے چھوتے اور اس سے

Marfat.com

سما نکلتے ہیں۔ اس لئے موصوف نے تمام دروازوں کو کیل لگا کر بالکل بند کر دیا اور ایسی نازیبا حرکت سے بسختی کے ساتھ منع کر دیا۔ (وفاء الوفا: ج: 1 ص: 441)

888ھ میں سلطان قایتبائی نے پیتل کی نئی جالی بنوائی جو صناعی کا نادرہ روزگار نمونہ تھی۔ اس میں بھی حسب سابق دروازے بنائے گئے جو اکثر اوقات مقفل رہتے ہیں۔ مغرب کی سمت ریاض الجنۃ میں جو دروازہ رکھا گیا اسے باب الرحمۃ یا باب الوفود، مشرق والے دروازے کو باب الفاطمہ رضی اللہ عنہا اور شمالی دروازے کو باب التہجد کہا جاتا ہے جنوب کی جانب بھی ایک دروازہ اور ایک جھروکہ رکھا گیا ہے۔ جالی شرف کا طول شمالاً جنوباً 16 میٹر اور عرض شرقاً غرباً 15 میٹر ہے لیکن سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حجرہ والی سمت کی پیمائش جنوب ½ 14 میٹر، شمال 14 میٹر، مشرق ومغرب میں ½ 7 میٹر ہے جبکہ بلندی مسجد کی چھت تک ہے۔ چاروں گوشوں میں سنگ مرمر کے بڑے بڑے ستون ہیں جن پر گنبد شریف قائم ہے۔ (رحلۃ الحجازیہ: 236)

مقدس گنبد کی تعمیر

امام زین الدین المراغی المتوفی 816ھ رقم طراز ہیں۔

پہلے پہل حجرہ انور پر گنبد نہیں تھا۔ پہلی آتش زدگی 654ھ کے اندوہگیں واقعہ کے بعد کسی وقت چھت پر تقریباً ایک میٹر اونچی پختہ اینٹوں کی دیوار بنائی گئی تھی تاکہ مسجد کی چھت اور حجرہ مقدسہ کی چھت میں امتیاز قائم رہے۔ 678ھ میں ملک المنصور قلادون الصالحی نے پہلی مرتبہ گنبد تعمیر کرایا۔ جو چھت کے نیچے سے مربع شکل اور اوپر ہشت پہلو تھا۔ موصوف نے لکڑی کے تختوں سے گنبد بنا کر اس پر رانگ کی پلیٹیں چڑھائیں اور زرد رنگ کرایا۔ بعد میں ملک ناصر حسن بن محمد بن قلادون نے گنبد کی تجدید کرائی۔

765ھ میں ملک اشرف شعبان بن حسین بن محمد کے عہد خلافت میں رانگ کی پلیٹیں اکھڑ جانے کی وجہ سے گنبد از سر نو مضبوطی کے ساتھ تعمیر کیا گیا جس میں لکڑی کی جالی بنا دی گئی۔ روضہ مقدسہ کی چھت اور مسجد کی چھت کے درمیان بھی لکڑی کی جالی بنا

Marfat.com

دی گئی۔ روضہ مقدسہ کی چھت اور مسجد کی چھت کے درمیان بھی لکڑی کی جالی لگائی گئی جبکہ روضہ مقدسہ کی چھت لکڑی کی بنا کر اس پر پگھلے ہوئے موم میں ترشیدہ کپڑا ڈال دیا گیا۔ روضہ اقدس کی چھت پر بنائی گئی جالی میں دروازہ بھی رکھا۔ جس کے ذریعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مقدسہ اور سیدنا عمر بن عبدالعزیز کی بنائی ہوئی دیوار کے درمیان بوقت ضرورت آدمی داخل ہو سکے۔ اگرچہ دروازہ ہر وقت مقفل رہتا تھا۔

(معالم دارالہجرۃ:81)

881 میں گنبد کی بعض لکڑیوں میں خلل آ گیا تھا جس کی اصلاح الشمس بن الزمن متولی عمارہ نے کرائی۔

882ھ میں گنبد کی بعض لکڑیوں میں خلل آ گیا تھا جس کی اصلاح الشمس بن الزمن متولی عمارہ نے کرائی۔

882ھ میں دوسری مرتبہ آتش زدگی کے باعث مسجد مبارک اور گنبد وغیرہ سب کچھ جل کر راکھ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے مسجد اور گنبد ہر ایک چیز از سر نو تعمیر کر دی گئی۔ تعمیر نو کے وقت طے پایا کہ گنبد مبارک کو بنیادوں سے مضبوطی اور خوبصورتی سے تعمیر کیا جائے چنانچہ بشمول مثلث حصہ کے حجرہ مقدسہ کے چاروں طرف پنج گوشہ دیوار کے باہر ستون بنائے گئے جن پر گنبد مبارک کی کرسی رکھی گئی۔ (وفاء الوفا: ج: 1 ص: 437)

888ھ حاکم مصر ملک قایتبائی کے حکم سے امیر مدینہ نضیر بن المنصور نے گنبد کی تجدید کرائی۔ کالے پتھر سے تعمیر کر کے گنبد پر سفید رنگ کرایا جس کے باعث روضہ اقدس کا گنبد "قبۃ البیضا" کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ حجرہ مقدسہ سے گنبد کے اوپر نصب چاند 18 ذراع (27 فٹ) بلندی پر تھا۔ بعد ازاں 892ھ میں اس گنبد کے اوپر ایک اور بہت بڑا گنبد بنایا گیا جو پنج گوشہ دیوار کے گرد بنائے گئے مضبوط ستونوں پر قائم تھا لیکن اتفاق سے تکمیل کے ساتھ ہی گنبد میں شگاف پڑ گیا جس کے باعث مصر سے سفید چونا منگوا کر اسے از سر نو بے حد مستحکم اور مضبوطی کے ساتھ تعمیر کیا گیا اور اس کی تزئین کے

Marfat.com

لئے مینا کاری بھی کرائی گئی۔گنبد کے مغرب کی طرف یہ عبارت لکھی گئی۔

انشاء هذا بقبة الشريفة العالية المعترف بالتقصير الراجی عفوربه القدير قايتبائی (المدینۃ المنورہ فی التاریخ:97،98)

980ھ میں سلطان سلیم عثمانی نے حجرہ مقدسہ مطہرہ کا قابل رشک اور پرشکوہ گنبد بنوایا۔اسے رنگارنگ پتھروں سے سجایا اور زردوزی نے اس کے حسن وزیبائش کو مثیل جنت بنا دیا۔سلطان نے گنبد شریف کی پشت پر اپنا نام کندہ کرایا۔غالباً مینا کاری کے دلکش وجاذب نظر منظر نے اسے

"قبة الارزق"

کے لقب سے نوازا۔

1228ھ میں سلطان محمد علی پاشا نے حجرہ مقدسہ کی اصلاح ومرمت کرائی۔ایک ذی شان سونے کا شمعدان اور دو چاندی کے شمعدان آویزاں کئے جن میں سے ایک پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

العبد المذنب محمد علی والی مصر 1228ھ

تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں گنبد میں پھر شگاف پڑ گیا۔جس کے سبب 1233ھ میں سلطان محمود بن سلطان عبدالحمید عثمانی نے نیا گنبد بنوایا اور اس پر سبز رنگ کرنے کا حکم دیا۔جس کی وجہ سے ''گنبد خضرا'' کے نام سے شہرت پذیر ہوا جو اب تک تابندہ ودرخشندہ اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔البتہ دھوپ کی شدت کے باعث رنگ مدہم ہو جانے پر کئی مرتبہ سبز رنگ کرایا گیا ہے۔(المدینۃ المنورہ فی التاریخ:97،98)

مواجہہ شریف

مؤرخین کی بیان کردہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا صحیح رخ معلوم کرنے کے لئے مختلف اوقات میں چار چیزوں سے رہنمائی حاصل کی جاتی رہی۔چاندی کی کیل،قندیل،صندوق اور الکوکب الدری۔

Marfat.com

امام محمد بن محمود بن النجار المتوفی 643ھ بیان کرتے ہیں۔

ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کے سامنے کھڑا ہونے کے لئے قبر اطہر سے قبلہ کی طرف آویزاں قندیل کے نیچے کھڑا ہونا چاہئے لیکن موصوف لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اس کی واضح علامت چاندی کی کیل ہے۔ جو مقصورہ شریف کی دیوار میں لگی ہوئی ہے۔ جب آدمی اس کیل کے سامنے کھڑا ہوتو قندیل سر پر ہوگی اور چہرۂ پرضیا بالکل سامنے ہوگا۔ اس طرح کھڑے ہوکر سلام بارگاہ خیر الانام میں پیش کیا جائے۔ (اخبار مدینہ:146)

امام زین الدین مراغی المتوفی 816ھ نے بھی اسی انداز میں یہی دو علامات بیان کی ہیں۔ علامہ سمھودی المتوفی 911ھ علامہ ابن جبیر اندلسی کے بیان کی روشنی میں لکھتے ہیں۔

پہلی آتش زدگی یعنی 664ھ سے بھی پہلے مواجہہ شریف کی نشاندہی کے لئے ایک صندوق رکھا ہوا تھا جو پانچ بالشت لمبا، تین بالشت چوڑا اور چار بالشت اونچا تھا۔ (بالشت 9 کی شمار ہوتی ہے) اور اس میں چند متبرک چیز محفوظ تھیں جو 886ھ میں نذر آتش ہو گیا تھا۔ (وفاء الوفا: ج:410)

915ھ میں سلطان احمد خان عثمانی نے ''الکوکب الدری'' ہدیۃ بھیجا۔ جو کبوتر کے انڈے سے بڑا الماس کا ایک ٹکڑا تھا جس کا وزن 142 قیراط تھا اور مولانا عبدالجواد الاصمعی محشی تحقیق النصرہ نے 1374ھ میں لکھا تھا اس وقت کوکب الدری موجود ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کس نے اسے اتار دیا۔ (معالم دار الہجرۃ:108)

راقم الحروف نے 5 محرم الحرام 1404ھ کو مواجہہ شریف کی نشاندہی کے لئے ان تفصیلات کو قلم بند کیا تھا۔ جالی مبارک کا جنوبی حصہ دو بڑے سرخ ستونوں کے درمیان واقع ہے جبکہ درمیان میں دو سفید ستونوں میں منقسم پیتل کی 3 بڑی کھڑکیاں دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ان میں سے مشرقی اور مغربی کھڑکی میں تقریباً 1.4 انچ قطر کا ایک

Marfat.com

ایک سوراخ ہے۔ درمیان والی کھڑکیاں نسبتاً بڑی ہیں۔ درمیان میں تقریباً 2x3 فٹ چاندی کی تختی نصب ہے۔ جس پر عربی عبارت کندہ ہے۔ اس فضی تختی کے مغرب میں پیتل کا ایک خوشنما حلقہ بنا ہوا ہے جس میں ایک اور پھولدار حلقہ بھی ہے۔ اس بڑے حلقہ کا قطر تقریباً 9 انچ ہوگا جو کہ مواجہ شریف کی نشاندہی کر رہا ہے۔ اس کے برابر والی مشرقی کھڑکی میں دو سوراخ ہیں۔ پہلا سوراخ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر ضیا کی نشاندہی کرتے ہیں۔

مدینۃ المنورہ کی مشہور مقدس مساجد

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا رحمت اور خصائص کبریٰ کے ساتھ دنیا میں مبعوث فرمایا۔ ان خصائص کی پہچان اقوال سے ہوتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء کرامؑ علیہم السلام پر چھ چیزوں میں فضیلت مرحمت فرمائی۔

(۱) مجھے جوامع الکلم عطا کیا (یعنی تھوڑے الفاظ زیادہ معانی)
(۲) میری نصرت رعب کے ساتھ کی گئی۔
(۳) مال غنیمت میرے لئے حلال قرار دیا۔
(۴) میرے لئے ساری زمین کو پاک اور نماز کی جگہ بنایا گیا۔
(۵) مجھے ساری مخلوق کے لئے رسول بنایا گیا اور
(۶) میں سلسلہ نبوت ختم کرنے والا ہوں۔

(صحیح مسلم شریف: ج:1، ص:199)

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

وجعلت لی الارض مسجدًا طهورًا فایما رجل من امتی

Marfat.com

اور کته الصلوة فلیصل (صحیح بخاری شریف: ج: 1 ص: 48)

''میرے لئے ساری زمین نماز کی جگہ اور پاک بنا دی گئی ہے لہٰذا میرے امتی جہاں بھی نماز کا وقت آجائے نماز پڑھ لیں۔''

مسلمانوں کی اجتماعی عبادت اور ان کی پراگندہ اور منتشر قوتوں کی شیرازہ بندی جیسے عظیم مقاصد کی خاطر مساجد کا قیام عمل میں لایا گیا تاکہ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو سلک مروارید ی میں پرو کر اللہ تعالیٰ کے ایک صف اور ایک جماعت کے اندر بغل گیر کر دیا جائے تاکہ کمال نیاز مندی کے ساتھ پانچویں وقت وفاداری کا مظاہرہ کریں۔ مساجد کو بیت اللہ ہونے کا جو شرف حاصل ہے اس کے باعث مسجد کی سادہ اور معمولی سی عمارت کو مقابلہ عالی شان اور پرشکوہ شاہی محلات بھی نہیں کر سکے کیونکہ مساجد کا وجود گناہ کی آلائشوں اور ظاہری نجاستوں سے پاک، منزہ اور صاف ہوتا ہے اور ان کی تعمیر کا مقصد وحید اجتماعی عبادت ہے اور عبادت کے انوار و برکات کی وجہ سے شاہی محلات کی فقید المثال عمارات آرائش و زیبائش میں یگانہ روزگار ہونے کے باوجود مساجد کے تقدس کے ساتھ دور کی مناسبت بھی نہیں رکھتیں۔

مساجد کا ثبوت قرآن و احادیث کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝

(سورہ جن 18)

مسجدیں اللہ ہی کی ہیں لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کو ہرگز نہ پکارو۔

قرآن مجید میں ہے۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ

(سورۃ النور: 36)

اللہ تعالیٰ نے ان گھروں کی تعظیم کا حکم دیا اور ان میں اس کا نام لیا جائے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا

وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ (اعراف:29)

اور ہر نماز کے وقت اپنے منہ سیدھے کرو اور اس کے خاص فرمانبردار ہو کر اسے پکارو۔

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ کو شہروں اور بستیوں میں مسجدیں بہت زیادہ پسندیدہ ہیں جبکہ منڈیاں اور بازار اسے سخت ناپسند ہیں۔ (صحیح مسلم شریف:ج:1،ص:236)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

بے شک مسجدیں زمین میں اللہ کے گھر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ وہ مساجد میں آنے والوں کا اکرام کرنے۔ (مجمع الفوائد:ج:1،ص:69)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مسجدیں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں اور یہ آسمان والوں کو ایسی منور دکھائی دیتی ہیں جس طرح زمین والوں کو آسمان میں ستارے چمکتے نظر آتے ہیں۔ (مجمع الفوائد:ج:69)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

مسجدیں خانہ خدا ہیں اور یہ جس کا گھر ہیں اسی نے ان میں آنے والوں کے لئے مہربانی اور پل صراط سے گزر کر جنت میں پہنچانے کی ضمانت دے رکھی ہے۔

(کنز العمال:ج:4)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مساجد کی تعمیر ہوتی تھی اور وہ ان میں عبادت بھی کرتے تھے۔

چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے کئی سال پیشتر مدینہ میں مسجدیں

Marfat.com

تعمیر کرتے اور ان میں نماز پڑھتے تھے۔

ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دل نشین انداز سے فرمایا جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو آسودہ ہو کر کھا پی لیا کرو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی۔

یہاں دنیا میں جنت کے باغات کون سے ہیں؟

ارشاد فرمایا!

مساجد۔

پھر دریافت کیا کہ آسودہ ہو کر کھانے سے کیا مراد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ کا ورد کر لیا کرو۔

(مشکوۃ شریف باب المساجد:70)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجد میں کعبہ شریف کی طرح برگزیدہ ہیں۔

(شرح سیر کبیر: ج:4،ص:85)

مؤرخین کے مساجد مدینہ کی تعداد مختلف ادوار میں مختلف بیان فرمائی ہیں۔ اس کی دو وجوہ تھیں۔ قدیم زمانہ میں وسائل کی کمی کے باعث تعمیر مساجد کا انتظام معقول نہ ہونے کی وجہ سے جو مسجد منہدم ہو جاتی۔ سالہا سال گزر جانے کے باوجود اس کی تجدید تعمیر کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔ بعض اوقات ایسی تاریخی مساجد کے نشانات بھی مٹ جاتے تھے۔

جیسا کہ امام سمہودی نے بعض مساجد کا محل وقوع بہت سی تحقیق و تجسس کے بعد دریافت کیا علاوہ ازیں آبادی نہ ہونے کی وجہ سے بھی بعض مساجد کی تعمیر جدید کی ضرورت محسوس نہ کی گئی لیکن موجودہ دور میں جہاں آبادی روز افزوں ترقی پذیر ہے وہاں وسائل کی بے بنیاد فراوانی ہے۔ اس لئے تعمیر مساجد کے لئے مستقل فنڈ اور محکمہ قائم کر دیا

Marfat.com

گیا ہے جس کی وجہ سے مساجد کی تعداد بہت زیادہ ہو چکی ہے۔

سیدنا بکیر بن لاشج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

مسجد نبوی شریف کے گردونواح میں قبائل بنو عمر، بنو ساعدہ بنو عبیدہ، بنو سلمہ، بنو رائج، بنو زریق، اسلم، جہینہ اور بنو سنان کی نو مسجدیں آباد تھیں جن میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر جماعت شروع ہوتی تھی۔

(سنن دار قطنی کتاب الصلوٰۃ باب تکرار مساجد: ج:2، ص:85)

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ باسکینہ میں اقامت گزین ہوئے تو پھر مساجد کا لامحدود سلسلہ شروع ہو گیا جس کی ابتداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر سے فرمائی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

بيناء المسجد في الدور وان ينظف و يطيب

(ترمذی شریف: ج:1، ص:130)

محلوں میں مسجدیں تعمیر کرو اور انہیں صاف وستھرا اور معطر رکھو۔

اس حدیث کی تائید اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔

سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کی بینائی کمزور یا ختم ہو جانے پر انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر زبانی درخواست پیش کی کہ میں جس جگہ امامت کراتا ہوں بارش کے ایام میں میرے گھر اور اس جگہ کے درمیان سیلاب آ جاتا ہے اور بینائی نہ ہونے کی وجہ سے نماز پڑھانے سے قاصر رہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اسے مسجد کا درجہ دے دوں۔ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی درخواست کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف فرما ہونے کا وعدہ کر لیا۔ دوسرے دن علی الصباح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے اور دریافت فرمایا کہ تم اپنے گھر

Marfat.com

میں کسی مقام پر نماز پڑھنا چاہتے ہو؟

حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی نشاندہی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت جماعت سے ادا کیں اور اس جگہ کو مسجد کی حیثیت دے دی گئی۔

(بخاری شریف: ج:1، ص:760)

ان روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہونے سے پہلے اور بعد میں بہت سی مساجد قائم ہوگئی تھیں اور ان سبھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نہ کسی وقت نماز ادا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی بستیوں کا دورہ کرنے کا معمول بنا رکھا تھا اور ان کی مساجد میں نماز پڑھتے تھے تا کہ وہ مساجد انوار و برکات سے معمور ہو جائیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی 852ھ ابی غسان سے روایت بیان کرتے ہیں۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جب مساجد مدینہ کی تعمیر جدید کی خدمت انجام دی تو انہوں نے لوگوں سے وہ مساجد دریافت کیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی نہ کسی وقت نماز پڑھی ہو۔ چنانچہ انہیں تراشیدہ اور منقش پتھروں سے تعمیر کرا دیا تا کہ آئندہ آنے والے لوگ اس امتیازی علامت سے انہیں پہچان سکیں۔ اگرچہ اس وقت ان میں بعض کے نشانات مٹ چکے ہیں۔ (فتح الباری: ج:1، ص:571)

مدینہ منورہ کی مساجد کثیر ہیں۔ بعض ان میں وہ ہیں جن کی تعمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے پہلے ہوئی اور بعض وہ ہیں جن کی تعمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہوئی اور بعض وہ ہیں جن کی تعمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد ہوئی ہے۔ اب ان میں جو مشہور و معروف ہیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسجد قبا

ظہور اسلام کے بعد مساجد کی تاریخ میں مسجد قبا کو نہ صرف اولیت کا شرف حاصل ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اطہر سے تعمیر ہونے کا اعزاز بھی ملا اور

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زیارت کو تشریف بھی لے جاتے تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی اس کی زیارت سے شرف بار ہونے کی ترغیب وتحریص دی۔

جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا کی زیارت کو پیدل اور کبھی سواری پر تشریف لے جاتے تھے۔ (صحیح بخاری: ج:1،ص:59)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی پیروی میں صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی باقاعدگی کے ساتھ اس کی زیارت سے فیض بار ہوتے رہے۔

جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز چاشت ہمیشہ مسجد قباء میں ادا کرتے تھے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سنیچر کو اس کی زیارت فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح مسلم: ج:1،ص:448)

ایک روایت میں ہے کہ

جو آدمی سوموار اور جمعرات کے دن مسجد قباء میں نفل ادا کرے اسے ایک عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔ (کنز العمال: ج:12،ص:265)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الصلوٰۃ فی مسجد قباء لعمرۃ (سنن ترمذی: ج:1،ص:74)

مسجد قبا میں نفل نماز پڑھنا عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جس آدمی نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر مسجد قبا میں جا کر نماز پڑھی تو اسے عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔ (ابن ماجہ:102)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے اچھی طرح وضو کیا اور

Marfat.com

مسجد قبا میں نماز پڑھنے کی نیت سے چل دیا۔ اس کے سوا اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو وہ علی الصبح نماز ہی کے لئے گیا ہو پھر مسجد قباء میں پہنچ کر چار رکعت نماز ادا کرے تو اسے بیت اللہ شریف کا عمرہ ادا کرنے والے کے مانند اجر ملے گا۔ (معارف السنن: ج:3، ص:321)

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

میرے نزدیک مسجد قبا میں دو رکعت نفل ادا کرنا بیت المقدس کی زیارت سے بھی زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ ج:1، ص:373)

امام ابن زبالہ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مسجد قباء ہمارے قریب تعمیر ہوئی اور اگر یہ کسی دور دراز ملک میں ہوتی تب ہم اس کی زیارت کے لئے اونٹوں کے جگر فنا کر دیتے۔

(مصنف عبدالرزاق: ج:5، ص:133)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔

اگر مسجد قباء زمین کے کسی انتہائی دور مقام پر واقع ہوئی تب بھی ہم اس کی زیارت کے لئے سفر کرتے اور اونٹوں کے جگر کو فنا کر دیتے۔ (کنز العمال: ج:4، ص:140)

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○

(سورۃ توبہ: 13)

البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی وہ زیادہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں وہاں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ آیت اہل قبا کے حق میں نازل ہوئی۔ (ابوداؤد شریف: ج 1، ص:6)

Marfat.com

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے دریافت فرمایا: تمہارا کون سا پسندیدہ اور قابل تعریف عمل ہے جس کی وجہ سے قرآن مجید نے تمہاری تعریف و تحسین کی ہے۔

وہ عرض کرنے لگے۔ اے اللہ تعالیٰ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارے ماں باپ قربان جائیں ہمیں بہت زیادہ محبوب عمل تو کوئی معلوم نہیں البتہ ہم رفع حاجت سے فارغ ہو کر پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ اس پر حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی نظافت اور طہارت پسندی کے باعث اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے۔ (ترمذی شریف ج:2،ص:136)

دوسری روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی ہے۔

ہم رفع حاجت سے فراغت کے بعد ڈھیلہ استعمال کر کے مزید طہارت کے لئے پانی بھی استعمال کرتے ہیں۔

مسجد قبا کا سنگ بنیاد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بروز دوشنبہ 8 ربیع الاول 13 نبوت مطابق 20 ستمبر 622ء قبا میں قدم رنجہ فرما ہوئے اور تین دن بعد مسجد قبا کی تعمیر شروع کر دی۔ اس طرح 11 ربیع الاول 13 نبوت مطابق 23 ستمبر 622ء کو مسجد قبا کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

تعمیر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام مزدوروں کے شانہ بشانہ مصروف کار رہے۔ بڑے بڑے وزنی پتھر اٹھاتے وقت جسد عنبریں خم کھا جاتا مگر اس جلیل القدر کام میں تساہل گوارہ نہ کیا۔ عقیدت مندی بڑی لجاجت اور مروت کے ساتھ عرض کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیں ہم ایسے وزنی پتھر اٹھائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دلداری کرتے ہوئے وہ پتھر تو چھوڑ دیتے مگر اسی کے برابر کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے۔ (وفاء الوفا: ج:1،ص:181)

Marfat.com

شاعر اسلام سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی دیگر حضرات کے ساتھ اس کار خیر میں شریک تھے جس طرح مزدور لوگ تھکن مٹانے کے لئے کچھ گنگنایا کرتے ہیں۔ اسی طرح عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ دوران کام اشعار پڑھنے میں مصروف رہتے۔

جن کے بعض اشعار حسب ذیل ہیں۔

افلح من یعالج المساجد

ویقرء القرآن قائما و قاعدا

ولا یبیت اللیل عنہ راقدا

مسجد تعمیر کرنے والا کامیاب ہے جو اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور رات عبادت میں جاگ کر گزارتا ہے۔

اس خوش کن اور دل فریب ردیف کے ہر ہر قافیہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی آواز ملاتے جاتے تھے۔ (وفاء الوفا: ج: 1، ص: 181)

جب مسجد کا سنگ بنیاد جانے لگا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے پہلا پتھر رکھا۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ پتھر رکھا۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھا پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پتھر لائے اور اس کے ساتھ نصب کر دیا۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد انہیں اسی ترتیب میں خلافت عطا کی جائے گی۔ (مستدرک حاکم: ج: 3، ص: 313)

امام ابن النجار بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 91ھ میں مسجد نبوی شریف کی توسیع کے بعد قبا کی توسیع اور تعمیر جدید کی خدمت بھی سرانجام دی۔ موصوف نے چونا وغیرہ سے پتھروں کی چنائی کرائی۔ پتھر کے بے حد مضبوط ستون بنوائے جن کے درمیان میں

Marfat.com

سوراخ کر کے لوہے کی سلاخیں اور سیسہ وغیرہ ڈالا پھران پرانتہائی دل فریب نقش ونگار کرایا چھت ساج کی عمدہ لکڑی سے بنوائی۔ برآمدوں کے درمیان صحن رکھا اور پہلی مرتبہ مسجد کا مینار بھی بنوایا۔ (اخبار مدینہ:113)

امام سہیلی المتوفی 581ھ یہ روایت قدرے وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

شمال کی جانب پہلا پتھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ پتھر رکھا پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پتھر کے ساتھ اپنے مقدس ہاتھوں سے پتھر رکھا۔ بعدازاں ہر کس وناکس پتھر رکھتا گیا۔ (روض الانف:ج:2،ص:11)

امام سمہودی نے 886ھ میں سلطان اشرف برسبائی کی تعمیر شدہ مسجد کا حدود اربعہ اس طرح بیان کیا ہے۔

مشرق سے مغرب تک شمالی دیوار ½69 ذراع (تقریباً 84 فٹ) اور قبلہ سے شمال کی طرف چوڑائی 79 ذراع (یعنی تقریباً 118 فٹ) چھت کی بلندی 19 ذراع (½28 فٹ) جبکہ صحن شرقاً غرباً 51 ذراع اور شمالاً جنوباً (¼26) ذراع ہے۔

(وفاء الوفا:ج:2،ص:25)

1353ھ میں مسجد قبا کی پیمائش اس طرح ہے۔

مسجد مربع شکل ہے اور اس کا ہر ضلع 40 میٹر ہے۔ اس میں 29 ستون ہیں۔ چھت کے گنبد بنے ہوئے ہیں۔ چھ برآمدوں پر مشتمل ہے۔ مسجد کے باہر دیواروں کی حفاظت کی غرض سے شمال جنوب اور مشرق میں ستون نما پشتے بنے ہوئے ہیں۔ برآمدوں میں ایک چھوٹا سا کمرہ سامان رکھنے کے لئے بنا ہوا ہے۔ صحن کے غربی حصہ میں ایک قبہ نما جگہ ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اس مقام پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی باندھی تھی۔ (آثار المدینہ:83)

Marfat.com

1388ھ میں سعودی حکومت کی وزارت حج و اوقاف کے زیر اہتمام مسجد کی توسیع و تجدید شمال کی جانب کی گئی اور حسب سابق جنوب مشرقی کونے میں مینار بھی بنوایا۔ تعمیر پر مجموعی مصارف کا تخمینہ آٹھ لاکھ ریال ہے۔ (آثار المدینہ:87)

سعودی شاندار تعمیر و توسیع کے بعد اب مسجد قبا کا رقبہ 130x130 مربع میٹر ہو گیا ہے۔ (آثار المدینہ: الیوم:73)

محراب مسجد قباء

جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا کی تعمیر فرمائی تھی۔ اس وقت قبلہ بیت المقدس تھا لیکن سولہ یا سترہ ماہ بعد جب بیت اللہ کو قبلہ قرار دیا گیا۔
(صحیح مسلم شریف: ج:1،ص:200)

تو مسجد قباء کا محراب بھی تبدیل ہو گیا چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد قبا میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے باواز بلند کہا کہ آج رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم خداوندی ملا ہے کہ کعبۃ اللہ کو اپنا قبلہ بنا لو۔ لہٰذا تم سب نمازی اپنا منہ کعبہ شریف کی طرف پھیر لو جس پر ہم سب بیت المقدس کی طرف سے کعبۃ اللہ کی طرف نماز ہی میں پھر گئے۔ راقم الحروف 1398ھ کو جب مسجد نبوی قبا کی زیارت سے مشرف ہوا تو اس وقت محراب وغیرہ کی صورت حال یوں تھی جب تحویل قبلہ کا حکم صادر ہوا تو اس کے بعد شمالی دیوار کی بجائے جنوبی دیوار میں کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرنے کی غرض سے مصلیٰ کی جگہ مقرر کر دی گئی۔ اس طرح بیت المقدس کی طرف منہ کر کے جس جگہ نماز پڑھی جاتی رہی وہاں محراب بنا ہوا ہے جو کہ صحن مسجد میں واقع ہے اور مکبر کے چبوترہ کے قریب ہے۔ اس کے اوپر پتھر پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

ھذا محل نزول الایۃ الفرقانیۃ

قائم اوّل بودند کل ای مقتدی اثر رسول

Marfat.com

اس محراب پر ایک مختصر سا گنبد بنا ہوا ہے۔ اس محراب کے قریب مشرق میں مؤذن کے لئے سیڑھیاں ہیں جبکہ اذان کی جگہ برآمدہ میں ہے۔

(صحیح بخاری شریف: ج:2، ص:625)

تحویل قبلہ کے بعد جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نماز پڑھی وہاں بھی محراب بنادی گئی ہے جو مسجد کی جنوبی اور شمالی محراب کے درمیان مائل بغرب ہے۔ اس کے اوپر سنگ مرمر کے دو پتھروں پر یہ آیت کندہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى ...... الخ

(سورہ توبہ:108)

اس کے نیچے دوسرے دو پتھروں پر یہ حدیث شریف لکھی ہوئی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تطھر فی بیتہ ثم اتی مسجد قباء فصلّی فیہ رکعتین کان کاجر عمرۃ۔

منبر مسجد قبا

مسجد قبا میں منبر کا تذکرہ قدیم تواریخ میں نہیں ملتا۔ پہلی مرتبہ جس منبر سے اس مسجد کو زینت بخشی گئی وہ سلطان قایتبائی کا تھا جو موصوف نے 888ھ کو مسجد نبوی شریف کی نذر کیا تھا۔ پھر جب سلطان مراد خان عثمانی نے 998ھ کو فاخرہ اور نادرہ روزگار منبر کا مسجد نبوی شریف کے لئے ہدیہ بھیجا تو پہلا منبر مسجد قبا میں منتقل کر دیا گیا۔

(آثار المدینہ:81)

مسجد قبا کے ستون

مؤرخین میں سب سے پہلے امام ابن النجار المتوفی 643ھ نے مسجد قبا کے ستونوں کا تذکرہ کیا تھا۔ موصوف نے 39 ستون بیان کئے تھے جبکہ ہر دو ستونوں کے درمیان 7 ذراع کا فاصلہ تھا۔ (اخبار المدینہ:113)

Marfat.com

امام سمہودی المتوفی 911ھ ان کی تفصیلات اس طرح بیان کرتے ہیں۔
امام ابن نجار کی بیان کردہ تعداد اب بھی باقی ہے۔ مسجد سات برآمدوں پر مشتمل ہے جن میں ستونوں کی ترتیب اس طرح ہے۔ قبلہ کی جانب یعنی جنوب میں ستونوں کی تین صفیں ہیں جبکہ ہر صف میں شرقاً غرباً سات ستون ہیں۔ اس طرح شمال کی جانب 14 ستون ہیں۔ رحبہ کے قریب مغربی سمت میں دو اور مشرقی جانب دو ستون ہیں۔ کل تعداد 39 ہے۔ (وفاء الوفا 2:26)

مینار مسجد قبا

مسجد قبا کا مینار غالباً سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے پہل بنایا تھا۔
(آثار المدینہ: 84)

بعد کے مؤرخین نے اس کی بلندی کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔
امام ابن شیبہ نے 50 ذراع (75 فٹ) بلند اور تقریباً 9 ذراع (½13 فٹ) چکور بیان کیا ہے اور ابن النجار نے مینار کی بلندی جنوب کی طرف سے 10 ذراع اور مغرب کی جانب 8 ذراع بیان کیا ہے جبکہ مسجد کی بلندی 21 ذراع تحریر کی ہے۔ مسجد کی تعمیر وتجدید کے ساتھ مینار کی تجدید بھی ہوتی رہی۔ سعودی تعمیر میں مینار چوکور نہیں گول ہے۔ (وفاء الوفا: ج:2، ص:25)

1406ھ میں شاہ فہد نے مسجد قباء کی توسیع کا فرمان جاری کیا اور مسجد کو اپنے ذاتی خرچہ پر تعمیر کرنے کا تہیہ کیا۔ توسیع کا کام ادارہ بن لادن کو تفویض کیا گیا جس کو اب ان کے لڑکے چلا رہے ہیں۔ محمد بن لادن وہی مستاجر ہیں جنہوں نے ملک عبدالعزیز کے عہد میں مسجد نبوی کی تعمیر کا ٹھیکہ لیا تھا۔

1407ھ میں توسیع کا کام مکمل ہوا اور جدید توسیع شدہ مسجد کا افتتاح شاہ فہد کے دست مبارک سے عمل میں آیا۔

اس توسیع کے بعد مسجد قبا کا رقبہ چھ ہزار ایک سو (6100) مربع میٹر ہو گیا۔ مسجد

Marfat.com

کے سامنے 4000 مربع میٹر کا ایک کھلا میدان بھی ہے۔ پہلے مسجد قباء کا رقبہ صرف 1225 مربع میٹر تھا۔ نئی تعمیر میں چار میناروں کے علاوہ 6 گنبدوں کا اضافہ ہو گیا ہے۔ مسجد کے امام، مؤذن اور دوسرے خدام کی قیام گاہوں کے علاوہ (90) نوے حمام اور بیت الخلاء بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔ مسجد کی جدید تعمیر و توسیع پر 90 ملین سعودی ریال خرچہ آیا۔ (ابواب تاریخ المدینۃ المنورہ: ص: 96،97)

مسجد نبوی سے قبا کا فاصلہ

مسجد قبا مدینہ منورہ سے جنوب مغربی جانب کوئی تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے میانہ روی سے پیدل چلنے والا آدمی تقریباً 40 منٹ میں پہنچ جاتا ہے۔ قدیم زمانہ میں یہ راستہ تنگ ٹیڑھا اور سخت دشوار گیر تھا۔ یہ پیچ در پیچ راستہ گڑھوں اور چھوٹے چھوٹے درختوں سے بھرا پڑا تھا۔ اس کی توسیع اور اصلاح کے لئے پہلی مرتبہ 1336ھ میں فخری پاشا نے بہت کام کیا۔ زائرین کی سہولت کے لئے اس کے دونوں جانب سایہ دار درخت لگائے۔ بعدازاں 1351ھ میں عبدالعزیز بن ابراہیم جو کہ امیر مدینۃ المنورہ کا وکیل تھا اس نے بہت سی اراضی خرید کر راستہ کشادہ کیا اور اس کی اصلاح پر کافی رقم خرچ کی۔

(آثار المدینہ: 83)

اس کے بعد جب سعودی حکومت نے دوسری سڑکیں کشادہ پختہ اور عمدگی کے ساتھ بنوائیں تو قبا کو جانے والی سڑک کو دورویہ بنا دیا جو بہت کشادہ اور نہایت مضبوط بنی ہوئی ہے۔

مسجد جمعہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں چودہ روز قیام کے بعد مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی جمعہ کے دن سورج کافی بلند ہو جانے پر ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو سالم میں وادی ''رانونا'' تک پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہو

Marfat.com

چکا تھا۔ بناء بریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہم سفر ایک سو افراد کی معیت میں وہیں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ (اخبار مدینہ:68)

اس لحاظ سے مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جمعہ تھا۔ بعد میں اس مقام پر بنائی جانے والی مسجد کا نام ''مسجد الغیب'' ''مسجد الوادی اور ''مسجد الجمعۃ'' مشہور ہوا۔ اسی بستی میں سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اقامت پذیر تھے جن کی مسجد میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی تھی لیکن وہ مسجد جمعہ کے علاوہ اس سے غربی جانب کی حرہ کی طرف واقع اور نسبتاً چھوٹی تھی۔ (معالم دار الہجرۃ:38)

دسویں صدی ہجری تک مدینہ منورہ سے قبا جانے والے راستے کے دائیں جانب مسجد جمعہ واقع تھی اس راستہ میں کئی تبدیلیاں اور اصلاحات ہوئیں۔ بنابریں اس وقت یہ مسجد راستہ کے بائیں جانب پائی جاتی ہے۔ (آثار المدینہ:88)

مسجد جمعہ کے اوّلین تعمیر کنندگان میں عبدالصمد العباس امیر مدینہ بھی تھا جسے خلیفہ مہدی عباسی نے 159ھ میں معزول کیا تھا۔ (آثار المدینہ:88)

بعد میں کئی عجمی امراء اور رؤسا نے بھی اس کی تعمیر و تجدید کی خدمت سرانجام دی پھر خواجہ الرئیس الجواد الفضل شہاب الدین قانونی نے اس کی تجدید کرائی۔

امام سمہودی المتوفی 911ھ نے اس کا طول شمالاً جنوباً 20 ذراع (30 فٹ) اور شرقاً غرباً محراب والی دیوار 16 ذراع (24 فٹ) بیان کی ہے۔

(وفاء الوفا ج:2، ص 32)

الشیخ عبدالقدوس الانصاری لکھتے ہیں۔

مسجد کا طول 8 میٹر عرض 4 میٹر 50 سینٹی میٹر اور بلندی 5 میٹر 50 سینٹی میٹر ہے۔ اس کا گنبد سرخ اینٹوں کا گچ سے بنایا گیا ہے۔ دیواریں پتھر کی بہت مضبوط بنی ہوئی ہیں۔ روشنی اور ہوا کے لئے چار کھڑکی نما روشن دان ہیں۔ شمال کی جانب 8x2 میٹر صحن ہے۔ جس کے باہر دو میٹر بلند دیوار بنی ہوئی ہے۔ دروازہ کے بغیر کواڑ کے اور

Marfat.com

ڈاٹ نما ہے جس کے دونوں جانب سفید سنگ مرمر مستطیل پتھر نصب ہیں جن پر آنکھوں کا خیرہ کرنے والے نقش ونگار ہیں اور یہ عبارت بھی کندہ ہے۔

"امر ببناء هذا المسجد المبارك الجمعة مولانا امير المومنين السلطان الملك المظفر السلطان بايزيد بتاريخ"

اس عبارت میں تاریخ درج نہیں ہے۔ البتہ سلطان بایزید سلاطین عثمانیہ میں سے تھا جس کا دور حکمرانی 886ھ کے درمیان تھا۔ اس اعتبار سے مسجد جمعہ کی موجودہ عمارت تقریباً ساڑھے چار سو سال پرانی ہے جس کی زیارت سے میں بروز منگل 24 شعبان المعظم 1392ھ مشرف بار ہوا۔ مسجد کی خواست گار اور گنبد گر جانے کی تیاری میں ہے۔ دیواریں کمزور ہو چکی ہیں صحن تک پہنچنے کے لئے پتھر کے بنے ہوئے زینے بھر گرنے شروع ہو گئے ہیں۔ (آثار المدینہ:88)

لیکن 1402ھ میں مسجد نو تعمیر ہو گئی جو انتہائی خوبصورت اور صاف ستھری بنی۔ پختہ سڑک کے برابر مسجد کی سطح رکھی گئی۔ چھت گنبد دار، مسجد برقی قمقموں اور پنکھوں سے آراستہ ہوئی۔

مسجد غمامہ

حضور دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عید گاہ تھی۔ عیدین کی نماز اس جگہ ادا فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے اسے مسجد مصلی العید کہا جاتا ہے۔ (آثار المدینہ: حاشیہ 122)

مسجد نبوی کے باب السلام سے جنوب مغربی کونے میں تقریباً پندرہ سو فٹ کے فاصلہ پر یہ مسجد واقع ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے 2ھ میں پہلی مرتبہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز اس جگہ ادا فرمائی تھی۔ موصوف کی ولادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی لیکن ان کا شمار جلیل القدر تابعین میں ہوتا ہے۔ ان کا اصل نام "قلیل" تھا جسے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تبدیل کر کے کثیر رکھا۔ (فتح الباری: ج:1 ص:449)

موصوف نے یہ جگہ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے خرید کر تعمیر کی تھی۔ عید گاہ

Marfat.com

کے قریب کی وجہ سے یہ مصلیٰ العید کے نام سے شہرت پذیر ہوئی۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ تشریف لے جاتے پہلے نماز عید ادا کرتے پھر خطبہ ارشاد فرماتے تھے جس میں پند و نصائح اور احکامات صادر فرماتے تھے اگر کوئی لشکر روانہ کرنا ہوتا تو اسے رخصت کرتے۔

(وفاء الوفا: ج:2،ص:4)

762ھ میں سلطان الناصر حسن بن سلطان محمد بن قلادون الصالحی نے عز الدین شیخ حرم کو اس کی تجدید کا حکم دیا۔

861ھ میں امیر برویک نے اس کی اصلاح کرائی مسجد کا دروازہ محراب کے محاذات میں شمال کی طرف تھا اور دروازہ کے اندر داہنی جانب چند زینے بنے ہوتے تھے جنہیں امیر بردبک نے ختم کردیا۔ (وفاء الوفا: ج:2،ص:7)

تیرہویں صدی ہجری میں سلطان عبدالمجید العثمانی نے اس کی تجدید کرائی اور دیوار میں نصب ایک لکڑی پر یہ عبارت کندہ کرائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

انما يعمر مسجد الله الاية اللهم شفع النبى فى مجدده

السلطان عبدالمجيد خان عز نصره

اسی طرح چودھویں صدی ہجری میں سلطان عبدالحمید خان عثمانی نے اس کی تعمیری خدمات انجام دیں جو 1353ھ تک صحیح حالت میں قائم تھی پھر سعودی حکومت نے اس میں بہت سی اصلاحات و ترمیم کرائیں۔

یہ مسجد تراشیدہ مضبوط پتھروں کی بنی ہوئی ہے۔ ڈاٹ نما دیواریں اپنی طرز میں عجوبہ روزگار ہیں۔ چھت 12 میٹر بلند اور عالی شان قبول پر مشتمل ہے۔ قبے بے حد عمدہ صاف شفاف سفید سنگ مرمر کے ستونوں پر قائم ہیں۔ دیدہ زیب محراب کے پہلو میں

Marfat.com

خوبصورت منبر نصب ہے۔ شمالی دیوار کے اندر مبلغین کا حجرہ اور شمال مغرب کونے میں مینار ہے۔ مسجد کا طول 26 میٹر عرض 13 میٹر بلندی 12 میٹر اور دیواروں کی چوڑائی ایک میٹر 50 سینٹی میٹر ہے۔ (آثار المدینہ: 122)

یہ مسجد بعد میں خوبصورت انداز سے بنائی گئی اور اس کی تعمیر و تجدید میں کافی محنت سے کام لیا گیا جو اب تک باقی ہے۔

منبر مسجد غمامہ

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر منبر کے خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے پھر مجھے مروان بن الحکم کے عہد میں عیدین کی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ہم نے اس وقت عیدگاہ میں منبر موجود پایا جو کثیر بن صلت نے بنوایا تھا۔ جب مروان منبر پر چڑھنے لگا تو میں نے منع کرنے کی کوشش کی۔ اس نے نماز سے پہلے خطبہ پڑھا۔

(صحیح بخاری: ج:1، ص:131)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے قحط کی شکایت کی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا ارشاد فرمایا اور نماز استسقاء پڑھنے کے لئے ایک دن کا وعدہ کر لیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقت موعود پر عیدگاہ تشریف لائے منبر پر چڑھ کر تقریر فرمائی اور دعا فرمائی بعد میں دو رکعت نماز پڑھائی۔

(ابوداؤد: باب الصلوٰۃ الاستسقاء: ج:1، ص:116)

اسی طرح کی ایک اور روایت جامع ترمذی میں بھی ہے جس میں عیدگاہ میں منبر پر تشریف فرما ہونے کا ذکر ہے۔

ان روایات سے واضح ہو گیا کہ مسجد غمامہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک

Marfat.com

سے منبر موجود تھا۔

اس کے بعد پھر مختلف اور خوبصورت انداز میں منبر بناتے رہے جو اس مسجد کی خوبصورتی کی عکاسی کرتا ہے۔

مسجد نبوی حرام

سلع پہاڑ کے غربی دامن میں مسجد فتح سے جنوب کی جانب یہ مسجد واقع تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی بستیوں میں تشریف لے جاتے اور ان کی مساجد میں نماز پڑھتے تھے۔ چنانچہ مسجد بنی حرام میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔ مسجد بنی حرام کے قریب شرقی جانب پہاڑ کے اوپر ایک غار واقع ہے جسے غار بنی حرام یا غار سلع کہا جاتا ہے اور بعض لوگ اسے غار سجدہ بھی کہتے ہیں۔ غزوہ خندق کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں ایک رات استراحت بھی فرمائی تھی۔

حدیث شریف میں ہے کہ

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے ہاں نہ پایا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش وجستجو میں چل نکلے جن مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً تشریف فرما ہوا کرتے تھے وہاں تلاش کیا مگر کوئی اتہ پتہ نہ چل سکا۔ بالآخر سلع پہاڑ کی نشاندہی کی گئی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فوراً وہاں پہنچے۔ متلاشی نگاہیں چہار سو دوڑائیں مگر جمال جہاں آراء سے ضیا بار نہ ہو سکیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے غار میں جھانکا تو حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ کبریا میں سجدہ ریز پایا۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اس مقام کی جلالت وہیبت اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اجتبائی کی تاب نہ لا سکے اور فوراً وہاں سے ہٹ گئے۔ کچھ دیر جرأت کر کے پھر جھانکا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک جبین نیاز خاک پر نہادہ تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فکرمند ہوئے کہ کہیں روح پاک قفس عنصری سے پرواز نہ کر گئی ہو مگر اسی اثناء میں

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سے سر مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا کہ ابھی ابھی جبرائیل عبدالسلامت شریف لائے اور یہ بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کے متعلق مطمئن رہیں۔ آپ کی دل آزاری نہیں کی جائے گی۔ اس نعمت عظمیٰ کا شکر بجالانے کی خاطر میں نے اتنا طویل سجدہ ادا کیا۔

وفاء الوفا

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن لعاص رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝

اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدس ہاتھ اٹھا کر عرض کی

اللهم امتی امتی

اور زار وقطار رونے لگے، ادھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا جاؤ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کرو کہ آپ کو کس چیز نے رلا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ حقیقت حال سے باخبر بھی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کا اظہار فرمایا: اس پر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو دوبارہ خدمت اقدس میں بھیج کر یہ خوشخبری سنائی۔

انا سنرضيك فی امتك ولا نسوك

(صحیح مسلم: ج:۱، ص:113)

Marfat.com

''ہم امت کے معاملہ میں آپ کو راضی کر دیں گے اور مایوس نہیں کریں گے۔''

مسجد نبی حرام کا رقبہ اس وقت مجموعی رقبہ 2235 مربع میٹر ہے۔

(المدینہ الیوم 75)

مسجد الفضیخ

یہ مسجد، مسجد قباء سے مشرقی جانب حجرۃ الشرقیہ کے قریب عوالی کے علاقہ میں واقع ہے۔ (ابوداؤد باب الصلوٰۃ الاستقاء: ج:1، ص:116)

جو مسجد شمس کے نام سے بھی مشہور ہے۔ سیدنا ہشام بن عروہ اور سیدنا حارث بن فضیل سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں نماز پڑھی تھی۔

(اخبار مدینہ 115)

اس کا نام مسجد شمس کیوں مشہور ہوا؟ اس کی کوئی معقول وجہ کسی کتاب میں مرقوم نہیں سوا اس خیال کے کہ اس کا محل وقوع بلند جگہ ہونے کی وجہ سے سورج طلوع ہوتے ہی اس پر کرنیں پڑتی ہیں۔ (آثار المدینہ: 141)

اور یہ بھی محض مفروض ہے کہ اس مقام پر سورج غروب ہونے کے بعد لوٹ آنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ (وفاء الوفا: ج:2، ص:33)

اس کا نام مسجد الفضیخ مشہور ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری اور چند صحابہ کرام علیہم الرضوان اس مقام پر فضیخ نام کا کوئی مشروب پیتے تھے لیکن جب حرمت شراب کا حکم نازل ہونے پر جب انہیں اس کا علم ہوا تو انہوں نے فضیخ کے مشکیزہ کا منہ کھول کر سارا مشروب ضائع کر دیا تھا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے قبیلہ بنو نضیر کا محاصرہ کیا تو اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ نصب کیا گیا تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ دن تک نماز ادا فرمائی۔

(وفاء الوفا: ج:3، ص:34)

Marfat.com

مسجد اجابہ

قبیلہ اوس کے ایک انصاری خاندان بنو معاویہ بن مالک بن عوف کی بستی میں یہ مسجد واقع تھی۔ بعض مؤرخین نے اس خاندان کی نسبت بنو نجار کی طرف بیان کی ہے مگر علامہ سمہودی اسے غلط قرار دیتے ہیں۔ (وفاء الوفا: ج:2، ص:38)

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی قدر سے روایت بیان کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ سید دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم عوالی کی طرف تشریف لے گئے اور جب بنو معاویہ کی مسجد کے پاس پہنچے تو مسجد میں دو رکعت پڑھیں اور ہم نے بھی جماعت سے نفل ادا کئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک اپنے ربّ عزوجل سے دعا مانگتے رہے اور ارشاد فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین چیزیں طلب کی تھیں جن میں سے دو کے متعلق دعا قبول ہوئی اور تیسری کے حق میں دعا قبول نہ ہوئی۔ میں نے دعا کی پروردگار میری امت کو قحط کے عذاب سے ہلاک نہ کرنا دوسری التجا یہ تھی کہ میری ساری امت کو غرقابی سے بچانا اور تیسری درخواست تھی کہ مسلمان آپس میں لڑائی نہ کریں۔

(مسلم شریف: ج:2، کتاب الفتن:391)

حضور دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان عظیم وجلیل دعاؤں کی قبولیت کے باعث اس مسجد کا نام ''مسجد اجابہ'' مشہور ہوا۔ نیز اس کو مسجد بنی معاویہ بھی کہتے ہیں۔

(وفاء الوفا: ج:2، ص:38)

علامہ سمہودی کے بیان کے مطابق شرقاً غرباً اس کا طول 25 ذراع اور شمالاً جنوباً عرض 20 ذراع تھا۔ (وفاء الوفا: ج:2، ص:38)

جبکہ شیخ عبدالقدوس الانصاری بیان کرتے ہیں کہ موجودہ طرز تعمیر دولت عثمانیہ کی ہے جس کی چھت گنبد نما ہے طول 10 میٹر اور عرض 8 میٹر ہے۔ (آثار المدینہ:137)

Marfat.com

مسجد ذباب یا مسجد رایہ

یہ مسجد جس پہاڑ پر واقع ہے اس کا نام ذباب ہے۔ اسی نسبت سے مسجد کا نام بھی ذباب شہرت پذیر ہوا نیز اس جگہ حضور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے دوران خیمہ نصب فرمایا تھا اور اسے مسجد رایہ کہنے کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کسی موقع پر یزید بن ہرمز جو اپنے قبیلہ کا سردار تھا اس نے دشمن کے مقابلہ کے وقت اس جگہ جھنڈا گاڑھا تھا۔ (وفاء الوفا: ج:3، ص:51، 52)

یہ ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے جو ثنیۃ الوداع سے جبل احد کی طرف جاتے ہوئے بائیں ہاتھ مدینہ منورہ سے شمال کی جانب واقع ہے۔ اس مسجد کے منہدم ہونے پر امیر جانبک النیر وزی نے 845ھ میں تجدید کرائی تھی اور اسی حالت میں چودھویں صدی ہجری میں موجود تھی۔

پتھروں کی بنی ہوئی یہ مسجد اندر اور باہر سے پستر شدہ ہے اس کے اضلاع 4 مربع میٹر اور بلندی 6 میٹر ہے۔ (آثار المدینہ: 128 تا 130)

مسجد البحیر یا مسجد سجدہ

قدیم زمانہ میں اس کے قریب ''البحیر'' نامی کھجوروں کا باغ تھا اس نسبت سے یہ نام مشہور ہوا اور مسجد سجدہ کی وجہ تسمیہ آئندہ بیان کی جا رہی ہے۔ علاوہ ازیں اسے مسجد ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے لیکن علامہ سمہودی نے مطلق نام ذکر نہیں کیا نہ اس کے موجب بیان کیا اور عصر حاضر کے مؤرخ الشیخ محمد صالح البلیہشی نے صرف یہی نام لکھا ہے۔ نیز وزارت اوقاف کے زیر اہتمام مسجد پر آویزاں تختی پر بھی مسجد ابوذر لکھا ہوا ہے۔

الشیخ ابراہیم بن علی العیاشی نے اس مسجد کے چار نام لکھے ہیں۔

(۱) مسجد الاسواف

Marfat.com

(۲)مسجد السجدہ

(۳)مسجد ابی ذر غفاری اور

(۴)مسجد الجبیر ی

(المدینہ بین الماضی والحاضر:327)

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ایک مرتبہ میں مسجد نبوی شریف کے صحن میں سو رہا تھا۔ اچانک آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں بھی دبے پاؤں پیچھے ہولیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور پھر بہت طویل سجدہ کیا۔ مجھے فکر دامن گیر ہوئی کہ کہیں روح پر فتوح اعلیٰ علیین کو پرواز تو نہیں کر گئی۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک سجدہ سے اٹھایا اور فرمایا عبدالرحمٰن کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر طویل سجدہ کیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ پرواز نہ کر گئی ہو۔ حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو ایک ایسے عظیم الشان انعام سے نوازا جس کے شکرانہ میں اتنا طویل سجدہ کیا۔ جبرائیل امین نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنایا کہ جو آدمی مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے۔ اللہ تعالیٰ اسے دس نیکیاں عطا فرمائیں گے اور دس گناہ معاف کر دیں گے۔

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ

جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے گا میں اس پر درود بھیجوں گا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کرے گا اور اسے میں بھی سلام سے نوازوں گا۔ (مشکوۃ شریف:87)

علامہ انصاری 1352ھ لکھتے ہیں۔

Marfat.com

یہ مسجد صرف مختصری چار دیواری پر مشتمل ہے جس کا طول و عرض 4x4 میٹر اور دیواروں کی بلندی صرف ایک میٹر ہے۔ (آثار المدینہ:139)

الشیخ ابراہیم بن علی العیاشی بیان کرتے ہیں

1352ھ کو میں نے علامہ سمہودی کی بیان کردہ کیفیت مسجد پائی لیکن 1392ھ میں سید علوی سقاف نے اس کی تعمیر جدید کرائی مگر تا حال چھت نہیں ہے البتہ مینار موجود ہے۔ (المدینہ بین الماضی والحاضر:327)

جبکہ الشیخ محمد صالح البلیہشی 1402ھ میں لکھتے ہیں

اس مسجد کو جدید طرز سے تعمیر کیا گیا ہے موجودہ رقبہ 556,8 میٹر ہے اور وضو اور طہارت کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔ (المدینہ..... الیوم:75)

مسجد بنی ظفر

ایک مرتبہ سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معاذ بن جبل اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ مسجد بنو ظفر میں تشریف فرما ہوئے اور وہاں ایک چٹان پر بیٹھ گئے پھر ایک آدمی کو تلاوت کرنے کا حکم ارشاد فرمایا جب وہ اس آیت پر پہنچے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا ...... الخ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی اور آنسوؤں سے ریش مبارک تر ہوگئی اور فرمایا اے اللہ ان لوگوں کے درمیان میں موجود ہوں اور جنہیں میں نے ابھی دیکھا ہی نہیں۔ ان کی کیفیت کیا ہوگی۔ (فتح الباری ج:2 ص:37)

یہ مسجد قبیلہ بنو ظفر میں واقع تھی جس کا محل وقوع جنت البقیع سے مشرقی جانب حرہ شرقیہ کی طرف ہے۔ قدیم زمانہ میں اس کا راستہ جنت البقیع کے مشرقی کونے میں واقع سیدنا فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا جو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں کی قبر کے پاس سے گزرتا تھا۔ (وفاء الوفا:ج:2 ص:37)

Marfat.com

الشیخ عبدالقدوس الانصاری بیان کرتے ہیں کہ

یہ مسجد مدینہ منورہ سے مشرق میں ہے اور جنت البقیع کے دروازے سے صرف پندرہ منٹ کا راستہ ہے اور اس وقت بھی یہ مسجد قائم ہے اس کا طول وعرض 370x370 میٹر ہے۔ (آثار المدینہ:134)

مزید لکھتے ہیں کہ

امام سمھودی نے جس چٹان کا تذکرہ کیا ہے میں نے بھی اسے دیکھا ہے وہ سنگ مر مر کا ایک بڑا پتھر ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

خلد الله ملك الامام ابی جعفر المستنصر با الله امیر المومنین عمر سنة ثلاثین و ستمائة (آثار المدینہ:135)

یہ بات بھی مشہور ہے کہ

جس چٹان پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تھے اگر کوئی اولاد کی خواہش مند عورت اس پر بیٹھے تو اسے حمل ہو جائے گا۔ (آثار المدینہ:128)

مسجد قبلتین

یہی وہ مسجد ہے جس مین نماز کے دوران تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ جس کی وجہ سے دو رکعت بیت المقدس اور دو رکعت بیت اللہ کی طرف رخ کر کے ادا کی گئیں۔ اسی وجہ سے یہ مسجد قبلتین کے نام سے مشہور ہوئی۔ (وفاء الوفا: ج:2،ص:48)

امام ابن سعد بیان کرتے ہیں

حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ قبیلہ بنو سلمہ کی ایک عورت ام بشر بن البراء بن معرور کی بیمار پرسی کو تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا تیار کیا۔ اسی اثناء میں ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ نماز با جماعت ادا فرما رہے تھے۔ پہلی دو رکعت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کر چکے تھے کہ کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم آ گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فوراً کعبہ شریف کی طرف گھوم گئے اور بقیہ دو رکعات کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے پوری فرمائیں۔ یہ واقعہ ہجرت کے سترہویں مہینے 15 رجب بروز دوشنبہ کو پیش آیا تھا۔
(طبقات ابن سعد: ج:2)

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے رہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے خواہش مند تھے کہ بیت اللہ شریف کو قبلہ مقرر کر دیا جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ نماز عصر پڑھ رہے تھے کہ تحویل قبلہ کا حکم آ گیا۔ (صحیح البخاری: ج:2، ص:644)

الشیخ ابراہیم بن علی العباسی 1392ھ اس کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں۔

یہ واحد مسجد ہے جس میں اب تک تحویل قبلہ کا ارشاد موجود ہے۔ اس کی بنیادیں پتھر کی اور دیواریں پختہ اینٹوں سے بنائی گئی ہیں اور چھت کھجور کے تنوں اور شاخوں پر مشتمل ہے جب بارش ہوتی ہے تو بعض اوقات نمازیوں پر چھت گر جاتی ہے اور مسجد کے دروازہ سے بارش کا پانی باہر نکلتا ہے لیکن اس وقت اس کی شکستگی اور بوسیدگی کو وزارت اوقاف نے تبدیل کر دیا اور اسے اچھی پختہ اور مضبوط تعمیر کر کے ایک چھوٹا سا مینار بھی بنا دیا ہے۔ (المدینہ بین الماضی والحاضر: 82)

مورخ شہر امام سمہودی کی تحقیق کے مطابق یہ مسجد اس مقام پر واقع ہے جہاں قبیلہ بنی سواد بن غنم بن کعب اقامت گزین تھا۔ (وفاء الوفا: ج:2، ص:47)

مسجد فتح

5 ہجری کا واقعہ ہے کہ تمام قبائل عرب نے اجتماعی طور پر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور دس ہزار لشکر جرار لے کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تحفظ اور دفاع کے پیش نظر 8 ذی قعدہ 5ھ کو تین ہزار قدسی صفات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی معیت میں نکل

Marfat.com

کھڑے ہوئے۔ مدینہ منورہ کے تین اطراف میں نخلستان کا سلسلہ قدرتی طور پر شہرہ پناہ کا کام دیتا تھا اور صرف شمالی سمت خالی تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی علاقہ میں تقریباً تین میل لمبی خندق صرف بیس دنوں میں تیار کر لی۔ بعدازاں ایک ماہ بعد تک محاصرہ رہا۔ جب مسلمانوں پر شدت کی انتہا تنگی ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواتر تین دن مسجد فتح میں نہایت عاجزی انکساری اور الحاح سے دعا فرماتے رہے کہ پروردگار احزات کو شکست فاش دے کر مسلمانوں کو فتح و نصرت سے سرخرو فرما۔

پیر منگل اور بدھ تین دن تک دعا کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ تیسرے دن ظہر اور عصر کے درمیان مجیب الدعوات نے اپنے حبیب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاداں و فرحاں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس تشریف لائے اور فتح کا مژدہ سنایا۔ لڑائی کا یہ دن اس قدر سنگین تھا کہ کفار نابکار ہر جانب سے پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ سخت تیر اندازی کے باعث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان دن بھر اس طرح مصروف جہاد رہے کہ نماز کے لئے بھی لحہ بھر کی مہلت نہ میسر آسکی اور چار نمازیں قضا ہوگئیں جنہیں عشاء کے وقت ادا کیا گیا۔ (بخاری شریف: ج:1)

سلع پہاڑی کے غربی حصہ پر مسجد فتح واقع ہے اس کے جنوب میں بھی چند مساجد پائی جاتی ہیں۔ ان سب کو مساجد فتح کہا جاتا ہے اور یہ قول بھی ہے کہ اس مسجد میں سورہ فتح نازل ہوئی تھی۔ (وفاء الوفا: ج:2،ص:39)

امام سمھودی لکھتے ہیں کہ

اس مسجد میں دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار فرمایا تھا۔ اس لئے اسے مسجد فتح کہا جاتا ہے اور یہ قول بھی ہے کہ اس مسجد میں سورہ فتح نازل ہوئی تھی۔ (وفاء الوفا: ج:2،ص:39)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعلمین ہونے کے باوجود کفار کی طرف سے

Marfat.com

کربناک اذیت پہنچنے اور نماز جیسی محبوب ومرغوب عبادت کے ترک ہو جانے پر بدعا کرتے ہیں۔

اللھم منزل الکتاب مجری السحاب و ھاذم الاحاذب اھزمھم وانصرنا علیھم

دوسری روایت میں اس طرح ہے۔

اللھم منزل لکتاب اھزم الاحزاب اللھم اھزبھم وزلزلھم

(بخاری شریف ج:1)

اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد فتح کے شمال والے زینوں سے داخل ہوئے تھے۔ (وفاء الوفا: ج:2،ص:42)

امام سمھودی فرماتے ہیں کہ

ہمارے زمانہ 911ھ میں بھی مسجد صرف چھت پر مشتمل ہے۔ البتہ مرور زمانہ کی وجہ سے سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی عمارت منہدم ہو جانے پر امیر سیف الدین حسین بن الھیجاء نے 575ھ میں اس کی تجدید کرائی تھی۔ موصوف ملوک مصر کے عُبید ین کے وزراء میں سے تھے۔ اس کا طول شمالاً جنوباً 20 ذراع یعنی 30 فٹ اور عرض شرقاً غرباً 17 ذراع 25½ فٹ تھا۔ (وفاء الوفا ج:2،ص:45)

مسجد ذی الحلیفہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر جاتے وقت الشجرہ کے راستہ سے جاتے اور موس کے راستہ سے داخل ہوتے تھے اور جب مکۃ المکرمہ شریف جاتے تو مسجد الشجرہ میں نماز پڑھتے اور جب واپس تشریف فرما ہوتے تو ذی الحلیفہ میں نماز پڑھتے اور بطن وادی میں رات بسر فرماتے تھے۔ (بخاری شریف ج:1،ص:207)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحلیفہ میں رات بسر فرمائی اور اس کی مسجد میں نماز پڑھی۔ (مسلم شریف: ج:1،ص:378)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجتہ الوداع کے لئے تشریف لے جاتے وقت ذی الحلیفہ پہنچے تو وہاں مسجد میں دو رکعت پڑھیں۔ (مسلم شریف: ج:1،ص:394)

امام زین الدین المراغی المتوفی 816ھ رقم طراز ہیں کہ

مدینہ منورہ سے چار یا چھ میل کے فاصلہ یہ جگہ واقع ہے اور حلیفہ لصغیر ہے الحلفہ کی جس کا واحد الحلفاء ہے۔ آج کل یہ مقام بیر علی کے نام سے مشہور ہے اور یہ اہلیان مدینہ منورہ کی میقات بھی ہے۔ (معالم دار الہجرۃ:157)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

کہ ذی الحلیفہ کی بڑی مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ مسجد کی قبلہ والی دیوار ڈاٹوں کی صورت میں بنی ہوئی اور اس کے شمال مغربی کونے میں مینار بھی تھا جو کہ طول زمانہ کی وجہ سے منہدم ہو گیا۔ اس کے قبلہ کی جانب ایک چھوٹی سی مسجد اور بھی تھی اور دونوں کے درمیان تیر مارنے کے برابر فاصلہ تھا۔ (معالم دار الہجرۃ:157)

مسجد علی رضی اللہ عنہ

امام زین الدین المراغی المتوفی 816ھ لکھتے ہیں

مسجد ابوبکر کے شمال میں مسجد علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اس مقام پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نماز عید پڑھنے کا ثبوت نہیں ملتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وقتاً فوقتاً نماز عید پڑھی تھی۔ اسی بناء پر بعد کے خلفاء نے وہاں عید کی نمازیں پڑھی ہوں۔ اور پھر وہاں مساجد تعمیر ہو گئی ہوں۔ اگرچہ یہ ممکن نہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عیدگاہ کو چھوڑ کر اپنی ذات کے لئے نئی جگہ نماز عید ادا کرتے۔ (معالم دار الہجرۃ:143)

Marfat.com

1398ھ میں راقم الحروف کا مشاہدہ ہے کہ
مسجد کے باہر والے دروازہ پر یہ الفاظ تحریر ہیں۔
مسجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسس عام 881ھ
قدیم زمانہ کی یہ مسجد بڑے بڑے پتھروں سے تعمیر شدہ پائی۔ بڑے بڑے اور بہت موٹے چھ ستونوں پر قائم ہے۔ اندر چھ پنکھے اور آٹھ ٹیوب لائٹ لگی ہیں اور قالین بھی بچھا ہوا ہے۔ محراب کے سامنے برآمدہ میں گنبد بنا ہوا تھا۔ مسجد کے مشرقی حصہ سے مسجد سے باہر مینار بھی تھا۔

مسجد مشربہ ام ابراہیم

مسجد مشربہ ام ابراہیم مسجد نبوی شریف سے جنوب مشرق کی جانب تین کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اور اس کے قریب ہی مشرقی جانب حرہ زہرہ ہے۔ اس مقام پر ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش اور باغ تھا۔
آپ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور اس جگہ نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو بچپن میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے تھے۔ اسی نسبت سے اس مقام اور مسجد کا نام مشربہ ام ابراہیم مشہور ہو گیا۔
(المدینہ بین الماضی والحاضر 428)

امام سمہودی نے اس کا حدود اربعہ اس طرح بیان کیا ہے۔
شرقاً غرباً 14 ذراع (21 فٹ) اور شمالاً جنوباً 11 ذراع (16 فٹ چھ انچ)
(وفاء الوفا ج 2 ص 37)

مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

امام زین الدین مراغی المتوفی 816ھ لکھتے ہیں۔
مسجد مصلیٰ الصد کے شمال میں قبہ عین الازرق کے متصل ایک مسجد پائی جاتی ہے جو

Marfat.com

اس وقت مسجد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام سے شہرت رکھتی ہے ممکن ہے موصوف نے اپنے عہد خلافت میں اس مقام پر نماز عید پڑھی ہو۔(معالم دار الہجرۃ:143)

مسجد کا موجودہ کل رقبہ 237.95 مربع کلومیٹر ہے۔

مسجد غمامہ اور مسجد ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف سڑک کا فاصلہ ہے۔

(المدینہ.....الیوم:73)

راقم الحروف نے 1398ھ میں مسجد کی یہ کیفیت دیکھی ہے۔باہر والے دروازے کے اوپر یہ عبارت پتھر میں کندہ تھی۔

مسجد سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ اس عام 1254ھ چھوٹی سی مسجد ہے جس کا چھت صرف ایک بڑے گنبد پر مبنی ہے۔محراب کے اوپر یہ آیت تحریر ہے۔

فنادته الملائكة وهو قائم يصلي في المحراب

یہ مسجد بعد میں انتہائی خوبصورت بنی ہوئی ہے۔

مسجد بنو قریظہ

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

یہود بنو قریظہ نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا حکم تسلیم کر لیا اور قلعہ سے اتر آئے۔ادھر حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا: وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو ارشاد فرمایا اپنے سردار کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تم سب میں جو بہتر ہے اس کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو آگاہ فرمایا کہ بنو قریظہ تمہارے فیصلے پر راضی ہو کر قلعہ سے اتر آئے ہیں جس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سنایا کہ ان میں جو آدمی لڑائی کے قابل ہیں انہیں قتل کر دیا جائے اور عورتوں بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔حضور صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ دیا ہے۔
(صحیح بخاری شریف: ج:2،ص:591)

علامہ ابن حجر عسقلانی المتوفی 852ھ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ اس سے وہ مسجد مراد ہے جو دیار بنی قریظہ میں واقع تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ کے دوران نماز کے لئے مقرر فرمائی تھی۔ (فتح الباری: ج:7،ص:412)

مورخ شہر امام ابن نجار بیان کرتے ہیں کہ

مسجد کے قریب ایک عورت کے مکان میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ جسے بعد میں توسیع کے وقت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں شامل کر لیا تھا۔ مسجد کا طول وعرض 20 ذراع (30x30 فٹ) اور 16 ستون تھے جن میں بعض گر گئے اور اسی وجہ سے چھت بھی موجود نہیں تھی اور اس کا انداز تعمیر مسجد قبا کی مانند تھا۔ (اخبار مدینہ:116)

مسجد السقیا

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں مدینہ طیبہ سے نکلے جب سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے حرۃ سقیا کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا، وضو کر کے قبلہ رو کھڑے ہو کر اہلیان مدینہ منورہ کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

''اے اللہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور خلیل تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ والوں کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی اور میں تیرا بندہ اور رسول ہوں تجھ سے اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان کی مد اور صاع میں دوگنا برکت عطا فرما۔ اہل مکہ کی نسبت۔'' (ترمذی شریف ابواب المناقب: ج:2،ص:229)

امام احمد المتوفی 241ھ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زمینوں میں حرہ

Marfat.com

کے دامن میں سقیا کے مکانات کے پاس نماز پڑھی اور پھر مذکورہ دعا فرمائی۔

(وفاء الوفا: ج:2، ص:49)

جبکہ ابن زبالہ کی روایت میں ہے کہ

غزوہ بدر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کے ساتھ السقیا کے مقام پر مسجد میں نماز پڑھی اور اہلیان مدینہ منورہ کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

(وفاء الوفا: ج:2، ص:50)

مسجد سقیا بیر السقیا کے قریب حجرۃ الوبرہ کی جانب واقع ہے اور اس کے نزدیک ہی باب العنبر یہ ہے۔

موجودہ تعمیر دولت عثمانیہ کی یادگار ہے۔ چھت گنبد نما ہے اور جمومی رقبہ 7715 مربع میٹر ہے۔ (المدینہ الیوم: 75)

مقدس کنویں

وہ متبرک و مقدس کنویں جن کے پانی کو حضور دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کا جزو بننے کا شرف حاصل ہوا یا جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کی آمیزش ہوئی۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر اکثر کا نام و نشان مٹ چکا ہے لیکن میں چند کنوؤں کا ذکر کرتا ہوں تا کہ اگر حجاج کرام کو موقع ملے تو ان کی زیارت کریں۔

بیر حاء

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مدینہ منورہ کے انصار میں سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے باغات سب سے زیادہ تھے اور انہیں اپنے تمام باغات میں بیر حاء بہت ہی زیادہ پسند تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی شریف کے قریب ہونے کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا ٹھنڈا، میٹھا اور لذیذ پانی نوش فرماتے پھر جب یہ آیت نازل ہوئی۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط

Marfat.com

تو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے بیرحاء بے حد پسند ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری راہ میں پسندیدہ چیز ہی خرچ کر کے نیکی کو پہنچ سکتے ہو۔ لہٰذا اس میں اللہ تعالیٰ کے نام پر بیرحاء کو خیرات کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کا امیدوار ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح چاہیں اسے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استعمال میں لائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس قابل تقلید سخاوت پر داد تحسین پیش فرمائی۔ نیز فرمایا کہ آخرت میں یہ بے حد فائدہ مند ہوگا۔ اے ابوطلحہ! میں تمہاری خلوص نیت سے آگاہ ہوں۔ اب تم اس باغ کو اپنے غریب رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ چنانچہ انہوں نے تعمیل ارشاد میں وہ باغ اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کر دیا۔

(بخاری شریف ج:2، ص:654)

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا نام زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید بن مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن النجار تھا۔ اور جن رشتہ داروں میں باغ تقسیم کیا ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابی بن کعب

(۲) حسان بن ثابت

(۳) نبیط بن جابر

(۴) شداد بن اوس یا اوس بن ثابت

یہ باغ کس قدر قیمتی تھا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بعد میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے صرف حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا حصہ ایک لاکھ درہم میں خریدا تھا۔ (فتح الباری: ج:5، ص:381)

مسجد نبوی شریف کے قریب شمال کی جانب پایا جاتا تھا۔ اب بھی ایک احاطہ کے اندر چند کھجور کے درخت اور کنواں موجود ہے۔

Marfat.com

1353ھ تک اس کنویں سے ڈول رسی کے ذریعہ پانی حاصل کیا جاتا رہا لیکن باغ مفقود تھا۔ (آثار المدینہ:248)

بیر بصہ

یہ کنواں جنت البقیع سے قبا کی طرف جاتے ہوئے راستہ میں ایک باغ کے اندر واقع تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کی زیارت اور ان کے اہل وعیال کی مزاج پرسی کو تشریف لے جاتے اور اس کنویں کا پانی نوش فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ انہیں کہا آج جمعہ کا دن ہے لہٰذا میں سر دھونا چاہتا ہوں۔ اگر تمہارے پاس سدر ہو تو لاؤ۔ چنانچہ سدر لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنویں پر تشریف فرما ہوئے۔ سر مبارک دھویا اور استعمال شدہ پانی (غسالہ) کنویں میں ڈال دیا۔ اس کی گہرائی 11 ذراع اور عرض 9 ذراع تھا۔

(اخبار مدینہ:46)

بیر رومہ

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

جب مہاجرین رضوان علیہم اجمعین مدینہ کریمہ آئے تو انہیں پانی کی قلت کا سامنا ہوا۔ میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں ''بیر رومہ'' بنی غفار کے ایک آدمی کی ملکیت تھا۔ وہ ایک مد میں ایک مشک پانی فروخت کرتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ اگر تم اس کنھویں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دو تو تجھے اس کے بدلے جنت میں چشمہ ملے گا۔ وہ کہنے لگا کہ میرے اور میرے اہل وعیال کے لئے اس کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔ اس لئے وقف کرنے سے قاصر ہوں جب اس بات کا علم سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کو ہوا تو انہوں نے مبلغ پینتیس ہزار درہم میں کنواں خرید لیا اور محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ کنواں خرید کر وقف کر دوں تو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

Marfat.com

آدمی کو جنت کے چشمہ کی بشارت سنائی تھی کیا مجھے بھی وہ چشمہ مل جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں ضرور ملے گا۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے میں نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

(کنز العمال: ج:12، ص:35، 36)

یہ کنواں اپنے دامن میں بے شمار تاریخی حقائق سمیٹے ہوئے صدیوں تک اپنی عظمت کا پھریرا لہراتا رہا۔ اس کا محل وقوع مدینہ منورہ سے شمال مغرب کی جانب مسجد قبلتین سے شمال میں وادی عقیق میں ہے۔ اس کے چاروں طرف باغات اور زراعت کی دلربا شادابی پائی جاتی ہے۔ (معالم دار الہجرۃ:175)

مؤرخین کا بیان ہے کہ

جب شاہ تبع مدینہ منورہ میں آیا تو اس نے وادی عمیق میں قیام کیا جہاں یہ کنواں بنوایا تھا۔ اسلام سے قبل اسے ''بیرُ الملک'' کہا جاتا تھا۔ (اخبار مدینہ:47)

علامہ احمد علی سہارنپوری لکھتے ہیں

اسلام کی ابتداء میں میٹھے پانی کا صرف رومہ نامی ایک ہی کنواں تھا جس کا مالک یہودی ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے ساتھ بغض وعناد کرتا۔ کنویں کو تالا لگا کر اکثر غائب رہتا اور پانی قیمتاً دیتا تھا۔ نادار مسلمان خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

(شرح بخاری شریف ج:1، ص:316)

1392ھ/1972ء سے کنواں اور اس کے گردوپیش واقع باغات اور کھیتی وغیرہ اوقاف مسجد نبوی کے زیر اہتمام ہیں۔ گائے، مرغیاں اور خرگوش بھی پائے جاتے ہیں اور ان کے لئے چارہ اور خوراک بھی انہی کھیتوں میں اگائی جاتی ہے۔

(آثار المدینۃ المنورۃ 244)

بیر اریس

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

Marfat.com

میں نے ایک مرتبہ یہ پختہ ارادہ کیا کہ آج دن بھر شاہ کونین رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاضر رہوں گا۔ اس ارادہ سے میں نے گھر ہی میں وضو کیا اور مسجد میں آ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا۔ مجھے بتایا گیا کہ ابھی ابھی اس سمت یعنی قبا کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش پا کو دیکھتے ہوئے قباء پہنچ گیا۔ معلوم ہوا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیر اریس پر جلوہ افروز ہیں۔ وہ کنواں باغ کی چار دیواری کے اندر واقع تھا۔ میں دروازہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دربانی کا جذبہ لئے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کے بعد وضو کیا اور کنویں کے اندر پاؤں مبارک لٹکا کر پنڈلیاں ننگی کر کے منڈھیر پر بیٹھ گئے۔ میں نے خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر مؤدبانہ سلام عرض کیا اور پھر دروازہ کے پاس جا بیٹھا۔ اتنے میں کسی نے دستک دی۔ میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا ٹھہریئے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کرتا ہوں۔ میں دربار صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اجازت طلب کر رہے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ انہیں آنے دو اور جنت کی بشارت سنا دیں۔ میں نے تعمیل ارشاد میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جنت کی خوشخبری سنائی۔ اور وہ باغ میں داخل ہو کر کنویں پر تشریف لائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو دائیں جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں پھر لوٹ کر دروازہ کے پاس جا بیٹھا اور دل میں کہہ رہا تھا کاش میرا وہ بھائی بھی آ جاتا جسے میں وضو کرتے چھوڑ آیا تھا تاکہ وہ بھی اس بشارت سے مشرف ہو جائے۔ اسی اثناء میں دروازہ پر دستک کی آواز سنائی دی۔ میں نے دریافت کیا کون صاحب؟ جواب میں بتایا گیا عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)! میں نے انہیں عرض کی انتظار فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی آمد کی اطلاع دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اطلاع دی کہ فاروق رضی

Marfat.com

اللہ عنہ اجازت کے طلب گار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی اور فرمایا انہیں جنت کی بشارت سنا دیں۔ میں نے اجازت کے ساتھ جنت کی خوشخبری سے مطلع کیا۔ وہ باغ میں تشریف لائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بائیں جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے اور میں دربانی کے لئے دروازہ کے پاس بیٹھ گیا اور پھر وہی حسرت دل میں انگڑائیاں لینے لگی کیا ہی اچھا ہوتا کہ میرا وہ بھائی آ جاتا۔ اتنے میں پھر دروازہ کھٹکا۔ میرے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی اجازت طلبی کی درخواست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں آنے دیں اور جنت کی بشارت بھی سنا دیں۔ نیز انہیں ان فتنوں اور ابتلاء سے بھی آگاہ کر دیں جن میں وہ مبتلا ہوں گے۔ میں نے انہیں جنت کی بشارت سنائی اور انہیں پیش آنے والے فتنوں سے بھی آگاہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ (بخاری شریف مناقب ابوبکر رضی اللہ عنہ: ج:1 ص:519)

دوسری روایت میں اس طرح ہے۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ کے باغ میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دروازہ پر حفاظت کے لئے مامور فرمایا۔ ایک شخص آیا اور اس نے باریاب ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی بشارت دے دیں۔ میں نے دروازہ کھولا تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب فرمان بشارت سنائی۔ پھر ایک شخص آیا اور اس نے باریاب ہونے کی اجازت چاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول دیں اور آنے والے کو جنت کی خوشخبری سنا دیں۔ میں نے دروازہ کھولا تو وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے تعمیل ارشاد میں انہیں جنت کی خوشخبری سنائی۔ اتنے میں ایک

Marfat.com

اور شخص حاضر خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی اجازت کا طلب گار ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دروازہ کھول دیں اور اسے بھی جنت کی خوشخبری دے دیں۔ ایک مصیبت کے صلہ میں جو اسے پہنچے گی وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق انہیں خوش خبری سنا دی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر کہا (اس مصیبت پر) میرا اللہ مددگار ہے۔

(صحیح بخاری شریف: ج: 1، ص: 522)

ایک روایت میں ہے۔

حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اس کنواں پر تشریف فرما ہوئے جبکہ ایک آدمی پانی نکال رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پانی کا ڈول طلب فرمایا: تھوڑا سا نوش کیا اور باقی معہ لعاب دہن مبارک کنویں میں ڈال دیا۔

(وفاء الوفا: ج: 2: 123)

یہی وہ تاریخی کنواں ہے جس میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی گرنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔

جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اطہر میں جو ایک چاندی کی انگشتری تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی زینت بنی۔ بعد ازاں وہی انگوٹھی چھ سال تک خلیفہ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی۔ بالآخر ان کے ہاتھ سے بیر اریس میں گر گئی۔ (صحیح البخاری: ج: 2، ص: 873)

انگوٹھی کا گم ہونا تھا کہ فتنوں کا سیلاب امڈ آیا اور اسلامی مملکت کا شیرازہ تار تار ہو کر رہ گیا۔ اس مقدس انگوٹھی میں انسانی ادراک سے ماورا کچھ ایسے اسرار پنہاں تھے جو گم شدگی کے بعد ظاہر ہونے لگے جس طرح سیدنا سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی گم ہوتے ہی

Marfat.com

مملکت افراتفری کا شکار ہوگئی۔سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے بھی فتنے جان لیوا ثابت ہوئے۔(وفاء الوفا:ج:2،ص:120)

اریس نامی یہودی کا کنواں مسجد قبا سے مغرب میں 38 میٹر کے فاصلہ پر واقع تھا۔ جو12 میٹر گہرا تھا۔اس کی ابتدائی تاریخ کا پتہ نہ چل سکا۔1392ھ میں موجود اس کی طرز تعمیر خلافت عثمانی پر دلالت کرتی تھی۔نیز اس کے قریب شمال میں ایک اور قبہ پایا جاتا تھا جس پر ترکی زبان میں کچھ تحریر تھا۔(آثار المدینہ:241)

الحمد للہ حجاج کرام کے ذوق اور عشق کو بڑھانے کے لئے مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کی تاریخ کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔کیونکہ حجاج کرام اکثر ایسے ہوتے ہیں جن کو مشہور جگہوں کا علم نہیں ہوتا اور وہ وہاں پر بعض اوقات مشہور جگہوں کے نام پوچھتے رہتے ہیں۔اس لئے حجاج کرام کی آسانی کے لئے مفصل مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کی تاریخ اور مقدس مقامات ذکر کئے۔

حج کی فرضیت

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بہت ساری نعمتیں عطا کی ہیں۔ان نعمتوں میں سے حج بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

حج صاحب استطاعت پر فرض ہے حج کی فرضیت تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ خود ہی دیتا ہے تاکہ میں اپنے بندے کی مغفرت فرمادوں۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو مٹانے کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکالتا ہے تاکہ بندہ اس راہ پر چل کر گناہوں سے چھٹکارا حاصل کرے اور میں اس سے راضی ہو جاؤں۔حج بھی ایک ایسا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔بندہ جب حج کرتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ بندہ اس نعمت کو حاصل کرنے کے لئے سوچتا ہے حالانکہ اس پر حج فرض ہوتا ہے۔مگر پھر بھی حج جیسے فریضہ کو ادا کرنے کے لئے اس کے پاس وقت نہیں ہوتا۔تمام امور کو انجام دینے کے

Marfat.com

لئے ٹائمنگ فکس کرتا ہے۔ وقت پر وہاں پہنچتا ہے کہ کہیں مجھ سے بندہ نہ ناراض ہو جائے۔ بندے کو راضی کرنے کے لئے تو اس کے پاس وقت ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے اس کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ جب بندے کو راضی کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتا ہے تو نہ بندہ راضی ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جاتا ہے اور بندہ بھی راضی ہو جاتا ہے۔ حج بھی اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ایک ذریعہ ہے لہٰذا اس عظیم نعمت کو ادا کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کیجئے تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو جائے۔

حج کی فرضیت پر قرآن شاہد ہے جس میں واضح طور پر حج کی فرضیت کا ثبوت ملتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

(آل عمران:97)

اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔

☆ اس آیت کریمہ کے اندر حج کی فرضیت کا بیان ہے۔

یعنی وہ شخص جو صاحب استطاعت ہے اس پر اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج کا کرنا فرض ہے۔

ایک اور آیت میں فرمایا گیا۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (البقرہ:196)

اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔

☆ علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ

یہ آیت 6 ہجری میں نازل ہوئی ہے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ

Marfat.com

فرضیت حج کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

(۱) 5ہجری

(۲) 6ہجری

(۳) 9ہجری

(۴) 8ہجری

فتح مکہ کے سال میں حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو حج کرایا۔

9ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور دس ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرایا۔ (مرقات: ج:5،ص:263 مطبوعہ مکتبہ امدادی ملتان 1390)

حج کرنے کا ثواب

حج کرنے کے بے شمار فضائل ہیں اور مغفرت و جنت کے حصول کی بشارت ہے جن میں سے چند ایک روایات حسب ذیل ہیں۔

حج مبرور کا ثواب جنت

بخاری شریف میں ہے۔

عمرہ سے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب العمرۃ: ج:1،ص:586، الحدیث:1773)

حج افضل عمل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی۔کون سا عمل افضل ہے؟

فرمایا: اللہ (عزوجل) اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان

عرض کی گئی پھر کیا؟

فرمایا: اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد

Marfat.com

عرض کی گئی پھر کیا؟

فرمایا: حج مبرور

(صحیح البخاری: کتاب الایمان: حدیث 26، ج: 1، ص: 21)

حج کمزوروں کے لئے جہاد

حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج کمزوروں کے لئے جہاد ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ابواب المناسک: ج: 3، ص: 413، حدیث: 1901)

حج کرنے والا گناہوں سے پاک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جس نے حج کیا اور فحش کلام نہ کیا اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

(صحیح البخاری: کتاب الحج: ج: 1، ص: 512، حدیث: 1521)

حج پچھلے گناہوں کو دفع کرتا ہے

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ حج گناہوں کو دفع کر دیتا ہے جو پچھلے ہوتے ہیں۔ (صحیح مسلم: کتاب الایمان: ص: 84)

حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو دور کرتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (جامع الترمذی: ابواب الحج: ج: 2، ص: 218، حدیث: 810)

Marfat.com

تم پر حج فرض کیا گیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا: اے لوگو: تم پر حج فرض کیا گیا لہٰذا حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کی۔ کیا ہر سال یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا: انہوں نے تین بار یہ کلمہ کہا۔ ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر واجب ہو جاتا اور تم سے نہ ہو سکتا پھر فرمایا: جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں تم مجھ سے سوال نہ کرو۔ اگلے لوگ کثرت سوال اور پھر انبیاء (علیہم السلام) کی مخالفت سے ہلاک ہوئے لہٰذا جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اسے کرو اور جب میں کسی بات سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔ (صحیح مسلم: کتاب الحج: ص:698)

حج کرنیوالا گناہوں سے ایسے پاک جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کرے گا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (مسند البزار، مسند ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ ج:8،ص:169، حدیث:3196)

ہر قدم پر سات سو نیکیاں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ مکہ واپس آئے اس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں کے مثل لکھی جائیں گی۔ کہا گیا حرم کی نیکیوں کی کیا مقدار ہے؟ فرمایا ہر نیکی لاکھ نیکی ہے۔ تو اس حساب سے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ہوئیں۔ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

(المستدرک للحاکم: باب فی المناسک ج:2،ص:114)

Marfat.com

دنیا میں عافیت اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر مغفرت

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ داؤد علیہ السلام نے عرض کی۔

اے اللہ (عزوجل) جب تیرے بندے تیرے گھر کی زیارت کو آئیں گے تو انہیں تو کیا عطا فرمائے گا۔

فرمایا:

ہر زائر کا اس پر حق ہے جس کی زیارت کو جائے ان کا مجھ پر حق ہے کہ دنیا میں انہیں عافیت دوں گا اور جب وہ مجھ سے ملیں گے تو ان کی مغفرت فرمادوں گا۔

(المعجم الاوسط: للطبرانی: ج:4، ص:297: حدیث6037)

اونٹ کے قدم اٹھانے کے بدلے نیکیاں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا: جو خانہ کعبہ کے قصد سے آیا اور اونٹ پر سوار ہوا تو اونٹ جو قدم اٹھاتا اور رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے لئے نیکی لکھتا ہے اور خطا کو مٹاتا ہے اور درجہ بلند فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کعبہ معظمہ کے پاس پہنچا اور طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی پھر سر منڈایا یا بال کتروائے تو گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

(شعب الایمان: باب فی المناسک: ج:3، ص:428)

قیامت تک حج کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو حج کے لئے نکلا اور مر گیا۔ قیامت تک اس کے لئے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لئے نکلا اور مر گیا

Marfat.com

اس کے لئے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو جہاد کو گیا اور مر گیا اس کے لئے قیامت تک غازی کا ثواب لکھا جائے گا۔ (مسند ابی یعلی: ج:5،ص:441)

حج کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ضمان میں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ گھر اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے پھر جس نے حج کیا یا عمرہ وہ اللہ (عزوجل) کے ضمان میں ہے۔ اگر مر جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور گھر کو واپس کر دے تو اجر و غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا۔ (المعجم الاوسط: ج:6،ص:352، حدیث 9033)

حج کرنے والے کیلئے جنت واجب

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، جو مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آیا۔ اس کے اگلے اور پچھلے گناہ سب بخش دیئے جائیں گے یا اس کے لئے جنت واجب ہوگی۔ (سنن ابی داود: کتاب المناسک: ج:2،ص:201)

سمندر کے جھاگ برابر گناہ معاف

حضرت بزار ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

کہتے ہیں میں مسجد منیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک انصاری اور ایک ثقفی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا پھر کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کچھ پوچھنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو میں بتا دوں کہ کیا پوچھنے حاضر ہوئے اور اگر چاہو تو میں کچھ نہ کہوں۔ تم سوال کرو۔ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتا دیجئے۔

Marfat.com

ارشاد فرمایا:

تو اس لئے حاضر ہوا ہے کہ گھر سے نکل کر بیت الحرام کے قصد سے جانے کو دریافت کرے اور یہ کہ اس میں تیرے لئے کیا ثواب ہے اور طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کو اور یہ کہ اس میں تیرے لئے کیا ثواب ہے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کو اور یہ کہ اس میں تیرے لئے کیا ثواب ہے اور عرفہ کی شام کے وقوف کو اور تیرے لئے اس میں کیا ثواب ہے اور جمار کی رمی کو اور اس میں تیرے لئے کیا ثواب ہے اور قربانی کرنے کو اور اس میں تیرے لئے کیا ثواب ہے اور اس کے ساتھ طواف افاضہ کو۔

اس شخص نے عرض کی: قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اسی لئے حاضر ہوا تھا کہ ان باتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں۔

ارشاد فرمایا:

جب تو بیت الحرام کے قصد سے گھر سے نکلے گا تو اونٹ کے ہر قدم رکھنے اور ہر قدم اٹھانے پر تیرے لئے حسنہ لکھا جائے گا اور تیری خطا مٹادی جائے گی اور طواف کے بعد کی دو رکعتیں ایسی ہیں جیسے اولاد اسماعیل میں کوئی غلام ہو۔ اس کے آزاد کرنے کا ثواب اور صفا و مروہ کے درمیان سعی ستر غلام آزاد کرنے کی مثل ہے اور عرفہ کے دن وقوف کرنے کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی طرف خاص تجلی فرماتا ہے اور تمہارے ساتھ ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے۔

ارشاد فرماتا ہے۔

میرے بندے دور دور سے پراگندہ سر میری رحمت کے امیدوار ہو کر حاضر ہوئے۔ اگر تمہارے گناہ ریت کی گنتی اور بارش کے قطروں اور سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں تو میں سب بخش دوں گا۔

میرے بندو! واپس جاؤ تمہاری مغفرت ہوگئی اور اس کی جس کی تم شفاعت کرو۔

Marfat.com

اور جمروں پر رمی کرنے میں ہر کنکری ہر ایک ایسا کبیرہ مٹا دیا جائے گا جو ہلاک کرنے والا ہے اور قربانی کرنا تیرے رب کے حضور تیرے لئے ذخیرہ ہے اور سر منڈانے میں ہر بال کے بدلے میں حسنہ لکھا جائے گا اور ایک گناہ مٹایا جائے گا۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کے طواف کا یہ حال ہے کہ تو طواف کر رہا ہے اور تیرے لئے کچھ گناہ نہیں۔ ایک فرشتہ آئے گا اور تیرے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا کہ زمانہ آئندہ میں عمل کر اور زمانہ گزشتہ میں جو کچھ تھا معاف کر دیا گیا۔

(الترغیب والترہیب: کتاب الحج: ج:2، ص:110، حدیث:32)

حج سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے

حضرت سیدنا ابن شماسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ہم حضرت سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ پر نزع کا عالم طاری تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ دیر تک روتے رہے۔

پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کے لئے جگہ بنا دی تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دایاں ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لوں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمرو! کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا، حضور! میرا ارادہ ہے کہ میں ایک شرط لگا لوں۔ فرمایا کون سی شرط لگانا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا: میری شرط یہ ہے کہ میری مغفرت ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(مسلم: کتاب الایمان: ص:74، حدیث:121)

Marfat.com

حجاج کرام حج سے پہلے سامان کو تیار رکھیں

حجاج کرام کو چاہئے کہ جب جہاز کی ٹکٹ کا علم ہو جائے کہ کون سی تاریخ کو روانگی ہے۔ اپنی تمام اشیاء جو ضروریات کی ہیں باندھ کر رکھ دیں تا کہ جلدی میں جاتے وقت کوئی ایسی چیز نہ بھول جائے جس کی وہاں اشد ضرورت پڑے۔ کیونکہ وہاں پر اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور حجاج کرام کے پاس بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑی بہت رقم لے کر جاتے ہیں تا کہ واپسی پر کچھ سامان گھر والوں کے لئے عزیزوں کے لئے خرید کر لا سکیں۔ ایسا نہ ہو وہاں پر اپنی ضرورت کی چیزیں لینے میں لگے رہیں۔ اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ یہاں جانے سے پہلے ہی اپنی تمام ضروریات کی چیزیں تیار کر کے رکھ دیں۔ اگر آسانی ہو تو لے جائیں جو وہاں ضرورت پڑتی ہیں۔ ان میں سے چند عرض کر دیتا ہوں۔

(۱) احرام کے کپڑے

(۲) عطر

(۳) جانماز

(۴) تسبیح

(۵) حسب ضرورت ملبوسات

(۶) تکیہ

(۷) احرام کے تہبند پر باندھنے کے لئے جیب والا بیلٹ

(۸) نیچے بچھانے کے لئے چٹائی یا چادر

(۹) تولیہ

(۱۰) صابن

(۱۱) منجن

Marfat.com

(۱۲)سیفٹی ریزر

(۱۳)لوٹا

(۱۴)گلاس

(۱۵)چمچ

(۱۶)دردسر اور نزلہ وغیرہ کے لئے گولیاں

(۱۷)ہاتھ کا پنکھا

(۱۸)دستی سامان کے لئے مضبوط ہینڈ بیگ

(۱۹)حسب ضرورت کھانے کے برتن

(۲۰)دسترخوان

حج کی اقسام

حج کی تین اقسام ہیں۔

(۱)قران

(۲)تمتع

(۳)افراد

تمتع

اس حج کو ادا کرنے والا متمتع کہلاتا ہے۔اشہر حج میں میقات کے باہر آنے والے ادا کر سکتے ہیں۔

پاکستان سے آنے والے عموماً یہی کیا کرتے ہیں۔اس میں آسانی یہ ہے کہ اس میں عمرہ تو ہوتا ہی ہے لیکن عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق یا قصر کروا کے احرام کھول دیا جاتا ہے اور پھر آٹھ ذوالحجہ یا اس سے قبل حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔

Marfat.com

قران

یہ سب سے افضل ہے۔ اس حج کے ادا کرنے والے کو قارن کہتے ہیں۔ اس میں عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے مگر عمرہ کرنے کے بعد قارن ''حلق'' یا قصر نہیں کروا سکتا بلکہ بدستور احرام میں رہے گا۔ دسویں، گیارھویں یا بارہویں ذوالحجہ کو قربان کرنے کے بعد حلق یا قصر کروا کے احرام کھول دے۔

افراد

افراد کرنے والے حاجی کو مفرد کہتے ہیں۔ اس حج میں عمرہ شامل نہیں ہے۔ اس میں صرف حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ اہل مکہ اور حلی یعنی میقات اور حدود حرم کے درمیان میں رہنے والے لوگ حج افراد کرتے ہیں۔

حج پر جانے سے پہلے کیا کرے

(۱) والدین سے اجازت لے لیں۔ حج اگر فرض ہو چکا ہے تو والدین کی اجازت نہ بھی ہو تب بھی جانا ہوگا۔ ہاں عمرہ یا نفلی حج کے لئے والدین سے اجازت لئے بغیر سفر نہ کریں۔ یہ بات غلط مشہور ہے کہ جب تک والدین نے حج نہیں کیا اولاد بھی حج نہیں کر سکتی۔

(۲) نماز روزہ، زکوٰۃ، جتنی عبادات ذمے ہوں ادا کریں اور تاخیر کے گناہ کی توبہ بھی کریں۔ اس سفر مبارک کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی ہو۔

(۳) چلتے وقت عزیزوں، دوستوں سے قصور معاف کروائیں اور جن سے معافی طلب کی جائے ان پر لازم ہے کہ دل سے معاف کر دیں۔

(۴) کسی کی امانت پاس ہو یا قرضہ ہو واپس کر دیں جن کے مال ناحق لئے ہوں واپس کر دیں یا معاف کروا لیں۔ پتا نہ چلے تو اتنا مال فقراء کو تقسیم کر دیں۔

Marfat.com

(۵) لباس سفر پہن کر اگر وقت مکروہ نہ ہو گھر میں چار رکعت نفل الحمد وقل سے پڑھ کر باہر نکلیں۔ وہ رکعتیں واپسی تک اہل و مال کی حفاظت کریں گی۔
(۶) چلتے وقت سفر کی دعا پڑھ لیں۔
(۷) گھر سے نکلتے وقت آیۃ الکرسی اور قل یاایہا الکافرون سے قل اعوذ برب الناس تک تبت کے سوا پانچ سورتیں سب بسم اللہ کے ساتھ پڑھیں۔ آخر میں بھی بسم اللہ شریف پڑھیں۔ ان شاء اللہ راستہ بھر آرام رہے گا۔
(۸) گھر سے رخصت ہوتے وقت سب سے دعائیں لیں۔
(۹) اگر بڑی عمر کے ہیں اور اولاد بھی ہے تو سب اولاد کو نصیحت کرتے جائیں اور دعائیں لیتے جائیں۔ جاتے وقت سب بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے جائیں اور ان کو بہت زیادہ شفقت دیتے جائیں۔
(۱۰) مکروہ وقت نہ ہو تو مسجد میں جا کر دو رکعات نوافل ادا کر لیں اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہمارے حج کو قبول فرمائے۔
(۱۱) گھر سے چلتے وقت کچھ نہ کچھ صدقہ کرتے جائیں کیونکہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے۔ راستے میں اس کی برکت سے کوئی پریشانی لاحق نہیں ہو گی اور خیر و عافیت کے ساتھ حج کر کے واپس لوٹ آئیں گے۔

احرام باندھنے سے پہلے کیا کرے

احرام باندھنے سے پہلے ان چند چیزوں کو بجا لائیں۔
(۱) بغل اور ناف کے نیچے کے بال دور کریں بلکہ پیچھے کے بال بھی صاف کریں۔
(۲) مسواک کریں
(۳) وضو کریں
(۴) خوب اچھی طرح غسل کریں
(۵) ناخن تراشیں

Marfat.com

(۶) جسم اور احرام کی چادروں پر خوشبو لگائیں کہ یہ سنت ہے۔ ہاں ایسی خوشبو مثلاً خشک عنبر نہ لگائیں جس کا تہ کپڑوں پر جم جائے۔

(۷) مردوں کو چاہئے کہ سلے ہوئے کپڑے اتار کر ایک نئی یا دھلی ہوئی سفید چادر اوڑھیں اور ایسی ہی چادر کا تہبند باندھیں۔

(۸) عورتیں سلے ہوئے کپڑے پہنیں۔ دستانے اور موزے بھی پہن سکتی ہیں۔ وہ سر بھی ڈھانپیں مگر چہرے پر چادر نہیں اوڑھ سکتیں۔ غیر مردوں سے چہرہ چھپانے کے لئے ہاتھ کا پنکھا یا کوئی کتاب وغیرہ سے ضرورتاً آڑ کرلیں۔

(۹) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہوائی جہاز کے اڈے پر ہی احرام باندھا جاتا ہے تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔

(۱۰) اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز نفل بہ نیت احرام پڑھیں۔ بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد قل یایہا الکفرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھیں۔

لبیک اور احرام کے بارے میں چند احادیث مبارکہ عرض کرتا ہوں۔

ام المومنین حضرت سیدنا صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کے لئے احرام سے پہلے اور احرام کھولنے کے لئے طواف سے پہلے خوشبو لگاتی جس میں مشک ہوتی تھی۔ اس کی چمک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں احرام کی حالت میں گویا میں اب دیکھ رہی ہوں۔

(صحیح مسلم: کتاب الحج: حدیث:33، ص:607)

ایک اور روایت میں ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کے لئے غسل فرمایا۔

(جامع الترمذی: ابواب الحج: ج:2، ص:228)

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو نکلے اپنی آواز حج کے ساتھ خوب بلند کرتے۔ (صحیح مسلم: کتاب الحج: ص: 654)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

لبیک کہنے والا جب لبیک کہتا ہے تو اسے بشارت دی جاتی ہے۔ عرض کی گئی جنت کی بشارت دی جاتی ہے۔

فرمایا: ہاں۔ (المعجم الاوسط: ج: 5، ص: 410)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان لبیک کہتا ہے تو دہنے بائیں جو پتھر یا درخت یا ڈھیلا ختم زمین تک ہے لبیک کہتا ہے۔

(جامع الترمذی: ابواب الحج: ج: 2، ص: 226)

امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حج کے افضل اعمال کیا ہیں؟ فرمایا: بلند آواز سے لبیک کہنا اور قربانی کرنا۔

(جامع الترمذی: ابواب الحج: ج: 2، ص: 226)

عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ محرم جب آفتاب ڈوبنے تک لبیک کہتا ہے تو آفتاب ڈوبنے کے ساتھ اس کے گناہ غائب ہو جاتے ہیں اور ایسا ہو جاتا ہے جیسا اس دن کہ پیدا ہوا۔ (سنن ابن ماجہ: ابواب المناسک: ج: 3، ص: 424)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو مسجد اقصیٰ سے مسجد الحرام تک حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آیا اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ یا

Marfat.com

اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ (سنن ابی داؤد: کتاب المناسک: ج:2،ص:201)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لبیک سے فارغ ہوتے تو اللہ (عزوجل) سے اس کی رضا اور جنت کا سوال کرتے اور دوزخ سے پناہ مانگتے۔

(المسند للامام الشافعی: کتاب المناسک: ص:123)

حج کی نیت

جب احرام باندھ لے تو اس کے بعد حج کی نیت کر لے۔ نیت مفرد بھی اسی کرے گا اور متمتع بھی۔ آٹھ ذوالحجہ یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھ کر یہ الفاظ پڑھے گا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ وَاَعِنِّیْ عَلَیْهِ وَبَارِكْ لِیْ فِیْهِ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰی ۔

حج قران کی نیت

قارن عمرہ اور حج دونوں کی ایک ساتھ نیت کرے گا چنانچہ وہ اس طرح نیت کرے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْ هُمَا مِنِّیْ ط نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ وَ اُحْرِمْتُ بِهِمَا مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی

لبیک کہنا

خواہ حج کی نیت کریں یا حج قران کی یا عمرہ کی تینوں صورتوں کے اندر نیت کے بعد کم از کم ایک بار لبیک کہنا لازمی ہے اور تین بار کہنا افضل ہے۔ لبیک اس طرح کہے۔

"لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ ط لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ ط اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ط لَا شَرِیْكَ لَكَ ط"

جہاں جہاں وقف کی علامتیں ہیں وہاں وقف کرے۔

Marfat.com

تین بار لبیک کہنے کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا مانگے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رِضَاکَ وَالْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَضَبِکَ وَالنَّارِ ط

لبیک کے الفاظ جو مذکور ہوئے ہیں ان میں کمی نہ کی جائے۔ زیادہ کر سکتے ہیں بلکہ بہتر ہے مگر زیادتی آخر میں ہو درمیان میں نہ ہو۔ (الجوہرة النیرۃ: کتاب الحج ص:195)

☆ احرام کے لئے ایک مرتبہ زبان سے لبیک کہنا ضروری ہے اور اگر اس کی جگہ اللہ، یا الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، یا کوئی اور ذکر الٰہی کیا اور احرام کی نیت کی تو احرام ہو گیا مگر سنت لبیک کہنا ہے۔ گونگا ہو تو اسے چاہئے کہ ہونٹ کو جنبش دے۔

(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1 ص:222)

☆ احرام کے وقت لبیک کہے تو اس کے ساتھ ہی نیت بھی ہو یہ بارہا معلوم ہو چکا ہے کہ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں۔ دل میں ارادہ نہ ہو تو احرام ہی نہ ہوا اور بہتر یہ کہ زبان سے بھی کہے۔ مثلاً قرآن میں

لَبَّیْکَ بِالْعُمْرَۃِ وَالْحَجِّ

اور تمتع میں

لَبَّیْکَ بِالْعُمْرَۃِ

اور افراد میں

لَبَّیْکَ بِالْحَجِّ کہے۔

(الدر المختار ورد المحتار: کتاب الحج: ج:3 ص:560)

☆ احرام کے لئے نیت شرط ہے اگر بغیر نیت لبیک کہا احرام نہ ہو یوں ہیں تنہا نیت بھی کافی نہیں جب تک لبیک یا اس کے قائم مقام کوئی اور چیز نہ ہو۔

(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1 ص:222)

☆ دوسرے کی طرف سے حج کیا تو اس کی طرف سے حج کرنے کی نیت کرے اور

Marfat.com

بہتر یہ کہ لبیک میں یوں کہے لبیک عن فلان۔ یعنی فلاں کی جگہ اس کا نام لے اور اگر نام نہ لیا مگر دل میں ارادہ ہے جب بھی حرج نہیں۔

(المسلک المتقسط (باب الاحرام) ص:101)

☆ بچہ کی طرف سے احرام باندھا تو اس کے سلے ہوئے کپڑے اتار لینے چاہئے، چادر اور تہبند پہنائیں اور ان تمام باتوں سے بچائیں جو محرم کے لئے ناجائز ہیں اور حج کو فاسد کر دیا تو قضا واجب نہیں اگر چہ وہ بچہ سمجھ وال ہو۔

(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1،ص:236)

☆ ناسمجھ بچے نے خود احرام باندھا یا افعال حج ادا کئے تو حج نہ ہوا بلکہ اس کا ولی اس کی طرف سے بجالائے مگر طواف کے بعد کی دو رکعتیں کہ بچہ کی طرف سے ولی نہ پڑھے گا۔ اس کے ساتھ باپ اور بھائی دونوں ہوں تو باپ ارکان ادا کرے سمجھ وال بچہ خود افعال حج ادا کرے، رمی وغیرہ بعض باتیں چھوڑ دیں تو ان پر کفارہ وغیرہ لازم نہیں۔ یوہیں ناسمجھ بچہ کی طرف سے اس کے ولی نے احرام باندھا اور بچہ نے کوئی ممنوع کام کیا تو باپ پر بھی کچھ لازم نہیں۔

("و" الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1،ص:236)

☆ لبیک میں حج کہا اور نیت عمرہ کی ہے یا عمرہ کہا اور نیت حج کی ہے تو جو نیت ہے وہ ہے لفظ کا اعتبار نہیں اور لبیک میں حج کہا اور نیت دونوں کی ہے تو قران ہے۔

(المرجع السابق)

☆ اگر یہ نیت کی کہ فلاں نے جس کا احرام باندھا اسی چیز کا میرا احرام ہے اور بعد میں معلوم ہو گیا کہ اس نے کس چیز کا احرام باندھا ہے تو اس کا بھی وہی ہے اور معلوم نہ ہوا تو طواف کے پہلے پھیرے سے پیشتر جو چاہے معین کر لے اور طواف کا ایک پھیرا کریں تو عمرہ ہو گیا۔ یوہیں طواف سے پہلے جماع کیا یا روک دیا گیا یا وقوف عرفہ کا وقت نہ ملا نہ تو عمرہ کا ہے۔ (المسلک المتقسط: باب الاحرام: ص:107)

Marfat.com

☆ حج بدل یا منت یا نفل کی نیت کی تو جو نیت کی وہی ہے اگر چہ اس نے اب تک حج فرض نہ کیا ہو اور اگر ایک ہی حج میں فرض و نفل دونوں کی نیت کی تو فرض ادا ہوگا اور اگر یہ گمان کر کے احرام باندھا کہ یہ حج مجھ پر لازم ہے یعنی فرض ہے یا منت۔ بعد کو ظاہر ہوا کہ لازم نہ تھا تو حج کو پورا کرنا ضروری ہو گیا۔ فاسد کرے گا تو قضا لازم ہوگی بخلاف نماز کہ فرض سمجھ کر شروع کی تھی بعد کو معلوم ہوا کہ فرض پڑھ چکا ہے تو پوری کرنا ضروری نہیں فاسد کرے گا تو قضا نہیں۔ (الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1 ص:222)

خبردار

احرام کے لفظی معنی حرام کرنے کے ہیں کیوں کہ احرام باندھنے والے پر بعض حلال باتیں بھی حرام ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا احرام باندھنے کے بعد کوئی ایسا فعل ہرگز نہ کریں جو حج کے منافی ہو ورنہ دم دینا پڑے گا۔ اب جو چیزیں احرام میں حرام ہیں، عرض کرتا ہوں۔

وہ افعال جو احرام میں بھی حرام ہیں

احرام باندھنے کے بعد یہ تمام باتیں جو ذکر کر رہا ہوں حرام ہو جائیں گی۔

(۱) عورت سے صحبت

(۲) بوسہ

(۳) مساس

(۴) گلے لگانا

(۵) اس کی اندام نہانی پر نگاہ جب کہ یہ چاروں باتیں بشہوت ہوں۔

(۶) عورتوں کے سامنے اس کام کا نام لینا۔

(۷) فحش

(۸) گناہ ہمیشہ حرام تھے اور سخت حرام ہو گئے۔

Marfat.com

(۹) کسی سے دنیوی لڑائی جھگڑا

(۱۰) جنگل کا شکار

(۱۱) اس کی طرف شکار کرنے کو اشارہ کرنا

(۱۲) یا کسی طرح بتانا

(۱۳) بندوق یا بارود یا اس کے ذبح کرنے کو چھری دینا

(۱۴) اس کے انڈے توڑنا

(۱۵) پر اکھیڑنا

(۱۶) پاؤں یا بازو توڑنا

(۱۷) اس کا دودھ دوہنا

(۱۸) اس کا گوشت یا

(۱۹) انڈے پکانا بھوننا

(۲۰) بیچنا

(۲۱) خریدنا

(۲۲) کھانا

(۲۳) اپنا دوسرے کا ناخن کترنا یا دوسرے سے اپنا کتروانا

(۲۴) سر سے پاؤں تک کہیں سے کوئی بال کسی طرح جدا کرنا

(۲۵) مونھ یا

(۲۶) سر کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا

(۲۷) بستہ یا کپڑے کی بقچی یا گٹھڑی سر پر رکھنا

(۲۸) عمامہ باندھنا

(۲۹) برقع

(۳۰) دستانے پہننا

Marfat.com

(۳۱) موزے یا جرابیں وغیرہ جو وسط قدم کو چھپائے
(جہاں عربی جوتے کا تسمہ ہوتا ہے) پہننا اگر جوتیاں نہ ہوں تو موزے کا ٹکر پہنیں کہ وہ تسمہ کی جگہ نہ چھپے۔

(۳۲) سلا کپڑا پہننا

(۳۳) خوشبو بالوں یا

(۳۴) بدن یا

(۳۵) کپڑوں میں لگانا

(۳۶) ملاگیری یا کسم کیسر غرض کسی خوشبو کے رنگے کپڑے پہننا جب کہ ابھی خوشبو دے رہے ہوں۔

(۳۷) خالص خوشبو مشک، عنبر، زعفران، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی، زنجبیل وغیر وغیرہ کھانا۔

(۳۸) ایسی خوشبو کا آنچل میں باندھنا جس میں فی الحال مہک ہو۔ جیسے مشک، عنبر، زعفران

(۳۹) سر یا داڑھی کو خطمی یا کسی خوشبودار یا ایسی چیز سے دھونا جس سے جوئیں مر جائیں۔

(۴۰) وسمہ یا مہندی کا خضاب لگانا

(۴۱) گوند وغیرہ سے بال جمانا

(۴۲) زیتون یا

(۴۳) تل کا تیل اگرچہ بے خوشبو ہو بالوں یا بدن میں لگانا

(۴۴) کسی کا سر مونڈنا اگرچہ اس کا احرام نہ ہو۔

(۴۵) جوں مارنا

(۴۶) پھینکنا

(۴۷) کسی کو اس کے مارنے کا اشارہ کرنا

Marfat.com

(۴۸) کپڑا اس کے مارنے کو دھونا یا

(۴۹) دھوپ میں ڈالنا

(۵۰) بالوں میں پارہ وغیرہ اس کے مارنے کو لگانا غرض جوں کے ہلاک پر کسی طرح باعث ہونا۔

(الفتاویٰ الرضویہ: ج:10، ص:732 وغیرہ)

احرام میں چند چیزیں مکروہ ہیں

ان میں مندرجہ ذیل چیزیں مکروہ ہوں گی۔

(۱) بدن کا میل چھڑانا

(۲) بال یا بدن کھلی یا صابون وغیرہ سے خوشبو کی چیز سے دھونا

(۳) کنگھی کرنا

(۴) اس طرح کھجانا کہ بال ٹوٹنے یا جوئں کے گرنے کا اندیشہ ہو۔

(۵) انگرکھا کرتا چغہ پہننے کی طرح کندھوں پر ڈالنا۔

(۶) خوشبو کی دھونی دیا ہوا کپڑا ابھی خوشبو دے رہا ہو پہننا اوڑھنا

(۷) قصداً خوشبو سونگھنا اگرچہ خوشبودار پھل یا پتا جیسے لموں، نارنگی، پودینہ، عطر دانہ

(۸) عطر فروش کی دکان پر اس غرض سے بیٹھنا کہ خوشبو سے دماغ معطر ہوگا۔

(۹) سر یا

(۱۰) مونھ پر باندھنا

(۱۱) غلاف کعبہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف شریف سر یا مونھ سے لگے۔

(۱۲) ناک وغیرہ مونھ کا کوئی حصہ کپڑے سے چھپانا

(۱۳) کوئی بھی ایسی چیز کھانا پینا جس میں خوشبو پڑی ہو اور نہ وہ پکائی گئی ہو نہ بو زائل ہو

Marfat.com

گئی ہو

(۱۴) بے سلا کپڑا رفو کیا ہوا یا پیوند لگا ہوا پہننا

(۱۵) تکیہ پر مونھ رکھ کر اوندھا لیٹنا

(۱۶) مہکتی خوشبو ہاتھ سے چھونا جب کہ ہاتھ میں لگ نہ جائے ورنہ حرام ہے۔

(۱۷) بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ بے سے کپڑے میں لپیٹ کر

(۱۸) بلا عذر بدن پر پٹی باندھنا

(۱۹) سنگار کرنا

(۲۰) چادر اوڑھ کر اس کے آنچلوں میں گرہ دے لینا جیسے گاتی باندھتے ہیں۔ اس طرح یا کسی اور طرح پر جب کہ سر کھلا ہو ورنہ حرام ہے۔

(۲۱) یوہیں تہبند کے دونوں کناروں میں گرہ دینا

(۲۲) تہبند باندھ کر کمر بند یا رسی سے کسنا۔

(الفتاوی الرضویۃ: ج:10، ص:733 وغیرہ)

احرام میں جو باتیں جائز ہیں

احرام میں چند باتیں جائز ہیں جن کو حجاج کرام کر سکتے ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) انگرکھا کرتہ چغہ لیٹ کر اوپر سے اس طرح ڈال لینا کہ سر اور مونھ نہ چھپے۔

(۲) ان چیزوں یا پاجامہ کا تہبند باندھ لینا

(۳) چادر کے آنچلوں کو تہبند میں گھرسنا

(۴) ہمیانی یا

(۵) پٹی

(۶) ہتھیار باندھنا

Marfat.com

(۷) بے میل چھڑائے حمام کرنا

(۸) پانی میں غوطہ لگانا

(۹) کپڑے دھونا جبکہ جوں مارنے کی غرض سے نہ ہو۔

(۱۰) مسواک کرنا

(۱۱) کسی چیز کے سایہ میں بیٹھنا

(۱۲) چھتری لگانا

(۱۳) انگوٹھی پہننا

(۱۴) بے خوشبو کا سرمہ لگانا

(۱۵) داڑھ اکھاڑنا

(۱۶) ٹوٹے ہوئے ناخن کو جدا کرنا

(۱۷) دنبل یا پھنسی توڑ دینا

(۱۸) ختنہ کرنا

(۱۹) فصد

(۲۰) بغیر بال مونڈے پچھنے کرنا

(۲۱) آنکھ میں جو بال نکلے اسے جدا کرنا

(۲۲) سر یا بدن اس طرح آہستہ کھجانا کہ بال نہ ٹوٹے

(۲۳) احرام سے پہلے جو خوشبو لگائی اس کا لگا رہنا

(۲۴) پالتو جانور اونٹ گائے بکری مرغی وغیرہ ذبح کرنا

(۲۵) پکانا

(۲۶) کھانا

(۲۷) اس کا دودھ دوہنا

(۲۸) اس کے انڈے توڑنا بھونا کھانا

Marfat.com

(۲۹) جس جانور کو غیر محرم نے شکار کیا اور کسی محرم نے اس کے شکار یا ذبح میں کسی طرح کی مدد نہ کی ہو اس کا کھانا بشرطیکہ وہ جانور نہ حرم کا ہو حرم میں ذبح کیا گیا ہو۔

(۳۰) کھانے کے لئے مچھلی کا شکار کرنا

(۳۱) دوا کے لئے کسی دریائی جانور کا مارنا، دوا یا غذا کیلئے نہ ہو تفریح کے لئے ہو جس طرح لوگوں میں رائج ہے تو شکار دریا کا ہو یا جنگل کا خود ہی حرام ہے اور احرام میں سخت حرام۔

(۳۲) بیرون حرم کی گھاس اکھاڑنا یا

(۳۳) درخت کاٹنا

(۳۴) چیل

(۳۵) کوا

(۳۶) چوہا

(۳۷) گرگٹ

(۳۸) چھپکلی

(۳۹) سانپ

(۴۰) بچھو

(۴۱) کھٹمل

(۴۲) مچھر

(۴۳) پسو

(۴۴) مکھی وغیرہ خبیث و موذی جانوروں کا مارنا اگرچہ حرم میں ہو۔

(۴۵) منہ اور سر کے سوا کسی اور جگہ زخم پر پٹی باندھنا

(۴۶) سرہانا

(۴۷) گال کے نیچے تکیہ رکھنا

Marfat.com

(۴۸) سریا

(۴۹) ناک پر اپنا دوسرے کا ہاتھ رکھنا

(۵۰) کان کپڑے سے چھپانا

(۵۱) ٹھوڑی سے نیچے داڑھی پر کپڑا آنا

(۵۲) سر پر سینی یا بوری اٹھانا

(۵۳) جس کھانے کے پکنے میں مشک وغیرہ پڑے ہوں اگرچہ خوشبو دیں یا

(۵۴) بے پکائے جس میں کوئی خوشبو ڈالی اور وہ بو نہیں دیتی اس کا کھانا پینا

(۵۵) گھی یا چربی یا کڑوا تیل یا ناریل یا بادام کدو، کاہو کا تیل کہ بسیانہ ہو بالوں یا بدن میں لگانا

(۵۶) خوشبو رنگے کپڑے پہننا جبکہ ان کی خوشبو جاتی رہی ہو مگر کسم، کیسر کا رنگ مرد کو ویسے ہی حرام ہے۔

(۵۷) دین کے لئے جھگڑا کرنا بلکہ حسب حاجت فرض وواجب ہو۔

(۵۸) جوتا پہننا جو پاؤں کے اسی جوڑ کو نہ چھپائے۔

(۵۹) بے سلے کپڑے میں لپیٹ کر تعویذ گلے میں ڈالنا

(۶۰) آئینہ دیکھنا

(۶۱) ایسی خوشبو کا چھونا جس میں فی الحال مہک نہیں جیسے اگر، لوبان، صندل یا

(۶۲) اس کا آنچل میں باندھنا

(۶۳) نکاح کرنا

(الفتویٰ الرضویہ:ص:734ج10وغیرہ)

مرد اور عورت کے احرام میں چند چیزوں کا فرق

گزشتہ احکام جو ذکر کئے گئے ہیں ان میں مرد اور عورت برابر ہیں مگر عورتوں کے لئے چند احکام جو ذکر کئے گئے ہیں ان میں مرد اور عورت برابر ہیں مگر عورتوں کے لئے چند احکام مختلف ہیں۔ جو عورتوں کے لئے جائز ہیں۔

Marfat.com

(۱) سر چھپانا بلکہ نامحرم کے سامنے اور نماز میں فرض ہے تو سر پر بستر بقچہ اٹھانا بدرجہ اولیٰ
(۲) گوند وغیرہ سے بال جمانا
(۳) سر وغیرہ پر پٹی خواہ بازو یا گلے پر تعویذ باندھنا اگرچہ سی کر بھی ہو۔
(۴) غلاف کعبہ کے اندر یوں داخل ہونا کہ سر پر رہے منہ پر نہ آئے کیونکہ عورت کو بھی منہ پر کپڑا ڈالنا حرام ہے۔
(۵) دستانے، موزنے، سلے کپڑے پہننا
(۶) عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے کہ نامحرم سنے۔ ہاں اتنی آواز پر پڑھنے میں ہمیشہ سب کو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز آئے۔
(۷) احرام میں عورت کو اپنا منہ چھپانا حرام ہے۔ نامحرم کے آگے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا سامنے رکھے۔

خبردار

جو باتیں احرام میں ناجائز ہیں وہ اگر کسی عذر سے بھول کر ہوں تو گناہ نہیں مگر ان پر جو جرمانہ وغیرہ مقرر ہے ہر طرح دینا آئے گا اگرچہ بے قصد ہوں یا سہواً یا کوئی جبراً کرائے یا سونے میں ہو جائیں۔ بہر حال جرمانہ دینا ہوگا۔

حرم پاک میں داخلی

حرم ایک مقدس مقام ہے اس میں جتنا نیکی پر زیادہ ثواب ہے اتنا ہی زیادہ گناہ بھی ہے۔ حرم شریف مکہ مکرمہ سمیت اس کے اردگرد کافی دور تک پھیلا ہوا ہے اور ہر جانب سے اس کی حدیں مقرر ہیں۔ جدہ سے مکہ مکرمہ میں آتے وقت حدیبیہ کا مقام آتا ہے۔ یہاں سے حرم شریف کی حد شروع ہوتی ہے۔

حرم شریف کے بہت سے فضائل احادیث مبارکہ کی روشنی میں وارد ہوئے ہیں جن میں سے حجاج کرام کے عشق اور تڑپ کو بڑھانے کے لئے اور حرم شریف کے ادب کے

Marfat.com

لئے چند احادیث مبارکہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

کعبہ معظمہ کی شکایت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کعبہ کے لئے زبان اور ہونٹ ہیں۔ اس نے شکایت کی کہ اے رب! میرے پاس آنے والے اور میری زیارت کرنے والے کم ہیں۔ اللہ (عزوجل) نے وحی کی کہ "میں خشوع کرنے، سجدہ کرنے والے آدمیوں کو پیدا کروں گا جو تیری طرف ایسے مائل ہوں گے جیسے کبوتری اپنے انڈے کی طرف مائل ہوتی ہے۔ (المعجم الاوسط: ج:4، ص:305)

روز قیامت تک حرم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یہ ارشاد فرمایا: اس شہر کو اللہ (عزوجل) نے حرم (بزرگ) کردیا ہے جس دن آسمان و زمین کو پیدا کیا تو وہ روز قیامت تک کے لئے اللہ (عزوجل) کے کیے سے حرم ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس میں قتال حلال نہ ہوا اور میرے لئے صرف تھوڑے سے وقت میں حلال ہوا۔ اب پھر وہ قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ نہ یہاں کا کاٹنے والا درخت کاٹا جائے نہ اس کا شکار بھگایا جائے اور نہ یہاں کا پڑا ہوا مال کوئی اٹھائے مگر جو اعلان کرنا چاہتا ہو (اسے اٹھانا جائز ہے) اور نہ یہاں کی تر گھاس کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر اذخر (ایک قسم کی گھاس ہے کہ اس کے کاٹنے کی اجازت دیجئے) کہ یہ لوہاروں اور گھروں کے بنانے میں کام آتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دیدی۔

(صحیح مسلم: کتاب الحج: ص:706)

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ میں تشریف لاتے وقت غسل فرمانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لاتے تو ذی طویٰ میں رات گزارتے، جب صبح ہوتی غسل کرتے اور نماز پڑھتے اور دن میں داخل مکہ ہوتے اور جب مکہ سے تشریف لے جاتے تو صبح تک ذی طویٰ میں قیام فرماتے۔

(مشکوٰۃ المصابیح: کتاب المناسک: ج:2،ص:86)

حرم شریف کی حرمت کرنے والے خیر پر

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ امت ہمیشہ خیر کے ساتھ رہے گی جب تک اس حرمت کی پوری تعظیم کرتی رہے گی اور جب لوگ اسے ضائع کر دیں گے، ہلاک ہو جائیں گے۔ (سنن ابن ماجہ: ابواب المناسک: ج:3،ص:519)

جب مکہ مکرمہ کی حاضری قریب ہو تو کیا کریں

جب حرم مکہ کی حدود میں داخل ہو جائیں تو سر جھکائے، آنکھیں شرم گناہ سے نیچی کیے خشوع وخضوع سے داخل ہوں اور ہو سکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک ودعا کی کثرت کریں اور بہتر یہ ہے کہ دن میں نہا کر داخل ہو اور جوں ہی کعبہ معظمہ پر نظر پڑے تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّیْ بِهَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ فِیْهَا رِزْقًا حَلَالًا

اور درود شریف کی کثرت کریں۔

جب مکہ معظمہ میں پہنچ جائے تو سب سے پہلے مسجد الحرام میں جائے۔ کھانے پینے، کپڑے بدلنے، مکان کرایہ لینے وغیرہ دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہو۔ ہاں اگر عذر ہو مثلاً سامان کو چھوڑتا ہے تو ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو محفوظ جگہ رکھوانے اور کسی

Marfat.com

ضروری کام میں مشغول ہوا تو حرج نہیں اور اگر چند شخص ہوں تو بعض اسباب اتروانے میں مشغول ہوں اور بعض مسجد الحرام شریف کو چلے جائیں۔

☆ ذکر خدا اور رسول اور اپنے تمام مسلمانوں کے لئے دعائے فلاح دارین کرتا ہوا باب السلام تک پہنچے اور اس آستانہ پاک کو چوم کر پہلے سیدھا پاؤں داخل کریں پھر یہ دعا جو مسجد میں داخل ہوتے وقت پڑھتے تھے یہاں بھی پڑھ لیں۔

بِسْمِ اللہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ۔

جب اندر داخل ہو جائیں تو یہاں پر نفلی اعتکاف کی نیت کر لیں کیونکہ یہاں پر ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے لہٰذا ثواب کے انبار لگنا شروع ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو زم زم پینا، کھانا اور سونا وغیرہ بھی جائز ہو جائے گا۔

لہٰذا اعتکاف کی نیت اس طرح کر لیں۔

نَوَیْتُ سُنَّتَ الْاِعْتِکَافِ ۔

جب کعبہ معظّمہ پر پہلی نظر پڑے

جب آپ اندر ہو گئے تو جونہی کعبہ معظمہ پر پہلی نظر پڑے تو تین بار

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ

پڑھیں اور درود شریف پڑھ کر دعا مانگیں کیونکہ جب کعبہ معظمہ پر پہلی نظر پڑتی ہے تو اس وقت مانگی جانے والی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا دعا اس طرح کر لیں کہ یا اللہ عزوجل میں جب بھی کوئی جائز دعا تیری بارگاہ سے مانگا کروں تو وہ قبول ہو جائے۔

جب مکہ معظّمہ پہنچ جائے تو کیا کرے

جب مکہ معظمہ میں داخل ہو جائیں تو طواف کریں کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ میں داخل ہو جاتے تو طواف کیا کرتے

Marfat.com

تھے۔

حجاج کرام کے جذبے اور عشق کو بڑھانے کے لئے چند احادیث مبارکہ عرض کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا داخل ہوتے ہی پہلے طواف کرنا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے مکہ میں تشریف لائے، سب کاموں سے پہلے وضو کر کے بیت اللہ کا طواف کیا۔ (صحیح البخاری: کتاب الحج: ج:1،ص:541)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ اسود کو بوسہ دینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو حجر اسود کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسے بوسہ دیا پھر طواف کیا پھر صفا کے پاس آئے اور اس پر چڑھے یہاں تک کہ بیت اللہ نظر آنے لگا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر ذکر الٰہی میں مشغول رہے جب تک خدا (عزوجل) نے چاہا اور دعا کی۔ (سنن ابی داؤد: کتاب المناسک ج:2،ص:255)

ہر قدم اٹھانے کے بدلے دس نیکیاں

امام احمد نے عبید بن عمیر سے روایت کی

کہتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ آپ حجر اسود رکن یمانی کو بوسہ دیتے ہیں؟ جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ان کو بوسہ دینا خطاؤں کو گرا دیتا ہے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے سات پھیرے طواف کیا اس طرح کہ اس کے آداب کو ملحوظ رکھا اور دو رکعت نماز پڑھی تو یہ گردن آزاد کرنے کی مثل ہے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ طواف میں ہر قدم کہ اٹھاتا اور رکھتا ہے۔ اس پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دس گناہ

Marfat.com

مٹائے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کئے جاتے ہیں۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، ج:2،ص:202)

ہر قدم کے بدلے ستر ہزار نیکیاں

اصبہانی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی

کہتے ہیں جس نے کامل وضو کیا پھر حجر اسود کے پاس بوسہ دینے کو آیا وہ رحمت میں داخل ہوا پھر جب بوسہ دیا اور یہ پڑھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اسے رحمت نے ڈھانک لیا پھر جب بیت اللہ کا طواف کیا تو ہر قدم کے بدلے ستر ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور ستر ہزار گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور ستر ہزار درجے بلند کئے جائیں گے اور اپنے گھر والوں میں ستر کی حفاظت کرے گا پھر جب مقام ابراہیم پر آیا اور وہاں دو رکعت نماز ایمان کی وجہ سے اور طلب ثواب کے لئے پڑھی تو اس کے لئے اولاد اسماعیل میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھا جائے گا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے آج اپنی ماں سے پیدا ہوا۔ (الترغیب والترہیب: کتاب الحج: ج:2،ص:124)

طواف کرنے والا کوئی لغویات نہ کرے تو ایسے جیسے گردن آزاد کی

طبرانی کبیر میں محمد بن منکدر سے راوی وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو بیت اللہ کا سات پھیرے طواف کرے اور اس میں کوئی لغویات نہ کرے تو ایسا ہے جیسے گردن آزاد کی۔

(المعجم الکبیر: ج:20،ص:360)

اللہ تعالیٰ ہر روز ایک سو بیس رحمت نازل فرماتا ہے

بیہقی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ

Marfat.com

رسول اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ بیت الحرام کے حج کرنے والوں پر ہر روز اللہ تعالیٰ ایک سو بیس رحمت نازل فرماتا ہے۔ ساٹھ طواف کرنے والوں کے لئے اور چالیس نماز پڑھنے والوں کے لئے اور بیس نظر کرنے والوں کے لئے۔

(الترغیب والترهیب، ج:2،ص:123)

طواف کرنیوالا گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے آج اپنی ماں سے پیدا ہوا

ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے پچاس مرتبہ طواف کیا گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے آج اپنی ماں سے پیدا ہوا۔

(جامع الترمذی: ابواب الحج: ج:2،ص:244)

رحمت میں اپنے پاؤں سے چلنے والا

ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رکن یمانی پر ستر ہزار فرشتے موکل ہیں جو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

وہ فرشتے آمین کہتے ہیں اور جو سات پھیرے طواف کرے اور یہ پڑھتا رہے۔

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

اس کے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور دس درجے بلند کئے جائیں گے اور جس نے طواف میں یہی کلام پڑھے اور وہ رحمت میں اپنے پاؤں سے چل رہا ہے جیسے کوئی پانی میں پاؤں سے چلتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ابواب المناسک، ج:3،ص:439)

Marfat.com

عمرہ کا طریقہ اور طواف شروع کرنے سے پہلے کیا کرے

☆ طواف شروع کرنے سے پہلے مرد اضطباع کرے یعنی چادر سیدھے ہاتھ کی بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں پلے الٹے کندے پر اس طرح ڈال لیں کہ سیدھا کندھا کھلا رہے۔

☆ اب کعبہ کی طرف منہ کر کے حجر اسود کی دہنی طرف رکن یمانی کی جانب سنگ سود کے قریب یوں کھڑا ہو کہ تمام پتھر اپنے داہنے ہاتھ کو رہے۔ آپ کی آسانی کے لئے ںواف کی .گہ میں حجر اسود کی سیدھ میں ناسی رنگ کا پٹا بنا دیا گیا ہے تاکہ بھیڑ میں طواف کرنے والا فرش پر دیکھ کر آسانی سے حجر اسود کی سمت معلوم کرلیں اور سعودی حکومت نے وہاں پر سبز ٹیوب لائٹ لگائی ہوئی ہے جس سے طواف کرنے والوں کو رہنمائی حاصل ہوتی رہتی ہے اور وہ آسانی سے طواف کرتے ہیں۔ اب حجر اسود آپ کے سیدھے ہاتھ کی طرف ہو جائے گا پھر اس مقام پر کھڑے ہو کر بغیر ہاتھ اٹھائے یوں طواف کی نیت کریں۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِكَ الْحَرَامِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ"

اے اللہ (عزوجل) میں تیرے عزت والے گھر کا طواف کرنا چاہتا ہوں اس کو تو میرے لئے آسان کر اور اس کو مجھ سے قبول کر۔

ضروری گزارش

اگر کسی کو یہ دعا عربی میں یاد نہ ہو تو اپنی مادری زبان میں بھی کہہ سکتے ہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ زبان سے کہیں بلکہ دل میں بھی نیت کر سکتے ہیں مگر زبان سے کہہ لینا افضل ہے۔

☆ اس نیت کے بعد کعبہ معظمہ کی طرف منہ کئے سیدھے ہاتھ کی جانب تھوڑا سا سر کئے اور فرش پر بنے ہوئے ناسی رنگ کے پٹے پر کھڑے ہو جائیے اب حجر اسود آپ کے

Marfat.com

سامنے ہے اور یوں دونوں ہاتھ اس طرح اٹھایئے کہ ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف ہوں اور پھر یہ پڑھئے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ"

اب اگر میسر ہو سکے تو حجر اسود پر دونوں ہتھیلیاں اور ان کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ دو کہ آواز نہ پیدا ہو۔ تین بار ایسا ہی کرو یہ نصیب ہو تو کمال سعادت ہے یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا ہے۔ زہے خوش نصیب کہ تمہارا منہ وہاں تک پہنچے اور ہجوم کے سبب نہ ہو سکے تو نہ اوروں کو ایذا دو نہ آپ خود تکلیف میں ہو بلکہ ہاتھ سے چھو کر اسے چوم لو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو لکڑی لگا کر چوم لو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے انہیں بوسہ دے لو۔ یہی بات کیا کم درجہ کی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ لعیہ وسلم کے منہ اقدس رکھنے کی جگہ پر نگاہیں پڑ رہی ہیں اور تم گویا عشق و مستی اور تڑپتی ہوئی نگاہوں سے اپنی پیاس بجھا رہے ہو اور حجر اسود کو بوسہ دینے یا ہاتھ یا لکڑی سے چھو کر چوم لینے یا اشارہ کر کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں۔ اب کعبہ شریف کی طرف ہی چہرہ کئے ہوئے سیدھے ہاتھ کی طرف ہو جائیں جب حجر اسود آپ کے چہرے کے سامنے نہ رہے تو فوراً اسی طرح سیدھے ہو جائیں کہ خانہ کعبہ آپ کے الٹے ہاتھ کی طرف رہے اور چلتے وقت کسی کو دھکا وغیرہ نہ دیں کہ یہ مسلمانوں کو ایذا دینا ہے اور مسلمانوں کو ایذا دینا حرام ہے۔

☆ پہلے تین پھیروں میں مرد رمل کرتا چلے یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتا، شانے ہلاتا جیسے قوی و بہادر لوگ چلتے ہیں۔ نہ کودتا نہ دوڑتا جہاں زیادہ ہجوم ہو جائے اور رمل میں اپنی یا دوسرے کی ایذا ہو تو اتنی دیر تک رمل ترک کرے مگر رمل کی خاطر رکے نہیں بلکہ طواف میں مشغول رہے پھر جب موقع مل جائے تو جتنی دیر تک کے لئے ملے رمل کے ساتھ طواف کرے۔ طواف میں جس قدر ہو سکے تو مکہ معظمہ کے قریب ہو جائیں اور اتنا بھی

Marfat.com

قریب نہ ہوں کہ آپ کا کپڑا یا جسم دیوار کعبہ سے لگے۔ اگر قریب سے ہجوم کی وجہ سے رمل نہ ہو سکے تو اب اس صورت میں دور رہنا ہی افضل ہے۔

جب پہلا چکر شروع ہو جائے تو درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھ لیجئے۔

پہلے چکر کی دعا

سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِلِمَاتِكَ وَوَفَآءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ط

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّآئِمَةَ فِى الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ ط

جب رکن یمانی تک پہنچ جائیں تو یہ دعا پوری کر لیں، اب اگر تنگی نہ ہو تو دونوں سے رکن یمانی کو چھو لیں۔ اگر موقع ملے تو رکن یمانی کو بوسہ بھی دے دیں مگر اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ قدم اور سینہ کعبہ معظمہ کی طرف نہ ہوں۔ اگر آپ کو چومنے اور چھونے کا موقع نہیں بھی ملتا تو یہاں ہاتھوں کو چومنا سنت نہیں ہے اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی میں رکن یمانی کی طرف دور سے ہاتھ لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں یہ کسی بھی سنت سے ثابت نہیں ہے۔ اب تین کونوں کا طواف پورا ہو گیا۔ اس کے بعد چوتھے رکن اسود کی طرف بڑھیں۔ رکن یمانی اور رکن اسود کی درمیانی دیوار کو مستجاب کہتے ہیں۔ یہ ایسا مقام ہے کہ جہاں دعا پر آمین کہنے کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر ہیں۔ لہٰذا یہاں پر خوب دعا کریں اگر ہو سکے تو تمام امت مسلمہ کے لئے دعا کریں اور مجھ پاپی بدکار کے لئے بھی دعا کریں۔

Marfat.com

جب حجر اسود کے قریب پہنچ گئے تو آپ کا ایک چکر پورا ہو گیا۔ اب اسی ناسی پٹی پر قبلہ رو حجر اسود کی طرف منہ کر لیں۔ اس مقام پر دوبارہ نیت کی ضرورت نہیں بلکہ وہ تو پہلے ہی چکر پر کر لی تھی۔ اب دوسرا چکر شروع کرنے کے لئے جس طرح پہلے چکر میں دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے تھے ویسے ہی اٹھا کر یہ دعا پڑھ لیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ط پھر استلام کریں۔ یعنی اگر موقع ملتا ہے تو حجر اسود کو بوسہ دے لیں ورنہ ہاتھ سے اشارہ کر کے چوم لیں۔ جس طرح پہلے تھوڑا سا سرکے تھے اب بھی سرک جائیے جب حجر اسود سامنے نہ رہے تو فوراً ویسے ہی کعبہ معظمہ کو بائیں ہاتھ کی طرف لئے طواف میں مشغول ہو جائیں اور درود شریف پڑھ کر دوسرے چکر کی دعا پڑھ لیں اور وہ دعا یہ ہے۔

دوسرے چکر کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا الْبَیْتَ بَیْتُکَ وَالْحَرَمَ حَرَمُکَ وَالْاَمْنَ اَمْنُکَ وَالْعَبْدَ عَبْدُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَھٰذَا مَقَامُ الْعَآئِذِ بِکَ مِنَ النَّارِ ط فَحَرِّمْ لُحُوْمَنَا وَبَشَرَتَنَا عَلَی النَّارِ ط اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَکَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ ط اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ ط اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ط

رکن یمانی کے مقام پر پہنچنے سے پہلے یہ دعا ختم کر دیں اب اگر موقع ملتا ہے تو پہلے کی طرح بوسہ لے لیں یا پھر اسی طرح چھو کر درود شریف پڑھ کر حجر اسود کی طرف بڑھتے ہوئے دعائیں کریں۔ دعا یہاں پر کوئی بھی نیک حاجات والی کر سکتے ہیں۔

☆ اب آپ حجر اسود کے مقام کے قریب پہنچ گئے ہیں اب دوسرا چکر بھی پورا ہو گیا پھر ویسے کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر یہ دعا پڑھ لیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ

Marfat.com

اللہِ ط

جب دعا پڑھ لیں تو پھر استلام کریں یعنی بوسہ دے لیں یا ہاتھ سے اشارہ کرکے چوم لیں۔

اب تیسرا چکر پہلے ہی طریقے کی طرح شروع کر دیں اور درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھ لیں۔

تیسرے چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْٓءِ الْاَخْلَاقِ وَسُوْٓءِ الْمَنْظَرِ وَالْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سَخَطِكَ وَالنَّارِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ط

یہ دعا رکن یمانی تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر لیں اور پہلے ہی کی طرح عمل کرتے ہوئے درود شریف پڑھ کر حجر اسود کی طرف بڑھیں اور جو دعائیں کرنا چاہیں خوب دعائیں کریں۔

☆ اب آپ حجر اسود کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اب اس مقام پر آپ کا تیسرا چکر بھی پورا ہوا۔ پھر پہلے ہی کی طرح اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر یہ دعا بھی پڑھ لیں۔

بِسْمِ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللہُ اَکْبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ ط

جب یہ دعا پڑھ لیں تو پھر استلام کیجئے یعنی موقع ملے تو حجر اسود کو بوسہ دیں ورنہ

Marfat.com

ہاتھ سے اشارہ کر کے اسے چوم لیں اور پھر چوتھا چکر شروع کر دیں مگر یہاں پر آپ رمل نہیں کریں گے کیونکہ رمل تین پھیروں میں کرنا ہوتا ہے۔

اب آپ کو ویسے ہی درمیانی چال کے ساتھ باقی تمام پھیرے مکمل کرنے ہیں۔

☆ اب آپ درود شریف پڑھ کر چوتھے چکر کی دعا پڑھ لیں۔

اور چوتھے چکر کی دعا یہ ہے۔

چوتھے چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّعَمَلاً صَالِحًا مَّقْبُوْلاً وَّتِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ يَا عَالِمَ مَا فِي الصُّدُوْرِ اَخْرِجْنِيْ يَا اَللّٰهُ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ ط اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ وَّالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ ط رَبِّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَآ اَعْطَيْتَنِيْ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَآئِبَةٍ لِّيْ مِنْكَ بِخَيْرٍ ط ۔

اب یہ دعا رکن یمانی تک ختم کر دیں پھر پہلے ہی کی طرح عمل کرتے ہوئے حجر اسود کی طرف بڑھیں اور درود شریف پڑھ کر خوب دعائیں کریں۔

☆ اب آپ پھر حجر اسود پر دوبارہ آ پہنچے ہیں لہٰذا اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر یہ دعا پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ط

☆ یہ دعا پڑھنے کے بعد استلام مذکورہ طریقے سے کریں یعنی موقع ہو تو حجر اسود کو بوسہ دے لیں ورنہ اسی طرح ہاتھ سے اشارہ کر کے اسے چوم لیں۔

Marfat.com

☆ اب پانچواں چکر شروع کر دیں اور درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھیں۔

پانچویں چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ وَلَا بَاقِیَ اِلَّا وَجْهَكَ وَاسْقِنِیْ مِنْ حَوْضِ نَبِیِّكَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَرْبَةً هَنِیْئَةً مَرِیْئَةً لَا نَظْمَأُ بَعْدَهَا اَبَدًا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعِیْمَهَا وَمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ ط وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا یُقَرِّبُنِیْ اِلَیْهَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ اَوْ عَمَلٍ ۔

☆ یہ دعا رکن یمانی تک ختم کر کے پہلے ہی کی طرح حجر اسود کی طرف بڑھیں اور درود شریف کے بعد کوئی بھی دعا کریں۔

☆ پھر حجر اسود پر آ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر یہ دعا پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ط

☆ اب یہ دعا پڑھ کر استلام کریں یعنی اگر موقع مل جائے تو بوسہ دیں ورنہ ہاتھ سے اشارہ کر کے چوم لیں۔

☆ اب پہلے کی طرح عمل کرتے ہوئے چھٹا چکر شروع کیجئے اور درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھیں۔

چھٹے چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَیَّ حُقُوْقًا كَثِیْرَةً فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ وَحُقُوْقًا

Marfat.com

كَثِيْرَةً فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَلْقِكَ اَللّٰهُمَّ مَا كَانَ لَكَ مِنْهَا فَاغْفِرْهُ لِيْ وَمَا كَانَ لِخَلْقِكَ فَتَحَمَّلْهُ عَنِّيْ وَاَغْنِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِطَاعَتِكَ عَنْ مَعْصِيَتِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنَّ بَيْتَكَ عَظِيْمٌ وَّوَجْهَكَ كَرِيْمٌ وَّاَنْتَ يَا اَللّٰهُ حَلِيْمٌ كَرِيْمٌ عَظِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ۔

☆ یہ دعا رکن یمانی تک پڑھ کر ختم کر دیں پھر پہلے ہی کی طرح عمل کرتے ہوئے حجر اسود کی طرف بڑھیں اور درود شریف پڑھ کر کوئی بھی دعا کریں۔

☆ پھر پہلے کی طرح دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر یہ دعا پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ط

☆ اب یہ دعا پڑھ کر حجر اسود کا استلام کریں یعنی اگر موقع ملے تو بوسہ دے لیں ورنہ ہاتھ سے اشارہ کر کے چوم لیں۔

☆ اب آخری اور ساتواں چکر شروع کریں اور درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھیں۔

ساتویں چکر کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا كَامِلًا وَّيَقِيْنًا صَادِقًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّلِسَانًا ذَاكِرًا وَّرِزْقًا حَلَالًا طَيِّبًا وَّتَوْبَةً نَّصُوْحًا وَّتَوْبَةً قَبْلَ الْمَوْتِ وَرَاحَةً عِنْدَ الْمَوْتِ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَفْوَ عِنْدَ الْحِسَابِ وَالْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ وَالنَّجَاةَ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ط

☆ اب یہ دعا رکن یمانی پر آ کر ختم کر کے پہلے کی طرح عمل کریں اور درود شریف پڑھ

Marfat.com

کر دعا کریں جو مناسب ہو۔

☆ اب حجر اسود پر پہنچ کر آپ کے سات پھیرے مکمل ہو گئے ہیں۔

☆ اب آٹھویں بار پہلے کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر یہ دعا پڑھ لیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ط

☆ اب یہ دعا پڑھ کر استلام کریں یعنی موقع ملے تو حجر اسود کو بوسہ دیں ورنہ ہاتھ سے اشارہ کر کے چوم لیں۔

☆ اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ جب بھی طواف کریں تو پھیرے سات ہوں گے اور استلام آٹھ ہوں گے۔

☆ اب آپ اپنا سیدھا کندھا ڈھانپ لیں اور مقام ابراہیم علیہ السلام پر آ کر یہ دعا پڑھیں۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ط

☆ یہ دعا پڑھنے کے بعد اگر آپ کو مقام ابراہیم کے قریب جگہ ملتی ہے تو ٹھیک ورنہ مسجد حرام کے اندر جہاں بھی جگہ ملے دو رکعات نماز طواف ادا کر لیں مگر یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مکروہ اوقات نہ ہوں۔

☆ دو رکعات اس طرح پڑھیں۔

پہلی رکعات میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد پڑھیں۔

☆ نوٹ:

یہ نماز واجب ہے اور اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو طواف کے بعد فوراً پڑھنا سنت ہے۔
اکثر لوگ کندھا کو کھلا چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ یہ مکروہ تحریمی ہے۔
مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے نماز کے بارے میں آیا ہے کہ جو مقام ابراہیم کے

Marfat.com

پیچھے دو رکعتیں پڑھے اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور قیامت کے دن امن والوں میں محشور ہوگا۔

☆ یہ دو رکعتیں پڑھ کر اس طرح دعا مانگیں

مقام ابراہیم کی دعا

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَ تعلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤْلِیْ وَ تَعلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ اِیْمَانًا یُّبَاشِرُ قَلْبِیْ وَ یَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَا یُصِیْبُنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرِضًا مِنْكَ بِمَا قَسَمْتَ لِیْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

ملتزم سے لپٹنا

نمازوں سے فارغ ہو کر ملتزم پر تشریف لائیں اور قریب حجر اسود سے لپٹ جائیں اور اپنا سینہ اور پیٹ اور کبھی داہنا رخسار اور کبھی بایاں رخسار اس پر رکھیں اور دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار پر پھیلا دیں یا داہنا ہاتھ دروازہ کعبہ اور بایاں حجر اسود کی طرف پھیلائیں اور پڑھیں۔ یَا وَاجِدُ یَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّیْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَیَّ

حدیث شریف میں آیا ہے۔

جب میں چاہتا ہوں جبرائیل کو دیکھتا ہوں کہ ملتزم سے لپٹے ہوئے یہ دعا کر رہے ہیں۔ (الفتاوی الرضویہ ج،10،ص:742)

اب یہاں پر خوب رو رو کر گڑ گڑا کر اپنی اور تمام امت مسلمہ کے لئے دعا مانگئے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں قبولیت ہی قبولیت ہے اور درود شریف پڑھیں۔ پھر یہ بھی ایک دعا پڑھ لیں۔

- اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا

Marfat.com

وَاِخْوَانِنَا وَاَوْلَادِنَا مِنَ النَّارِ یَا ذَاالْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَالْفَضْلِ وَالْمَنِّ وَالْعَطَآءِ وَالْاِحْسَانِ اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَاقِفٌ تَحْتَ بَابِکَ مُلْتَزِمٌ بِاَعْتَابِکَ مُتَذَلِّلٌ بَیْنَ یَدَیْکَ اَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَاَخْشٰی عَذَابَکَ مِنَ النَّارِ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ ط اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اَنْ تَرْفَعَ ذِکْرِیْ وَتَضَعَ وِزْرِیْ وَتُصْلِحَ اَمْرِیْ وَتُطَھِّرَ قَلْبِیْ وَتُنَوِّرَ لِیْ فِیْ قَبْرِیْ وَتَغْفِرَلِیْ ذَنْبِیْ وَاَسْئَلُکَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّۃِ اٰمِیْن ۔

ضروری مسئلہ

ملتزم کے پاس نماز طواف کے بعد آنا اس طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہے اور جس کے بعد سعی نہ ہو اس میں نماز سے پہلے ملتزم سے پہلے پھر مقام ابراہیم کے پاس جا کر دو رکعات نماز پڑھے۔ (المسلک المتقسط: ص:138)

آب زم زم پر حاضر ہونا

پھر آب زم زم پر آجائیں اور قبلہ رو کھڑے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر تین سانسوں میں پیٹ بھر کر جتنا پی سکتے ہیں پیو۔ ہر بار بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے شروع کریں اور الحمد للہ پر ختم کریں اور ہر بار کعبہ معظمہ کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ لیں، باقی پانی جسم پر بھی ڈال لیں۔ منہ اور سر اور بدن پر اس سے مسح کریں اور پیتے وقت دعا کریں کہ قبول ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

زم زم جس مراد سے پیا جائے اسی کے لئے ہے۔

(سنن ابن ماجہ: کتاب المناسک: ج:3، ص:490)

اس وقت کی دعا یہ ہے۔

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَعِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَّاسِعًا وَّشِفَآءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ ط

کبھی قیامت کی پیاس سے بچنے کو پیو، کبھی عذاب قبر سے محفوظی کو، کبھی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تڑپنے کو، کبھی وسعت رزق، کبھی شفائے امراض کبھی حصول علم اور کبھی خاص خاص مرادوں کے لئے پیو غرض جو بھی نیت نیک کرو گے دعا قبول ہوگی۔

صفا مروہ کی سعی

اب اگر کوئی مجبوری یا تھکن وغیرہ نہ ہو تو ابھی ورنہ آرام کر کے صفا مروہ میں سعی کے لئے پھر حجر اسود کے پاس آ جائیں اور اسی طرح تکبیر وغیرہ کہہ کر چومو اور نہ ہو سکے تو اس کی طرف منہ کر کے

اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ

اور درود پڑھتے ہوئے فوراً باب صفا سے جانب صفا روانہ ہوں، یا اس طرح کر لیں۔

جب سعی کے لئے تیار ہو جائیں تو اس وقت کندھا کھلا رکھنا سنت نہیں ہے۔ اب سعی کے لئے حجر اسود کا پہلے کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر یہ دعا پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ط

اب دعا پڑھنے کے بعد باب الصفا پر آ جائیں۔ کوہ صفا چونکہ مسجد حرام سے اور باہر ہی واقع ہے لہٰذا ہمیشہ جیسے مسجد سے باہر نکلتے وقت الٹا پاؤں نکالتے تھے۔ یہاں بھی الٹا پاؤں نکال کر یہ دعا پڑھ لیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ

☆ اب درود و سلام پڑھتے ہوئے صفا پر اتنا چڑھیں کہ کعبہ معظمہ نظر آ جائے اور

Marfat.com

اس مقام پر اگر معمولی سا بھی چڑھیں گے تو نظر آ جائے گا۔ اس سے اوپر چڑھنے کی حاجت نہیں اور یہ زیادہ اوپر چڑھنا خلاف سنت ہے۔

☆ سیڑھی پر چڑھنے سے پہلے یہ دعا پڑھیں۔

اَبْدَءُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۔

☆ اب کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک دعا کی طرح پھیلے ہوئے اٹھاؤ اور اتنی دیر تک ٹھہرو جتنی دیر میں مفصل کی کوئی سورت یا سورۂ بقر کی پچیس آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے پھر خوب رو رو کر گڑگڑا کر اپنی اور تمام امت مسلمہ کے لئے مغفرت کی دعا کریں کہ یہ مقام دعا کی مقبولیت کا ہے۔

☆ اب درود شریف پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھ لیں۔

کوہ صفا کی دعا

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط اَللّٰهُ اَكْبَرُ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَاهَدٰنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَوْلَانَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا اَلْهَمَنَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِیْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ” لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَصَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔ اَللّٰهُمَّ كَمَا هَدَيْتَنِیْ

Marfat.com

لِلْاِسْلَامِ اَسْئَلُكَ اَنْ لَّا تَنْزِعَهُ مِنِّیْ حَتّٰی تَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ ط سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط۔

☆ جب دعا ختم کرلیں تو ہاتھوں کو چھوڑ دیں اور درود شریف پڑھ کر سعی کی نیت دل میں کرلیں۔

نیت اس طرح کریں۔

سعی کی نیت

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ۔

اے اللہ (عزوجل) میں تیری رضا اور خوشنودی کی خاطر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے سات چکر کرنے کا ارادہ کررہا ہوں تو اسے میرے لئے آسان فرمادے اور اسے قبول فرما۔

صفا مروہ سے اترنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اسْتَعْمِلْنِیْ بِسُنَّةِ نَبِیِّكَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی مِلَّتِهٖ وَاَعِذْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

☆ اب صفا سے ذکر و درود میں مشغول درمیانہ چال چلتے ہوئے جانب مروہ چلیں۔ جوں ہی پہلا سبز میل آئے مرد دوڑنا شروع کردیں اور سوار سواری کو تیز کردیں مگر

Marfat.com

احتیاط کریں کہ کسی کو ایذا نہ پہنچے اگر بھیڑ ہے تو رک جائیں اگر امید ہے بھیڑ کم ہونے کی۔

دوڑتے وقت یہ یاد رکھیں کہ کسی کو ایذا نہ پہنچے کہ یہاں پر دوڑنا سنت ہے۔اب جو عورتیں ہیں وہ نہ دوڑیں بلکہ میانہ روی چال چلیں۔

☆ اب مرد دوڑتے ہوئے اور عورت چلتے ہوئے یہ دعا پڑھیں۔

سبز میلوں کے درمیان پڑھنے کی دعا

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ تَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَالَا نَعْلَمُ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ وَاهْدِنِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ ط اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّ ذَنْبًا مَّغْفُوْرًا ط

☆ جب دوسرا سبز میل آئے تو آہستہ ہو جائیں اور مروہ کی جانب بڑھتے جائیں۔ آپ کو لوگوں کی نقل ہرگز نہ کریں کہ وہ دور اوپر تک چڑھ جاتے ہیں بلکہ سنت کو ملحوظ رکھیں۔آپ معمولی سی اونچائی چڑھیں بلکہ اس کے قریب زمین پر کھڑے ہونے سے بھی مروہ پر چڑھنا ہو گیا۔یہاں بھی اگرچہ عمارتیں بن جانے سے کعبہ نظر نہیں آتا مگر کعبہ کی طرف منہ کر کے جیسا صفا پر کیا تھا تسبیح و تکبیر و حمد و ثنا و درود یہاں بھی کریں یہ ایک پھیرا ہوا ہے۔اب یہاں پر نیت کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ وہ تو پہلے ہو چکی ہے۔

☆ اب پہلے کی طرح دعا پڑھتے ہوئے مروہ سے جانب صفا چلیں اور حسب معمول میلین اخضرین کے درمیان دوڑتے ہوئے اور عورتیں چلتے ہوئے وہی دعا پڑھیں۔اب صفا پر جب پہنچے تو دو پھیرے ہو گئے ہیں۔اسی طرح صفا اور مروہ کے درمیان چلتے دوڑتے ساتواں پھیرا بھی ختم ہو جائے گا اور آپ کی سعی بھی مکمل ہو گئی۔

Marfat.com

☆ اگر وہ مکروہ وقت نہ ہو تو سعی کے بعد دو رکعت نماز مسجد شریف (مسجد حرام) میں جا کر پڑھنا بہتر ہے۔ (الدر المختار: کتاب الحج: ج:3،ص:589)

امام احمد و ابن ماجہ و ابن ابی حبان، مطلب بن ابی وداعہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر جب سعی سے فارغ ہوئے تو حجر کے سامنے تشریف لا کر حاشیہ مطاف میں دو رکعات نماز پڑھی۔

(المسند للامام احمد: ج:10،ص:354)

☆ سعی کی حالت میں فضول و بیکار باتیں سخت نازیبا ہیں کہ یہ تو ویسے بھی نہ چاہئے نہ کہ اس وقت کہ عبادت میں مشغول ہو۔

☆ واضح ہو کہ عمرہ صرف انہیں افعال طواف و سعی کا نام ہے۔

☆ قران و تمتع والے کے لئے یہی عمرہ ہو گیا اور افراد والے کے لئے یہ طواف قدوم یعنی حاضری دربار کا مجرا ہوا۔

☆ قارن اس کے بعد طواف قدوم کی نیت سے مزید ایک طواف و سعی کرے۔ طواف قدوم قارن و مفرد دونوں کے لئے سنت ہے۔ اگر ترک کیا تو برا کیا مگر دم وغیرہ واجب نہیں۔

☆ اور جوہرہ میں اس طرح قول ہے۔

حج کرنے والا مکہ میں جانے سے پہلے عرفات میں پہنچا تو طواف قدوم ساقط ہو گیا۔ مگر برا کیا کہ سنت فوت ہوئی اور دم وغیرہ واجب نہیں۔

(الجوہرۃ النیرۃ کتاب الحج ص 209)

سر مونڈوانا یا بال کتروانا

(۱) حلق یہ ہے کہ سر مونڈوادیں۔

(۲) تقصیر یہ ہے کہ بال کتروادیں۔

Marfat.com

تقصیر

تقصیر میں کم از کم چوتھائی سر کے بال انگلی کے پورے برابر کٹوانا۔ اس میں یہ احتیاط ملحوظ رکھیں کہ ایک پورے سے زیادہ کٹوائیں تاکہ سر کے بیچ میں جو چھوٹے چھوٹے بال ہوتے ہیں وہ بھی ایک پورے کے برابر کٹ جائیں۔ بعض لوگ قینچی سے چند بال کاٹ لیا کرتے ہیں۔ حنفیوں کے نزدیک یہ طریقہ بالکل غلط ہے اور اس طرح احرام کی پابندیاں بھی ختم نہ ہوں گی۔

یاد رہے کہ مردوں کو اختیار ہے کہ حلق کروائیں یا تقصیر اور بہتر حلق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حلق کروایا۔

(صحیح البخاری: کتاب المغازی: ج:3،ص:665)

اور سر مونڈوانے والوں کے لئے دعائے رحمت تین بار فرمائی اور کتروانے والوں کے لئے ایک بار۔ (صحیح البخاری: کتاب الحج،ص:574،ج:1)

عورتوں کی تقصیر

عورتوں کو سر مونڈانا حرام ہے وہ صرف تقصیر کروائیں گی اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی چٹیا کے سرے کو انگلی کے ایک پورے سے کچھ زیادہ کاٹ لیں لیکن یہ احتیاط ضروری ہے کہ کم از کم چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے برابر کٹ جائیں۔

طواف قدوم والوں کے لئے ایک اہم مسئلہ

طواف قدوم میں اضطباع ورمل اور اس کے بعد صفا مروہ میں سعی ضروری نہیں مگر اب نہ کریں گے تو طواف زیارت میں کہ حج کا طواف فرض ہے۔ اس وقت ہجوم بہت ہوتا ہے۔ عجب نہیں کہ طواف میں کہ رمل اور سعی میں دوڑنا نہ ہو سکے اور اس وقت ہو چکا تو اس طواف میں ان چیزوں کی حاجت نہ ہوگی مگر پھر بھی ان کو مطلقاً ترکیب میں داخل کر دیا ہے۔

Marfat.com

متمتع کے لئے اہم مسئلہ

مفرد و قارن تو حج کے رَمل و سعی سے طواف قدوم میں فارغ ہو لئے مگر متمتع نے جو طواف و سعی کئے وہ عمرہ کے تھے۔ حج کے رَمل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے اور اس پر طواف قدوم ہے نہیں کہ قارن کی طرح اس میں یہ امور کر کے فراغت پا لے لہٰذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہو لینا چاہے تو جب حج کا احرام باندھے اس کے بعد ایک نفل طواف میں رَمل و سعی کر لے۔ اب اسے بھی طواف زیارت میں ان امور کی حاجت نہ رہے گی۔

تمام حجاج کرام کے لئے ہدایت

اب تمام حجاج کرام چاہے قارن، متمتع یا مفرد بھی ہو تمام کے تمام منیٰ جانے کے لئے مکہ معظمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہاں پر درود شریف کی کثرت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر کم و بیش ترپن 53 سال گزارے ہیں۔ یہاں پر فضول باتوں سے گریز کریں جھوٹ غیبت چغلی سے بچیں کہ یہاں ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ کے برابر ہے لہٰذا درود شریف کی کثرت کریں تاکہ فضول گوئی سے نجات حاصل ہو جائے۔

جب مکہ معظّمہ میں رہیں تو ان باتوں کا خیال رکھیں

☆ جس قدر ہو سکے نرا طواف بغیر اضطباع و رَمل و سعی کرتے رہیں کہ باہر والوں کے لئے یہ سب سے بہتر عبادت ہے اور یہ یاد رہے کہ طواف نفل میں طواف کے بعد پہلے ملتزم سے لپٹنا ہے اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم علیہ السلام میں دو رکعت نماز پڑھیں۔

☆ اب یہاں پر خوب نوافل اعتکاف کریں۔ کبھی اپنے والدین کے لئے کبھی بہن بھائیوں کے لئے کبھی عزیز و اقارب کے لئے کبھی دوستوں کے لئے کبھی پیر و مرشد کے لئے۔ غرض یہ موقع ہے پھر معلوم نہیں کہ دوبارہ زندگی میں اس مقدس مقام پر

Marfat.com

آنا نصیب ہوتا ہے یا نہیں۔لہٰذا خوب طواف کریں۔

جب بھی کعبہ پر نظر پڑے تو کیا کریں

اب یا منیٰ سے واپسی کے بعد جب کبھی رات یا دن میں جتنی بار کعبہ معظّمہ پر نظر پڑے تو

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ

تین بار کہیں اور حضور انور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں اور دعا کریں کہ یہ وقت دعا کی قبولیت کا ہے۔

عورتوں کے لئے خاص توجہ طلب بات

عورتیں اپنی قیام گاہ پر ہی نماز پڑھیں۔نمازوں کے لئے جو دونوں مسجدوں یعنی مسجد نبوی و مسجد حرام میں حاضر ہوتی ہیں جہالت ہے کہ مقصود ثواب ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

عورت کو میری مسجد میں نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب گھر میں پڑھنا ہے۔

☆ ہاں عورتیں مکہ معظمہ میں روزانہ ایک بار یا جب بھیڑ نہ ہو تو رات میں طواف کرلیا کریں اور مدینہ منورہ صبح وشام صلاۃ وسلام کے لئے حاضر ہوتی رہیں۔انہیں اس مقام پر زیادہ احتیاط کی حاجت ہے۔

طواف میں چند باتیں حرام ہیں

طواف اگرچہ نفل بھی ہو مگر یہ باتیں اس کے لئے حرام ہوں گی۔

(۱) بے وضو طواف کرنا

(۲) کوئی عضو جو ستر میں داخل ہے اس کا چوتھا حصہ کھلا ہونا مثلاً ران یا آزاد عورت کا کان یا کلائی۔(آزاد عورت سے مراد وہ عورتیں جو مطلقاً عورتیں ہوں باندی وغیرہ نہ ہوں)

Marfat.com

(۳) بے مجبوری سواری پر یا کسی کی گود میں یا کندھوں پر طواف کرنا

(۴) بلا عذر بیٹھ کر سرکنا یا گھٹنوں چلنا

(۵) کعبہ کو دہنے ہاتھ پر لے کر الٹا طواف کرنا

(۶) طواف میں حطیم کے اندر ہو کر گزرنا

(۷) سات پھیروں سے کم کرنا

(الفتاوی الرضویۃ: ج:10،ص:744 وغیرہ)

طواف میں جو باتیں مکروہ ہیں

یہ باتیں طواف میں کرنا مکروہ ہیں۔

(۱) فضول بات کرنا

(۲) حمد و نعت و منقبت کے سوا کوئی شعر پڑھنا

(۳) ذکر یا دعا یا تلاوت یا کوئی کلام بلند آواز سے کرنا

(۴) ناپاک کپڑے میں طواف کرنا

(۵) رمل یا اضطباع یا بوسہ سنگ اسود جہاں جہاں ان کا حکم ہے ترک کرنا۔

(۶) طواف کے پھیروں میں زیادہ فصل دینا یعنی کچھ پھیرے کر لئے پھر دیر تک ٹھہر گئے یا کسی اور کام میں لگ گئے۔ باقی پھیرے بعد کو کئے مگر وضو جاتا رہے تو کر آئے یا جماعت قائم ہوئی اور اس نے ابھی نماز نہ پڑھی تو شریک ہو جائے بلکہ جنازوں کی نماز میں طواف چھوڑ کر مل سکتا ہے باقی جہاں سے چھوڑا تھا آ کر پورا کر لے۔ یونہی پیشاب پاخانہ کی ضرورت ہو تو چلا جائے وضو کر کے باقی پورا کر لے۔

(۷) ایک طواف کے بعد جب تک اس کی رکعتیں نہ پڑھ لے دوسرا طواف شروع کر دینا مگر جب کہ کراہت نماز کا وقت ہو جیسے صبح صادق سے بلندی آفتاب تک یا نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کہ اس میں متعدد طواف بے فصل نماز جائز ہیں۔ وقت کراہت نکل جائے تو ہر طواف کے لئے دو رکعت ادا کرے اور اگر

Marfat.com

بھول کر ایک طواف کے بعد بغیر نماز پڑھے دوسرا طواف شروع کر دیا تو اگر ابھی ایک پھیرا پورا نہ کیا ہو تو چھوڑ کر نماز پڑھے اور پورا پھیرا کر لیا ہے تو اس طواف کو پورا کر کے نماز پڑھے۔

(۸) خطبہ امام کے وقت طواف کرنا

(۹) جماعت فرض کے وقت کرنا، ہاں اگر خود پہلی جماعت میں پڑھ چکا ہے تو باقی جماعتوں کے وقت طواف کرنے میں حرج نہیں اور نمازیوں کے سامنے گزر بھی سکتا ہے کہ طواف بھی نماز ہی کی مثل ہے۔

(۱۰) طواف میں کچھ کھانا

(۱۱) پیشاب پاخانہ یا ریح کے تقاضے میں طواف کرنا۔

(الفتاوی الرضویہ:ج:10،ص:744 وغیرہ)

یہ باتیں طواف وسعی دونوں میں جائز ہیں

یہ وہ باتیں ہیں جو طواف وسعی دونوں میں مباح ہیں۔

(۱) سلام کرنا

(۲) جواب دینا

(۳) حاجت کے لئے کلام کرنا

(۴) فتویٰ پوچھنا

(۵) فتویٰ دینا

(۶) پانی پینا

(۷) حمد و نعت و منقبت کے اشعار آہستہ پڑھنا اور سعی میں کھانا بھی کھا سکتا ہے۔

(الفتاویٰ الرضویہ:ج:10،ص:745 وغیرہ)

Marfat.com

سعی میں یہ باتیں مکروہ ہیں

سعی میں چند مکروہ ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) بے حاجت اس کے پھیروں میں زیادہ فاصلہ دینا مگر جماعت قائم ہو تو چلا جائے یونہی شرکت جنازہ یا قضائے حاجت یا تجدید وضو کو جانا اگرچہ سعی میں وضو ضروری نہیں۔

(۲) خرید و فروخت

(۳) فضول کلام

(۴) صفا یا مروہ پر نہ چڑھنا

(۵) مرد کا مسعیٰ میں بلا عذر نہ دوڑنا

(۶) طواف کے بعد بہت تاخیر کر کے سعی کرنا

(۷) ستر عورت نہ ہونا

(۸) پریشان نظری یعنی ادھر ادھر فضول دیکھنا سعی میں بھی مکروہ ہے اور طواف میں زیادہ مکروہ۔ (الفتاوی الرضویہ: ج:10، ص:745 وغیرہ)

طواف و سعی کے مسائل میں مرد و عورت کے فرق

طواف و سعی کے سب مسائل میں عورتیں بھی شریک ہیں۔

(۱) اضطباع

(۲) رَمل

(۳) مسعیٰ میں دوڑنا

یہ تینوں باتیں عورتوں کے لئے نہیں۔

(۴) مزاحمت کے ساتھ بوسہ سنگ اسود یا

(۵) رکن یمانی کو چھونا یا

Marfat.com

(۶) کعبہ سے قریب ہونا یا

(۷) زم زم کے اندر نظر کرنا یا

یہ باتیں اگر یوں ہو سکیں کہ نامحرم سے بدن نہ چھوئے تو خیر ورنہ الگ تھلگ رہنا ان کے لئے سب سے بہتر ہے۔ (الفتاوی الرضویہ: ج:10، ص:745 وغیرہ)

خاص بات ملحوظ رکھیں

سعی میں پیدل چلنا واجب ہے۔ ہاں اگر مجبوری کی صورت میں گھسٹ کر یا سواری پر جائز ہے۔

(۲) سعی کے لئے طہارت شرط نہیں بلکہ حیض والی کر سکتی ہے۔

(۳) سعی شروع کرتے وقت پہلے صفا کی دعا پڑھیں پھر نیت کریں۔

اگر کسی نے حج کا احرام نہیں باندھا تو اب باندھ لیں

اگر کسی نے ابھی تک حج کا احرام نہیں باندھا تو اب سات ذی الحجہ کو یا 8 ذی الحجہ کو باندھ لیں مگر آسانی سات کو رہے گی اور احرام حج کا ثواب بھی جلد شروع ہو جائے گا۔

گھر میں بھی نیت کر سکتے ہیں مگر افضل یہی ہے کہ مسجد حرام میں دوگانہ ادا کر کے پھر نیت کریں۔

آپ کے ذوق کو بڑھانے کے لئے چند احادیث مبارکہ پیش کرتا ہوں جو کہ منیٰ میں وقوف پر دال ہیں۔

حضور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وقوف

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے یہاں وقوف کیا اور پورا عرفات جائے وقوف ہے اور میں نے اس جگہ وقوف کیا اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔ (صحیح مسلم: کتاب الحج: ص:638)

Marfat.com

ایک اور حدیث میں ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے حجتہ الوداع شریف کی حدیث مروی اسی میں ہے کہ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) کو لوگ منیٰ کو روانہ ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء و فجر کی نمازیں پڑھیں پھر تھوڑا توقف کیا یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہوا۔ اور حکم کیا کہ نمرہ میں ایک قبہ نصب کیا جائے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے روانہ ہوئے اور قریش کا یہ گمان تھا کہ مزدلفہ میں وقوف فرمائیں گے۔ جیسا کہ جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے آگے چلے گئے۔ یہاں تک کہ عرفہ میں پہنچے یہاں نمرہ میں قبہ نصب ہو چکا تھا۔ اس میں تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا سواری تیار کی گئی پھر بطن وادی میں تشریف فرما ہوئے اور خطبہ پڑھا پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان و اقامت کہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھی پھر اقامت ہوئی اور عصر کی نماز پڑھی اور دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا پھر موقف میں تشریف لائے اور وقوف کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ (صحیح مسلم: کتاب الحج: ص: 634)

اللہ تعالیٰ عرفہ سے زیادہ کسی دن اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ سے زیادہ کسی دن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا پھر ان کے ساتھ ملائکہ پر مباہات فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم: کتاب الحج ص 703)

عرفہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ذی الحجہ کے دس دنوں سے کوئی دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل نہیں۔ ایک شخص نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ

Marfat.com

افضل ہیں یا اتنے دنوں میں اللہ (عزوجل) کی راہ میں جہاد کرتا؟

ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس تعداد میں جہاد کرنے سے بھی یہ افضل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرفہ سے زیادہ کوئی دن افضل نہیں۔ عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف خاص تجلی فرماتا ہے اور زمین والوں کے ساتھ آسمان والوں پر مباہات کرتا۔ ان سے فرماتا ہے ''میرے بندوں کو دیکھو کہ پراگندہ سر گرد آلودہ دھوپ کھاتے ہوئے دور دور سے میری رحمت کے امیدوار حاضر ہوئے تو عرفہ سے زیادہ جہنم سے آزاد ہونے والے کسی دن میں دیکھے نہ گئے۔ (مسند ابی یعلی: ج:2، ص:299)

اور بیہقی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ

اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتا ہے میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انہیں بخش دیا۔ فرشتے کہتے ہیں ان میں فلاں فلاں حرام کام کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے سب کو بخش دیا۔ (الترغیب والترھیب: کتاب الحج: ج:2، ص:128)

عرفہ کے دن کان، آنکھ، اور زبان کو قابو رکھنے والے کی مغفرت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک شخص نے عرفہ کے دن عورتوں کی طرف نظر کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج وہ دن ہے کہ جو شخص کان اور آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (شعب الایمان: ج:3، ص:461)

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو مغفرت پر گواہ بنانا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان عرفہ کے دن پچھلے پہر کو موقف میں وقوف کرے پھر سو بار کہے۔

Marfat.com

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

اور پھر سو بار یہ درود پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے میرے فرشتو! میرے اس بندے کو کیا ثواب دیا جائے جس نے میری تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تعظیم کی مجھے پہچانا اور میری ثناء کی اور میرے نبی پر درود بھیجا۔ اے میرے فرشتو تم گواہ رہو کہ میں نے اسے بخش دیا اور اس کی شفاعت خود اس کے حق میں قبول کی اور اگر میرا یہ بندہ مجھ سے سوال کرے تو اس کی شفاعت جو یہاں ہیں سب کے حق میں قبول کروں۔ (شعب الایمان: باب فی المناسک: ج:3،ص:463)

حج کی نیت

حج کا احرام باندھنے کے بعد دوگانہ نفل ادا کر کے اس طرح حج کی نیت کریں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْحَجَّ ط فَيَسِّرْهُ لِيْ وَ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ ط وَاَعِنِّيْ عَلَيْهِ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ ط نَوَيْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰى

اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو تو میرے لئے اسے آسان فرما اور مجھ سے قبول فرما اور اس میں میری مدد کر اور میرے لئے اس کی برکت دے۔

نیت کی میں نے حج کی اور اللہ عزوجل کے لئے اس کا احرام باندھا۔

☆ اب یہ نیت کرنے کے بعد مرد بلند آواز سے اور عورتیں آہستہ آواز سے تین تین بار لبیک پڑھیں۔ اب پھر آپ پر احرام کی پابندیاں عائد ہوگئیں۔

Marfat.com

آپ کے لئے آسانی کی بات

آپ کے لئے آسانی اسی میں ہے کہ ایک نفلی طواف میں حج کے اضطباع رمل اور سعی سے فارغ ہو لیں اس طرح طواف الزیارہ میں آپ کو رمل اور سعی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

منیٰ کو روانگی

جب آفتاب نکل آئے تو منیٰ کو چل پڑیں۔ اگر آفتاب نکلنے کے پہلے ہی چلے گئے جب بھی جائز ہے مگر بعد میں بہتر ہے اور زوال کے بعد بھی جا سکتے ہیں مگر ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھیں اور ہو سکے تو پیدل جاؤ کہ جب تک مکہ معظمہ پلٹ کر آؤ گے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں لکھی جائیں گی۔ یہ نیکیاں تخمیناً اٹھتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں اس امت پر بے شمار ہیں۔

نوٹ: جب منیٰ کی طرف جانے لگیں تو تسبیح، مصلیٰ، قبلہ نما، چند برتن، گلے میں لٹکانے والی بوتل ہر وقت ساتھ رکھیں۔ اخراجات برائے طعام و قربانی وغیرہ ساتھ لینا ہرگز نہ بھولیں۔

☆ راستے میں لبیک اور ذکر و درود کی خوب کثرت کریں۔ جب منیٰ شریف نظر آئے تو درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَائِکَ

☆ یہاں رات ٹھہریں۔ آج ظہر سے کل نویں کی ظہر تک پانچ نمازیں یہیں منیٰ شریف میں پڑھیں۔

آج کل بعض مطوفوں نے یہ نکالی ہے کہ آٹھویں منیٰ میں نہیں ٹھہرتے سیدھے عرفات پہنچتے ہیں۔ ان کی نہ مانے اور اس سنت عظیمہ کو ہرگز نہ چھوڑیں۔ قافلہ کے اصرار

Marfat.com

سے ان کو بھی مجبور ہونا پڑے گا۔

شب عرفہ منیٰ میں ذکر و درود شریف سے جاگ کر صبح کریں۔ سونے کے بہت دن پڑے ہیں اور نہ ہو تو کم از کم عشاء و صبح جماعت اولیٰ سے پڑھیں کہ شب بیداری کا ثواب ملے گا اور باوضو سو جائیں کہ روح عرش تک بلند ہوگی۔

عرفہ کی رات میں یہ دعا پڑھیں

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عرفہ کی رات میں یہ دعائیں ہزار مرتبہ پڑھے تو جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا پائے گا جبکہ گناہ یا قطع رحم کا سوال نہ کرے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ عَرْشُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مُوْطِئَهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلِهٖ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْقَبْرِ قَضَائُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی الْهَوَاءِ رُوْحُهٗ سُبْحٰنَ الَّذِیْ فِی سُبْحٰنَ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَاءِ سُبْحٰنَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ سُبْحٰنَ الَّذِیْ لَا مَلْجَاءَ وَلَا مَنْجٰی مِنْهُ اِلَّا اِلَیْهِ ؕ (المسلک المتقسط :ص:190)

☆ صبح مستحب وقت میں نماز پڑھ کر لبیک و ذکر درود شریف میں مشغول رہیں۔ یہاں تک کہ آفتاب کوہ ثبیر پر کہ مسجد خیف شریف کے سامنے ہے چمکے۔

☆ اب عرفات شریف چلیں۔ لبیک ذکر و درود شریف کی راستے میں کثرت کریں۔ منیٰ سے نکل کر ایک بار یہ دعا بھی پڑھ لیں۔

عرفات کے راستے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا خَیْرَ غُدْوَةٍ غَدَوْتُهَا قَطُّ وَ قَرِّبْهَا مِنْ رِضْوَانِكَ

Marfat.com

وَاَبْعِدْهَا مِنْ سَخَطِكَ وَاللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُّ فَاجْعَلْ ذَنْبِىْ مَغْفُوْرًا وَحَجِّىْ مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِىْ وَلَا تُخَيِّبْنِىْ وَبَارِكْ لِىْ فِىْ سَفَرِىْ وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِىْ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ط

☆ اب آپ میدان عرفات شریف کے قریب پہنچ گئے ہیں لہٰذا خوب گڑگڑا کر روئیں۔ آنسو بہائیں۔ آپ اس مقام کے قریب پہنچ جائیں گے جہاں آنے والا محروم لوٹتا ہی نہیں۔ جب نظر جبل رحمت پر بوسہ دے تو لبیک و دعا میں اور ہی زیادہ کوشش کریں کہ اب جو دعا مانگو گے قبول ہوگی۔

☆ اب آپ لبیک کی تکرار کرتے ہوئے میدان عرفات شریف میں داخل ہوں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر سب ایک ہی لباس میں ملبوس ہیں۔ ہر طرف ایسی پیاری آوازیں جو لبیک کی صداؤں پر مشتمل ہیں گونج رہی ہیں۔

اس مقام پر بہت سے اولیاء کرام علیہم الرحمہ اور اللہ تعالیٰ کے دو انبیاء کرام علیہما السلام بھی عرفہ کے دن میدان عرفات میں تشریف فرما ہوتے ہیں لہٰذا اس دن کو بخوب احسن انداز اور ذکر درود شریف میں گزاریں۔

چند باتوں کا خیال رکھیں

(۱) جب دوپہر کا وقت قریب آئے تو غسل کریں کہ سنت مؤکدہ ہے اگر غسل نہ کر سکیں تو وضو کرلیں۔

(۲) آج نو ذی الحجہ کو دوپہر ڈھلنے سے لے کر دسویں کی صبح صادق کے درمیان جو کوئی احرام کے ساتھ ایک لمحے کے لئے بھی میدان عرفات میں داخل ہو گیا تو وہ حاجی ہو گیا۔ آج یہاں کا وقوف حج کا رکن اعظم ہے۔

(۳) عرفات پاک میں وقت ظہر و عصر ملا کر پڑھی جاتی ہے مگر اس کی بعض شرائط ہیں لہٰذا آپ اپنے خیموں میں ہی ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں اور عصر کی نماز عصر کے وقت

Marfat.com

میں باجماعت ادا کیجئے۔

(۴) جبل رحمت کے قریب وقوف کرنا افضل ہے۔

(۵) جہاں پر ٹھہرے ہیں تو وہاں ہو سکے چھتری حتیٰ کہ ہر طرح کے سائے سے بچئے مگر جو مجبور ہے وہ معذور ہے۔

خبردار

یہاں پر عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ منہ کو نہ چھپاؤ اور مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کی طرف نگاہ تک نہ اٹھاؤ۔ یقین جانئے یہ وہ مقام ہے جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں لہٰذا بدنگاہی سے بچیں کیونکہ بدنگاہی حرام ہے۔

عرفات شریف کی دعائیں

دوپہر تک زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور زاری اور خالص نیت سے حسب طاقت صدقہ وخیرات کریں اور ذکر ولبیک اور درود شریف کی کثرت کریں، استغفار وکلمہ توحید میں مشغول رہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب میں بہتر وہ چیز جو آج کے دن میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے کہی یہ ہے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ط لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَ يُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

(باب المناسک ص 191)

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ

کلمہ توحید وسورہ اخلاص اور پھر اس کے بعد نیچے دیا ہوا درود شریف سو سو بار پڑھنے والے کی بحکم حدیث بخشش کر دی جاتی ہے۔ نیز اگر وہ تمام عرفات شریف والوں کی سفارش کرے تو وہ بھی قبول کر لی جائے۔

Marfat.com

درود شریف یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی (سَیِّدِنَا) مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی (سَیِّدِنَا) اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ (سَیِّدِنَا) اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَ عَلَیْنَا مَعَھُمْ

اس درود شریف کو سو مرتبہ پڑھیں تو حکم حدیث مغفرت کی بشارت ہے۔

میدان عرفات میں دعا مانگنے کا طریقہ

دونوں ہاتھوں کو سینے تک یا کندھوں تک یا سر سے اوپر اٹھا کر اس کی ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلا دیں۔ اب حمد وثناء اور درود شریف پڑھ کر دعا شروع فرمائیں۔ دوران دعا وقتاً فقوتاً لبیک و درود شریف پڑھتے رہیں جس قدر دعائیں جو قرآن مجید و احادیث مبارکہ میں وارد ہوئیں پڑھنے کے بعد اردو میں خوب اپنی اور اپنے والدین و تمام امت مسلمہ کی مغفرت و ایمان پر خاتمہ و بھلائی کے لئے جتنا ممکن ہو کھڑے ہو کر خوب رو رو کر دعا مانگیں اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے والی شکل وصورت بنالیں۔ اس مقام کو ایسا سمجھیں کہ جیسے قیامت کے دن کھڑا ہونا پڑے گا۔

☆ اسی طرح آہ وزاری کے ساتھ دعا کو جاری رکھیں۔ یہاں تک کہ آفتاب ڈوب جائے اور رات کا تھوڑا سا حصہ آجائے۔ اس سے پہلے وقوف کی جگہ سے چل پڑنا مکروہ ہے اور غروب آفتاب سے پہلے حدود عرفات سے باہر نکل جانا حرام ہے اور دم لازم ہو جاتا ہے۔

☆ اس بات کو یاد رکھیں کہ نماز مغرب یہاں نہیں پڑھنا بلکہ عشاء کے وقت میں مزدلفہ میں مغرب وعشا ملا کر پڑھنی ہے۔

گناہوں سے پاک وصاف

آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر بھروسہ کر کے یقین

Marfat.com

کریں کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اب کوشش کریں کہ آئندہ گناہ نہ ہوں۔ نماز روزے زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کریں اور یہ نیت کریں کہ جو داغ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔

وقوف کے مکروہات

یہاں پر چند باتیں مکروہ ہیں۔

(۱) غروب آفتاب سے پہلے وقوف چھوڑ کر روانگی جبکہ غروب تک حدود عرفات سے باہر نہ ہو جائے ورنہ حرام ہے۔

(۲) نماز عصر وظہر ملانے کے بعد موقف کو جانے میں دیر

(۳) اس وقت سے غروب تک کھانے پینے یا

(۴) توجہ بخدا کے سوا کسی کام میں مشغول ہونا

(۵) کوئی دنیاوی بات کرنا

(۶) غروب پر یقین ہونے کے بعد روانگی میں دیر کرنا

(۷) مغرب وعشاء عرفات میں پڑھنا

(الفتاوی الرضویہ ج 10 ص 739 وغیرہ)

وقوف کے اہم مسائل

(۱) وقوف کے وقت نویں ذی الحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی طلوع فجر تک ہے۔ اس وقت کے علاوہ کسی اور وقت وقوف کیا تو حج نہ ملا مگر ایک صورت میں وہ یہ کہ ذی الحجہ کا ہلال دکھائی نہ دیا۔ ذی قعدہ کے تیس دن پورے کر کے ذی الحجہ کا مہینہ شروع کیا اور اس حساب سے آج نویں ہے۔ بعد کو ثابت ہوا کہ انتیس کا چاند ہوا تو اس حساب سے دسویں ہوگی اور وقوف دسویں تاریخ کو ہوا مگر ضرورتاً یہ جائز مانا

Marfat.com

جائے گا اور اگر دھوکا ہوا کہ آٹھویں کو نویں سمجھ کر وقوف کیا پھر معلوم ہوا تو یہ موقوف صحیح نہ ہوا۔ (الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1، ص:229)

(۲) جس کا حج فوت ہو گیا یعنی اسے وقوف نہ ملا تو اب حج کے باقی افعال ساقط ہو گئے اور اس کا احرام عمرہ کی طرف منتقل ہو گیا لہٰذا عمرہ کر کے احرام کھول ڈالے اور آئندہ سال قضا کرے۔ (الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1، ص:229)

(۳) تھوڑی دیر ٹھہرنے سے بھی وقوف ہو جاتا ہے خواہ اس معلوم ہو کہ یہ عرفات ہے یا معلوم نہ ہو۔ باوضو ہو یا بے وضو، جنب ہو یا حائض ونفاس والی عورت، سوتا ہو یا بیدار، ہوش میں ہو یا جنون و بے ہوشی میں یہاں تک کہ عرفات سے ہو کر جو گزر گیا اسے حج مل گیا یعنی اب اس کا حج فاسد نہ ہوگا جبکہ یہ سب احرام سے ہوں۔ بے ہوشی میں احرام کی صورت یہ ہے کہ پہلے ہوش میں تھا اور اسی وقت احرام باندھا تھا اور اگر احرام باندھنے سے پہلے بے ہوش ہو گیا اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے یا کسی اور نے اس کی طرف سے احرام باندھ دیا اگرچہ اس احرام باندھنے والے نے خود اپنی طرف سے بھی احرام باندھا ہو کہ اس کا احرام اس کے احرام کے منافی نہیں تو اس صورت میں وہ بھی محرم ہو گیا۔ دوسرے کے احرام باندھنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے کپڑے اتار کر تہبند باندھ دے بلکہ یہ کہ اس کی طرف سے نیت کرے اور لبیک کہے۔

(الفتوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1، ص:229)

(۴) آفتاب ڈوبنے سے پہلے ازدہام کے خوف سے حدود عرفات سے باہر ہو گیا۔ اس پر دم واجب ہے۔ پھر اگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے واپس آیا اور ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ تو دم معاف ہو گیا اور اگر ڈوبنے کے بعد واپس آیا تو ساقط نہ ہوا اور اگر سواری پر تھا اور جانور اسے لے کر بھاگ گیا جب بھی دم واجب ہے۔ پوچھیں اگر اس کا اونٹ بھاگ گیا یہ اس کے پیچھے چل دیا۔

(لباب المناسک: ص:210)

Marfat.com

(۵) محرم نے نماز عشاء نہیں پڑھی ہے اور وقت صرف اتنا باقی ہے کہ چار رکعت پڑھے مگر پڑھتا ہے تو وقوف عرفہ جاتا رہے گا تو نماز چھوڑ دے اور عرفات کو جائے۔

(الجوہرۃ النیرۃ: کتاب الحج: ص:209)

اور بہتر یہ ہے کہ چلتے میں پڑھ لے بعد کو اعادہ کرے۔

مزدلفہ کو روانگی

مزدلفہ کی روانگی کے بارے میں چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ میں تشریف لائے۔ یہاں مغرب وعشاء کی نماز پڑھی پھر لیٹے یہاں تک کہ فجر طلوع ہوئی۔ جب صبح ہوگئی اسی وقت اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر قصواء پر سوار ہو کر مشعر حرام میں آئے اور قبلہ کی جانب منہ کر کے دعا وتکبیر وتہلیل وتوحید میں مشغول رہے اور وقوف کیا یہاں تک کہ خوب اجالا ہو گیا اور طلوع آفتاب سے پہلے یہاں سے روانہ ہوئے۔

(صحیح مسلم: کتاب الحج: ص:634)

بیہقی محمد بن قیس بن مخرمہ سے راوی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اہل جاہلیت عرفات سے اس وقت روانہ ہوتے تھے جب آفتاب منہ کے سائے ہوتا غروب سے پہلے اور مزدلفہ سے بعد طلوع آفتاب روانہ ہوتے جب آفتاب چہرے کے سامنے ہوتا اور ہم عرفات سے نہ جائیں گے جب تک آفتاب ڈوب نہ جائے اور مزدلفہ سے طلوع کے قبل روانہ ہوں گے۔ ہمارا طریقہ بت پرستوں اور مشرکوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔

(معرفۃ السنن والآثار: کتاب المناسک، ج:4، ص:117)

مزدلفہ کو روانگی کے وقت کیا کرے

جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے تو عرفات شریف سے جانب مزدلفہ شریف

Marfat.com

چلیں، راستے بھر ذکر و درود شریف اور لبیک کی تکرار رکھیں۔ کل میدان عرفات شریف میں حقوق اللہ معاف ہوئے یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔

مزدلفہ پہنچ کر کے آپ جبل قزح کے پاس قیام کریں اگر یہاں جگہ نہ ملے تو تمام مزدلفہ میں وادی محسر کے سوا جہاں بھی قیام کرنا چاہیں کرلیں۔ وادی مزدلفہ وہ مقام ہے جہاں پر اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا یہاں پر ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔

☆ یاد رہے کہ یہاں آپ کو نماز مغرب و عشاء وقت عشاء میں ادا کرنی ہے۔

مزدلفہ کے اہم مسائل

(۱) یہ مغرب وقت عشاء اسی کے لئے خاص ہے جو مزدلفہ کو آئے اور اگر عرفات ہی میں رات کو رہ گیا یا مزدلفہ کے سوا دوسرے راستہ سے واپس ہوا تو اسے مغرب کی نماز اپنے وقت میں پڑھنی ضروری ہے۔

(ردالمحتار: کتاب الحج: ج:3، ص:601)

(۲) اگر مزدلفہ کے آنے والے نے مغرب کی نماز راستہ میں پڑھی یا مزدلفہ پہنچ کر عشاء کا وقت آنے سے پہلے پڑھ لی تو اسے حکم یہ ہے کہ اعادہ کرے مگر نہ کیا اور فجر طلوع ہو گئی تو وہ نماز اب صحیح ہو گئی۔

(الدرالمختار: کتاب الحج: ج:3، ص:601)

(۳) اگر مزدلفہ میں مغرب سے پہلے عشا پڑھی تو مغرب پڑھ کر عشاء کا اعادہ کرنے اور اگر طلوع فجر تک اعادہ نہ کیا تو اب صحیح ہو گئی خواہ وہ شخص صاحب ترتیب ہو یا نہ ہو۔

(المرجع السابق: ص:602)

(۴) اگر راستہ میں اتنی دیر ہو گئی کہ طلوع فجر کا اندیشہ ہے تو اب راستہ میں بھی دونوں نمازیں پڑھ مزدلفہ پہنچنے کا انتظار نہ کرے۔

(الدرالمختار: کتاب الحج: ج:3، ص:602)

(۵) دونوں نمازیوں کے درمیان میں سنت یا نوافل نہ پڑھے۔ مغرب کی سنتیں بھی بعد

Marfat.com

عشا پڑھے اگر درمیان میں سنتیں پڑھیں یا کوئی اور کام کیا تو ایک اقامت اور کہی جائے یعنی عشاء کے لئے۔ (ردالمحتار کتاب الحج:ج:3،ص:600)

(۶) طلوع فجر کے بعد مزدلفہ میں آیا تو سنت ترک ہوئی مگر دم وغیرہ اس پر واجب نہیں۔

(الفتوی الہندیہ: کتاب المناسک، ج:1،ص:231)

مغرب وعشاء ملا کر پڑھنے کا طریقہ

مزدلفہ میں آپ کو ایک اذان اور ایک ہی اقامت سے دونوں نمازیں ادا کرنی ہیں۔ لہٰذا اذان واقامت کے بعد پہلے مغرب کے تین فرض ادا کیجئے۔ سلام پھیرتے ہی فوراً عشاء کے فرض پڑھیے۔ پھر مغرب کی سنتیں اس کے بعد عشاء کی سنتیں اور وتر ادا کر لیں۔

کنکریاں چن لیں

نمازوں کے بعد باقی رات ذکر و لبیک و درود دعا و زاری میں گزارو کہ یہ بہت افضل جگہ اور بہت افضل رات ہے۔

بعض علماء نے اس رات کو شب قدر سے بھی افضل کیا۔ زندگی میں سونے کا بہت وقت پڑا ہے۔ لہٰذا شب بیداری کریں اگر تھک گئے ہوں تو پھر آرام کر لیں لیکن رات ہی میں وقت نکال کر شیطان کو مارنے کے لئے انچاس (49) کنکریاں کھجور کی گٹھلی کے برابر چن لیں بلکہ کچھ زیادہ بھی لے لیں تاکہ وار خالی ہو جانے کی صورت میں کام آسکیں۔ کنکریاں بڑے پتھر کو توڑ کر نہ بنائیں نیز ان کو تین بار پانی سے دھو لینا بھی افضل ہے۔ لہٰذا ان کو دھو کر رکھ دیں۔

سوتے وقت کیا کریں

اگر آپ تھک گئے ہوں تو باوضو ہو کر سو جائیں اور کوشش کریں جلدی اٹھیں اور وضو بنائیں، تہجد ادا کریں اور ذکر و درود میں مشغول رہیں۔

Marfat.com

☆ آج صبح کی نماز اوّل وقت یعنی اندھیرے میں ادا کرنا افضل ہے۔ مگر نماز اس وقت ادا کریں جب صبح صادق یقینی طور پر ہو جائے تو پھر پڑھ لیں۔

بعض نادان لوگ وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھ لیتے ہیں تاکہ جلدی جلدی منیٰ پہنچ جائیں۔ لہٰذا اس صورت کے اندر نماز سرے سے ہوگی ہی نہیں۔

☆ آپ کی آسانی کے لئے سعودی حکومت نے یہ طریقہ رائج کیا کہ توپ کا گولہ چلاتے ہیں لہٰذا جب توپ کا گولہ چل جائے تو پھر ادا کریں۔

مزدلفہ کا وقوف

مزدلفہ میں رات گزارنا سنت مؤکدہ ہے مگر اس کا وقوف واجب ہے۔ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک ہے۔ اس کے درمیان اگر ایک لحہ بھی یہاں گزار لیا تو وقوف ہو گیا۔ لہٰذا مشعر الحرام (یعنی خاص پہاڑی ہے) پر وقوف کریں اگر یہاں نہ ملے تو اس کے دامن میں، اگر پھر بھی جگہ نہ ملے تو وادی محسر کے سوا جہاں بھی جگہ ملے وقوف کر لیں۔ اور تمام باتیں وہ جو کہ وقوف عرفات میں مذکور ہوئیں ملحوظ رکھیں یعنی لبیک کی کثرت کریں اور ذکر و درود شریف کی کثرت کریں اور دعا میں مشغول رہیں۔ اپنی اور اپنے والدین اور تمام امت مسلمہ کے لئے مغفرت و ایمان پر فاتحہ وشفاعت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مانگیں۔

☆ عرفات شریف میں حقوق معاف ہوئے تھے۔ یہاں پر حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔

سبحان اللہ

حقوق العباد کا اختیار صرف بندے کے پاس ہے یعنی اگر وہ خود معاف کرے گا تو تب معاف ہوں گے ورنہ نہیں، تو یہاں پر وقوف کی برکت سے بروز قیامت اللہ تعالیٰ آپ اور اہل حقوق میں صلح کروائے گا۔ آپ سے ان کو راضی کرے گا۔ یہ سب حج ادا کرنے کی برکات ہیں۔

Marfat.com

چند احتیاطیں

(۱) وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر سے اجالا ہونے تک ہے۔ اس درمیان میں وقوف نہ کیا تو فوت ہو گیا اور اگر اس وقت میں یہاں سے ہو کر گزر گیا تو وقوف ہو گیا اور وقوف عرفات میں جو باتیں تھیں وہ یہاں بھی ہیں۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1،ص:230)

(۲) طلوع فجر سے پہلے جو یہاں سے چلا گیا اس پر دم واجب ہے مگر جب بیمار ہو یا عورت یا کمزور کہ ازدحام میں ضرر کا اندیشہ ہے اس وجہ سے پہلے چلا گیا تو اس پر کچھ نہیں۔ (المرجع السابق:ص:231)

(۳) نماز سے پہلے مگر طلوع فجر کے بعد یہاں سے چلا گیا یا طلوع آفتاب کے بعد گیا تو برا کیا مگر اس پر دم وغیرہ واجب نہیں۔ (المرجع السابق)

احادیث مبارکہ کی روشنی میں رَمی کا ثبوت

رَمی کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو کہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے لہٰذا آپ کے ذوق وجذبے کو بڑھانے کے لئے چند احادیث مبارکہ عرض کرتا ہوں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ بطن محسر پہنچے اور یہاں جانور کو تیز کر دیا پھر وہاں سے بیچ والے راستہ سے چلے جو جمرہ کبریٰ کو گیا ہے جب اس جمرہ کے پاس پہنچے تو اس پر سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پر تکبیر کہتے اور بطن وادی سے رَمی کی پھر منحر میں آ کر تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیدیا بقیہ کو انہوں نے نحر کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی میں انہیں شریک کر لیا پھر حکم فرمایا کہ ہر اونٹ میں سے ایک ایک ٹکڑا ہانڈی میں ڈال کر پکایا جائے۔ دونوں صاحبوں نے اس گوشت میں سے کھایا اور شوربا پیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے اور ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی۔
(صحیح مسلم: کتاب الحج: ص: 634)

ترمذی شریف میں انہیں سے مروی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے سکون کے ساتھ روانہ ہوئے اور لوگوں کو حکم فرمایا کہ اطمینان کے ساتھ چلیں اور وادی محسر میں سواری کو تیز کر دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے رمی کریں اور یہ فرمایا کہ شاید اس سال کے بعد اب میں تمہیں نہ دیکھوں گا۔ (جامع الترمذی: ابواب الحج: ج: 2، ص: 253)

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمرۃ کبریٰ کے پاس پہنچے تو کعبہ معظمہ کو بائیں جانب کیا اور منیٰ کو داہنی طرف اور سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پر تکبیر کہی پھر فرمایا کہ "اسی طرح انہوں نے رمی کی جن پر سورہ بقرۃ نازل ہوئی۔"

(صحیح البخاری: کتاب الحج: ج: 1، ص: 578)

طبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی کہ

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ رمی جمار میں کیا ثواب ہے؟

ارشاد فرمایا:

تو اپنے رب کے نزدیک اس کا ثواب اس وقت پائے گا کہ تجھے اس کی زیادہ حاجت ہوگی۔ (المعجم الاوسط: باب العین: ج: 3 ص: 150)

بزار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمروں کی رمی کرنا تیرے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

Marfat.com

مزدلفہ شریف سے منیٰ شریف پہنچنے سے پہلے کیا کرے

جب طلوعِ آفتاب میں دو رکعات پڑھنے کا وقت باقی رہ جائے۔ تو سوئے منیٰ شریف روانہ ہو جائیں اور راستہ بھر میں لبیک اور ذکر و درود کی تکرار کریں۔

منیٰ شریف (دسویں ذوالحجہ کو) پہنچ کر پہلا کام رَمی کرنا

مزدلفہ شریف سے منیٰ شریف پہنچ کر سیدھے جمرۃ العقبہ یعنی بڑے شیطان کی طرف تشریف لائیں۔ آج صرف اسی ایک کو کنکریاں مارنا ہے۔ پہلے کعبہ کی سمت معلوم کرلیں پھر جمرہ سے کم از کم پانچ ہاتھ اس طرح کھڑے ہوں کہ منیٰ آپ کے سیدھے ہاتھ پر اور کعبہ شریف الٹے ہاتھ کی طرف رہے اور منہ جمرہ کی طرف ہو۔ سات کنکریاں اپنے الٹے ہاتھ میں رکھ لیں بلکہ کچھ دو تین اوپر بھی لے لیں۔ اب سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کی چٹکی میں لے کر اور سیدھا ہاتھ اچھی طرح اٹھا کر کہ بغل کی رنگت ظاہر ہو ہر بار

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

کہتے ہوئے ایک ایک کر کے سات کنکریاں اس طرح ماریں کہ تمام کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ کم از کم تین ہاتھ کے فاصلے تک گریں۔ پہلی کنکری مارتے ہی لبیک کہنا بند کر دیں کہ اب لبیک کہنا سنت نہ رہا جب سات پوری ہو جائیں تو وہاں نہ رکئے نہ سیدھے جائیں نہ دائیں بائیں بلکہ فوراً ذکر و دعا کرتے ہوئے پلٹ آئیں۔

ضروری تنبیہ

دسویں ذی الحجہ رمی جمرات کے وقت صبح حاجیوں کا زبردست ریلا ہوتا ہے اور اس ریلے میں کچلے جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ لہٰذا اس ریلے سے بچنے کے لئے کنکریاں نیچے سے بھی اور اوپر کی منزل سے بھی ماری جا سکتی ہیں۔

☆ کنکریاں مارتے وقت اگر کوئی چیز گر جائے تو ہجوم میں وہ ہرگز نہ اٹھائیں۔

☆ کسی کام کے لئے ہرگز نہ جھکیں ورنہ کچلے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

☆ اگر آپ کے ساتھ اپنی بیوی یا بیٹی یا والدین کریمین ہیں تو ان کو ساتھ رکھیں ورنہ تھوڑی سی غفلت کے سبب آپ سے دور چلے جائیں گے اور ڈھونڈنا بہت مشکل ہو جائے گا پھر پریشانی کا سامنا ہوگا۔

رَمی کے چند اہم مسائل

(۱) سات سے کم جائز نہیں اگر صرف تین ماریں یا بالکل نہیں تو دم لازم ہوگا اور اگر چار ماریں تو باقی ہر کنکری کے بدلے صدقہ دے

(ردالمختار: کتاب الحج: ج:3،ص:608)

(۲) سب کنکریاں ایک ساتھ پھینکیں تو یہ ساتوں ایک کے قائم مقام ہوئیں۔

(المرجع السابق: ص:607)

(۳) کنکریاں زمین کی جنس سے ہوں اور ایسی چیز کی جس سے تیمم جائز ہے، کنکر، پتھر مٹی یہاں تک کہ اگر خاک پھینکی جب بھی رَمی ہوگئی مگر ایک کنکری پھینکنے کے قائم مقام ہوئی۔ موتی، عنبر، مشک، وغیرہا سے رَمی جائز نہیں۔ یونہی جواہر اور سونے چاندی سے بھی رَمی جائز نہیں ہوسکتی کہ یہ تو نچھاور ہوئی مارنا نہ ہوا۔ مینگنی سے بھی رَمی جائز نہیں۔ (الدرالمختار وردالمختار: کتاب الحج: ج:3،ص:608)

(۴) جمرہ کے پاس سے کنکریاں نجس ہیں تو ان سے رَمی کرنا مکروہ ہے کہ وہاں وہی کنکریاں رہتی ہیں جو مقبول نہیں ہوتیں اور مردود ہو جاتی ہیں اور جو مقبول ہو جاتی ہیں اٹھالی جاتی ہیں۔ (ردالمختار: کتاب الحج: ج:3،ص:609)

(۶) اس رَمی کا وقت آج کی (دسویں) فجر سے گیارہویں کی فجر تک ہے مگر سنت یہ ہے کہ طلوع آفتاب سے زوال تک ہو اور زوال سے غروب تک مباح اور غروب سے فجر تک مکروہ۔ یونہیں دسویں کی فجر سے طلوع آفتاب تک مکروہ اور اگر کسی عذر کے سبب ہو مثلاً چرواہوں نے رات میں رَمی کی تو کراہت نہیں۔

(الدرالمختار وردالمختار کتاب الحج: ج:3،ص:610)

Marfat.com

مریضوں کی رَمی

☆ جو شخص ایسا مریض ہو چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو اگر وہ سواری پر بھی جمرہ تک نہ جا سکتا ہو وہ دوسروں کو رَمی کے لئے نائب بنائے۔ اب نائب کو چاہئے کہ اگر ابھی تک اپنی رَمی نہیں کی تو پہلے اپنی طرف سے سات کنکریاں مارے پھر مریض کی طرف سے رَمی کرے۔

☆ بے ہوش مجنون (پاگل) یا نا سمجھ کی طرف سے اس کے ساتھ والے رمی کر دیں اور بہتر یہی ہے کہ ان کے ہاتھ پر کنکری رکھ کر رَمی کروائیں۔

عورتوں کی رَمی

بعض مرد بلا عذر عورتوں کی طرف سے رَمی کر دیا کرتے ہیں۔ اس طرح عورتیں رَمی کی سعادت سے محروم رہ جاتی ہیں اور چونکہ رَمی واجب ہے لہٰذا ترک واجب کے سبب ان پر دم بھی واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عورتیں اپنی رَمی خود کریں۔

حج کی قربانی

دسویں کو رَمی کرنے کے بعد قربان گاہ تشریف لائیں اور قربانی کریں۔ یہ قربانی وہ نہیں جو بقرعید میں ہوا کرتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگرچہ حج میں ہو بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ قارن اور متمتع پر واجب اگرچہ فقیر بھی ہو اور مفرد کے لئے مستحب اگرچہ غنی بھی ہو۔

☆ جانور کی عمر وغیرہ میں وہی شرطیں ہی جو عید کی قربانی میں ہیں۔

☆ جانور دیکھ لیں کیونکہ کافی جانور کان کٹے ہوتے ہیں۔ اگر ایک تہائی سے زیادہ کان کٹا ہوا ہوگا تو قربانی سرے سے ہوگی ہی نہیں۔

اور اگر ایک تہائی یا اس سے کم کٹا ہوا ہو، کان ''چرا'' ہوا ہو یا اس میں سوراخ ہو اسی طرح کوئی معمولی عیب ہو تو ایسے جانور کی قربانی ہو تو جائے گی مگر مکروہ ہے۔

Marfat.com

☆ اگر ممکن ہو تو اپنے ہاتھ سے قربانی کریں کہ یہی سنت ہے۔ دوسرے کو بھی قربانی کا نائب کر سکتے ہیں۔

☆ دسویں کو قربانی کرنا افضل ہے۔ گیارہویں اور بارہویں کو بھی کر سکتے ہیں مگر بارہویں کو غروب آفتاب پر قربانی کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

قربانی ادارے کے ذریعے کرنے میں ضروری احتیاط

سعودی حکومت نے ایک ادارہ قائم کیا ہے جس کے ذریعے حجاج کرام کو ترغیب دلائی جاتی ہے کہ وہ کوپن حاصل کر کے اس ادارے سے قربانی کریں۔ آپ سے وہ رقم لے لیتے ہیں پھر ٹوکن دے دیتے ہیں۔ آپ اس ادارہ کو اپنی قربانی کا اختیار دے دیں لیکن ایک بات کا خطرہ ضرور ہے کہ متمتع اور قارن کے لئے یہ ترتیب واجب ہے کہ پہلے رَمی کرے پھر قربانی اور پھر حلق اگر اس ترتیب کے خلاف کیا تو دم واجب ہو جائے گا۔ اب اس ادارہ کو آپ نے رقم جمع کروادی انہوں نے آپ کی قربانی کا وقت بھی اگر بتا دیا۔ پھر بھی آپ کو اس بات کا پتا لگنا بے حد دشوار ہے کہ آپ کی قربانی وقت پر ہوئی یا نہیں؟ اگر آپ نے قربانی سے پہلے ہی حلق کروا دیا تو آپ دم واجب ہو جائے گا۔ جو حاجی اس ادارے کے ذریعے قربانی کرنا چاہیں ان کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنی قربانی کا صحیح وقت معلوم کرنا چاہیں تو تیس افراد پر اپنا ایک نمائندہ منتخب کر لیں اس کو پھر خصوصی پاس جاری کر دیا جاتا ہے اور وہ جا کر سب کی قربانیاں ہوتی دیکھ سکتا ہے۔ اب یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لاکھوں جانور خریدتے ہیں اور سب کا بے عیب ہونا کیونکر ممکن ہے۔ بہر حال احتیاط اسی میں ہے کہ آپ اپنی قربانی خود ہی کریں۔

حلق و تقصیر

(۱) قربانی کے بعد قبلہ منہ بیٹھ کر مرد حلق کریں یعنی سر مونڈائیں کہ افضل ہے یا تقصیر کریں یعنی کم از کم چوتھائی سر کے بال انگلی کے پورے برابر کٹوائیں۔

Marfat.com

(۲) عورتوں کو بال مونڈانا حرام ہے لہٰذا تقصیر کروائیں یعنی چوتھائی سر کے بالوں میں سے ہر بال انگلی کے پورے کے برابر خود کاٹیں یا شوہر سے کٹوائیں۔

حلق و تقصیر کے اہم مسائل

(۱) سر منڈانے یا بال کتروانے کا وقت ایام نحر ہے یعنی 10، 11، 12 اور افضل پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ۔

(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج: 1، ص: 231)

(۲) جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آ گیا تو اب محرم اپنا یا دوسرے کا سر مونڈ سکتا ہے اگرچہ یہ دوسرا بھی محرم ہو۔ (لباب المناسک: ص: 230)

(۳) جس کے سر پر بال نہ ہوتے ہوں اسے استرہ پھروانا واجب ہے اور اگر بال ہیں مگر سر میں پھڑیاں ہیں جن کی وجہ سے مونڈا نہیں سکتا اور بال اتنے بڑے بھی نہیں کہ کتروائے تو اس عذر کے سبب اس سے مونڈانا اور کتروانا ساقط ہو گیا۔ اسے بھی منڈانے والوں، کتروانے والوں کی طرح سب چیزیں حلال ہو گئیں مگر بہتر یہ ہے کہ ایام نحر کے ختم ہونے تک پوشیدہ رہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ص: 231)

(۴) حرم سے باہر منڈانا یا کتروانا نہ ہو بلکہ حرم کے اندر ہو کہ اس کے لئے یہ جگہ مخصوص ہے۔ حرم سے باہر کرے گا تو دم لازم آئے گا۔ (لباب المناسک: ص: 230)

(۵) اگر بارہویں تک حلق و قصر نہ کیا تو دم لازم آئے گا کہ اس کے لئے یہ وقت مقرر ہے۔ (ردالمحتار: کتاب الحج: ج: 3، ص: 616)

(۶) حلق یا تقصیر دہنی طرف سے شروع کریں اور اس وقت یہ تکبیر پڑھیں۔

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ط"

(۷) یہاں حلق و تقصیر سے پہلے ناخن کترواؤ یہ خط بنواؤ ورنہ دم لازم آئے گا۔

Marfat.com

(۸) مفرد اگر قربانی کرنا چاہے تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ حلق یا تقصیر قربانی کے بعد کروائے اور اگر حلق کے بعد قربانی کی جب بھی حرج نہیں اور تمتع اور قِران والے کے لئے حلق یا تقصیر قربانی کے بعد کرنا واجب ہے۔ اگر پہلے حلق یا تقصیر کرے گا تو دم واجب ہو جائے گا۔

(۹) حلق یا تقصیر سے فارغ ہونے کے بعد احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں مگر بیوی سے صحبت اور اس کے لوازمات طواف زیارۃ کے بعد جائز ہوں گے۔

طواف فرض

افضل یہ ہے کہ آج دسویں ہی تاریخ فرض طواف کے لئے جسے طواف زیارت و طواف افاضہ کہتے ہیں۔ مکہ معظمہ میں پیدل جا کر باوضو ستر عورت طواف کریں مگر اس طواف میں اضطباع نہیں۔

طواف فرض کے اہم مسائل

(۱) یہ حج کا دوسرا رکن ہے۔ اس کے سات پھیرے کئے جائیں گے۔ جن میں چار پھیرے فرض ہیں کہ بغیر ان کے طواف ہوگا ہی نہیں اور نہ حج ہوگا اور پورے سات کرنا واجب تو اگر چار پھیروں کے بعد جماع کیا تو حج ہو گیا مگر دم واجب ہوگا کہ واجب ترک ہوا۔ (الفتاوی الھندیہ: کتاب المناسک: ج:1،ص:232)

(۲) اس طواف کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ پیشتر احرام بندھا ہو اور وقوف کر چکا ہو اور خود کرے اور اگر کسی اور نے اسے کندھے پر اٹھا کر طواف کیا تو اس کا طواف نہ ہوا مگر جبکہ یہ مجبور ہو خود نہ کر سکتا ہو مثلاً بے ہوش ہے۔

(ردالمحتار: کتاب الحج: ج:3،ص:614)

(۳) اس طواف کا وقت دسویں کی طلوع فجر سے ہے۔ اس سے پہلے نہیں ہو سکتا۔

(الجوہرۃ النیرۃ: کتاب الحج: ص:205)

Marfat.com

(۴) اس میں بلکہ مطلق ہر طواف میں نیت شرط ہے۔ اگر نیت نہ ہو طواف نہ ہوا۔

(الجوہرۃ النیرۃ: کتاب الحج: ص:205)

(۵) قارن ومفرد طواف قدوم میں اور متمتع بعد احرام حج کسی طواف نفل میں حج کے رَمل وسعی دونوں یا صرف سعی کر چکے ہوں تو اس طواف میں رَمل وسعی کچھ نہ کریں اور

(۱) اگر اس میں رَمل وسعی کچھ نہ کیا ہو یا

(۲) صرف رَمل کیا ہو یا

(۳) جس طواف میں کئے تھے وہ عمرہ کا تھا جیسے قارن ومتمتع کا پہلا طواف یا

(۴) وہ طواف بے طہارت کیا تھا یا

(۵) شوال سے پہلے کے طواف میں کئے تھے تو ان پانچوں صورتوں میں رَمل وسعی دونوں اس طواف فرض میں کریں۔

(۶) جو گیارہویں کو نہ جائے بارہویں کو کرلے اس کے بعد بلا عذر تاخیر گناہ ہے۔ جرمانہ میں ایک قربانی کرنی ہوگی۔ ہاں مثلاً عورت کو حیض یا نفاس آ گیا تو ان کے ختم کے بعد طواف کرے مگر حیض یا نفاس سے اگر ایسے وقت پاک ہوئی کہ نہا دھو کر بارہویں تاریخ میں آفتاب ڈوبنے سے پہلے چار پھیرے کر سکتی ہے تو کرنا واجب ہے نہ کرے گی تو گناہ گار ہوگی۔ یونہی اگر اتنا وقت ملا تھا کہ طواف کر لیتی اور نہ کیا اب حیض ونفاس آ گیا تو گناہ گار ہوئی۔

(ردالمحتار: کتاب الحج: ج:3، ص:616)

(۷) بہر حال بعد طواف دو رکعت بدستور پڑھیں۔ اس طواف کے بعد عورتیں بھی حلال ہو جائیں گی اور حج پورا ہو گیا کہ اس کا دوسرا رکن یہ طواف تھا۔

(۸) اگر یہ طواف نہ کیا تو عورتیں حلال نہ ہوں گی۔ اگرچہ برسوں گزر جائیں۔

(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک، ج:1، ص:232)

(۹) بے وضو یا جنابت میں طواف کیا تو احرام سے باہر ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد

Marfat.com

جماع کرنے سے فاسد نہ ہوگا اور اگر الٹا طواف کیا یعنی کعبہ کی بائیں جانب سے تو عورتیں حلال ہوگئیں مگر جب تک مکہ میں ہے اس طواف کا اعادہ کرے اور اگر نجس کپڑا پہن کر طواف کیا تو مکروہ ہوا اور بقدر مانع نماز ستر کھلا رہا تو ہو جائے گا مگر دم لازم ہے۔ (الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1 ص:232)

(۱۰) دسویں، گیارہویں یا بارہویں کی راتیں منیٰ میں بسر کرنا سنت ہے۔ نہ مزدلفہ میں نہ مکہ میں نہ راہ میں لہٰذا جو شخص دس یا گیارہ کو طواف کے لئے گیا واپس آ کر رات منیٰ ہی میں گزارے۔

گیارہ اور بارہ کی رَمی

(۱) گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنا ہے۔

اس کی ترتیب یوں ہے۔

پہلے جمرۃ الاولیٰ (یعنی چھوٹا شیطان) پھر جمرۃ الوسطیٰ (یعنی منجھلا شیطان) اور آخر میں جمرۃ العقبہ (یعنی بڑا شیطان)

(۲) دوپہر کے بعد جمرۃ الاولیٰ (یعنی چھوٹے شیطان) پر آئیں اور قبلہ کی طرف منہ کر کے سات کنکریاں ماریں جیسے کہ پہلے طریقہ مذکورہ ہوا ہے۔

کنکریاں مار کر جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جائیں اور الٹے ہاتھ کی جانب ہٹ کہ قبلہ رو کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف رہیں اب دعا و استغفار میں کم از کم بیس آیتیں پڑھنے کی مقدار مشغول رہیں۔

(۳) پھر جمرہ وسطیٰ پر جا کر ایسا ہی کریں۔

(۴) پھر جمرۃ العقبہ پر مگر یہاں رَمی کر کے نہ ٹھہریں فوراً پلٹ آئیں اور پلٹتے ہی دعا کریں۔

(۵) بارہویں کو بھی اسی طرح تینوں جمرات کی رَمی کریں۔

Marfat.com

(۶) بارہویں کی رَمی کر کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے یہ اختیار ہے کہ مکہ معظّمہ کو روانہ ہو جائیں مگر بعد غروب چلا جانا معیوب، اب ایک دن اور ٹھہرنا اور تیرہویں کو بدستور دوپہر ڈھلنے رَمی کر کے مکہ جانا ہوگا اور یہی افضل ہے مگر عام لوگ بارہویں کو چلے جاتے ہیں تو ایک رات دن یہاں اور قیام کرنے میں قلیل جماعت کو دقت ہے اور اگر تیرہویں کی صبح ہو گئی تو اب بغیر رَمی کئے جانا جائز نہیں۔ اگر جائے گا تو دم واجب ہوگا۔

(۷) گیارہویں بارہویں کا وقت آفتاب ڈھلنے یعنی ظہر کا وقت شروع ہونے سے صبح تک ہے۔ مگر رات میں یعنی آفتاب ڈوبنے کے مکروہ ہے اور تیرہویں کی رَمی کا وقت صبح سے آفتاب ڈوبنے تک ہے مگر صبح سے آفتاب ڈھلنے تک مکروہ وقت ہے۔ اس کے بعد غروب آفتاب تک سنت ہے لہٰذا اگر پہلی تین تاریخوں 10، 11، 12 کی رَمی دن میں نہ کی ہو تو رات میں کر لیں پھر اگر بغیر عذر ہے تو کراہت ہے ورنہ کچھ نہیں اور اگر رات میں بھی نہ کی تو قضا ہو گئی۔ اب دوسرے دن اس کی قضا کریں اور اس کے ذمہ کفارہ واجب اور اس قضا کا بھی وقت تیرہویں کے آفتاب ڈوبنے تک ہے۔ اگر تیرہویں کو آفتاب ڈوب گیا اور رَمی نہ کی تو اب رَمی نہیں ہو سکتی اور دم واجب۔ (ردالمحتار: کتاب الحج: ج:3،ص:619)

رَمی کے اہم مسائل

(۱) اگر بالکل رَمی نہ کی جب بھی ایک ہی دم واجب ہوگا۔

(لباب المناسک۔ ص: 244)

(۲) کنکریاں چاروں دن کے لئے لی تھیں یعنی ستر اور بارہویں کی رَمی کر کے مکہ معظّمہ جانا چاہتا ہے تو اگر اور کو ضرورت ہو اسے دیدے ورنہ کسی پاک جگہ ڈال دے۔ جمروں پر بچی ہوئی کنکریاں پھینکنا مکروہ ہے اور دفن کرنے کی بھی حاجت نہیں۔

(لباب المناسک۔ ص: 244)

Marfat.com

(۳) ترتیب کے خلاف رَمی کی تو بہتر یہ ہے کہ اعادہ کرے اور اگر پہلے جمرہ کی رَمی نہ کی اور دوسرے تیسرے کی کی تو پہلے پر مار کر پھر دوسرے اور تیسرے پر مار لینا بہتر ہے اور اگر تین تین کنکریاں ماری ہیں تو پہلے پر چار اور مارے اور دوسرے تیسرے پر سات سات اور اگر چار چار ماری ہیں تو ہر ایک پر تین تین اور مارے اور بہتر یہ ہے کہ سرے سے رَمی کرے اور اگر یوں کیا کہ ایک ایک کنکری تینوں پر مار آیا پھر ایک ایک یونہی سات سات کنکریاں پوری کیں تو پہلے جمرہ کی رَمی ہو گئی اور دوسرے پر تین اور مارے اور تیسرے پر چھ تو رَمی پوری ہو گی۔

(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1، ص:234)

(۴) گن کر اکیس کنکریاں لے گیا اور رَمی کرنے کے بعد دیکھتا ہے کہ چار بچی ہیں اور یہ یاد نہیں کہ کون سے جمرہ پر کمی کی تو پہلے ہو یہ چار کنکریاں مارے اور دونوں پچھلوں پر سات سات اور اگر تین بچی ہیں تو ہر ایک پر ایک ایک اور اگر ایک یا دو ہوں جب بھی ہر جمرہ پر ایک ایک۔ (فتح القدیر: کتاب الحج: ج:2، ص:391)

رَمی میں بارہ چیزیں مکروہ ہیں

رَمی میں یہ چیزیں مکروہ ہیں۔

(۱) دسویں کی رَمی غروب آفتاب کے بعد کرنا

(۲) تیرہویں کی رَمی دوپہر سے پہلے کرنا

(۳) رَمی میں بڑا پتھر مارنا

(۴) بڑے پتھر کو توڑ کر کنکریاں بنانا

(۵) مسجد کی کنکریاں مارنا

(۶) جمرہ کے نیچے جو کنکریاں پڑی ہیں اٹھا کر مارنا کہ یہ مردود کنکریاں ہیں جو قبول ہوتی اٹھالی جاتی ہیں کہ قیامت کے دن نیکیوں کے پلے میں رکھی جائیں گی ورنہ جمروں کے گرد پہاڑ ہو جاتے۔

Marfat.com

(۷) ناپاک کنکریاں مارنا

(۸) سات سے زیادہ مارنا

(۹) رمی کے لئے جو جہت مذکور ہوئی اس کے خلاف کرنا

(۱۰) جمرہ سے پانچ ہاتھ سے کم فاصلہ پر کھڑا ہونا زیادہ کا مضائقہ نہیں۔

(۱۱) جمروں میں خلاف ترتیب کرنا

(۱۲) مارنے کے بدلے کنکری جمرہ کے پاس ڈال دینا۔

طوافِ رخصت

جب ارادہ رخصت کا ہو طواف وداع بے رَمل وسعی و اضطباع بجالائے کہ باہر والوں پر واجب ہے۔ ہاں وقت رخصت عورت حیض ونفاس سے ہو تو اس پر نہیں جس نے صرف عمرہ کیا ہے اس پر یہ طواف واجب نہیں پھر وہ طواف بدستور دو رکعت مقام ابراہیم میں پڑھے۔

طواف رخصت کے مسائل

(۱) سفر کا ارادہ تھا طواف رخصت کرلیا مگر کسی وجہ سے ٹھہر گیا۔ اگر اقامت کی نیت نہ کی تو وہی طواف کافی ہے مگر مستحب یہ ہے کہ پھر طواف کرے کہ پچھلا کام طواف رہے۔

(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج: 1، ص 234)

(۲) مکہ والے اور میقات کے اندر رہنے والے پر طواف رخصت واجب نہیں۔

(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج 1، ص 234)

(۳) باہر والے نے مکہ میں یا مکہ کے آس پاس میقات کے اندر کسی جگہ رہنے کا ارادہ کیا یعنی یہ کہ اب یہیں رہے گا تو اگر بارہویں تک یہ نیت کرلی تو اب اس پر یہ طواف واجب نہیں اور اس کے بعد نیت کی تو واجب ہوگیا اور پہلی صورت میں اگر اپنے ارادہ کو توڑ دیا اور وہاں سے رخصت ہوا تو اس وقت بھی واجب نہ ہوگا۔

(المرجع السابق)

Marfat.com

(۴) طواف رخصت میں نفس طواف کی نیت ضرور ہے۔ واجب ورخصت نیت ہونے کی حاجت نہیں یہاں تک کہ اگر بہ نیت نفل کیا۔ واجب ہو گیا۔

(ردالمختار: کتاب الحج: ج:3،ص:622)

(۵) حیض والی مکہ معظمہ سے جانے کے قبل پاک ہو گئی تو اس پر یہ طواف واجب ہے اور اگر جانے کے بعد پاک ہوئی تو اسے یہ ضروری نہیں کہ واپس آئے اور واپس آئی تو طواف واجب ہو گیا جبکہ میقات سے باہر نہ ہوئی تھی اور اگر جانے سے پہلے حیض ختم ہو گیا مگر نہ غسل کیا تھا نہ نماز کا ایک وقت گزرا تھا تو اس پر بھی واپس آنا واجب نہیں۔ (الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1،ص:235)

(۶) جو بغیر طواف رخصت کے باہر چلا گیا تو جب تک میقات سے باہر نہ ہوا واپس آئے اور میقات سے باہر ہونے کے بعد یاد آیا تو واپس ہونا ضروری نہیں بلکہ دم دیدے اور اگر واپس ہو تو عمرہ کا احرام باندھ کر واپس ہو اور عمرہ سے فارغ ہو کر طواف رخصت بجالائے اور اس صورت میں دم واجب نہ ہو گا۔

(ردالمختار: کتاب الحج: ج:3،ص:622)

(۷) طواف رخصت کے تین پھیرے چھوڑ گیا تو ہر پھیرے کے بدلے صدقہ دے۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1،ص:246)

طواف رخصت کے بعد کیا کرے

(۱) طواف رخصت کے بعد زمزم پر آکر اسی طرح پانی پییں۔ بدن پر ڈالیں

(۲) پھر دروازۂ کعبہ کے سامنے کھڑا ہو کر آستانہ پاک کو بوسہ دے اور قبول حج وزیارت اور بار بار حاضری کی دعا مانگے۔

(۳) پھر ملتزم پر آکر غلاف کعبہ تھام کر خوب آنسو گرائیں ذکر و درود و دعا کی کثرت کریں۔

(۴) پھر حجر اسود کو بوسہ دیں اور خوب آنسو گرائیں۔

Marfat.com

(۵) پھر الٹے پاؤں کعبہ کی طرف منہ کر کے یا سیدھے چلنے میں پھر پھر کر کعبہ کو حسرت سے دیکھیں۔ اس کی جدائی پر روتے یا رونے جیسی شکل بنا کر مسجد کریم کے دروازہ سے بایاں پاؤں پہلے بڑھا کر مسجد سے نکلنے کی دعا پڑھیں۔

(۶) حیض و نفاس والی عورتیں دروازۂ کعبہ پر کھڑی ہو کر حسرت بھری نگاہوں سے الوداع کریں اور دعا مانگیں۔

(۷) پھر بقدر قدرت فقرائے مکہ معظمہ پر صدقہ کریں۔

حج بدل

جس پر حج فرض ہو اس کی طرف سے کئے جانے والے حج بدل کی کچھ شرطیں ہیں مگر حج نفل کی کوئی شرط نہیں یہ تو ایصال ثواب کی ایک صورت ہے اور ایصال ثواب فرض نماز و روزہ حج، زکوٰۃ صدقات و خیرات وغیرہ تمام اعمال کا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر اپنے مرحوم والدین وغیرہ کی طرف سے آپ اپنی مرضی سے حج کرنا چاہیں یعنی ان پر فرض نہ تھا نہ انہوں نے وصیت کی تھی تو اس کی کوئی شرائط نہیں ہیں۔ احرام حج والد یا والدہ کی نیت سے باندھ لیں اور تمام مناسک حج بجا لائیں اس طرح فائدہ یہ ہوگا کہ ان کو ایک حج کا ثواب ملے گا اور حج کرنے والے کو بحکم حدیث حج کا ثواب عطا کیا جائے گا۔

جیسا کہ احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔

احادیث مبارکہ سے حج بدل کا ثبوت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے تو ان کا حج پورا کر دیا جائے گا اور اس کے لئے دس حج کا ثواب ہے۔

(سنن الدار قطنی: کتاب الحج: ج 2: ص 328)

Marfat.com

والدین کی طرف سے حج ادا کرنے والا بروز قیامت ابرار کے ساتھ اٹھایا جائیگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کی طرف سے تاوان ادا کرے روز قیامت ابرار کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(سنن الدار قطنی: کتاب: ج:2،ص:329)

والدین کی روحیں خوش

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کرے گا تو مقبول ہوگا اور ان کی روحیں خوش ہوں گی اور یہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک نیکوکار لکھا جائے گا۔ (سنن الدار قطنی: کتاب الحج: ج:2،ص:328)

بوڑھے باپ کی طرف سے حج کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

ایک عورت نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ پر حج فرض ہے اور وہ بہت بوڑھے ہیں کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتے کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟

فرمایا: ہاں

(صحیح مسلم: کتاب الحج: ص:697)

ایک اور حدیث میں ہے۔

امام ترمذی حضرت ابی زرین عقیلی رضی اللہ عنہ سے راوی

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہیں حج وعمرہ نہیں کر سکتے اور ہودج پر بھی نہیں

Marfat.com

بیٹھ سکتے ،فرمایا: اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ کرو۔

(جامع الترمذی: ابواب الحج: ج:2،ص:272)

حج بدل کے شرائط

جن لوگوں پر حج فرض ہو چکا ان کے حج بدل کے شرائط عرض کی جاتی ہیں۔

(۱) جو حج بدل کراتا ہو اس پر حج فرض ہو یعنی اگر فرض نہ تھا اور حج بدل کرایا تو حج فرض ادا نہ ہوا۔ لہٰذا اگر بعد میں حج اس پر فرض ہوا تو یہ حج اس کے لئے کافی نہ ہوگا بلکہ اگر عاجز ہو تو پھر حج کرائے اور قادر ہو تو خود کرے۔

(۲) جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ عاجز ہو یعنی وہ خود نہ کر سکتا ہو اگر اس قابل ہو کہ خود کر سکتا ہے تو اس کی طرف سے نہیں ہو سکتا اگرچہ بعد میں عاجز ہو گیا۔ لہٰذا اس وقت اگر عاجز نہ تھا پھر عاجز ہو گیا تو اب دوبارہ حج کرائے۔

(۳) وقت حج سے موت تک عذر برابر باقی رہے اگر درمیان میں اس قابل ہو گیا کہ خود حج کرے تو پہلے جو حج کیا جا چکا ہے وہ ناکافی ہے۔ ہاں اگر وہ کوئی ایسا عذر تھا جس کے جانے کی امید ہی نہ تھی اور اتفاقاً جاتا رہا تو وہ پہلا حج جو اس کی طرف سے کیا گیا کافی ہے مثلاً وہ نابینا ہے اور حج کرانے کے بعد انکھیارا ہو گیا تو اب حج دوبارہ کرانے کی ضرورت نہیں۔

(۴) جس کی طرف سے کیا جائے اس نے حکم دیا ہو بغیر اس کے حکم کے نہیں ہو سکتا۔ ہاں وارث نے مورث کی طرف سے کیا تو اس میں حکم کی ضرورت نہیں۔

(۵) مصارف اس کے مال سے ہوں جس کی طرف سے کیا جائے۔ اگر مامور نے اپنا مال صرف کیا حج بدل نہ ہوا یعنی جبکہ تبرعاً ایسا کیا ہو اور اگر کل یا اکثر اپنا مال صرف کیا اور جو کچھ اس نے دیا ہے اتنا ہے کہ خرچ اس میں سے وصول کرے گا تو ہو گیا اور اتنا نہیں کہ جو کچھ اپنا خرچ کیا ہے وصول کرے تو اگر زیادہ حصہ اس کا ہے جس نے حکم دیا ہے تو ہو گیا ورنہ نہیں۔

Marfat.com

حج بدل کے اہم مسائل

(۱) اپنا اور اس کا مال ایک میں ملا دیا اور جتنا اس نے دیا تھا اتنا یا اس میں سے زیادہ حصہ کے برابر خرچ کیا تو حج بدل ہو گیا اور اس ملانے کی وجہ سے اس پر تاوان لازم نہ آئے گا بلکہ اپنے ساتھیوں کے مال کے ساتھ بھی ملا سکتا ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1، ص:257)

(۲) میت نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے فلاں شخص حج کرے اور وہ مر گیا یا اس نے انکار کر دیا اب دوسرے سے حج کرا لیا گیا تو جائز ہے۔

(ردالمحتار: کتاب الحج: ج:4، ص:19)

(۳) احرام باندھتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ کس کی طرف سے حج کرتا ہوں تو جب تک حج کے افعال شروع نہ کئے اختیار ہے کہ نیت کرے۔

(ردالمحتار: کتاب الحج: ج:4، ص:18)

(۴) بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لئے ایسا شخص بھیجا جائے جو خود حج فرض ادا کر چکا ہو اور اگر ایسے کو بھیجا جس نے خود نہیں کیا ہے جب بھی حج بدل ہو جائے گا۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1، ص:237)

(۵) صرف حج یا صرف عمرہ کو کہا تھا اس نے دونوں کا احرام باندھا خواہ دونوں اس کی طرف سے کئے یا ایک اس کی طرف سے، دوسرا اپنی یا کسی اور کی طرف سے بہرحال اس کا حج ادا نہ ہوا تاوان دینا آئے گا۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1، ص:258)

(۶) جسے بھیجا تھا وہ وقوف کر کے بغیر طواف کئے واپس آیا تو میت کا حج ہو گیا مگر اسے عورت کے پاس جانا حلال نہیں۔ اسے حکم ہے کہ اپنے خرچ سے واپس جائے اور جو افعال باقی ہیں ادا کرے۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1، ص:260)

Marfat.com

(۷) حج سے واپسی کے بعد جو کچھ بچا واپس کر دے۔ اسے رکھ لینا جائز نہیں اگر چہ وہ کتنی ہی تھوڑی سی چیز ہو یہاں تک کہ توشہ میں سے جو کچھ بچا وہ اور کپڑے برتن غرض تمام سامان واپس کر دے بلکہ اگر شرط کر لی ہو کہ جو بچے گا واپس نہ کروں گا جب بھی کہ یہ شرط باطل ہے مگر دو صورتوں میں۔

(۱) اوّل یہ کہ بھیجنے والا اسے وکیل کر دے کہ جو بچے اسے اپنے کو تو ہبہ کر دینا اور قبضہ کر لینا۔

(۲) دوم یہ کہ اگر قریب بمرگ ہو تو اسے وصیت کر دے کہ جو بچے اس کی میں نے تجھے وصیت کی اور اگر یوں وصیت کی کہ وصی سے کہہ دیا کہ جو بچے وہ اس کے لئے ہے جو بھیجا جائے یا تو جسے چاہے دیدے تو یہ وصیت باطل ہے وارث کا حق ہو جائے گا اور واپس کرنا پڑے گا۔

(الدر المختار: ورد المحتار: کتاب الحج: ج 4 ص 38)

حاضری سرکار اعظم مدینۃ المنورہ حضور حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

آ رہا ہے بدکار گناہوں کا آپ کی بارگاہ میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کر دو شفاعت بخشش کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یقین ہے مجھ کو بخش دیا جاؤں گا تیری بارگاہ سے
اس لئے تو پہنچا ہوں مر مر کے تیری بارگاہ میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مدینۃ المنورہ وہ مقدس مقام ہے جہاں پر تاجدار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جو بدکار اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر حاضر ہوتا اور شفاعت کی بھیک مانگتا ہے اور گناہوں کی مغفرت بوسیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانگتا ہے اس کی ضرور مغفرت ہو جاتی ہے اور اس کی شفاعت بھی قبول ہو جاتی ہے۔

لہٰذا حجاج کرام کا ذوق بڑھانے کے لئے چند احادیث مبارکہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

Marfat.com

میری شفاعت واجب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔ (سنن الدار قطنی: کتاب الحج: ج:2،ص:351)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کے دن شفیع بننا

طبرانی کبیر میں انہی سے راوی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری زیارت کو آئے سوا میری زیارت کے اور کسی حاجت کے لئے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں۔
(المعجم الکبیر للطبرانی: ج:12،ص:225)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حج کرنے کے بعد

دارقطنی وطبرانی انہیں سے راوی کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حج کیا اور بعد میری وفات کے میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت سے مشرف ہوا۔
(سنن الدار قطنی: کتاب الحج: ج:2،ص:351)

ایک اور حدیث میں ہے

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جو حرمین میں مرے گا قیامت کے دن امن والوں میں اٹھے گا۔ (شعب الایمان: باب فی المناسک: ج:3،ص:488)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کے دن شہید ہونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا، جو شخص میری زیارت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا شفیع یا شہید ہوں گا اور جو حرمین میں مرے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن امن والوں میں اٹھائے گا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: کتاب الحج: ج:5، ص:403)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جفا کرنے والا

ابن عدی کامل میں انہیں سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال: ج:8، ص:248)

حجاج کرام مدینۃ المنورہ پہنچ کر کیا کریں

(۱) جب مدینۃ المنورہ پہنچ جائیں تو سب سے پہلے سامان وغیرہ رکھنے کے لئے کمرے کا بندوبست کریں۔

(۲) اگر بھوک لگی ہو تو کچھ کھا پی لیں۔

(۳) اگر ہو سکے تو غسل کریں ورنہ مسواک کر کے وضو کریں۔ اگر آپ کے پاس نیا لباس ہے تو پہن لیں اور عطر سے معطر ہو جائیں۔ آنکھوں میں سرمہ لگائیں۔

(۴) اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے لئے روتے ہوئے حاضر ہو جائیں۔ اور یہ عرض کرتے ہوئے آگے بڑھیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرا گناہ گار بدکار امتی اپنے گناہوں سے لدا ہوا تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے۔

(۵) سب سے پہلے رونے جیسی صورت بنا کر باب البقیع پر حاضر ہوں اور الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عرض کر کے تھوڑا سا ٹھہر جائیں۔ گویا کہ حاضری کے لئے اجازت مانگ رہے ہیں۔

اب بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر اپنا سیدھا قدم مسجد شریف میں رکھیں۔

Marfat.com

(۶) اب مسجد شریف میں داخل ہو کر اگر وقت مکروہ نہیں تو دو رکعت تحیۃ المسجد شکرانے کے ادا فرمالیں۔ پہلی رکعت میں الحمد شریف کے بعد قل یاایہا الکافرون اور دوسری میں بعد الحمد شریف کے قل ہواللہ شریف پڑھیں۔

سنہری جالیوں کے روبرو

اب ادب وشوق میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کیے آنسو بہاتے، لرزتے کانپتے گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے ہوئے حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس قدمین شریفین کی طرف سے سنہری جالیوں کے روبرو مواجہہ شریف میں حاضر ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار پر انوار میں روبقبلہ جلوہ افروز ہیں۔

اصل مواجہہ شریف کس طرف ہے

اب کمال ادب وہیبت وخوف امید کے ساتھ زہر قندیل اس چاندی کی کیل کے سامنے جو حجرہ مطہرہ کی جنوبی دیوار میں چہرۂ انور کے مقابل لگی ہے۔ کم ازکم چار ہاتھ کے فاصلہ سے روقبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منہ کر کے نماز کی طرح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں۔

فتاویٰ ہندیہ میں اس ادب کی تصریح یوں ملتی ہے کہ

يقف كما يقف في الصلوة

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1، ص:265)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جیسا نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور لباب میں فرمایا

واضعا يمينه على شماله(لباب المناسك: ص: 508)

دست بستہ دہنا ہاتھ بائیں پر رکھ کر کھڑا ہو۔

Marfat.com

خبردار

جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلہ سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کیا ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے مواجہہ اقدس میں جگہ بخشی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کریم اگرچہ تمہاری طرف تھی۔ اب خصوصیت اور اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔

رسول اعظم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کریں

اب ادب و وقار کے ساتھ باآواز حزیں صوتِ دردآگین و دل شرمناک جگر چاک چاک معتدل آواز سے نہ بلند و سخت نہ نہایت نرم و پست مجرا و تسلیم بجالائیں اور عرض کریں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاشَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ وَاُمَّتِکَ اَجْمَعِیْنَ ط (المرجع السابق)

جہاں تک زبان ساتھ دے۔ دل جمعی کے ساتھ مختلف الفاظ میں جو یاد ہوں سلام عرض کرتے رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جن گھر والوں، دوستوں، عزیزوں نے سلام کے لئے کہا تھا عرض کریں اور مجھ بدکار پاپی کا سلام بھی عرض کردیں اور شفاعت کی بار بار بھیک مانگیں اور بار بار یہ عرض کریں۔

اَسْئَلُکَ الشَّفَاعَةَ یَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں

پھر اپنے داہنے ہاتھ یعنی مشرق کی طرف ہاتھ بھر ہٹ کر حضرت سیدنا صدیق اکبر

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کے چہرۂ انور کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کریں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَنَا اَبَا بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ عَلَى التَّحْقِيْقِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَنْ اَنْفَقَ مَالَهٗ كُلَّهٗ فِيْ حُبِّ اللهِ وَحُبِّ رَسُوْلِهٖ حَتّٰى تَخَلَّلَ بِالْعَبَا رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَأْوٰكَ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلَ الْخُلَفَآءِ وَتَاجَ الْعُلَمَآءِ وَصِهْرَ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَزِيْرَ رَسُوْلِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ فِي الْغَارِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ"

(لباب المناسک :للسندی،ص:510)

اے خلیفہ رسول اللہ! آپ پر سلام، اے رسول اللہ کے وزیر! آپ پر سلام۔ اے غار ثور میں رسول اللہ کے رفیق! آپ پر سلام اور اللہ (عزوجل) کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام

پھر اتنا ہی مزید مشرق اور ہٹ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سلام پیش کریں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَاطِقًا بِالْعَدْلِ وَالصَّوَابِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَنِفِيَّ الْمِحْرَابِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْفُقَرَآءِ

Marfat.com

وَالضُّعَفَاءِ وَالْاَرَامِلِ وَالْاَيْتَامِ ط اَنْتَ الَّذِىْ قَالَ فِىْ حَقِّكَ سَيِّدُ الْبَشَرِ لَوْكَانَ نَبِىٌّ مِّنْ بَعْدِىْ لَكَانَ عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكَ وَاَرْضَاكَ اَحْسَنَ الرِّضَا وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَنْزِلَكَ وَمَسْكَنَكَ وَمَحَلَّكَ وَمَأْوٰكَ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ثَانِىَ الْخُلَفَاءِ وَتَاجَ الْعُلَمَاءِ وَصِهْرَ النَّبِىِّ الْمُصْطَفٰى وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُتَمِّمَ الْاَرْبَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عِزَّ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(لباب المناسک للسندی ص 511)

اے امیر المومنین! آپ پر سلام۔ اے چالیس کا عدد پورا کرنے والے! آپ پر سلام! اے اسلام اور مسلمین کی عزت! آپ پر سلام اور اللہ (عزوجل) کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

دوبارہ حضرت سیدنا صدیق اکبر و عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام عرض کریں

پھر بالشت پھر مغرب کی طرف یعنی اپنے الٹے ہاتھ کی طرف سرک جائیں اور دونوں چھوٹے سوراخوں کے درمیان کھڑے ہو کر سیدنا صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خدمت میں اس طرح سلام عرض کریں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا خَلِيْفَتَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَاوَزِيْرَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَجِيْعَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط اَسْئَلُكُمَا الشَّفَاعَةَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْكُمَا وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ"

اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پہلو میں آرام کرنے والے! آپ

Marfat.com

دونوں پر سلام اور اللہ (عزوجل) کی رحمت اور برکتیں۔ آپ دونوں حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ہماری سفارش کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور آپ دونوں پر درود و برکت وسلام نازل فرمائے۔

مقامات قبولیت

یہ سب حاضریاں قبولیت دعا کے مقامات ہیں۔ یہاں پر آخرت کی خیر، ایمان پر خاتمہ، عشق مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھیک مانگیں اور تمام امت مسلمہ کے لئے مغفرت وایمان پر خاتمہ کی دعا مانگیں اگر ہو سکے تو مجھ بدکار کے لئے بھی دعا کر دیں۔

جالی مبارک کے قریب پڑھیں

جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر معظم کے روبرو کھڑا ہو کر یہ آیت کریمہ پڑھے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؕ ○

پھر ستر مرتبہ یہ عرض کرے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

فرشتہ اس کے جواب میں یوں کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے درود بھیجا اور اے فلاں تجھ پر اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو پھر فرشتہ اس کے لئے دعا کرتا ہے۔ یا اللہ (عزوجل) اس کی کوئی حاجت ایسی نہ رہے جس میں یہ ناکام ہو۔

(مواہب لدنیہ)

دعا کے لئے جالی مبارک کو پیٹھ نہ کریں

جب بھی سنہری جالیوں کے قریب ہوں تو پیٹھ ہرگز نہ کریں اور نہ ہی ادھر اُدھر

Marfat.com

دیکھیں بلکہ تہہ دلی کے ساتھ درود و سلام کے گجرے نچھاور کرتے رہیں۔

پچاس ہزار اعتکاف کا ثواب

جب بھی مسجد نبوی شریف میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کرنا ہرگز نہ بھولیں۔ اس طرح ہر بار آپ کو پچاس ہزار نفلی اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اور ساتھ ہی کھانا، پینا افطار کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔ اعتکاف کی نیت یوں کر لیں۔

نَوَیْتُ سُنَّتَ الْاِعْتِکَافِ

میں نے سنت اعتکاف کی نیت کی۔

ہر نیکی پچاس ہزار کے برابر لکھی جاتی ہے

یہاں ہر نیکی ایک کی پچاس ہزار لکھی جاتی ہے۔ لہٰذا عبادت میں خوب کثرت کرو۔ خوب نوافل پڑھو۔ درود و سلام پیش کرتے ہو۔

روزانہ پانچ مرتبہ سلام عرض کریں

روزانہ پانچ مرتبہ نماز کے لئے جاتے وقت سلام عرض کریں ورنہ کم از کم ایک مرتبہ صبح اور ایک مرتبہ شام کو سلام تو عرض کرتے ہی رہیں۔

مسجد نبوی شریف میں چالیس نمازیں پوری کرنے والے کے لئے بشارت

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پوری کریں کہ اس کے لئے دوزخ اور نفاق سے آزادی کی بشارت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جس کی میری مسجد میں چالیس نمازیں فوت نہ ہوں۔ اس کے لئے دوزخ اور نفاق سے آزادیاں لکھی جائیں۔ (المسند للامام احمد بن حنبل: ج: 4، ص: 311)

Marfat.com

جب بھی سبز گنبد نظر آئے تو سلام پیش کریں

مدینہ پاک کی حاضری کے دوران جب بھی گنبد خضریٰ نظر آئے تو فوراً رک جائیں اور سلام عرض کریں۔

مدینہ منورہ کے روزے کی فضیلت

مدینہ منورہ میں ہو سکے تو روزہ رکھیں خصوصاً گرمی میں تو کیا کہنا کہ اس پر وعدۂ شفاعت ہے۔

مکہ اور مدینہ کے روزے میں فرق

مکہ مکرمہ میں ایک نیکی لاکھ کے برابر ہے اور ایک گناہ ایک لاکھ کے برابر ہے جبکہ مدینۃ المنورہ میں ایک نیکی پچاس ہزار کے برابر ہے اور ایک گناہ صرف ایک گناہ کے برابر ہے۔ سبحان اللہ میٹھے مدینے کی کیا بات ہے۔ لہٰذا ہو سکے تو مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ پورا قرآن ہی ختم کر دیں کہ نیکیوں کا انبار لگ جائے گا۔

جنت البقیع کی زیارت

جنت البقیع کی زیارت سنت ہے۔ جنت البقیع کے مدفونین کی خدمت میں باہر سے ہی سلام عرض کریں کیونکہ نجدیوں نے جنت البقیع کو شہید کر دیا ہے۔ ہزارہا صحابہ کرام علیہم الرضوان اور بے شمار اہل بیت اطہار و اولیائے کرام علیہم الرحمہ کے نقوش تک مٹا دیئے ہیں لہٰذا آپ باہر ہی سلام عرض کریں کیونکہ اگر آپ اندر تشریف لے گئے تو ہو سکتا ہے کہ کسی بزرگ کی قبر منور پر پاؤں جا پڑے لہٰذا حرام ہے قبروں پر پاؤں رکھنا اور نہ جانا بہتر ہے باہر سے ہی سلام عرض کریں۔

اہل بقیع کو سلام اس طرح عرض کریں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ فَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ؕ

Marfat.com

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ الْبَقِیْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَھُمْ ○

تم پر سلام اے قوم مومنین کے گھر والو! تم ہمارے پیشوا اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔اے اللہ (عزوجل) بقیع والوں کی مغفرت فرما: اے اللہ (عزوجل)! ہم کو اور انہیں بخش دے۔

الوداعی حاضری

جب مدینہ منورہ سے رخصت ہونے کی جان سوز گھڑی آئے تو روتے ہوئے یا رونے جیسا منہ بنا کر مواجہہ شریف میں حاضر ہوں اور رو رو کر سلام عرض کریں اور بار بار حاضری کا سوال کریں۔ مدینے میں ایمان وعافیت کے ساتھ موت جنت البقیع میں مدفن کی بھیک مانگیں۔ بعد فراغت الٹے پاؤں حسرت بھری نگاہوں سے دربار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں جیسے کوئی بچہ اپنی ماں کی گود سے جدا ہونے لگے تو بلک بلک کر روتا ہے اور اس کی طرف حسرت سے دیکھتا ہے کہ ماں اب بلائے گی اب بلائے گی اور بلا کر مجھے شفقت سے سینے سے چمٹا لے گی۔ لہٰذا رو رو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری سلام عرض کریں۔

مدینہ منورہ کی زیارتیں

گزشتہ صفحات میں مقدس ستون بیان کر دیئے ہیں لہٰذا ان میں سے ہر ایک کے ساتھ نوافل ادا فرمالیں۔

جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) اسطوانہ توبہ

(۲) اسطوانہ مخلقہ

(۳) اسطوانہ عائشہ

(۴) اسطوانہ حرس

Marfat.com

(۵) اسطوانہ جبرائیل

(۶) اسطوانہ سریر

(۷) اسطوانہ وفود

(۸) اسطوانہ تہجد

محراب نبوی، منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، چبوترہ اصحاب صفہ، مسجد قبا، مسجد غمامہ مسجد اجابہ، مسجد قبلتین، مساجد خمسہ

ان کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے لہٰذا وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

مزار سیدنا ہارون علیہ السلام

سیدنا ہارون علیہ السلام کا مزار پرانوار جبل احد پر واقع ہے لہٰذا جبل احد کے پاس جا کر سلام عرض کریں۔

مزار سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کا مزار شریف احد شریف کے دامن میں واقع ہے ساتھ ہی حضرت سید مصعب بن عمیر اور سیدنا عبداللہ بن جحش اور دیگر شہدائے احد بھی وہاں بھی تشریف ہیں۔ لہٰذا یہاں پر بھی جا کر سلام عرض کریں۔

رضوان علیہم اجمعین

میدان بدر

مدینہ منورہ سے تقریباً ایک سو پچاس کلومیٹر پر واقع ہے۔ بدر شریف پہنچنے سے قبل دائیں جانب پہاڑ کے دامن میں واقع حضرت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مزار اور اس سے تھوڑا دور ابا سعید نامی گاؤں میں حضرت سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کا مزار پرانوار ہیں۔ لہٰذا ان مقدس بزرگوں کی خدمت میں جا کر سلام عرض کریں اور وسیلہ پیش کر کے مغفرت کی بھیک مانگیں۔

Marfat.com

مکہ مکرمہ کی زیارتیں

یہاں پہنچنے کا آسان طریقہ یہ کہ آپ کوہ مروہ کے کسی بھی قریبی دروازہ سے باہر آئیں اور سیدھے ہاتھ پر پہاڑ کے نیچے مکانات کے ساتھ ساتھ چلیں۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ کو یہ مقدس مکان نظر آ جائے گا۔ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ نے یہاں مسجد تعمیر کروائی تھی۔ آج کل اس مقدس ترین مکان کو مدرسہ اور لائبریری میں منتقل کردیا گیا ہے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مکان مبارک

مروہ کی پہاڑی کے قریب واقع باب المروہ سے نکل کر بائیں طرف واقع ہے لہٰذا یہاں سے ہی زیارت کرلیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مکان مبارک

یہ مسفلہ میں واقع ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ اس کو شہید کر کے شاپنگ سنٹر بنا دیا گیا ہے۔

غار جبل ثور

یہ غار مبارک مکرمہ کی دائیں جانب مسفلہ کی طرف کم و بیش چار کلومیٹر پر واقع ہے۔

دار ارقم

اگر کوہ صفا پر چڑھیں تو بائیں طرف کوہ صفا سے بالکل متصل ہے۔ اسی گھر میں کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان مشرف بہ اسلام ہوئے۔

محلہ مسفلہ

یہ محلہ بڑا تاریخی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی یہیں رہا کرتے تھے۔ یدنا

Marfat.com

صدیق وسیدنا عمر وسیدنا حمزہ رضی اللہ عنہم بھی اسی محلہ میں قیام پذیر تھے۔ یہ محلہ خانہ کعبہ کے حصہ دیوار مستجار کی جانب واقع ہے۔

غار حرا

یہ غار مبارک مسجد الحرام سے جانب مشرق تقریباً چار کلومیٹر جبل نور پر واقع ہے۔

غار حرا غار ثور سے افضل ہے کیونکہ غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دن اور نماز حرا میں ایک ماہ تشریف فرما رہے۔

جنت المعلیٰ

جنت البقیع کے بعد جنت المعلیٰ دنیا کا سب سے افضل ترین قبرستان ہے۔

یہاں ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی صحابہ وتابعین واولیاء کرام علیہم الرضوان وعلیہم الرحمۃ کے مزارات مقدسہ ہیں۔

مزار میمونہ رضی اللہ عنہا

مسجد الحرام سے تقریباً 21 کلومیٹر نوار یہ ایک علاقہ کا نام ہے وہاں پر واقع ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مسجد الحرام میں نماز ادا فرمائی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ مقامات پر مسجد الحرام میں نماز ادا فرمائی۔

جو کہ درج ذیل ہیں۔

(۱) بیت اللہ شریف کے اندر

(۲) باب الکعبہ کی طرف رخ کر کے

(۳) حطیم اور باب الکعبہ کے درمیان رکن عراقی کے قریب

(۴) مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے

(۵) مقام حضرہ پر جو باب کعبہ اور حطیم کے درمیان دیوار کعبہ کی جڑ میں ہے۔

(۶) میزاب رحمت کی طرف رخ کر کے

Marfat.com

(۷) حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے مصلیٰ پر جو رکن یمانی کے دائیں یا بائیں طرف ہے اور ظاہر تر یہ ہے کہ مصلیٰ آدم علیہ السلام مستجار پر ہے۔

(۸) رکن شامی کے قریب اس طرح کہ باب عمرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت اقدس کے پیچھے ہوتا خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کے اندر ہو کر نماز ادا فرماتے یا باہر۔

(۹) تمام حطیم میں خصوصاً میزاب رحمت کے نیچے

(۱۰) رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان

(۱۱) مطاف کے کنارے پر حجر اسود کی سیدھ میں

وہ مقدس مقامات ہیں جہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی لہٰذا آپ بھی ان مقدس مقامات پر نماز ادا فرمالیں۔

جرم اور ان کے کفارے

محرم اگر بالقصد بلا عذر جرم کرلے تو کفارہ بھی واجب ہے اور گناہ گار بھی ہوا۔ لہٰذا اس صورت میں توبہ واجب کہ محض کفارہ سے پاک نہ ہوں گے۔ جب تک توبہ نہ کریں اور اگر نادانستہ یا عذر سے ہے تو کفارہ کافی ہے۔ جرم میں کفارہ بہر حال لازم ہے۔ یاد سے ہو یا بھول چوک سے، اس کا جرم ہونا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ خوشی سے ہو یا مجبوراً، سونے میں ہو یا بیدار میں، نشہ میں ہو یا بے ہوشی میں یا ہوش میں، اس نے خود کیا ہو یا کسی دوسرے نے اسے حکم دیا ہو۔

دم کا کہاں حکم ہے

جہاں دم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا جوؤں کی سخت ایذاء کے باعث ہوگا تو اسے جرم غیر اختیاری کہتے ہیں۔ اس میں اختیار ہوگا کہ دم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دے دے یا دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلائے یا تین روزے رکھے۔ اگر چھ صدقے ایک مسکین کو دے دے یا تین یا سات

Marfat.com

مساکین کو تقسیم کر دیئے تو کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ شرط یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو دے اور افضل یہ ہے کہ حرم کے مساکین ہوں اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور بہ مجبوری کیا تو اختیار ہوگا کہ صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔ کفارہ اس لئے کہ بھول چوک سے یا سوتے میں یا مجبوری سے جرم ہوں تو کفارہ سے پاک ہو جائیں۔ نہ اسی لئے کہ جان بوجھ کر بلا عذر جرم کریں اور کہیں کہ کفارہ دیدیں گے۔ دینا تو جب بھی آئے گا مگر قصداً حکم اللہ عزوجل کی مخالفت سخت تر ہے۔

(۱) دم یعنی ایک بکرا ایک میں نر، مادہ دنبہ، بھیڑ نیز گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ شامل ہیں۔

(۲) بدنہ یعنی اونٹ یا گائے

(۳) یعنی صدقہ فطر کی مقدار

جہاں ایک دم یا صدقہ ہے قارن پر دو ہیں۔ (الھدایہ: کتاب الحج: ج:1،ص:171)

☆ کفارہ کی قربانی یا قارن و متمتع کے شکرانہ کے غیر حرم میں نہیں ہو سکتی۔ غیر حرم میں کی تو ادا نہ ہوئی۔ ہاں جرم غیر اختیاری میں اگر اس کا گوشت چھ مسکینوں پر تصدق کیا اور ہر مسکین کو ایک صدقہ کی قیمت کا پہنچا تو ادا ہو گیا۔

(الفتاوی الھندیہ: کتاب المناسک: ج:1،ص 244)

بوس و کنار میں جہاں پر دم ہے یا نہیں

(۱) مباشرت فاحشہ اور شہوت کے ساتھ بوس و کنار اور بدن مس کرنے میں دم ہے اگرچہ انزال نہ ہو اور بلا شہوت میں کچھ نہیں۔ یہ افعال خواہ عورت کے ساتھ ہوں یا مرد کے ساتھ دونوں کا ایک حکم ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار: کتاب الحج: ج:3،ص:667)

(۲) مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو وہ بھی دم دے۔

(الجوہرۃ النیرۃ: کتاب الحج: ص:220)

Marfat.com

جماع میں جہاں پر دم ہے یا نہیں

(۱) وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہو گیا۔ اسے حج کی طرح پورا کر کے دم دیدے اور سال آئندہ ہی میں اس کی قضا کرلے۔ عورت بھی احرام حج میں تھی تو اس پر بھی یہی لازم ہے اور اگر اس بلا میں پھر پڑ جانے کا خوف ہو تو مناسب ہے کہ قضا کے احرام سے ختم تک دونوں ایسے جدا رہیں کہ ایک دوسرے کو نہ دیکھے۔

(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج: 1، ص: 244)

(۲) وقوف کے بعد جماع سے حج تو نہ جائے گا مگر حلق وطواف سے پہلے کیا تو بدنہ دے اور حلق کے بعد تو دم اور بہتر اب بھی بدنہ ہے اور دونوں کے بعد کیا تو کچھ نہیں۔ طواف سے مراد اکثر یعنی چار پھیرے۔ (المرجع السابق، ص: 245)

(۳) قصداً جماع ہو یا بھولے سے یا سوتے میں یا اکراہ کے ساتھ سب کا ایک حکم ہے۔ (الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج: 1، ص: 244)

(۴) وقوف عرفہ کے بعد سر منڈانے سے پہلے چند بار جماع کیا اگر ایک مجلس میں ہے تو ایک بدنہ اور دو مجلسوں میں ہے تو ایک بدنہ اور ایک دم اور اگر دوسری بار احرام توڑنے کے ارادہ سے جماع کیا اس بار کچھ نہیں۔ (ردالمحتار: کتاب الحج: ج: 3، ص: 675)

(۵) قران والے نے عمرہ کے طواف سے پہلے جماع کیا تو حج وعمرہ دونوں فاسد مگر دونوں کے افعال بجالائے اور دو دم دے اور سال آئندہ حج وعمرہ کرے اور اگر عمرہ کا طواف کر چکا ہے اور وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو عمرہ فاسد نہ ہوا۔ حج فاسد ہو گیا۔ دو دم دے اور سال آئندہ حج کی قضا دے اور اگر وقوف کے بعد کیا تو نہ حج فاسد ہوا نہ عمرہ ایک بدنہ اور ایک دم دے اور ان کے علاوہ قران کی قربانی۔ (لباب المناسک، ص: 338)

ناخن کترنے میں جہاں دم ہے یا نہیں؟

(۱) ایک ہاتھ ایک پاؤں کے پانچوں ناخن کترے یا بیسوں ایک ساتھ تو ایک دم ہے

Marfat.com

اور اگر کسی ہاتھ یا پاؤں کے پورے پانچ نہ کترے تو ہر ناخن پر ایک صدقہ۔ یہاں تک کہ اگر چاروں ہاتھ پاؤں کے چار چار کترے تو سولہ صدقہ دے مگر یہ کہ صدقوں کی قیمت ایک دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر لے یا دم دے اور اگر ایک ہاتھ یا پاؤں کے پانچوں ایک جلسہ میں اور دوسرے کے پانچوں دوسرے جلسہ میں کترے تو دو دم لازم ہیں اور چاروں ہاتھ پاؤں کے چار جلسوں میں تو چار دم۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1،ص:244)

(۲) محرم نے دوسرے کے ناخن تراشے تو وہی حکم ہے جو دوسرے کے بال مونڈنے کا ہے۔ (المسلک المتقسط: ص:332)

(۳) کوئی ناخن ٹوٹ گیا کہ بڑھنے کے قابل نہ رہا۔ اسی کا بقیہ اس نے کاٹ لیا تو کچھ نہیں۔ (المرجع السابق)

بال دور کرنے میں جہاں دم ہے یا نہیں

(۱) سر یا داڑھی کے چہارم بال یا زیادہ کسی طرح دور کیے تو دم ہے اور کم میں صدقہ اور اگر چندلا ہے یا داڑھی میں کم بال ہیں تو اگر چوتھائی کی مقدار ہیں تو کل میں دم ورنہ صدقہ: چند جگہ سے تھوڑے تھوڑے بال لئے تو سب کا مجموعہ اگر چہارم کو پہنچتا ہے تو دم ہے ورنہ صدقہ۔ (ردالمحتار: کتاب الحج: ج:3،ص:659)

(۲) پوری گردن یا پوری ایک بغل میں دم ہے اور کم میں صدقہ اگر چہ نصف یا زیادہ ہو۔ یہی حکم زیر ناف کا ہے۔ دونوں بغلیں پوری منڈائے جب بھی ایک دم ہے۔

(الدرالمختار وردالمحتار: ج:3،ص:659)

(۳) مونچھ اگر چہ پوری منڈائے یا کتروائے صدقہ ہے۔

(ردالمحتار: کتاب الحج: ص:669)

(۴) روٹی پکانے میں کچھ بال جل گئے تو صدقہ ہے وضو کر لے یا کھجانے یا کنگھا کرنے میں بال گرے۔ اس پر بھی پورا صدقہ ہے اور بعض نے کہا دو تین بال تک

Marfat.com

ہر بال کے لئے ایک مٹھی اناج یا ایک ٹکڑا روٹی یا ایک چھوہارا۔

(ردالمختار: کتاب الحج: ص: 670)

(۵) اپنے آپ سے ہاتھ لگائے بال گر جائیں یا بیماری سے تمام بال گر جائیں تو کچھ نہیں۔ (لباب المناسک: ص: 328)

(۶) مونڈنا، کترنا، موچنے سے لینا یا کسی چیز سے بال اوڑانا سب کا ایک حکم ہے۔

(ردالمختار: کتاب الحج: ج: 3، ص: 660)

(۷) عورت پورے یا چہارم سر کے بال ایک پورے برابر کترے تو دم دے اور کم میں صدقہ (لباب المناسک: والمسلک المتقسط: ص: 328)

(۸) آنکھ میں بال نکل آئے تو ان کے اکھاڑنے میں صدقہ نہیں

خوشبو اور تیل لگانے میں جہاں کفارہ ہے یا نہیں

(۱) خوشبو اگر بہت تھوڑی سی لگائی جسے دیکھ کر لوگ بہت بتائیں اگر چہ عضو کے تھوڑے حصہ پر یا کسی بڑے عضو جیسے سر، منہ، ران، پنڈلی کو پورا سان دیا اگر چہ خوشبو تھوڑی ہے تو ان دونوں صورتوں میں دم ہے۔ اگر تھوڑی سی خوشبو عضو کے تھوڑے سے حصہ میں لگائی تو صدقہ ہے۔ (الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک ج: 1، ص: 240)

(۲) کپڑے یا بچھونے پر خوشبو ملی تو خود خوشبو کی مقدار دیکھی جائے گی۔ زیادہ ہے تو دم اور کم ہے تو صدقہ۔ (الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج: 1، ص: 241)

(۳) خوشبو سونگھی پھل یا پھول جیسے لیموں، نارنگی، گلاب، چنبیلی، بیلے، جوہی وغیرہ کے پھول تو کچھ کفارہ نہیں اگر چہ محرم کو خوشبو سونگھنا مکروہ ہے۔

(ردالمختار: کتاب الحج: ج: 3، ص: 653)

(۴) کسی شے میں خوشبو لگی تھی اسے چھوا۔ اگر اس سے خوشبو چھوٹ کر بڑے عضو کامل کی قدر بدن کو لگی تو دم دے اور کم ہو تو صدقہ اور کچھ نہیں تو کچھ نہیں مثلاً سنگ اسود شریف پر خوشبو ملی جاتی ہے اگر بحالت احرام بوسہ لینے میں بہت سی لگی تو دم دے

Marfat.com

اور تھوڑی سی تو صدقہ۔(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1،ص:241)

(۵) خوشبودار سرمہ ایک یا دو بار لگایا تو صدقہ دے۔اس سے زیادہ میں دم اور جس سرمہ میں خوشبو نہ ہو اس کے استعمال میں حرج نہیں جبکہ بضرورت ہو اور بلاضرورت مکروہ۔(لباب المناسک:314)

(۶) سر پر مہندی کا پتلا خضاب کیا کہ بال نہ چھپے تو ایک دم اور گاڑھی تھوپی کہ بال چھپ گئے اور چار پہر گزرے تو مرد پر دو دم اور چار پہر سے کم میں ایک دم اور ایک صدقہ اور عورت پر بہر حال ایک دم، چوتھائی سر چھپنے کا بھی یہی حکم ہے اور چوتھائی سے کم میں صدقہ ہے اور سر پر وسمہ پتلا پتلا لگایا تو کچھ نہیں اور گاڑھا ہو تو مرد کو کفارہ دینا ہو گا۔

(۷) داڑھی میں مہندی لگائی جب بھی دم واجب ہے پوری ہتھیلی یا تلوے میں لگائی تو دم دے، مرد ہو عورت اور چاروں ہاتھ پاؤں میں ایک ہی جلسہ میں لگائی جب بھی ایک ہی دم ہے ورنہ ہر جلسہ پر ایک دم اور ہاتھ پاؤں کے کسی حصہ میں لگائی تو صدقہ۔(ردالمحتار: کتاب الحج: ج:3،ص:654)

(۹) روغن چنبیلی وغیرہ خوشبودار تیل لگانے کا وہی حکم ہے جو خوشبو استعمال کرنے میں تھا۔(الفتاوی الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1،ص:240)

(۹) تل اور زیتون کا تیل خوشبو کے حکم میں ہے اگرچہ ان میں خوشبو نہ ہو۔البتہ ان کے کھانے اور ناک میں چڑھانے اور زخم پر لگانے اور کان میں ٹپکانے سے صدقہ واجب نہیں۔(ردالمحتار: کتاب الحج: ج:3،ص:655)

سلے ہوئے کپڑے پہننے میں جہاں دم ہے یا نہیں

(۱) محرم نے سلا کپڑا چار پہر کامل پہنا تو دم واجب ہے اور اس سے کم تو صدقہ اگرچہ تھوڑی دیر پہنا اور لگاتار کئی دن تک پہنے رہا جب بھی ایک ہی دم واجب ہے جبکہ یہ لگاتار پہننا ایک طرح کا ہو۔یعنی عذر سے یا بلا عذر اور اگر مثلاً ایک دن بلا عذر تھا

Marfat.com

دوسرے دن بعذر رہا یا بالعکس تو دو کفارے واجب ہوں گے۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج: 1،ص: 242)

نوٹ: چار پہر سے مراد ایک دن یا ایک رات کی مقدار ہے۔

(۲) بیماری کے سبب پہنا تو جب تک وہ بیماری رہے گی ایک ہی جرم ہے اور بیماری یقیناً جاتی رہی اور نہ اتارا تو یہ دوسرا جرم اختیاری ہے اور اگر وہ بیماری یقیناً جاتی رہی مگر دوسری بیماری معاً شروع ہوگئی اور اس میں بھی پہننے کی ضرورت ہے جب بھی یہ دوسرا جرم غیر اختیاری ہے۔

(الدر المختار ورد المحتار: کتاب الحج: ج: 3،ص: 658)

(۳) باری کے ساتھ بخار آتا ہے اور جس دن بخار آیا کپڑے پہن لئے دوسرے دن اتار ڈالے تیسرے دن پھر پہنے تو جب تک یہ بخار آئے ایک ہی جرم ہے۔

(لباب المناسک: ص: 303)

(۴) سلا ہوا کپڑے پہننے میں یہ شرط نہیں کہ قصداً پہنے بلکہ بھول کر ہو یا نادانی میں بہر حال وہی حکم ہے۔ یونہی سر اور منہ چھپانے میں۔ یہاں تک کہ محرم نے سوتے میں سر یا منہ چھپالیا تو کفارہ واجب ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج: 1،ص، 242)

طواف میں غلطیوں پر جہاں دم ہے یا نہیں

(۱) طواف فرض کل یا اکثر یعنی چار پھیرے جنابت یا حیض و نفاس میں کیا تو بدنہ ہے اور بے وضو کیا تو دم اور پہلی صورت میں طہارت کے ساتھ اعادہ واجب، اگر مکہ سے چلا گیا ہو تو واپس آکر اعادہ کرلے اگرچہ میقات سے بھی آگے بڑھ گیا ہو مگر بارہویں تاریخ تک اگر کامل طور پر اعادہ کیا تو جرمانہ ساقط اور بارہویں کے بعد کیا تو دم لازم، بدنہ ساقط، لہٰذا اگر طواف فرض بارہویں کے بعد کیا ہے تو دم ساقط نہ ہوگا کہ بارہویں تو گزر گئی اور اگر طواف فرض بے وضو کیا تھا تو اعادہ مستحب پھر اعادہ

Marfat.com

سے دم ساقط ہو گیا اگر چہ بارہویں کے بعد کیا ہو۔

(الجوہرة النیرة: کتاب الحج: ص:221)

(۲) چار پھیرے سے کم بے طہارت کیا تو ہر پھیرے کے بدلے ایک صدقہ اور جنابت میں کیا تو دم پھر اگر بارہویں تک اعادہ کرلیا تو دم ساقط اور بارہویں کے بعد اعادہ کیا تو ہر پھیرے کے بدلے ایک صدقہ۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1 ص:246)

(۳) طواف فرض کل یا اکثر بلا عذر چل کر نہ کیا بلکہ سواری پر یا گود میں گھسٹ کر یا بے ستر کیا مثلاً عورت کی چہارم کلائی یا چہارم سر کے بال کھلے تھے یا الٹا طواف کیا یا حطیم کے اندر سے طواف میں گزرا یا بارہویں کے بعد کیا تو ان سب صورتوں میں دم دے اور صحیح طور پر اعادہ کرلیا تو دم ساقط اور بغیر اعادہ کیسے چلا آیا تو بکری یا اس کی قیمت بھیج دے کہ حرم میں ذبح کر دی جائے واپس آنے کی ضرورت نہیں۔

(ردالمختار: کتاب الحج: ج:3 ص:662)

(۴) طواف رخصت کل یا اکثر ترک کیا تو دم لازم اور چار پھیروں سے کم چھوڑا تو ہر پھیرے کے بدلے میں ایک صدقہ اور طواف قدوم ترک کیا تو کفارہ نہیں مگر برا کیا اور طواف عمرہ کا ایک پھیرا بھی ترک کرے گا تو دم لازم ہوگا اور بالکل نہ کیا یا اکثر کیا تو کفارہ نہیں بلکہ اس کا ادا کرنا لازم ہے۔

(لباب المناسک: والمسلک المتقسط: ص:350)

(۵) طواف فرض چار پھیرے کر کے چلا گیا یعنی تین یا دو یا ایک پھیرا باقی ہے تو دم واجب اگر خود نہ آیا بھیج دیا تو کافی ہے۔ (المرجع السابق)

(۶) نجس کپڑوں میں طواف مکروہ ہے کفارہ نہیں۔

(الفتاویٰ الہندیہ: کتاب المناسک: ج:1 ص:246)

Marfat.com

سعی میں غلطیوں پر جہاں دم ہے یا نہیں

(۱) سعی کے چار پھیرے یا زیادہ بلا عذر چھوڑ دیئے یا سواری پر کئے تو دم دے اور حج ہو گیا اور چار سے کم میں ہر پھیرے کے بدلے صدقہ اور اعادہ کر لیا تو دم صدقہ ساقط اور عذر کے سبب ایسا ہوا تو معاف ہے یہی ہر واجب کا حکم ہے کہ عذر صحیح سے ترک کر سکتا ہے۔ (ردالمحتار: کتاب الحج: ج:3،ص:665)

(۲) طواف سے پہلے سعی کی اور اعادہ نہ کیا تو دم دے۔

(الدر المختار: کتاب الحج: ج:3،ص:587)

(۳) جنابت میں یا بے وضو طواف کر کے سعی کی تو سعی کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

(الدر المختار: کتاب الحج: ج:3،ص:661)

وقوف عرفہ میں غلطی پر دم

جو شخص غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے چلا گیا دم دے پھر اگر غروب سے پہلے واپس آیا تو ساقط ہو گیا اور غروب کے بعد واپس ہوا تو نہیں اور عرفات سے چلا آنا خواہ باختیار ہو یا بلا اختیار ہو مثلاً اونٹ پر سوار تھا وہ اسے لے بھاگا دونوں صورتوں میں دم ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ: کتاب الحج ص:222)

وقوف مزدلفہ میں غلطی پر دم

دسویں کی صبح کو مزدلفہ میں بلا عذر وقوف نہ کیا تو دم دے۔ ہاں کمزور یا عورت بخوف ازدحام وقوف ترک کرے تو جرمانہ نہیں۔ (الجوہرۃ النیرۃ کتاب الحج ص:223)

رمی کی غلطیوں پر دم

کسی دن بھی رمی نہیں کی یا ایک دن کی بالکل یا اکثر ترک کر دی مثلاً دسویں کو تین کنکریاں تک ماریں یا گیارہویں وغیرہ کو دس کنکریاں تک یا کسی دن کی بالکل یا اکثر رمی دوسرے دن کی تو ان سب صورتوں میں دم ہے اور اگر کسی دن کی نصف سے کم چھوڑی

Marfat.com

مثلاً دسویں کو چار کنکریاں ماریں تین چھوڑ دیں یا اور دنوں کی گیارہ ماریں دس چھوڑ دیں یا دوسرے دن کی تو ہر کنکری پر ایک صدقہ دے اور اگر صدقوں کی قیمت دم کے برابر ہو جائے تو کچھ کم کر دے۔(الدر المختار ورد المختار: کتاب الحج: ج:3،ص:666)

قربانی اور حلق پر غلطیوں پر دم جہاں ہے یا نہیں

(۱) حج کرنے والے نے بارہویں کے بعد حرم سے باہر سر مونڈا یا تو دو دم ہیں۔ ایک حرم سے باہر حلق کرنے کا دوسرا بارہویں کے بعد ہونے کا۔

(رد المختار: کتاب الحج: ج:3،ص:666)

(۲) حرم میں حلق نہ کیا حدود حرم سے باہر کیا یا بارہویں کے بعد کیا یا رمی سے پہلے کیا یا قارن و متمتع نے قربانی سے پہلے کیا یا ان دونوں نے رمی سے پہلے قربانی کی تو ان سب صورتوں میں دم ہے۔(الدر المختار: کتاب الحج: ج:3،ص:666)

جوں مارنے کے کفارے

(۱) اپنی جوں اپنے بدن یا کپڑوں میں ماری یا پھینک دی تو ایک میں روٹی کا ٹکڑا اور دو یا تین ہوں تو ایک مٹھی اناج اور اس سے زیادہ میں صدقہ۔

(الدر المختار: کتاب الحج: ج:3،ص:689)

(۲) جوئیں مرنے کو سر یا کپڑا دھویا یا دھوپ میں ڈالا۔ جب بھی یہی کفارے ہیں جو مارنے میں تھے۔(المرجع السابق)

(۳) دوسرے نے اسی کے کہنے یا اشارہ کرنے سے اس کی جوں ماری جب بھی اس پر کفارہ ہے اگرچہ دوسرا احرام میں نہ ہو۔(المرجع السابق)

میں نے چند مسائل کو ذکر کیا تاکہ اگر حجاج کرام سے کوئی غلطی بھی ہو جائے تو ان کو صحیح معنوں میں رہنمائی مل سکے۔

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام

یا رسول اللہ ﷺ تیرے در کی فضاؤں کو سلام
یا رسول اللہ ﷺ تیرے گنبد خضریٰ کی چھاؤں کو سلام
یا رسول اللہ ﷺ تیرے مقدس شہر کی درودیواروں کو سلام
یا رسول اللہ ﷺ تیرے مقدس گنبد کی جالیوں کو سلام

الحمدللہ عزوجل: میں نے اس کتاب کے اندر مکۃ المکرمہ و مدینۃ المنورہ کی تاریخ کو مدلل طریقے سے بیان کیا تاکہ حجاج کرام کو ان کی تاریخ پڑھنے سے دلی شوق و جذبہ اور تڑپ پیدا ہو اور ان مقامات کو دیکھنے کی دلی آرزو پیدا ہو۔ آخر میں حج کے فضائل اور طریقے مدلل انداز سے بیان کئے تاکہ حجاج کرام کو سنت کے مطابق حج کرنے کی سعادت حاصل ہو۔

قارئین کی خدمت میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بھی آپ کو حج وعمرہ کی سعادت عطا فرمائے تو جہاں اپنے لئے یا عزیز و اقارب کے لئے دعا کریں وہاں مجھ بدکار، خطا کار کے لئے بار بار حاضری و ایمان پر خاتمہ و قبر میں زیارت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن شفاعت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم و جنت الفردوس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کی خصوصی دعا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں التجاء

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ مجھ ناچیز کے یہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ مقبول و منظور فرمائے اور مجھ بدکار سے دین کا کام صحیح معنوں میں لے لے اور میری، میرے والدین، بھائیوں، اساتذہ کرام، پیر و مرشد اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت و ایمان پر خاتمہ و قبر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و قیامت کے دن شفاعت و جنت الفردوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کا پڑوس

Marfat.com

عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب کا اختتام

الحمد للہ عزوجل 2 جمادی الثانی 1432ھ بمطابق 24 اپریل 2012ھ بروز بدھ کو 3:30 پر کیا۔

مولانا عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری
عفی عنہ
آستانہ عالیہ
چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com